بعون صانع مکین مکان و فضل خالق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع دوم فتاوی مشتہر مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام نور کا

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد دوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھپا پنجانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے تحیل تیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ و حدیث و تفاسیر اُردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اردو	
ہدایۃ الاسلام۔ مصنفہ مولوی	
امانت اللہ صاحب غازی پوری۔	۲ر[illegible]
عین الہدایہ مترجمہ کامل ہدایہ ہر چہار	
جلد حامل المتن مترجمہ مولوی امیر علی	
صاحب مترجم فتاوات عالمگیری وغیرہ	
کاغذ گندہ سفید۔	لعہ عہ پ
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت	
کے لیے موجود ہین۔	سعہ عہ پ
جلد اول۔	سے رپ
جلد دوم۔	للعہ رپ
جلد سوم۔ کاغذ سفید۔	للعہ رپ
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ رپ
جلد چہارم۔ کاغذ سفید۔	للعہ رپ
ایضاً۔ کاغذ حنائی	سے رپ
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و	
روزہ وغیرہ	ار
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی	
جونپوری۔	سہ ر[illegible]
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان۔	۹ پائی
ترجمۂ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار	
جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمۂ	

نام کتاب	قیمت
مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد	
مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی صاحب	
کاغذ سفید و حنائی۔	عسے پ
کشف الحاجات۔ ترجمۂ اُردو مالابدمنہ	
از مولوی محمد نور الدین۔	۳ر
رسالۂ خلاصۃ المسائل۔ نماز روزے	
کے مسائل اور زکوٰۃ اور نکاح و طلاق	
و عتاق کے احکام اور خرید و فروخت	
و وکالت و ضمانت وغیرہ کے جواز و	
عدم جواز کی صورتین۔ اُردو مین مفصل	
بیان کیا ہے مع حواشی مفیدہ از جناب	
مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری	
و ہدایہ و مصنف تفسیر مواہب الرحمن۔	۵ر
نور الہدایہ ترجمۂ شرح وقایہ اُردو۔	
ہر چہار جلد یکجائی مطبوعۂ نظامی کاغذ سفید	۱۲ ر ب
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ	
(۲) مسائل ثمانیہ (۳) صدوسی مسئلہ	
(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵)	
حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل	
مولفہ مولوی عبدالصمد بن عبدالسلام۔	۲ر۰
شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از	
خان قندھاری۔	۳ر

نام کتاب	قیمت
تنبیہ الغافلین۔ مسائل وغیرہ	۸ر
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از	
مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	ار
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔	ار ۲ آ
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی	
محمد سلطان خان۔	۱۳ر
چہل مسائل فقہ از مولوی ابراہیم حسین	
بنگلوری۔	۳ پائی
اشرف المسائل۔ مصنفۂ مولوی	
اشرف علی خان۔	۱۰ر
رسالۂ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد تمسن	۱ر
کتب فقہ فارسی	
ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور بین السطور	
مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کتت	
جو مدت سے متداول ہے دو مجلد کامل	
کاغذ سفید و حنائی۔	عے ر پ
شرح سفر السعادت۔ از مولانا	
عبدالحق دہلوی معروف۔	سے ر پ
ترویج البحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ	۱۱ر
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام	۹ پائی
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی	
از ملا ناظم علی رح۔	۲ر

فہرست جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار

تمت

بعون صانع مکین و مکان و بفضل خالق زمین و آسمان

بحمد و المنة کہ ربع دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علمائے عرب و عجم مفید خاص و عام یعنی

غایة الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد دوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؛

کتاب النکاح لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد آدم علیہ السلام الی الآن تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہ کتاب ہی مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہین انہین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونون

مین مال کی حاجت ہی ہو عند الفقہاء عقد تفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل لجواز ذکورتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیۃ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہی یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اس عورت سے کہ نہین روکتا اسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثیٰ مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکلگیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہی اور جائز رکھا ہی حسن بصری نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیۃ قصدًا خرج ما یفید الحل ضمنًا کشراء امۃ للتسری یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشنے اسکا نام نکاح ہی نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنًا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کیواسطے یعنی وطی کے لیے تو یہان اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہی اور قربت کرنا ضمنًا ثابت ہی تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین و

عند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجردًا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجًا غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازًا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہی یعنے جماع مین اور مجاز ہی عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنی اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہی مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنی نہ جماع کرو تم جنکو تمہارے باپون نے جماع کیا جماع

تمام ہو حلال ہوا حرام تو نہین ہے باپ نے زنا کیا ہو بیٹے پر اور ہم شہری بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجاً غیرہ یعنی عورت مطلقہ ثلثہ شوہر اول کو
حلال نہین تاوقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہو اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہین بسبب نسبت کرنے نکح کے طرف عورت کے
یعنی اسناد نکاح کی عورت کی طرف یہ قرینہ ہو کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہو نہ فاعل مگر مجاز سے
سے عقد ہو نہ جماع کرنا مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہہ نہ کرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جبھی حلال ہو کہ شوہر ثانی اس سے جماع کرے اور یہ بات
فقط نکاح سے نہ معلوم ہوتا ہو اسواسطے کہ شرط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہو نہ اس آیت سے ویکون واجباً عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض
نہایہ وہذا ان ملک المہر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع اور ہوتا ہو نکاح واجب وقت غلبہ شہوت کے پس اگر یقین ہو جاوے زنا کا بدون نکاح کے تو
نکاح فرض ہو کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اسوقت ہو کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اسکے
ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصیناً او ولداً حال الاعتدال ای القدرۃ علی
وطی ومہر ونفقۃ ورجح فی النہر وجوبہ للمواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ اور ہوتا ہو نکاح سنت مؤکدہ بنابر مذہب اصح کے تو گنہگار
ہوگا اسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہو حالت اعتدال مین یعنی جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر
اور اگر قادر نہ ہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اسکا نکاح بھی سنت مؤکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی
نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اوپر جو نکاح
سے اعراض کرے صحیحین مین وارد ہو حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریق پر نہین
لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہوسکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہو اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ بے
رغبتی پر ہو اور واجب وہ ہو جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروہاً لخوف الجور فان تیقنہ حرم اور نکاح مکروہ ہو بسبب خوف
ظلم کے عورت پر اور اگر ظلم کو یقینی جانے تو اسوقت نکاح حرام ہو محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنی نکاح
مباح کو نکاح مباح اسوقت ہوتا ہو جب خوف عجز کا ہو ادائے حقوق سے کذا فی المجتبیٰ وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہو نکاح کو ظاہر
کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور
کرو نکاح کو مسجدون مین اور ۔ ۔ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہو اور اخفا خاصہ زنا ہو وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول
والتزوج لما النظر الیہا قبلہ اور مستحب ہو کہ ہونا نکاح کا مسجد مین اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہو اور نکاح از قسم عبادت ہو مستحب ہو جمعہ کے دن بواسطہ عاقد
ہوشیار اور متقی گواہون کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو اسواسطے کہ گواہون کی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہو
اور مستحب ہو قرض لینا نکاح کے واسطے یعنی تو اگر کبھی قرض لے تو واسطے کہ حقتعالی اسکے ادا کا ضامن ہو کذا فی البحر اور مستحب ہو نظر کر لینا عورت کی طرف نکاح سے پہلے
تاکہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھ لیگا تو شاید افسوس کرے سوائے چہرہ اور دونون ہتھیلیون کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اسوقت درست ہو جب طرف ثانی سے
امید نکاح کردینے کی ہو تو نظر کرے ورنہ غیر کو نظر یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہین کہ ظاہر مین نکاح ہونا متصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہا
دونہ سناً وحسباً وعزاً ومالاً اور مستحب ہو ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین حسب فضائل آبائی کا نام ہو کذا فی القاموس
جیسے علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہو گی تو شوہر اسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقہ خلقاً وادباً وورعاً وجمالاً
اور مستحب ہو ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین بحر الرائق مین کہا کہ جو نکاح کرے

اُس عورت سے جو نسب اور حسب اور دینداری مین مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد مین اکثر منتقل ہوتے ہین اور خوبصورت کنیز عورت سے نکاح
نکرے اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لینی دُبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور نہ بد خُلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے
باوجود قدرت حُرّہ کے اور نہ حُرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیکبخت سخی مقدور والے کو اختیار
کرے اور فاسق سے نکاح نکرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڑھے مرد کے نکاح مین نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یکرہ الزفاف
المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہی زفاف یعنی عورت کا پہونچانا اُسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہی کہ مکروہ نہین جب کوئی مفسدہ
دینی نہو جیسے اختلاط مردون کا عورتون سے اور خوش طبعی سے کسی کو ذلیل کرنا یا بڑائی مارنا ہم فقط زفاف لائق اختلاف کے نہین کہ کوئی جائز رکھے
اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہان عورتون کا اجتماع ہی اسواسطے کہ شب زفاف مین عورتون کا جمع ہونا عرف مین لازم ہی اور بعضون نے کہا کہ مراد
زفاف باعلان دف بجاکے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان مین رواج ہی کہ شب زفاف مین دولھن کو دولھا کے پاس پردے مین پہونچا
کر عورتین جھانکا کرتی ہین سو بلاشبہہ مکروہ بلکہ حرام ہی وینعقد ملتبسا بایجاب من احدہما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت
نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت اور نکاح منعقد اور بندھتا ہی یعنی گٹھتا ہی جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے
قبول سے دران حالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہون فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوب دلالت کرتا ہی تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ
حال کی کچھ حقیقت نہین کہ وہ مرکب ہی ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہی اسواسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ
ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا مین نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہین مرد کہے یا عورت اور
دوسرا کہے مین نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہین خواہ مرد کہے خواہ
عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدہما لہ ای للمضی والآخر
للاستقبال او للحال فمثال الاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او لونی امرأتی اور نکاح منعقد ہوتا ہی اُن دو لفظون سے کہ اُنمین ایک تو موضوع ہو ماضی
کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنے استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہی جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے
کہ میرا نکاح کردے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کردے یا یون کہے کہ تو میری جورو ہو جا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال
فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہین بلکہ ضمنا دوسرے کو وکیل کرنا ہی اپنے نکاح کیواسطے
یعنی جب زوجنی کہا تو درضمن امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو کر میرا نکاح کر دے پھر جب دوسرے شخص نے کہا اُسی مجلس مین کہ مین نے
نکاح کر دیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت تو یہ قبول قائم ہو گیا بجاے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہو گیا وقیل ہو ایجاب رجحہ فی البحر
رضا و رغبت ۱۲
اور بعضون نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہی توکیل نہین اور ترجیح دی ہی اس قول ثانی کو بحرالرائق مین
الثانی المضارع المبدو بہمزۃ او بنون او بتاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا
مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اُسوقت نکاح منعقد ہوگا جب متکلم استقبال کے معنی کا
ارادہ نکرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان
المساومۃ فی النکاح اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہی اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے مین اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہون یا یون کہے کہ
مین آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اسواسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح مین جاری اور مروج نہین بخلاف بیع کے کہ وہان فقط انا مشتری
مین خریدار ہون

بالتفات شرع درست اور ایسا سکے باپ کے یون کہنے سے کہ نکاح منعقد نہین ہوا جبتک اسکے بعد قبول نہ کرے اسواسطے کہ جن مین مل نہا ۱۱۔
لیست تحصیل و لا بد من حضور القابل بل نہایہ المدنی الرابع ان الجلیس لیتنا ح وان ان وعدہ یا منعقد ہوتا ہی نکاح اس طرح سے جبکہ مرد کے سوال کے بعد باپ سے کہکر اگر
اس صورت تجکو دی اور اسکے باپ کے تعلیت یعنی دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال واقع ہوئی استفہامی معنی کو یا مشاورت کو اور اگر
مجلس وعدہ کرنے کی ہو تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت مین نکاح منعقد نہوگا ور قال لہا یا مرتی فقالت لبیک انعقد علی المذہب
اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اے میری جورو سو اسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہوگیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا مرتی تو کلام مفہم
انشا ترکیب کے ہو اور لبیک یعنی اجبتک جواب ہی بعد مطابقہ کے تو ایجاب یعنی حال ہوا اور قبول صیغہ ماضی سے ہوا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی
حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر حیث کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ
قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہ کہ مثلا باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اسنے مہر اسکو حوالہ کیا شاہدون کے روبرو
بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہین منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے
لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہی بشرطیکہ شاہدون کو مضمون خط سے آگاہ کر دیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی مالم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فیستغنی
غائب کی تحریر پر اعلام شاہدون کا اسوقت ضرور ہی جب خط مین صیغہ امر کا نہو یعنی لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو
کہ زوجنی نفسک یعنے میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے تو اس صورت توکیل مین عورت دونون طرف کی متولی اور متصرف ہوگی کذا فی فتح القدیر
تو اس صورت مین عورت کا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنے مین نے اپنا نکاح اسکے ساتھ کر دیا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگا اسوقت مین خط کا
مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سنانا کافی ہی بالاقرار علی المختار خلاصہ کقولہ ہی امرأتی لان الاقرار اظہار لما ہو ثابت ولیس
بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہی اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا کہ
اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہی اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیے وقیل ان کان بحضرۃ الشہود صح کما لو صح بلفظ جعل و بعضون
نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنے اس صورت مین اقرار کو انشا نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح
ہوتا ہی جعل کے لفظ سے مع شرح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہون کے
ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہونے نکاح کا
اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلتما ہذا نکاحا یعنے تمنے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر دونون
نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرہ اور اقرار انشا کر ڈالا گیا اور یہی اصح ہی
کذا فی الذخیرہ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہی اور نکاح جملہ انشائیہ ہی منعقد ہوتا ہی اسواسطے اسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد بتزوجت نصفک فی الاصح احتیاطا
خانیہ بل لابد ان یضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرہ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہین منعقد ہوتا
نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ
حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطا حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہی صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام
بدن کی طرف یا اس عضو کی طرف جو بجاے کل بدن کے بولا جاتا ہی جیسے پشت اور شکم بنا بر مشابہ مذہب کے کذا فی الذخیرہ اور ترجیح دی ہی فقہا نے
طلاق مین برخلاف اسکے یعنے یون کہا ہی کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت اصح طلاق نہین واقع ہوگی

تو احتیاج بڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی واذا وصل الایجاب بالتسمیۃ للمہر کان من تمامہ
ای الایجاب فلو قبل الاٰخر قبلہ لم یصح لتوقف اول الکلام علی آخرہ ولو فیہ ما یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے
سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگر آخر کلام میں وہ مضمون ہو جو
مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح
صحیح نہوگا ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ اور شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونوں
حاضر ہوں اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نہیں ہے اور اگر کوئی غائب ہے
اور اُسنے خط میں ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہیں ایجاب اور قبول میں اتحاد مجلس ایسا شرط ہے جیسے عورت مخیرہ میں شرط ہے مخیرہ سے وہ عورت
مراد ہے جسکے شوہر نے اُس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر لے یعنی اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ اختیار مجلس کا ہے کہ ختم تک منتہی مجلس بدلی
اختیار گیا وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المہر اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ دوسرے کہا کہ
میں نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح
خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغایر ہیں تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
نعم یصح الحط ہاں صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ میں نے
پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اُسمیں سے پانچ سو کم کر دئے اس صورت میں مرد کو کمی کا قبول کرنا شرط
نہیں اسواسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہے کزیادۃ قبلتہا فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جسکو عورت نے اسی مجلس میں قبول کر لیا مثلاً عورت
نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم مہر پر قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس میں قبول کر لیا ہو
ان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کما سیجیء اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کی طرف جیسے کوئی کہے کہ میں نے تیرے ساتھ
نکاح کیا کل کے دن یا کہا میں قبول کرونگا کل اور شرط یہ ہے کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی
ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا ولا المنکوحۃ مجہولۃ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں اور اُسنے ایک بیٹی کا نکاح
بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیہ الجد والہزل اذ لم یحتج الی نیۃ بہ یفتی اور نہیں
شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اُس عقد میں جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا یکسان ہے سو اسواسطے کہ اس عقد میں نیت کی احتیاج نہیں اسی
پر فتوے ہے اسمیں فقہا کو اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنوں کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضوں نے کہا
قضاءً ضرور نہیں دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ میں روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا سب صحیح
ہیں علم ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اسمیں علم
ضرور نہیں اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اسمیں قصد اور غیر قصد دونوں برابر ہیں مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا
طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اسکا قصد متعلق نہیں اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانہما صریح وما عداہما کنایۃ وہو کل لفظ وضع لتملیک العین کاملۃ بلاشیع
بالشرکۃ اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونوں لفظ صریح ہیں اسیکے واسطے موضوع ہیں اور جو لفظ ان دو کے سوا ہیں

اوائل مین اسکی تصریح ہو جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا بتعاطی احترازاً للفروج اور نہ منعقد ہوگا
نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح قبیل نہین کہ ایجاب و قبول لفظی اُسمین مشروط نہو تعاطی کے
معنے سابق ہو چکے وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لتحقق رضاہما اور صحت نکاح مین شرط ہو سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے
لفظ کو واسطے ثبوت رضا طرفین کے وشرط حضور شاہدین اور شرط ہو صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدون کا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہو کہ
زانی عورتین وہ ہین کہ اپنے نکاح بدون شاہدون کے کر لیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعاً روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود یعنی نکاح صحیح نہین بدون
شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو نکاح ہو تو ادنیٰ رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سر اور نکاح مخفی اُسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سے
زیادہ اعلان شرط نہین اور اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہو
امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے نزدیک تاکہ جہالت نہ رہے سو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اُسکی طرف کفایت کرتا ہو اور چہرہ کھول کر
دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہو پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب و قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہو اور اگر اسکے
ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہوئی اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل ان بھی ضرور ہو
اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہون اور اُسکو پہچانتے ہون تو فقط اُسکا نام لینا
کفایت کرتا ہو اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہون تو اُسکا نام اور اُسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہو کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ
جو بعضے لوگون مین معمول ہو کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سُن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتون کی کثرت ہوتی ہو
تو جائز نہین اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسے مقام مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سواے اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجیے
کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی حرین او حرۃ و حرتین گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون
اور فقط عورتون کی گواہی سے نکاح نہوگا مکلفین دونون عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانون کی گواہی سے نکاح نہوگا سامعین معاً قولہما
علی الاصح دونون ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری
مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر
دونون گواہ سمجھتے ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہو بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب
اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونے کا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہو گیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مسلمین فی نکاح مسلمۃ ولو
فاسقین دونون گواہون کا مسلمان ہونا شرط ہو عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست
نہین او محدودین فی قذف او اعمیین یا دونون گواہون پر بتہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونون اندھے ہون تو بھی گواہی درست ہو
او ابنی الزوجین یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا ابنین
زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہ دوسری صورت اُسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پھر دونون
نکاح ثانی کا ارادہ کرین او ابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بہما ای بالابنین ان ادعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے
گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹون کی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے
ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہو جائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوتی

تو اسکے بیٹون کی گواہی سے قاضی کے روبرو اُسکا دعوی ثابت نہ ہوگا اور اسی صورت مین اگر مرد مدعی ہو تو عورت کے بیٹون کی گواہی سے
اُسکا دعوی ثابت ہو جائیگا اور روایت ہے اگر مرد کے بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تو مرد کا دعوی ثابت نہوگا اور عورت کا دعوی ثابت ہو جائیگا
اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہو ویجوز نکاح المسلم ذمیة بشهادة ذمیین عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد وزفر لا یجوز
یعنی اگر نکاح کیا کسی مسلمان مرد کا ذمی عورت سے روبرو ذمیون کے نزدیک شیخین کے دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگرچہ
عورت نصرانیہ ہو اور گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ ثابت ہوگا نکاح ذمیون کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنی اگر مسلمان نے
نکاح کا انکار کیا اور عورت مدعی ہوئی تو ذمیون کی گواہی سے دعوی اُسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست
نہین والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایة نفسه انعقد بحضرته ۔ قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادت مین یہ ہو کہ جو شخص
مالک ہو سکتا ہو قبول محل کا اپنی ذات کی ولایت سے اُسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق مرد کو قبول نکاح کا اختیار ہو تو اُسکا گواہ
ہونا بھی درست ہو بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتون کا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین (وان امر الاب رجلا ان یزوج صغیرته
فزوجها عند رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانه یجعل عاقدا حکما اگر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اُسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اُس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہو تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا
حکماً یعنی جب باپ موجود ہوا اسی مجلس مین تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نہ رہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور
دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے
روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح
نہین ہوتا (ولو زوج الاب ابنته البالغة) العاقلة بحضرة شاهد واحد جاز ان کانت ابنته حاضرة لانها تجعل عاقدة والا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان
عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقدہ قرار دی جائیگی اور باپ اور
دوسرا مرد شاہد ہو جائینگے اور اگر اسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہو شاہد نہین تو ایک
شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الآمر متی حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہ ہو کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور
عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہو جائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہو سکیگا ثم انما تقبل شهادة المامور اذا لم یذکر انه عقد
لئلا یشهد علی فعل نفسه پھر شہادت مامور کی اسی صورت مین مقبول ہوگی جبتک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات
کے فعل پر یعنی جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اسوقت مین اُسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوج
المولی عبده البالغ بحضرة واحد لم یجز علی الظاهر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز
ہوگا بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے ولو اذن له
فعقد بحضرة المولی ورجل صح والفرق لا یخفی اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین
تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہو گئے تو نکاح صحیح ہو گیا اور فرق دونون صورتون
مین ظاہر ہو چنانچہ بیان فرق مفصل ہو چکا ۔ ولو قال لرجل لاخر زوجتنی ابنتک فقال الاخر زوجت او قال نعم مجیبا له لم یکن نکاحا مالم یقل الموجب بعده
قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا

یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنے والا اُسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا استخبار اور
استفہام ہی اور عقد نہین سابق مین ہو چکا کہ بل اعطینیہا اور عطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہی کہ قبلت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح
ہوا اور حالانکہ استفہام دونون صورتون مین ہی اسکا جواب یہ ہی کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیۃ المدنی
بخلاف زوجنی فانہ توکیل بر خلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کردے اور اُسنے کہا کہ مین نے نکاح کردیا تو بعد
اسکے قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہی یعنے جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے
کردے تو اُسنے اُسکو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیا تو اب وجہ کہنا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہی
بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہی (غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ) عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے
نام مین اور وہ حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح
نہوگا اور اگر عورت وہان موجود ہی تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اُسکے موجود ہونے اور اُسی کی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہی وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ
الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو
اور اُسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہی نام سے ولو لہ بنتان و
اراد تزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیان ہون اور اُسنے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے
چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا کذا فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین
نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اُسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی و
لو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب او الولی بحضرتہم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے
چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کردیا باپ نے یا ولی نے اُنکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ
شاہد ہوجائینگے اسی روایت پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض
قبل النکاح ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے اس شرط پر کہ اُسکی طلاق تیرے ہاتھ مین ہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا
اختیار نہوگا اور نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ یہ تفویض طلاق کی تفویض ہی نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہین وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ
وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ اسکا نکاح فلانی عورت سے کردے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلا دو ہزار کا مہر مقرر
کردیا تو یہ نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہوجاوے ولو لم یعلم حتی دخل بہا
بقی الخیار بین اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہانتک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے مین اور باطل کردینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملیگا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح
موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کے برابر ہی تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہی کہ اُسمین کمتر مہر ملتا ہی تزوج بشہادۃ
اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم صفار نے اُسکے
کفر کا فتوے دیا ہی کفر اُسکا دو دلیلون سے منقول ہی اول یہ کہ اُس نے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے نکاح کی گواہی دیمین

پس نصرت کی بابت سوال کی گو دین یا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہ ہو کہ جب اشعث سوال کیا تو قرابت پایا تو رسول نے نصیحت کیا اور اللہ تعالیٰ غیب
حقتعالی کو معاش ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی فصل فی المحرمات اس فصل مین بیان ہو محرمات کا یعنی وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین جائز
نہین اسباب تحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین سات نوع ہین قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہو یعنی نسبی سات عورتین حرام ہین ماں
بیٹی بہن عمہ خالہ بھتیجی بھانجی مصاہرۃ دوسری حرمت سسرالی رشتے سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیاں اور بہو رضاع
تیسری حرمت شیرخوارگی کی چنانچہ دایہ اور اسکی لڑکیاں جمع چوتھی حرمت اجتماع کی نسبت سے جیسے دو بہنون کو یا عورت اور اسکی پھوپھی یا خالہ کو
نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی
حرمت شرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا وادخال الامۃ علی الحرۃ ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنی زوجہ حرہ کے ہوتے
لونڈی سے نکاح کرنا ہی سبعۃ ذکرہا المصنف بہذا الترتیب یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے والبقیۃ ای الثنتین تعلق
حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرہا فی الرجعۃ یا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ ثلثہ
بھی حرام ہو اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہو ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے اور محشیون نے
الیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا
اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جا بجا سے سب معلوم ہو سکتے ہین (حرم) علی المتزوج ذکرا کان او انثی نکاح (اصلہ وفرعہ)
علا او نزل حرام ہو نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی
اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہو اگرچہ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتی ناتن پرناتی پرناتن
وعلی ہذا القیاس (و بنت اخیہ) اور حرام ہو اپنی بھتیجی سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی (و اختہ) اور حرام ہو اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا
اخیافی (و بنتہا) اور حرام ہو اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنی
اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے (و عمتہ) اور اپنی پھوپھی بھی حرام ہو
نکاح سے ہو یا زنا سے (و خالتہ) اور اپنی خالہ حرام ہو نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو نہایت
مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا فہذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امہاتکم سو یہ ساتون رشتے محرمات کے حرمت علیکم
امہاتکم کی آیت مین مذکور ہین ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتہما الاشقاء وغیرہن اور داخل ہو عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی
کی عمہ اور ان دونون کی خالہ سوائے اصل اور فروع کے باقی رشتہ برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اسکا
بیان ترجمہ مین مفصل ہو چکا اما عمۃ عمتہ وخالۃ خالتہ لابیہ فتحلان اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہو اسواسطے کہ مادری
عمہ کا باپ دادی کا زوج ہو تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج کی بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ
کی بہن بطریق اولی نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہو تو عمہ کی عمہ حرام ہو اسواسطے کہ عمہ یہان عبارت ہو باپ کی بہن سے
تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہو ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہو اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی
کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہو تو اسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہین اور اسکی
خالہ یا مادری خالہ ہو تو اس صورت مین خالہ کی خالہ حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا شارح کا یون کہنا

مناسب تھا وداعمتہ العمتہ لام تا کہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہو جاتا کبنت عمۃ وعمتہ وخالہ وخالتہ واحل لکم ما وراء ذ
چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہی بموجب اس قول حقتعالی کے کہ حلال کر دیا گیا تمپر سوائے اسکے اول حقتعالی
محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوائے ان محرمات کے سب عورتین حلال ہین اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیان اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خا
خالہ محرمات مذکورہ مین داخل نہین تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی (و) حرم) بالمصاہرۃ (بنت زوجتہ الموطوۃ) اور حرام ہی بسبب سسرالی رشتہ کے
زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہی (و ام زوجتہ) جدا تہا مطلقا بمجرد
العقد الصحیح (وان لم توطأ الزوجۃ) اور حرام ہی اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہون یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہی بمجرد نکاح صحیح کے اگر
زوجہ سے جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہین ہوتی جبتک جماع یا مساس غیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الا
یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلا قید اسواسطے ہی کہ ثابت ہو چکا ہی شرع مین
کہ ماؤن کا جماع بیٹیون کو حرام کردیتا ہی اور فقط بیٹیون کا نکاح بدون جماع کے حرام کردیتا ہی ماؤن کو چنانچہ کلام مجید مین یہ دونون صورتین صاف
مصرح ہین (و) حرم (بنات الربیبۃ والربیب) اور داخل ہی ربیبہ کی حرمت مین ربیبہ اور ربیب کی بیٹیون کی حرمت (وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول
عند ابی حنیفۃ رح واقرہ المصنف) اور تفسیر کشاف مین ہی کہ مساس غیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہی نزدیک ابی حنیفہ رحمۃ اللہ کے تو فقط
مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہوگی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین مسلم رکھا ہی (و) زوجۃ اصلہ) اور حرام
اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتون سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہین جماع اُنسے کیا ہو یا نہ کیا (و فرعہ) مطلقا ولو بعیدا دخل بہا اولا او
حرام ہی مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنی بیٹے او
پوتے کی زوجہ باپ اور دادے پر حرام ہی جماع یہان مشروط نہین فقط نکاح صحیح چاہیے (واما بنت زوجۃ ابیہ وابنہ فحلال) اور اپنے باپ کی
زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہین اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہین سو حلال ہی اسواسطے کہ دونون
خون کا میل نہین (و) حرم الکل) مامر تحریمہ نسبا ومصاہرۃ (رضاعا) الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہین سب رشتے جنکی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہوئی جنکی شیرخوارگی سے
مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنیٰ ہی چنانچہ انکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہین خلاصہ یہ کہ دایہ کی
نسب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہین اور شیرخوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہین چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت مین موجود ہی بیت
از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند + وز جانب شیرخوار زوجان وفروع + فروع لتقع مغالطۃ چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہی جنکے جواب دینے مین غلط
کا احتمال ہی طلق امراتہ تطلیقتین ولہا منہ لبن فاعتدت فنکحت صغیرا فارضعتہ فحرمت علیہ فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فہل لعود للاول واحدۃ ام ثلث الجواب
لا تعود الیہ ابدا لصیرورتہا علیہ ابنہ رضاعا ایک مرد ہی جسنے اپنی زوجہ کو دوبار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہی اس مرد کے نطفے سے پھر عدت کے بعد اسنے
نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اسنے اسکو دودھ پلایا تو حرام ہو گئی اسپر پھر اسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اسنے عورت سے جماع کیا پھر اسنے
اسکو طلاق بائن دی سو یہ عورت کیا پھر نکاح کر سکتی ہی پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقون سے یعنی شوہر اول دوبار طلاق دے چکا تھا
سو دوسرے نکاح مین شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینون طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہی کہ یہ عورت کبھی نہین پھر سکتی ہی
شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہین ہوسکتی (شری امۃ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ وطیہا) خرید کی
اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اسکی وطی حلال نہین اگر اسکو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی (تزوج بکرا فوجدہا ثیبا وقالت ابوک فضنی)

تصدیق یا تحت بعد وہ [illegible] کیا ایک مرد نے ذکر عورت سے تو اسکو یاکرہ بنایا یہ حرمت پہچانا کہ تحرز [illegible] کیا [illegible]
باپ کے بیٹے [illegible] کیا اور کیا سو اگر زوج نے اسکی تصدیق کی تو اسکا نکاح ٹوٹ گیا یعنی اسکے لیے حرمتنا شوہر پر [illegible] عورت کا قائم [illegible]
بیان [illegible] کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہیے اسکو کہ چاہیے چھوڑ دے وحرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ یعنی حرام ہی
سسرالی رشتے سے عورت [illegible] کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اسکی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہیں [illegible] التحریم مصنف نے زنا سے
حرام جماع مراد لیا [illegible] نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفسا کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو [illegible]
اعتبار جماع کا [illegible] حرام [illegible] فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوسۃ بشہوۃ ولو لشعر علی الراس [illegible] المراۃ و [illegible] اصل
اُس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوئے بالوں کو مساس کیا ہو اور اگرچہ [illegible] کپڑا درمیان میں حائل ہو مگر گرمی بدن کی [illegible]
کی مانع ہو تو معلوم ہوا کہ [illegible] بالوں کا مساس حرمت کا سبب نہیں اور اسی طرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہو ممسوسہ
کی اصول کو [illegible] کرتا و اصل ماستہ وناظرۃ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظرہ من زجاج او ماء ہی فیہ وحرام
ہو اصل اس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلۂ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندرونی کو
مرد نے شہوت سے دیکھا اگر شیشے سے دیکھا ہو یا اس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ میں دیکھی یا عورت
حوض پر بیٹھی ہو اور اسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی وفروعہن
مطلقا اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہیں مطلقا یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہیں ایسے فروع
بھی حرام ہیں اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہوں اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہوں والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدہما
اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے کے وقت اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی
اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اسکا کچھ اعتبار نہیں وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی اور مقدار شہوت کی
مساس اور نظر میں یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش میں آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاوے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی
روایت پر فتوی ہے کذا فی بحر الرائق وفی امرأۃ ونحو شیخ کبیر تحرک القلب او زیادتہ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے مرد میں یہ ہے کہ دل میں
جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جاوے شیخ کے مانند عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے وشرط الجوہرۃ
للنظر فی الفرج تحریک آلتہ بہ یفتی اور جوہرہ میں یہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے میں جنبش آلہ تناسل کی شرط نہیں اسی پر
فتوے ہے ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ یہ حرمت مساس اور نظر کی اسوقت تک ہے جب تک انزال
نہیں ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہیں اسی پر فتوے دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب
حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جب تک انزال نہیں ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اسکو قائم مقام جماع کے کر دیا ہے بخلاف انزال کے کہ اسوقت
مطلق خواہش جماع کی نہیں ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا تحرم علیہ
امرأتہ اور خلاصہ میں یہ ہے جو جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اسکی زوجہ کو اسپر حرام نہیں کر دیتا یعنے مصاہرت کی حرمت سوائے فروع اور اصول کے
اور کہیں ثابت نہیں ہوگی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہو گئی لیکن اگر وطی بالشبہہ کی تو زوجہ کی بہن پر عدت ہے اور جب تک
اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل من مرآۃ او ماء لان المرئی مثالہ

بالانعکاس لاھو حرام نہین اصول اور فروع اس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی
انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہین ہوتی ہذا اذا کانت حیۃ مشتہاۃ ولو ماضیا اما غیرہا
یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلاً کوطی دبر مطلقاً یہ حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہی کہ عورت زندہ لائق
شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی مین لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڑھی بدشکل اور اگر سوا اسکے ہو یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے
چھوٹی ہو تو اسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہین ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہین اگر کوئی
سوال کرے کہ یہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمین بھی مساس کامل موجود ہے اسکا
جواب بحر الرائق مین یون دیا ہے کہ واقع مین علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس
جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام مین اسکا مطلق احتمال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکما لو افضاہا لعدم تیقن کونہ فی الفرج مالم تحبل منہ اور اسی طرح
اگر مرد نے اس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر کا پردہ پھٹ کر ایک ہوگئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہین اس بات
کا کہ جماع قبل مین واقع ہوا یعنی جب دونون مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل مین ہوا دبر مین نہوا اس صورت مین حرمت اسوقت
ہوگی جب عورت اس سے حاملہ ہو جائے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا ونکاح یعنے میت اور صغیرہ کے جماع حرمت
ثابت نہین اسمین زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہین فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا وانقضت عدتہا وتزوجت بآخر جاز لہ
ای للاول التزوج ببنتہا لعدم الاشتہاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہین پھر اس سے صحبت کی پھر اسکو طلاق
دی اور اسکی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونے کے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اس عورت کی بیٹی سے
نکاح کرلے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون اشتہا کے ثابت نہین ہوتی لیکن اس عورت کی
ماں شوہر اول پر بلا شبہہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا۔ وکذا تشترط الشہوۃ فی الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح
اور اسی طرح حرمت مصاہرت مین شرط ہے کہ شہوت ہو مرد مین بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہین تو باپ کی زوجہ
باپ پر حرام نہوگی کذا فی فتح القدیر یعنے بسبب عدم شہوت کے بہو نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جائے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشہوۃ
بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ اور مسائل مذکورہ مین کچھ فرق نہین مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوک گئے
اور زبردستی کے یعنے ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہان سب برابر ہین فلو ایقظ زوجتہ
او ایقظتہ ہی لجماعہا فمست یدہ بنتہا المشتہاۃ او یدہا ابنہ حرمت الام ابداً فتح سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے
پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اسی عورت سے بیٹا ہو یا
اور سے تو ماں ہمیشہ کو حرام باپ پر ہو جائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمداً اور خطا دونون برابر ہین
قبل ام امراتہ فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرہ حرمت علیہ امراتہ مالم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی
زوجہ کی ماں کا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرہ حرام ہو جائیگی اسپر زوجہ اسکی جب تک شہوت نہونا ظاہر ہو گو بوسہ منھ پر لیا ہو
چنانچہ ذخیرہ مین اسکا مصنف یون ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہو گی تو زوجہ حرام نہوگی اگرچہ منھ پر بوسہ لیا ہو
محشیون نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمین شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ مین عموم مذکور نہین اگرچہ عموم اور معتبر کتابون مین

تقبیل ہو اور ایسی ہی وہ ... کذا فی حاشیۃ المدنی و فی المس لا تحرم ما لم یعلم الشہوۃ بخلاف التقبیل اذ الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف المس اور شہوت سے
کے مساس کرنے مین حرمت ثابت نہوگی جب تک یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو شہوت کے مساس سے
حرام ہوگی یعنی تقبیل مین شہوت ظاہر ہوتی ہو اسواسطے کہ اکثر تقبیل مین شہوت ہوتی ہو یعنی بوسہ لینا شہوت سے خالی ہوتا ہو بخلاف مساس کے کہ
اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہو والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ ... اور گلے لگانا بوسہ لینے کے
یعنی معانقہ کی اس شہوت ہو تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جب تک عدم شہوت ظاہر ہو اور اسیطرح بشہوت چٹکی لینا اور دانت سے
کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اسکو گلے لگایا یا اسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجائیگی مگر ان
امور کے ساتھ شہوت متعلق نہوگی تو حرمت ثابت نہوگی اور کفایت کرتی ہو شہوت ان امور مین دو مین سے ایک کی یعنے ان امور مین عورت مرد
دونون کو شہوت ہونا ضرور نہین ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہوجائیگی والمراہق والمجنون والسکران کبالغ بزازیۃ اور ان مین عورت
قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہو کذا فی البزازیۃ و فی القنیۃ قبل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ مین ہو کہ مست نے اپنی بیٹی کو بوسہ لیا تو ان
اسکی ماں اسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لہا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اور حرمت
مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہین جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہین بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت
گذرنے کے نکاح ہو سکتا ہو اور قربت کرنا اس حرمت مین زنا نہوگا یعنے زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی ناقلا عن الذخیرۃ و فی الخانیۃ ان النظر الی فرج ابنتہ بشہوۃ یوجب حرمۃ امراتہ خانیہ مین ہو کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اسکی زوجہ کو اسپر
حرام کردیتا ہو وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسی طرح اگر بیٹی ڈر کر ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے
مین پھر باپ کو اس سے شہوت ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہین کیا تو فقط گھس جانے
سے حرمت ثابت نہین ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی و بنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اسکی نو برس سے کم ہو
وہ مشتہاۃ نہین یعنے لائق شہوت کے نہین اسی روایت پر فتوے ہو موٹی اور دبلی ہونے کا کچھ فرق نہین وان ادعت الشہوۃ فی
تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لا ہی اور اگر دعوے کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے مین یا اپنے بوسہ لینے مین شوہر کے
بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہان شوہر کی تصدیق کی جائیگی نہ عورت کی یعنے اگر زوجہ نے دعوے کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا
بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یون دعوی کیا کہ مین نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہو تو شوہر کے
قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنے اس صورت مین حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا منتشرا آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ
او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اسوقت نہوگی جب شوہر اٹھے زوجہ
کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی مین پھر اسکو گلے لگا دے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہ ہوگی کہ اسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہو یا مرد عورت
کی چھاتی پکڑے یا اسکے ساتھ سوار ہو یا اسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اسکے منھ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے جوہرہ مین یعنے ان صورتون مین
اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہ تھی تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی و فی الفتح یتراءی الحاق الخدین بالفم اور
فتح القدیر مین ہو کہ رائے مین آتا ہو ملانا دونون رخسارون کا منھ کے ساتھ یعنے قیاس مین یون آتا ہو کہ رخسارون کا بوسہ لینا اور لبون کا
بوسہ لینا حکم مین برابر ہو و فی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امراتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ہازلا اور خلاصہ

مین ہو کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اُسنے کہا کہ مین نے اُس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی اور اُسکے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کیجائیگی اگرچہ اُسنے ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشہادۃ علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے کے اقرار پر یعنی مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب زوجہ نے اُسکا دعوی کیا اور مرد منکر ہوگیا تو اس صورت مین اُسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جائیگی وکذا تقبل علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکرہ او فرجہا عن شہوۃ فی المختار تجنیس لان الشہوۃ مما یوقف علیہا فی الجملۃ بانتشار او آثار - اور اسی طرح سے مقبول ہو گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہو جسپر فی الجملہ اطلاع ہوسکتی ہو آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا اور حرام ہو جمع کرنا محرم عورتون کا نکاح مین یعنی عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اُسکی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وعدۃ ولو من طلاق بائن اور حرام ہو جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جبتک عدت نہو چکے تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہین وحرم الجمع وطیا بملک یمین اور حرام ہو جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اُسکی بہن یا خالہ پھوپھی کو ساتھ تصرف مین نہ لائے بین امرأتین ایتہما فرضت ذکرا لم تحل لہ الاخری ابدا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا اُن دو عورتون مین حرام ہو کہ اُن دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اُسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اُسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہ ہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہ ہوگا اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کا حال ہو لحدیث مسلم لا تنکح المرأۃ علی عمتہا وہو مشہور یصلح مخصصا للکتاب جمع کرنا دو عورتون کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہو صلاحیت رکھتی ہو کہ قرآن کی مخصص ہو جاوے یعنی ہرچند قرآن مجید مین سواے جمع بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لکم ما وراء ذلکم سے حلت معلوم ہوتی ہو لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہوگیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہو چکا ہو کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کرلیتا ہو تیسیر الاصول مین صحاح ستہ سے ابوہریرہ رض کی روایت موجود ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور عورت کا اُسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہو چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجہا او امرأۃ ابنہا وامۃ ثم سیدتہا لانہ لو فرضت المرأۃ او امرأۃ الابن او السیدۃ ذکرا لم یحرم بخلاف عکسہ تو جائز ہو جمع کرنا عورت مین اور اُسکے شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہو جمع عورت مین اور اُسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہو جمع کرنا لونڈی مین پھر اُسکے مالک کی بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اُسکے برخلاف مین حرمت ہو یعنے جمع کرنا اُن دو عورتون کا حرام ہو جنکے مرد فرض کرنے سے دونون طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہو دوسری طرف سے نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اُسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اُسپر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت مین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اُسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد کیجیے

تو البتہ یہ حرام ہوگی اور تیسری صورت مین اگر پہلی بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی کی حرمت ثابت اور اگر لونڈی کو مرد فرض کیجے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان
تزوج جنبا من تحت اخت امتہ قد وطیہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم احدیہما علیہ بسبب یعنی اگر صحیح نکاح کیا لونڈی
کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین رکھچکا ہو تو نکاح اسکی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونون مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے پر
کسی سبب سے حرام نکرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑدے لان الوطی حکم الوطی
لانہ یترتب علیہ ثبوت نسب الولد اذا لانہ لثبوت الشی حکما لونڈی یا اسکی منکوحہ بہن کو حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہے یہان تک
کہ اگر مغرب مین رہنے والے مرد نے مشرق والی عورت سے اس طرح کہ اسکے ولی نے مشرق مین نکاح کردیا تو ثابت ہوگا اس عورت کی اولاد کا نسب شرعی رو سے
اور استے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال عادیہ کے ممکن ہے لو لم یکن ثمہ وطی حکمی منزلہ
وطی المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نکیا ہو تو مرد کو جائز ہے کہ اسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین انتہی الاول کذا فی
ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے ساتھ التقبیل بشہوت کیا پھر اسکی بہن سے نکاح کیا
تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہوگی وان تزوجہما معا ای الاختین او بعقدتا او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق
بینہ وبینہما ای کون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھ ایک ایجاب اور قبول کے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کے مانند
ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنے ہر ایک سے ایجاب و قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کی جائیگی درمیان مرد
اور دونون عورتون کے اور یہ جدائی طلاق ہوویگی نہ فسخ یعنے اسمین طلاق کے احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولہما نصف المہر یعنی فی مسئلۃ
النسیان اذ الحکم فی تزوجہما معا البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب قہستانی اور واجب ہوگا ان دونون بہنون کے واسطے آدھا مہر
یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونون کے ساتھ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ
واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا چاہیے وہذا ان کان مہراہما
متساویین قدرا وجنسا وہو مسمی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول او ادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما اور یہ وجوب نصف مہر کا
اسوقت ہے کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار مین اور ایک جنس ہونے مین اور مہر معین ہوگیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک
عورت دعوے کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے گواہ نہون فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمیین
سو اگر مختلف ہون دونون کے مہر پھر اگر دونون کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اسکا چوتھائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا
مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہ معلوم ہو کہ ایک کا مثلاً ہزار ہے اور دوسری کا دو ہزار تو اس صورت مین ہر ایک عورت کو دونون مہر سے جو کمتر ہے
اسکا نصف نصف ملیگا مثلاً ہزار دو ہزار سے کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن سمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر
مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہے دونون کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل
لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونون بہنون کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ
یعلم حکم دخولہ بواحدۃ اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہوگیا یعنے اگر دونون عورتون کی جدائی ایک عورت کے
مدخولہ ہونے کے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاویگی وکذا الحکم فیما جمعہما من المحارم فی نکاح یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویسا ہی
حکم تمام محارم کا ہے نکاح مین جسکی تفصیل سے بیان ہوچکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی

ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہی اور یہان حرمت سے یہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہی کہ مولی پر نکاح کے احکام
مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آوینگے والعبد لسیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہی نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک
ہونا مخالف ہی مالک ہونے کے یعنے غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہی اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہی پھر غلام کا شوہر ہونا غالب
ہونے کا مقتضی ہی سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطاً کان حسناً وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہا فتامل
ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرّہ یعنے آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا
اکثر ہو جاتا ہی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہ ہی کہ اس لونڈی کو پانچوین یا مثل اُسکے نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرے یعنی اگر بالفرض اسکے
نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہون تو نئی کو پانچوین نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حرّہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس
اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہی کہ موے کے لیے احتیاط یہی ہی کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نہ کرے اور فتاوے عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے
روایت یون ہی کہ علمانے کہا ہی کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہی کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرے تاکہ اگر حرّہ ہو تو جماع اُسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور بزازیہ مین ہی کہ اگر
لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہی کہ اُس سے نکاح کرے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرّہ ہی تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہی
تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولی پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہی
نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہی کہ آفتاب پرست بت پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور
باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہی کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین
جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام اُن سب کو شامل ہی اور بحر الرائق مین بھی اس قسم کا مضمون ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا
اور صحیح ہی نکاح کتاب والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہی بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہی لیکن بہتر یہ ہی
کہ نہ کرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہی تاکہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جاوین
کذا فی حاشیۃ المدنی مومنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الٰہا۔ کتابیہ سے مراد وہ عورت ہی جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور
کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصارے اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے
لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا (لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین) اسواسطے کہ عطف
دلیل ہی مغائرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر یعنے جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہی ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہی بنا بر مذہب
قوی کے کذا فی بحر الرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لانکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہی نہر الفائق
مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہی تکفیر اُنکی بطور الزام کے مباحث
خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام کا کہ قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الٰہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے افعال کا
جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیون کے سب فرقے اور معتزلیون کے
سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہی اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح
کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقاً ناجائز کہا تو رافضی اُنکے برابر ہو گئے یا اُنسے بھی بدتر فاضل رملی
نے انکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اُنکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے

کا معتبر ہوگا اور یہ قول اصل اقوال ہو سو سنّی کو رافضیون کے کفر تک نہین بسبب اُنکے اعتقاد کفریات کے سکین سبب کیا ہیت تو درست ہوتا تو اُن کے ہیں۔ و لیلیا اسپر یہ ہو ویا این وسکتین تو عقتنا اسکا یہ ہو کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہو اور یہ شبہات سے بچا سنے بنا دین چاہیا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی لا الصحیح عابدۃ کوکب لا کتاب کہا نہین صحیح ہو نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین ہو اسلیے کہ فرقہ ہو کفار کا انکے پاس کتاب ہونے مین اشتباہ ہو صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہو اگر اُنکو کسی نبی کا ایمان ہو اور آسمانی کتاب ہو اور وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطے کہ مشرک ہین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہو نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اُسکی وطی حلال ہو ملک یمین سے اسی پر اجماع ہو چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا جہان عورت بت پرست کے محل کی عدم حلت بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہ ہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وہذا اسقاط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن و ہو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہو اور متن کے نسخون مین ثابت ہو اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہو تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین والمحرمۃ بحج او عمرۃ ولو بمحرم عطف علی کتابیۃ فتصبہ اور صحیح ہو نکاح اُس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہو لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہو تو صحت نکاح محرم ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہو کہ کتاب لکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نکر نا کہ مطلب الٹا ہو جائے والامۃ ولو کانت کتابیۃ او مع طول الحرۃ اور صحیح ہو نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا مقدور ہو یعنی حرۃ کا مقدور ہو یعنی اُسکے مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہو والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح و ما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہو کہ جو وطی حلال ہو ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہو اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہو تو نکاح سے بھی حلال ہو اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرۃ کے جائز ہو تو نکاح سے بھی جائز ہو اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہو کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول ہمارے فقہا کے مخالف ہو اسواسطے کہ اُنکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہو اور حلت کراہت تحریمی کے منافی ہو اور صحاح ستہ مین ابن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہو کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب النہر الفائق کا اور اُسکے تابع شارح کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا و حرۃ علی امۃ اور صحیح ہو نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہو لا عکسہ اور اُسکا عکس صحیح نہین یعنے اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث ہو کہ منع کیا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرۃ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہو اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اُسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہو اسواسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر ہو گئی تو حرہ پر ابتدائی نکاح لازم آیا کہ نادرست ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء و خمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اور اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ

حرہ سے ایک عقد مین تو صحیح ہوگیا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈیون کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ
اور لونڈی کا ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیون کا نکاح صحیح ہوگیا وصح نکاح اربع
من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہی نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین وله التسری بما شاء
من الاماء اور جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کے واسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنی لونڈیون کی مقدار مقرر نہین فلو له اربع من الحرائر والف سرية اراد شراء
اخرى فلامه رجل خيف عليه الكفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اسکو
کوئی مرد ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہی اسواسطے کہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر گنتی نہی یون ملامت نہین تو اسکا ملامت
کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت امراته اقتل نفسي لا يمنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے
لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع مین
حلال ہی یعنی باز رہنا اسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا يغمها يوجر لحديث من رق لامتي رق الله له بزازية لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے
ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالی اسپر رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داود مین موجود ہی حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر
رحمن رحم کرتا ہی زمین والون پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی حقتعالی فرماتا ہی
کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو ونصفها للعبد ولو مدبرا ويمنع عليه غير ذلك فلا تحل له التسري لانه لا يملك الا الطلاق
اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اسکے نصف کا غلام کو صحیح ہی یعنے دو حرہ کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اسپر اسکے سوا تو حلال
نہین اسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سوا سے طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام مدبر اسکو کہتے ہین جس سے
مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی وصح نکاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره اى الزنا لثبوت نسبه ولو من حربي او سيدها المقر به اور صحیح ہی
نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہی زنا کے سوا سے اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے
ایسے مالک سے جو اسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہی اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی
دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع متصل بالمسئلة الاولى اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ
حرام ہی لڑکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہی یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہی وطی درست نہین اسکے سوا سے اور حاملہ کا نہ نکاح
درست نہ وطی لئلا يسقي ماءه زرع غيره اذ الشعر ينبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہی کہ نہ سینچے اسکا جماع کرنے والا اپنا پانی لگائی کھیتی مین اسواسطے
کہ بال اس سے جمتے ہین یعنے زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فرع لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا والولد له
النفقة یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اسکو اس سے وطی کرنا باتفاق حنفی و شافعی کے حلال ہی
اور بیٹا اسی کا ہوگا اور اسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اسکو حلال ہی بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا
جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو ثابت النسب نہوگا ولو زوج امته او ام ولده الحامل
بعد علمه قبل اقراره به جاز وكان نفيا للولد نهر عن التوشيح اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے
اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود اسکے علم نفی کے ہی ولد کے اپنے نسب سے کذا فی النہر عن التوشیح

ونکاح الموطوءة بملک یمین او زنا اور صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اسکے تصرف مین رکھا
تھی پھر اسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ حاملہ نہو سوا اسکے کہ لونڈی سے تو نہی فراغ مالک کی نہین جانتے کہ اگر اسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون
اقرار مولی کے ثابت النسب نہو بخلاف ام ولد کے ولا یستبرئہا زوجہا اور نہ استبراء کرے زوج اسکا نہ وجوباً نہ استحباباً کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک
استبراء مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبراء واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی وجہ استبراء یہ ہے کہ معلوم کیا جائے شغل رحم ہونے کے صحبت
کرنا بلکہ سید دو باشی الصحیح ذخیرہ بلکہ اسکے مالک پر واجب ہے استبراء نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرة والموطوءة بزنا ای جاز
نکاح الزانیة وان راٰہا تزنی وطئہا بلا استبراء یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوئی ہو تو بھی اسکا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ دیکھنے
عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اسکو جائز ہے وطی کرنا بدون استبراء کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا واما قولہ تعالے الزانیة لاینکحہا
الا زان منسوخ بآیة فانکحوا ما طاب لکم اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اسکا جواب یہ ہے کہ قول
مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا یعنے نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا
اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی
یعنی زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اسکو اسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہے مین اسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اس سے یعنی نہ
طلاق دے اور صحبت مین رکھ کذا فی حاشیة المدنی ناقلاً عن البحر اس مضمون کی حدیث ابو داؤد اور نسائی مین موجود ہے ابن عباس کی روایت سے
کذا فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبی لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا یجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس
ان یتفرقا فما فی الوہبانیة ضعیف کما بسط المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر مین ہے کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری
زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی
کی نہ کر سکینگے تو کچھ مضائقہ نہین دونون کی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ مین ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدون حیض ہو جانے کے تو وہ روایت
ضعیف ہے چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وصح نکاح المضمومة الی محرمة اور صحیح ہے نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی
محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری حرام ہے اُن دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا و محرم کا نکاح
باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنی دونون کا مہر اسی کو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون
کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمة فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعة اور باطل ہے
نکاح متعہ کا متعہ اسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھ سے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور
فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون مین قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح
مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ اے لوگو مین نے تمکو
متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباس اول حلت متعہ کے قائل
تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے
وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات مین موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی وموقت اور باطل ہے نکاح موقت یعنی مدت مقرر کر کے نکاح مین اسکو نکاح موقت کہتے ہین
نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہے متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ مین تعین عداد

مہر کی لازم ہو موقت مین نہین اور متعہ مین گواہ شرط نہین بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہو اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے ولیس منہ مالو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہین اگر نکاح کیا عورت سے
اس شرط پر کہ اسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہو نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع مین ہوئی نہ نکاح مین تو شرط باطل ہوگی اور
نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اُسمین خود نکاح مشروط ہو او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین
تک رہنے کی یعنی یہ بھی نکاح موقت مین داخل نہین ولا بأس بتزوج النہاریات یعنی اور کچھ مضائقہ نہین نہاریات کے نکاح مین کذا فی العینی نہاریات
وہ عورتین جنکے پاس شوہرون کو رہنے نہ رات کو و یحل لہ وطی امرأۃ ادعت علیہ عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای الحال انہا محل
لانشاء ای لانشاء النکاح خالیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہو مرد کو وطی اس عورت
کی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہو وجود نکاح کی حلال ہو محرم نہین خالی ہو موانع نکاح
سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہین اور حکم کردیا قاضی نے اُسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی اُن گواہون کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت
مرد نے اس سے نہین نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونون جھوٹے تھے سو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن مین بھی نزدیک
امام اعظم رحمہ کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال ہوگی امام اعظم رح کی یہ دلیل ہو کہ ایک مرد نے گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی کے روبرو
حضرت نے اُسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوے اُسکا جھوٹا ہو چار و ناچار اگر یہی حکم منظور ہو تو میرا نکاح ہی کردیجیے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کردیا یعنے اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح نہ تھا تو بھی بہ شہادت شہود ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر وکذا الحکم لو ادعی ہو نکاحہا خلافا لہما اور اسی طرح سے حلال ہو وطی مرد کو اگر خود اسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور
گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت مین دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی مین مرد ہوگا اور یہ قول حلت وطی کا خلاف ہو
صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ مین
بروایت مواہب صاحبین رح کے قول پر فتوی ہو احتیاط اسی مین ہے کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا
شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت زور ہو قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کا نکاح کرلینا دوسرے مرد سے
عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہو کہ اُس نے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقیناً جانتی ہو
کہ اُسکے شوہر نے طلاق نہین دی وحل للشاہد زورا تزوجہا وحرمت علی الاول اور حلال ہو شاہد زور کو نکاح کرلینا اس عورت کا اسواسطے
کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہر اور باطن مین اور حرام ہوئی عورت پہلے شوہر پر وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وبہ من
فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجی اور نزدیک ابو یوسف رحمہ اللہ کے دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد رح کے
شوہر اول پر حلال ہو جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب عدت کے اور یہ مسئلہ نکاح اور
طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہو چنانچہ آگے کتاب القضاء مین آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا معلق
کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہو جو حلف واقع ہوسکتے ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح
اُن مین سے نہین کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھے نکاح کیا

میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بدوسطے معلق ہونے نکاح کے شرط پر کہ شرط وقوع مو
نہ ہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سواے اسکے مین موجود ہی چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ
و فتاوی ابواللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ مین تصریح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی و فی الصغریٰ منیہ نظر اور جو روایت منیہ مین ہی سو بحث
در نظر ہی یعنے مخالف ہی فقہا کے لائق استناد کے نہین صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو کہے مین راضی تو مین نے
تیرا نکاح کر دونگا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو تعلیق باطل ہی اور نکاح صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک
غدا او بعد غد لم یصح اور نہین صحیح ہی اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجھے نکاح کیا آج کے کل یا پرسون تو نہ
تین ہوگا ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھے نکاح کیا اس شرط
کہ مہر نہ دونگا یا اپنا گھر مجھکو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا و انما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل
الشرط بخلاف ما لو علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہی نہ نکاح یعنے اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے کہ
اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہم اس مقام مین فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بالشرط الفاسد کا ضرور ہی کہ وقعون
کو حیرانی نہو پس معلق علی الشرط سے یہ مراد ہی کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحقق الوجود جیسے کسیکی دل کی خوشی یا نزول دریا یا ہوا چلنا یا پانی
کا برسنا یا کسی کے بیٹے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بالشرط الفاسد سے یہ مراد ہی کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح
کے مخالف ہی جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان یعلقہ بشرط ماض کائن لا محالۃ مگر نکاح معلق اسوقت درست ہی جب اسکی تعلیق کرے
شرط ماضی موجود بالفعل پر یعنے سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب وقبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھے کر دیا
بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فوراً زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون تحقیقا فینعقد فی الحال
کان خطب بنتا لابنہ فقال ابوہا زوجتہا قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتہا من فلان فقد زوجتہا لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلیقہ بموجود
یعنے جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے
کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجھسے پہلے اسکا نکاح کر چکا ہون فلانے شخص سے سو اُسنے اسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے
باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانے شخص سے نہین نکاح کر دیا تو البتہ اسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اُسنے قبول کیا پھر اسکا کذب معلوم ہو گیا خواہ
اسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح
نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نہ رہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا
ذکرہ جوی زادہ وعمم المصنف بحثا اور اسی طرح نکاح صحیح ہو جاویگا جب معلق علیہ یعنی جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین پایا
جاوے جیسا کہ اسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخون مین جوی زادہ کے مقام پر خواہرزادہ مرقوم ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو عام
رکھا ہی بحث کرکے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہو اور وہ شخص
مجلس مین حاضر تھا سو بولا کہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہو گا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر یون کہا کہ مین
نے تجھے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہی اور نکاح تعلیق کا احتمال
نہین رکھتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جبتک کہ وہ رضی نہ ہو

اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب والحق الاطلاق فلیتأمل المفتی لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضائے والد کے یون کہا ہی کہ حق یہ ہی کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہو اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہی کہ قاضی خان اسکی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الولی

یہ باب ہی تعریف اور احکام ولی مین ہو لغۃً خلاف العدو وعرفاً العارف باللہ تعالی وشرعاً البالغ العاقل الوارث ولو فاسقاً علی المذہب مالم یکن متہتکا ولی لغت مین بمعنے دوست ہی خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کو نے والا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک اور عبد داخل نہین اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے فخرج نحو صبی ووصی مطلقا علی المذہب تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقاً بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقاً ولایت نکاح کی نہین خواہ اسکو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہی جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اسکا قول نافذ ہو جائے فتثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ سو ثابت ہی ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کر دے دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کر دے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی کر دے شاء او ابی الغیر راضی ہو یا ناراضی یعنی ولی کا قول بہر صورت غیر پر نافذ ہی وہ خوش ہو یا ناخوش وہی ہنا نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکراً اور ولایت بیان نکاح مین دو قسم ہی ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہین پہونچتا نکاح مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہی کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا ومعتوہۃ ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہی چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہو اور ولایت جبری ہو بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہی گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ النکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنے اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنے ولی شرط ہی صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون اولیا کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین اسواسطے کہ اسپر ولایت استحبابی ہی جبری نہین ہی یہی مذہب ہی امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا اور محمدؒ نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہ ہی کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہی کما قال تعالی (لا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن) اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہین بلکہ مضطرب ہی بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اسباب مین یعنے اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے

تحقیقہ فی الوقف مانند ولایت امان اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی ہی تو اور مسلمانون کو اسکا توڑنا نہین پہونچتا اور یہی طرح اگر ایک ولی نے
قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نہ رہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجۃ والا فللاقرب منہم حق الفسخ
ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہی اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ
اور دوسرا بعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہی فسخ کا جیسے اگر بھائی نے نکاح کردیا تو باپ نکاح کو فسخ کرسکتا ہی وان لم یکن لہا ولی
فہو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہی مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے
نزدیک وقبضہ ای ولی لہ حق الاعتراض المہر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمتہ والا
لایکون رضا اور قبض کرنا اُس ولی کا جسکو حق اعتراض ہی مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہی
باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کے نزدیک ثابت نہین نالش سے
پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لایکون سکوتہ رضا مالم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ
یہ مسئلہ سابق ہوچکا وانما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہی ساقط نہین کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا
فی المبسوط ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہونچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا اسواسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ
ہونے سے فان استاذنہا ہو ای الولی وہو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسول او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ پس اگر اجازت
نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہی یا ولی کے وکیل نے یا اسکی پیغامی نے اجازت مانگی یا اُسکا نکاح کردیا اُسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو
نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کے
وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے اُسنے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہوگیا ایسا سکوت عذر بے اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے
سکوت مین قید عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا کلام سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے
کہ کلام اجنبی رد نکاح نہین تو اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستہزءۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سوا اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت
او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضیت بعدہ انعقد سراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے
روئی تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہوجائیگا کذا فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ و ملتقی
مین ہی اُسمین نظر اور اعتراض ہی یعنے صحیح نہین وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر مین یون ہی کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہی اور آواز سے رد ہی شارح نے اس اعتراض
مین صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہی اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہین اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور اُنکی شرح سو
کیونکر کہا جاوے کہ اُنکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہی کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فہو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی
تو یہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہی نکاح کا یعنی اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہی ولی کو اول صورت مین یعنی استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہی فلو تعدد
الزوج لم یکن سکوتہا اذنا سو اگر اولیا نکاح کردینے والے کثیر ہون تو اسکا سکوت اذن نہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہین ایک بھائی نے کہا کہ مین تیرا
نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون اور دونون کے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازۃ فی الثانی ان بقی
النکاح لا لو بطل بموتہ اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہی دوسری صورت مین یعنے ولی نے قبل استیذان نکاح کردیا پھر بعد خبر ہونے
کے اُسنے سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہی نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا

بلکہ دونون نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ یہ اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونون کر چکی تھی تو دونون ثابت نہ رہینگے
کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر صحت نکاح کی خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنے کے بعد عورت
کو خبر نکاح کی پہونچی تو اسوقت مین اسکا سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وقالت الورثۃ فالقول
لہا للارث وتعتد اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کر دیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت
ہی کا قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے
باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورت مین شوہر کے وارثون کا قول معتبر ہوگا تو اسکو نہ مہر ملیگا نہ
میراث لیکن اگر اسکو صحت نکاح کا علم ہو تو اسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یون بولنا کہ غیر اسکا بہتر
ہے اس سے یہ رد ہے قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح مین اسنے کہا کہ زید کے سوا اور شخص بہتر ہے تو اگر یہ قول عقد سے
پہلے ہے تو اجازت نہوگی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونون صورتون
مین یہ قول انکار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجہا لنفسہ فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اسکا رد ہے بعد عقد کے
نہ قبل عقد کے یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اسکے اذن کے پھر جب بالغہ کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد العقد
رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے اور متولی عقد طرفین مین یہ شرط ہے کہ فضولی نہو ایک طرف سے
نہ دو طرف سے تو یہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا
تو سکوت کرنا اسکا رضا ہو جاویگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ ابن العم اس صورت مین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف
سے تو اب اسکو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے
عورت سے ایک مرد معین مین سو اسنے رد کیا تھا پھر بعد اسکے نکاح کر دیا اسی شخص مذکور سے سو ساکت ہو گئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف
ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اسنے انکار کیا پھر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل
ہو جانے نکاح اول کے انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسیواسطے بہتر جانا ہے فقہا نے تجدید نکاح کو زفاف
کے وقت اسواسطے کہ غالب عادت کنواری عورتون کی اظہار نفرت ہے ناگہان سماعت نکاح کے وقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کے وقت نکاح سے نفرت کی ہو اور
نکاح باطل ہو گیا ہو بسبب عدم رضا کے پھر جب بعد اسکے نکاح جدید کر لیا تو یہ اشتباہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور
اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمہر
کما فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کر دے اس سے جسکا نام
لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہو گئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہے عورت بھی اسکو جان گئی ہو اور وکیل
بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کر دے اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہے چنانچہ آگے تصریح کریگا کہ وہ صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ فی البحر بانہ
لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز اھ وہی مستثناۃ اور مشکل جانتا ہے مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اسطرح ہے کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو
وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہے عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اسکا وکیل ٹھہرا پھر اسکو وکیل کرنے کا اختیار نہین کہ ولی
کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا کیسے کہ یہ مسئلہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے یعنی ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ نکاح

کی وکالت حقیقی وکالت نہیں بلکہ یہاں سفیر محض اور معبر ہوتا ہے اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہیں کرتے اور باب الوکالت میں آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کردی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کردے اسیطرح یہاں بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہیں تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج اذ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی تمی ولو تحصیص سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہے شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اسمین شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا در ضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایون سے یا اپنے چچا کے بیٹون مین سے ایک مرد کے ساتھ بشرطیکہ وہ گنتی کے ہون تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہوسکے والا الا اذا فوضت له الامر اور اگر گنتی کے نہونگے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اپنا امر سپرد نکرے مثلاً اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کردے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر قیل یشترط وہو قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر عن الکافی ردہ الکمال شرط نہین مہر کا علم یعنے استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور نہین اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پہ موقوف نہین کذا فی الہدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے اور یہی ہے قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرہ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہے درر مین بروایت کافی کے اسکو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہے تو مہر کا تسمیہ ضرور ہے محقق نے اسکو یون کہا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہے اسواسطے کہ باپ دادا مین اور انکے سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنے کا محل تزویج صغیرہ ہے کہ وہان ولایت اجبار ثابت ہے اور یہان گفتگو بالغہ مین ہے اسمین باپ اجنبی کے برابر ہے بدون اسکی رضا کچھ نہین کرسکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمت کما مر اور اسی طرح جب نکاح کردیا بالغہ کا ولی نے اسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول صحیح مین بشرطیکہ شوہر کو اسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوگیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہے سینتیس مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہے کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحرالرائق نے بارھوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہے ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اسکا اپنے قبض مہر کے وقت ۳ سکوت باکرہ کا اپنے بالغ ہونے کے وقت اپنے خیار نفس مین جب کہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنے کی قسم کھائی ہو پھر اسکے باپ نے اسکا نکاح کردیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنی قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین داخل ہے ۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے ۸ سکوت مقر لہ کا قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھ سپرد کیجیے اسکا چپ رہنا قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جسپر کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲ غانمین مین تقسیم مال کے وقت یا ملک قدیم کا سکوت رضامندی ہے ۱۳ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع مین اختیار تھا اجازت ہے قبضہ کرنے کی ۱۵ بیع معلوم ہونے کے وقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولی کا سکوت اجازت ہے تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو تجارت کا اذن نہ دونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت اور انقیاد بیع اور رہن کے وقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اترنے دونگا پھر اسکو اپنے گھر مین اترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کیوقت یا مبارکبادی سننے کیوقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہین ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے

یعنے بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہ ہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اُسپر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان
ولی کے بجائے نطق کے ہے بولنا اُسکا شرط نہیں والاثیب کموطؤۃ بشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہو یا اُسپر زنا کی حد ماری گئی تو وہ
باکرہ نہیں ثیب ہے مانند اس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکتت و
قالت بل رددت النکاح ولا بینۃ لهما علی ذلک ولم یکن دخل بها طوعا فی الاصح فالقول قولها بیمینها علی المفتی بہ کہا زوج نے
باکرہ بالغہ سے کہ تجھکو خبر پہونچی نکاح کی سو تو ساکت رہی اور اُسنے کہا بلکہ مین نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونون کے گواہ نہین اپنے اس دعوی پر
اور دخول بھی رضامندی سے نہوا قول اصح مین تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اُسکی قسم کہانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم
کہائیگی تو نکاح نہ ثابت ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتها لانہ وجودی بضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی
ہے بسبب ملانے دونون لبون کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے جواب
دیا کہ سکوت دونون لبون کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا انہ عدمی ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا او اجازتہا اور اگر دونون گواہ
لائے تو عورت کے گواہ اولی ہین لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورت کی رضامندی پر یا اُسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجہا ابوہا مثلاً
زاعماً عدم بلوغہا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وہی مراہقۃ قال الاب او الزوج بل ہی صغیرۃ فان قولہا ان ثبت ان سنہا تسع چنانچہ اگر نکاح
کردیا عورت کا مثلاً اُسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ مین تو بالغہ ہون اور نکاح صحیح نہین اور حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ
یہ صغیرہ ہے اس صورت مین بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ اور اسی طرح اگر دعوی کیا بچی
قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا یعنی باپ نے اپنے بیٹے کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ مین بالغ ہون بدون میری مرضی بیع صحیح نہین اور باپ یا مشتری نے
کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برہنا فبینۃ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونون نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح
قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح کے اور غیر اصح مین قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ
زوال ملکہ بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ مین نے نکاح رد کیا جب مین بالغ ہوئی اور زوج اُسکی تکذیب کرتا ہو تو یہان معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ
زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر ہین اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا لو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ
فالقول قولها شرح وہبانیۃ فلیحفظ لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے اگر صغیرہ اور زوج مین اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف
ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ سو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً ولو ثیباً کمعتوہ ومجنون شہراً
اور واسطے اُس ولی کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کردینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے
جسکا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن اباً او جداً
وکذا المولی وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہین ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم
کردیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کردیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسی طرح مولا بھی
جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کرکے آزاد کیا اور اسیطرح مجنون کا بیٹا ولم یعرف منهما سوء الاختیار مجانۃ وفسقاً وان عرف لا یصح النکاح اتفاقاً
ایسے باپ یا دادا کا نکاح کردینا لازم ہے جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہین اور اگر اُنکی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہین باتفاق
امام اور صاحبین کے وکذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ اور اسی طرح

شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آریگی ولیس لنا فرقۃ منہ رلا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق
اور نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر ہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تھا
کہ بجاے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہوچکا یعنے زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر و نیا واجب ہی سوا سے خیار بلوغ کے
کہ اسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط الکل قضاء الا ثمانیۃ اور مشروط ہی سب جدائیون کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین کہ
قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی نہر الفائق مین سولون کو اُسکے مصنف نے فرق النکاح اتتک جموعا نافعا ٭ فسخ طلاق فیہ ہذا الدرر
یحکیہا ٭ جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کے مانند ہی انکو بیان
کرتی ہی ۔ تباین الدار مع نقصان مہر کذا ۔ فساد عقد وفقد الکفو نبیہا اول فرقت مین تباین دار و دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح
تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہی تباین دار مثلاً عورت دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام مین آئی
مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اُسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح
مہر مثل سے کم کرلیا تو ولی دونون مین تفریق کروائیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت
فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہی تقبیل سبی اسلام
المحارب ٭ واارضاع ضرتہا قد عدوا فیہا ٭ پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھ پلانے کی
اسلام اور ارضاع بھی انھین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلاً عورت نے
شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید
ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور
اگر سبی مع تباین دار مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہی سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور
عورت کے تین حیض ہوچکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہی ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو
دونون کا نکاح فسخ ہوگیا ۔ خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ۔ ملک لبعض وتلک الفسخ یحصیہا ٭ نوین فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارھوین
فرقت ارتداد کی بارھوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ کرتا ہی یعنی یہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق
کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہی نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونون طرف سے
ہوتی ہی ملک بعض کی فرقت یعنے زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نرہیگا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے
بیان کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ۔ اما الطلاق مجبوب عنہ کذا ۔ ایلاء ولعان فذاک تلو بانیہ ٭ اور جو جدائیان
کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہ حکم مین ماقبل کا تالع ہی مجبوب ہونے کی جدائی یعنے عورت نے مرد کو
مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسی طرح عنین یعنے نامرد پانے کی جدائی اور ایلاء کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینے صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار
مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنے مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونون مین جدائی
ہوگئی یہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین ان مین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ۔ وقضاء قاض لی شرط الجمیع خلا ٭ عتق وملک و
اسلام اٰتی فیہا ٭ حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہی سوائے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھین مین اگلی چیزین ہین تقبیل سبی

ان دونون یا ایک بالغ ہو جاوے مع فساد العقد ومنہا التقبیل اور اسی ساتھ ایلاء کے اور میری امید کہ اور تباین دارین ساتھ فساد عقد کے یعنی فساد عقد
صورت کو اُسکے مرتبہ سے ان اسباب سے جو ہوتے کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان تینون
صورتون مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین فرقت خیار عتق کی اور ملک کی اور فرقت اسلام حربی کی اور فرقت تقبیل وغیرہ کی فرقت یعنی کی اور فرقت
یعنی کی اور فرقت تباین دارین کی اور فرقت فساد عقد کی ویبطل خیار البکر بالسکوت ومختارة عالمة باصل النکاح اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا
یعنی جبکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے بول نسکے تو یہ سکوت
عذر ہی باطل خیار کا نہین اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت خیار کا علم شرط نہین ولو سالت عن قدر المہر
قبل الخلوة او عن الزوج او سلمت علی الشہود لم یبطل خیارہا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا
شاہدون کو تو ایسے کلام سے اُسکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق مین ہی بحث کے ساتھ ولا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعة
اور خیار بلوغ کا دراز نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہی یعنے جس مجلس مین عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو
فوراً انکار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہی ولو اجتمعت مع الشفعة تقول اطلب الحقین ثم تبدأ
بخیار البلوغ لانہ دینی والشفعة مالیة بلغت اذن ضرورة احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہو تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون
پھر بیان مین ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہی اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق
کی ضرورت کے سبب سے ہی بحر الرائق مین کہا کہ جب خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ
کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک رہی رہتا ہی جسکو یہ کہنا کہ مین نے اب دیکھا کذب نہین
علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق ایسی کذب کی بھی روا ہی چنانچہ امام محمدؒ سے مروی ہی کذا فی حاشیة المدنی وان جہلت بتفرغہا للعلم بخلاف خیار المعتقة فانہ یمتد
لشغلہا بالمولی یعنے سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہی اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت
کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اسکو امتداد ہی دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی مین یعنی
دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیون نہ اُسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہی اسواسطے کہ
مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالة علیہ کقبلة و
لمس ودفع مہر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہون باطل نہین ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت
کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی انکا نکاح غیر اب و جد نے کر دیا تو انکا خیار بعد بالغ ہونے کے
باطل نہین ہوتا ولا یبطل بقیامہا عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہین ہوتا دونون کے کھڑے ہونے سے
مجلس مین سے اسواسطے کہ اُسکے اختیار کا وقت تمام عمر ہی سو باقی رہیگا اختیار جب تک کہ رضامندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرہا صدقت اور اگر
شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ تمکین جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر
حال اسکا مصدق ہی ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی حبس الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہی کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اُسکا
قول لائق اعتبار کے ہی اگرچہ مدعی حاکم کی قید مین ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسہ ولی نکاح مین
نہ مال مین وہ ہی جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہی نکاح کے ولی کی مال کی ولی کی تعریف آگے آویگی حد بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگا رکھے میت سے
حتی کہ آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ما قبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہیں کہ باپ
کا اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں
میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے
اتصال رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب وراثت
اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کہ اگر بیٹا ہوتا تو باپ سدس پاتا اور بیٹے کے
ہونے سے کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی
حق مسلمۃ ترید التزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرطیکہ حرہ ہووے اور مکلف ہووے اور مسلمان ہووے کے عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ
نکاح کا رکھتی ہو اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر پر تو مطلق ولایت نہیں فتح کذا لا ولایۃ فی نکاح
ولا مال لمسلم علی کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سید امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبہ او شاہدا یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسے ہی
مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اسکا نائب ہو جیسے
قاضی یا شاہد ہو وللکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر میں ثلث چاہیے گو ملت ہر ایک
کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب وفی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت
البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ میں اسکے
برعکس ہے یعنے اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پرپوتی کو پھر پرنواسی کو اسی طرح
آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم الاخت لاب وام ثم الاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت ہے
سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو انمیں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیوں کو پھر ماموؤں کو پھر خالاؤں کو پھر چچا کی بیٹیوں کو
اور اسی ترکیب سے انکی اولاد کو ولایت ہے یعنے پھوپھیوں کی اولاد کو پھر ماموؤں کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ پھر
ولایت ہے مولی موالات کو مولی موالات اسکو کہتے ہیں کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب
تھا اور وہ مرگیا اور وہ اسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاض نص لہ علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ ان فوض لہ
ذلک والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا میں تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبوں کو اگر قاضی کو
تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کی طرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبوں کو تزویج صغار کی درست نہیں ولیس للوصی من حیث
ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذہب اور جائز نہیں وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسی طرح اگرچہ
اسکو باپ نے نکاح کر دینے کی وصیت کی ہو برابر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفے ہاں اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو
مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ یہ مخفی نہیں فرع مسائل تحفہ شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ ولا ممن
لا تقبل شہادتہ لہ کما فی معین الحکام جائز نہیں قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اس سے کہ جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسے باپ

اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدر المختار وعلیہ الفتویٰ اور یہ مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح میں اور

اس سے معلوم ہوا کہ فضولی کا فعل بھی یہی حکم رکھتا ہے اور اگر چہ خالی ہو شخص سے صغیر زوجت انفسہا واولی لہا ولا حاکم ثمہ توقف نفاذہ علی اجازتہا بعد بلوغہا یعنی اگر

چھوٹی بچی نے اپنا نکاح کر لیا اور وہاں کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہیں تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت

اسکے بعد بالغ ہونے سے یہ نکاح باطل نہیں بلکہ موقوف ہے اسواسطے کہ اسکا اجازت دینے والا موجود ہے وہ بعد بلوغ ہے اگر چہ حال عقد

والی نہیں موقوف نہیں بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ وقت عقد کے وقت اسکا کوئی مجیز نہ ہو تو وہ عقد باطل ہے نکاح نے جواب یا دیا علی نفس انہ اسکا مجیز

بانشاد دی دلو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے کر دیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر

معلوم نہ ہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہے یا دونون نکاح ساتھ ہی ہوئے تو دونون باطل ہو جائینگے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا للولی الابعد

التزویج لغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہے ولی ابعد کو نکاح کر دینا ولی اقرب کے غائب ہونے میں سو اگر

نکاح کر دیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے میں تو نکاح موقوف رہیگا اسکی اجازت پر مثلاً سوتیلے بھائی نے نکاح کر دیا سگے بھائی کے ہوتے

تو نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کر دے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ اور اگر

پھر آئی ولایت ابعد کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنی ابعد نے اقرب کے

ہوتے نکاح کر دیا پھر اقرب مر گیا یا بالکل غائب ہو گیا تو اب ولایت ابعد پر پھر آئی تو بھی وہ نکاح جائز نہ ہوگا بدون اسوقت کی اجازت کے

مسافۃ القصر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتویٰ علیہ تزویج ابعد کی جائز ہے جب اقرب غائب ہو بمقدار

مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور قہستانی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی میں کہ غیبت کی مقدار یہ ہے کہ کفو منگنی

کرنیوالا ولی اقرب کے جواب کا منتظر رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتویٰ ہے بحر الرائق میں کہا کہ تعریف

غیبت میں تصحیح مختلف ہے تو اس روایت پر فتویٰ دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی وثمرۃ الخلاف تظہر

اختفی فی المدینۃ ہل تکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اس ولی اقرب میں ظاہر ہوگا جو چھپ جاتا ہے شہر میں اس طرح کہ معلوم نہیں

ہوسکتا آیا یہ چھپنا غیبت منقطعہ ہے یا نہیں تو بموجب روایت متن کے اس صورت میں ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہیں

اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہے اگر کفو انتظار نہ کر سکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی القول الظاہر ظہیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا ولی

اقرب نے جہان کہ وہ ہے یعنی اپنے محل غیبت میں تو یہ نکاح جائز ہوگا بنابر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق میں کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں

اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہو گئی چنانچہ محیط اور مبسوط میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ

لکن فی القہستانی عن الغیاث لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہے ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا

کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی میں غیاث المفتین سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کر دے ولی اقرب تو قاضی نکاح کر دے جب خوف ہو کفو کے

نہ ملنے کا التزویج لعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعاً خلاصہ یعنی ثابت ہے ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اسکے امتناع

تزویج سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہے بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روکدیا تو ولایت سے معزول ہوا اور اسوقت میں ابعد قائم

مقام اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب میں تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی

اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے ولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضاً فی النکاح اما التصرف

فی المال ۔ للاب اتفاقا ابنہا وان سفل دون ابیہا کما مر اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح میں بیٹا ہی امام اور ابو یوسفؒ کے نزدیک
کو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف میں پوتا باپ ولی ہو بالاتفاق شیخین اور محمدؒ کے والاولی ان
یامر الاب بہ لیصح اتفاقا اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح میں باپ امر کرے بیٹے کو کہ اسکا نکاح کر دے تا کہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی
صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امراۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا
مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میان نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہو گا اسواسطے کہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا
ہی نہ غیر پر شیخ القدیر مین کہا کہ صغیر اور صغیرہ جب کہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہون اسوقت مین ولی کا اقرار نافذ نہین اور اگر ولی نے انکی حالت صغر مین
اقرار نکاح کا کیا اور دونون نے بعد بلوغ کے اُسکا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع لضعہا ملکہ بخلاف
لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اُسکا اقرار نافذ ہی اجماعا اس سبب سے کہ منافع اسکے قربت کے مولی کی ملک ہین یعنی ایک مرد نے لونڈی کے نکاح کا دعوی
کیا اور گواہ اسکے نہین اور اس لونڈی کے میان نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہو گا الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان ینصب القاضی خصما عن
الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیہ مگر اسوقت اقرار ولی کا نافذ ہو گا جب گواہی دین گواہ نکاح اسطرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تا کہ وہ نکاح کا انکار
کرے پھر اُسپر گواہ قائم ہون بیان سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینہ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہو گی شارح نے جواب یا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہو گی
او یدرک الصغیر والصغیرۃ فیصدقہ ای الولی المقر بالغا ہو صغیر یا صغیرہ پھر اُسکی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او یصدق الموکل والعبد عند
ابی حنیفۃ رح وقالا یصدق فی ذلک یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میان کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہؒ کے اور صاحبین
نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہو گی وہذہ المسئلۃ تخرج من قولہم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر اور یہ مسئلہ
اقرار کا خارج ہی فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہی انشا کا وہ مالک ہی اسکے اقرار کرنے کا یعنی باوجودیکہ ولی انشا کا مالک ہی لیکن اقرار نکاح کا مالک
نہین تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بھی مثالین ہین جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی کے انشا کا مالک ہی اور
اُسکے اقرار کا مالک نہین یعنی اسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اہل لولی مجنون و معتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومنعہ
الشافعیؒ وجوزہ فی الصبی للحاجۃ آیا درست ہی مجنون اور احمق بدتدبیر کے ولی کو اُسکا نکاح کر دینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو
ہو کر کہتا ہی کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب مین مین نے نہین دیکھا اور اسکو امام شافعیؒ نے منع کیا ہی اور اسکو صبی کے حق مین جائز رکھا ہی بسبب حاجت کے

باب الکفاءۃ

من کافاہ اذا ساواہ والمراد ہنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المراۃ ادنی یہ باب ہی کفارت کا عرب بولتے ہین کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح
مین کفارت سے مراد مخصوص برابری ہی جسکا آگے مذکور ہو گا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو بیان ولی کو
حق تفریق نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولی کو مقام ننگ نہین الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ برابری معتبر ہی شروع نکاح مین تو اگر نکاح
کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کمتر ہو گیا یعنی مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہین ہوتا کفارت معتبر ہی لزوم نکاح کے واسطے یعنی ہر چند نکاح بدون
کفارت کے بھی صحیح ہی لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہی پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار واسطے
صحت نکاح کے ہی یعنی نکاح بدون کفارت کے صحیح نہین ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی کفارت کا اعتبار ہی مرد کی جانب سے اسواسطے کہ عورت شریف
انکار کرتی ہی کمتر کے فراش ہونے سے یعنی مرد کے نیچے رہنا قبول نہین کرتی ولذا لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش اسلیئے برابری ہنر نہین عورت کی

عورت سے اسواسطے کہ زوج طالب ہوا ہے کا تو اسکو منع نہیں کرتی ہے مگر وہی مفروخ سے وہذا عند الکل فی الصحیح سوا فی الخانیۃ ان لی شعبۃ زعیمہ حنفا
وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضاً اور یہ یعنی کفارت کا اعتبار مرد کی جانب میں نہ عورت کی جانب میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے قول صحیح میں کما فی
الاجناس نقلہ فی نجاب الوجیزہ وغیرہا میں یعنی عورت کی کفارت کو اعتقاد امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک کفو ہو معتبر ہو عورت کی جانب
میں بھی والکفارۃ حق الولی لاحقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد لاخیار لہا بل للاولیاء اور کفارت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو
اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سوا اسکے کہ وہ غلام نکلا تو اختیار نہیں عورت کو بلکہ اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجوہا
برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفارۃ ثم علموا لاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفارۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ
اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کردیا اسکی رضامندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفارت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسی کو اختیار فسخ کا نہیں
نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اسوقت کہ جب شرط کرلی ہو اولیا نے کفارت کی اور خبر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے
اسی شرط پر اسکا نکاح کردیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ زوج غیر کفو ہے تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفارۃ للزوم النکاح
خلافا لمالک اور معتبر ہے کفارت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کفارت کا کچھ اعتبار نہیں نسبا اول اعتبار برابری کا بجہت
نسب کے ہے اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہیں فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش انکو کہتے ہیں
جو اولاد ہیں نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھویں پشت ہیں اور چاروں خلفاء راشدین قریش ہیں قریش باعتبار
نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسیواسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے
نکاح کردیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہیں اور عمر فاروق عدوی ہیں وبقیۃ العرب بعضہم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر
اور برابر ہیں تو عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہیں واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایۃ بنی باہلۃ لخستہم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ولیعقدہ اطلاق المصنف
کالکنز والدرر اور ملتقی میں ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہے بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب انکی خست اور دنارت کے اور حق یہ ہے کہ انکو عرب سے نکالنا صحیح نہیں
بلکہ مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسی کی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق کہنا
اس متن میں مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما اور یہ یعنی کفارت نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہے اسواسطے کہ عجمی
لوگوں نے اپنے نسب کو ضائع کردیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہے حر ہونے میں اور مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہا مسلم
او حر او معتق وامہا حرۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہیں اس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اسکا آزاد ہے اور ماں اسکی حرۃ
اصلی ہے ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہے یا حر ہے وہ برابر نہیں اس عورت کے جسکا باپ اور دادا دونوں مسلمان ہیں
والبوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی
اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہے بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد مکافاۃ مسلم بنفسہ للمعتق بنفسہ اور فتح القدیر
میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ آزاد تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ مسلمان
تھے مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونوں خالی نہیں وما اعتق الوضیع فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہے کم ذات کا سو برابر نہیں اس عورت کے
جسکا آزاد کرنے والا شریف ہے واما مرتد اسلم فکفو لمن لم یرتد اور جو مرتد ہوکر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا والکفارۃ
بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفارت درمیان دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجا اور چمار دونوں برابر ہیں

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرادیگا نہ بخیال عدم کفارت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ
ای تقوی فلیس فاسق کفوا الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر نہر اور معتبر ہی عرب اور عجم مین کفارت دینداری کی یعنے
پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہین عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا
بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہی کفارت مال مین اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج
کے اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہ ہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کرسکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اسوقت
ضرور ہی اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو والا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہی کما فی الذخیرۃ وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہی
پیشہ مین سو مانند جولاہے کی برابر نہین مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہی ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاض اور
نہ درزی برابر ہی بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونون ہمسر ہین عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب
پیشہ ورون سے خسیس تر اور بدتر ہین اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہون اسواسطے کہ اُنکے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہین واما الوظائف فمن الحرف
فصاحبہا کفو للتاجر لو غیر دنیئۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفون مین داخل ہین جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہی تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہ ہو جیسے دربانی اور فراشی وغیرہ وتدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہی امیر کی بیٹی کا مصر مین
کذا فی البحر والکفارۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفارت کا نزدیک شروع عقد کے ہی سو ضرر نہین کرتا زوال ہمسری
کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلاً فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہوگا واما لو کان دباغا ثم صار تاجرا
فان بقی عارہا لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہوگیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہی تو ہمسر نہ ہوگا اور اگر اسکی عار باقی نہین تو
برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی باعتبار بحث کے نہ بنابر روایت مذہب کے العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وہو الاصح
فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہین عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہی
چنانچہ فتح القدیر مین ہی ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین ولکن فی
النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی الینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال
وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب ودرجاہ کی کیجیے تو حسیب ہمسر
علویہ کا نہین کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہی علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہی بزرگی نسب ومال سے چنانچہ اسی کا
یقین کیا ہی بزازی نے اور پسند کیا ہی کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہی بسبب اشرفیت علم کے اور اسی واسطے کہا گیا ہی کہ عائشہ صدیقہ افضل ہین
فاطمہ زہرا سے یعنے بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی مع برجندی مین تصریح ہی کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہین تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق
کی نفی ہوتی ہی اور قول اصح وہی ہی جو متن مین ہی بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہی شافعی مذہب
کی بیٹی کا ظاہر یون کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہی حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے مین شافعی سے علمائے حنفی کو تامل نہین لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ
بعض حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہین حالانکہ امام شافعی رکن اعظم ہین ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہین رحمۃ اللہ علیہ تو اُنکے مقلد بھی برحق
ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفتی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب
دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکی تفصیل بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی مین یون ہی کہ بافرہ

دوعورتون کے نکاح کا ایک عقد مین سو نکاح کردیا اُسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقدمین تو جائز ہی مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی
عورتون سے ایک عقدمین سو وکیل نے دو عقدمین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقدمین سو وکیل نے دو عورتون سے
ایک عقدمین کردیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہوگی **ولا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرہما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ
الاجازۃ اتفاقا** اور نہین موقوف رہتا ایجاب اُسکے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہی حاضر نہین تمام عقودمین یعنی معاوضہ کے عقودمین از قسم نکاح اور بیع
اور ان دونون کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہوجاتا ہی اور نہین لاحق ہوسکتی اُسکو اجازت بالاتفاق **ویتولی طرفی النکاح واحد بایجاب
یقوم مقام القبول** اور دو طرفون نکاح کا یعنی ایجاب اور قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہی قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے
دونون کا نکاح کردیا تو یہ ایسا ایجاب ہی کہ قبول کے معنی اُسمین موجود ہین اب اُسکے بعد قبول جداگانہ کی حاجت نہین **فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین
او اصیلا من جانب ووکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب وکیلا من آخر کزوجت بنتی من موکلی** ایجاب اور قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ
صورتون مین منحصر ہی (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی ناتن کا نکاح اپنے پوتے سے کردیا (۲) یا ایک شخص
وکیل ہو دونون طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل
ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا
نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا **لیس ذلک الواحد
بفضولی ولو من جانب ان تکلم بکلامین علی الراجح اذ قبولہ غیر معتبر شرعاً لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب** بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہی طرفین کا فضولی
نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے
زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یون کہے کہ مین نے کریمہ کی طرف سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعاً اسواسطے کہ ثابت
ہوچکا ہی کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر **ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی** اور نکاح کرنا
غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہی میان کی اجازت پر جسطرح نکاح کردینا فضولی کا موقوف ہی زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ جو غیر کے
واسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہی نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہی محمود کی اجازت
پر اگر محمود نے اسکو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہوگیا **سیجئ فی البیوع توقف عقوده کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل** عنقریب آویگا کتاب
البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اُن عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین اُنکا مجیز نہین تو عقود باطل
ہین **ولابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ** اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ **فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو
تزوجہا بلا استیذان فسکتت او صحت بالرضا ولا یجوز عندہما وقال ابو یوسف رح یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنی بخلاف الصغیرۃ کما مر
فیجوز** سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہی استیذان سے یہان تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کرلیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی
یا رضامندی کی تصریح کردی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظم رح اور محمد رح کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسی طرح مولی آزاد کرنے
والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہی بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطے
کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہ سابق مذکور ہوچکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو
بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے **من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر** ابن عم کو جائز ہی نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو جائز ہوا اور جس عورت کی اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور جس نے وکالت کی اوکلتہ بتزویجہا من نفسہ تو جائز ہے بعض نے کہا کہ یہ ولایت ہے اور دونون طرف
سے وکیل کی حدیث کہا للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ لان ذلک یکون اصیلا من جانب ونائبا من آخر جیسا کہ یہ بات ہو وے کہ
وکیل کو اسکے نکاح کرنے اپنی ذات سے سو اسکو یہ شان کرلینا درست ہو تو ہوگا اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے مجوزات تو وکلتہ
تزوجہا من رجل فزوجہا من نفسہ لا تجوز مزوجہا دیا برخلاف اسکے یہ ہو کہ اگر عورت نے اسکو وکیل کیا ہو اپنے نکاح کردینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اپنے نکاح
اپنے ساتھ کرلیا تو جائز نہین ہو واسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کردینے والا قرار دیا نہ نکاح کرنیوالا او وکلتہ ان تزوجہا فی امر اوقات لزوج نفسہ
معین شئت لم یصح تزوجہا من نفسہ کما فی الخانیہ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اسکو کہ تو نکاح کرے اسکے
مرد یا کہا اس سے کہ میرا نکاح کردے جس سے کہ تو چاہے تو صحیح ہوگا وکیل کو اسکا نکاح کرلینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیہ اور عدم جواز کا قاعدہ
یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنے معین ہو گیا تو نہ داخل ہوگا مرد نکرہ کے یعنی غیر معین کے اور یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے
معین ہو گیا اور عورت نے وکالت میں مرد کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین غیر معین میں داخل نہین ہوتا او واجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی
بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما تجی اور اگر اجازت دی جسکو اجازت
دینے کا اختیار ہو یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اس واسطے کہ صحت نکاح میں اجازت کے وقت
شرط اور قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی شرط نہین اس واسطے کہ دوسرا عاقد
موجود ہو بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین اس واسطے کہ بیع فضولی کی صحت میں چار چیز کا قیام شرط ہو یعنی مبیع اور دونون عاقد اور قیمت کا
چنانچہ اسکا بیان کی گے آگے کتاب البیوع میں **فروع** یہ چند مسائل ہین تابع کے الحاق الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت
مالک کے مالک نہین نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اسکو توڑ سکتا ہو یشترط للزوم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہو واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت
رکھنا موکل کی مہر مسمی میں تو عدم موافقت میں نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرے یا نکرے وحکم رسول کو حکم وکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہو
مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسی کو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی میں مخالفت نکی ہو

باب المہر

ومن اسماء الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یہ باب ہو مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہ سب مہر کے نام ہین اور اجر اور علائق
اور حبا اور فریضہ کو بھی مہر کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی استیلاء الجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب
اور جوہرہ کے باب استیلاد میں ہو کہ بیبیون میں عقر مہر مثل ہو اور لونڈیون میں دسوان حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسوان حصہ ثیب کا عقر ہو واقلہ عشرۃ دراہم لحدیث
البیہقی وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہین بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہین ہو مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہو لیکن بسبب
کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہو گئی ہو تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النہر وروایۃ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت اقل دس درم کی محمول ہو مہر معجل پر مثلاً بخاری
اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کے واسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ
لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابو داؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر میں دو لپ بھر
ستو یا کھجور کو دیا تو اسنے وطی کو حلال کرلیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور اتنے ستو اور کھجور دس درم سے بہت کم ہین تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ
کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہو اس واسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر میں سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہین کہ سوائے انگوٹھی اور

ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث جابرؓ کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اسکو یاد تھیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکا نکاح ایک عورت سے کردیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھکو عورت کا مالک کردیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ
ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسیواسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کردیا اور
اغلب یہ ہے کہ مہر اسکا حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کے حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ
چاندی کے دس درم جو وزن میں سات مثقال کے برابر ہیں چنانچہ بیان زکوۃ میں مذکور ہوچکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہیں جسکے ڈیڑھ ماشہ کم
تین روپے ہوتے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مضروبۃ کانت اولا دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا لطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار
ہوں یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پترا اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اُسنے نکاح میں اُنہیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی
جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اُسکی قیمت کم ہو جائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق
قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اُسکی بیس
درم ہو گئی تھی سو طلاق دی اسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جس
دن عورت کے قبضہ میں آیا تو بیس کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی لقلا عن المحیط وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب
ہیں دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے
زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیوں نہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک
وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنے کے عدت میں صورت
اسکی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس سے نکاح کیا عدت میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ
واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں
نکاح دوسرا نہیں اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف ازالتہا بدفعۃ فانہ یجب النصف بطلاق
قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے اُنگلی یا لکڑی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا
تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثا اور اگر اجنبی کے
ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی
تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان
لہا نصفہ درہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اسکو
طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے
اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اڑھائی درم عورت کو اور ملینگے تا اقل مہر کامل ہو جائے وعاد النصف الی ملک الزوج
بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلما لہا وان کان مسلما لہا لم یبطل ملکہا بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی
ملکیت میں مجرد طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کردیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف
مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کی طرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا الا نفاذ لعتقہ ای الزوج عبد المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ

اعتبار جکا قبل تو تی ہی سبب سے تو تقسیم مہر کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضاءً یا رضا سے بسبب نصف ہونے مہر کے قبل قبضہ
اور رضامندی یعنی جب ملکیت مہر کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بعد اس کے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ولو نفذ تصرف المرأۃ قبلہ فی الکل ای قبل قبضہا اوبانہ
ہو و لفسخ یا صحت تصرف قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی رو سے قبضہ کیا بعد طلاق دینے
شوہر کے اسکو آزاد کرے تو عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیہا نصف قیمۃ الاصل یوم قبضتہ ان زادا لمہر المنفصلۃ
المنفصلۃ قبل القبض لا بعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ زیادتی
جو زیادتی منفصلہ ہوتی ہے تو قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنے عورت کو مثلاً لونڈی مہر میں ملی پھر اسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی
قبل دخل کے تو فقط لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھیگی اسواسطے کہ بعد
زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنے کے بعد نہیں ہوتی وو جب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوجہ بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ
الآخر بنتہ او اختہ مثلاً معاوضۃ بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اسکو کہتے ہیں کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے
اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہوجائے تو دونوں نکاح مہر سے خالی ہوئے وہو منہی عنہ
لخلوہ عن المہر فاذ اوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اسمین مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا
یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اسمین مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اسمین واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا و فی خدمۃ زوج حر لتہ للامہار لحرۃ او امۃ لان فیہ قلب الموضوع کذا
قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کی خدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے
میں قلب موضوع ہے یعنے الٹا معاملہ ہے یعنے لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست
ہوا اور مہر مثل اسمین واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی ومفادہ صحۃ تزویجہا علی ان یخدم سیدہا او ولیہا لقصۃ شعیب مع موسی علیہما السلام اور رستاد تعلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر
پر کہ خدمت کرے زوج اسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اسکے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسی علیہما السلام کے اسواسطے
کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کر لیا اور لصحتہ علی خدمۃ عبدہ
او امتہ او عبد الغیر برضا مولاہ او حر آخر برضاہ جیسے صحیح ہے نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے
اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے
کہ خدمت حر میں مفاسد بہت ہیں جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر و فی تعلیم القرآن عملاً بالابتغاء بالمال اور واجب ہے
مہر مثل تعلیم قرآن میں بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف میں فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم یعنی نکاح طلب کرو اپنے اموال سے
اور تعلیم قرآن مال نہیں اسواسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا و با زوجتک بما معک من القرآن للسببیۃ او التعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح علی
قول المتاخرین اور با زوجتک بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنی حدیث میں آیا ہے کہ
حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ زوجتک بما معک من القرآن کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر
ہو سکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اسوقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بے کا حرف فقط عوض کے معنی میں مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور

معنی اسمین ہوسکتے ہین یعنی بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت ہوا چنانچہ اوائل ہی مین اس حدیث
کا بیان ہوچکا لیکن شرح النقایۃ مین کہا ہو سزاوار یہ ہو کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہوسکے بحر الرائق اور نہر الفائق مین کہا ہو کہ متاخرین کا فتوی یہ ہو کہ تعلیم
قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہو پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہو اُسکا مہر ہونا بھی جائز ہو اور
فتح القدیر مین ہو قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی واما خدمتہ لو کان الزوج عبدا فتجوز فی ذلک بالاحر فخدمتہ لھا حرام لما فیہ من الاہانۃ
والاذلال وکذا استخدامہ نہر عن البدائع اور جائز ہو حرۂ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اُسکے مالک نے خدمت کرنے کی اجازت
دی ہو یعنی اگر غلام با جازت اپنے مولی کے حرۂ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہرا دے تو درست ہو اسواسطے کہ خدمت کرنے مین غلام کی ذلت
نہین لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہو اسواسطے کہ اسمین ذلت اور اہانت ہو اور اسی طرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہو چنانچہ نہر الفائق مین ہو
بدائع سے وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شیء یصلح مہرا والا فذاک المسمی ہو الواجب
اور اسی طرح واجب ہو مہر مثل اس صورت مین جبکہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی یعنی یون کہا کہ ہمنے نکاح کیا
بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون مین سے ایک مر گیا یہ اُسوقت ہو جب دونون نہ راضی ہو گئے ہون کسی چیز پر جو مہر ہونے
کی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر راضی ہوگئے ہون تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہین وسمی خمرا او خنزیرا او ہذا الخل فاذا ہو خمر او ہذا العبد
فہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کی طرف
اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہو حالانکہ وہ شراب ہو یا ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہو حالانکہ وہ حر ہو تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا
متعذر ہو اسی طرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہو کہ مسلمان کے کام کی نہین او دابۃ او ثوبا او دارا لم یبین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر مین جانور کا یا کپڑے
کا یا گھر کا اور نہ بیان کیا اُنکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھ
امتیاز نہین ہوسکتی لہذا ان صورتون مین مہر مثل واجب ہوگا وتجب متعۃ لمفوضۃ ہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہو متعہ مفوضہ کے واسطے
مفوضہ وہ عورت ہو جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وہی درع وخمار وملحفۃ لا یزید علی نصفہ ای نصف مہر المثل لو الزوج غنیا ولا ینقص عن
خمسۃ دراہم لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہین ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہوان تینون کپڑون کی قیمت نصف
مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہو اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہو وتعتبر المتعۃ بحالہما کالنفقۃ بہ یفتی اور معتبر ہو متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ
کے اسی کا فتوی بحر الرائق مین ہو کہ اگر دونون محتاج ہین تو واجب کرپاس تو ستا ہو اور اگر دونون غنی ہین تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہو اور اگر ایک غنی ہو اور دوسرا
محتاج تو ٹسر کا کپڑا متوسط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواہا ای المفوضۃ الا من سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لہا بل للموطوءۃ
سمی لہا مہر او لا فالمطلقات اربع اور مستحب ہو متعہ دینا سواے مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اُسکے واسطے متعہ مستحب نہین
بلکہ متعہ اُس عورت کو مستحب ہو جسکی وطی ہوئی اُسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار ٹھہرین ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اُسکے
واسطے متعہ واجب ہو دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اُسکو متعہ دینا مستحب نہین تیسری وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتھی
وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اُسکا معین تھا تو ان دونون کو متعہ دینا مستحب ہو کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وما فرض بتراضیہما او بفرض قاض
مہر المثل بعد العقد الخالی عن المہر او زید علی ما سمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ فی معرفۃ قدرہا وبقاء الزوجیۃ علی الظاہر بحر اور
جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین پڑھایا گیا زوج نے زیادہ کیا

یا اسکی ولی نے ... زیادہ کر دیا مہر ... بشرطیکہ قبول کرے عورت مجلس میں تو قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی اور عورت موقت
ہوگی زیادتی ہے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول محمد کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ میں نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح ہوگا اور واسطے
بعد ... طلاق بائن کے ... زیادہ کیا تو صحیح نہوگا واسطے کہ زوجیت باقی نہیں ... فی الکافی ... زیادۃ الف ...
اور کافی میں ہو کہ زوج نے مجلس کی تجدید کی ... مہر زیادہ کرنے کو تو اسپر ... لازم آویگی بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر و ... ہزار اسواسطے
ہوئے لڑکی ہزار اول مجلس کے اور ایک ہزار دوسرے مجلس کے وفی الخانیۃ لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ
الا تجب ان لم یقصد الزیادۃ اور خانیہ میں ہو کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخشدیا پھر اقرار کیا زوج نے اُسکے مہر کا اور قبول کرلیا عورت نے تو صحیح ہوا
یہ قبول ہوگا مہر زیادہ کرنے پر اور بزازیہ میں ہو اشبہ یہ ہو کہ یہ اقرار صحیح نہیں بدون قصد زیادتی کے لا ینتصف لاختصاص التنصیف بالمفروض
فی العقد بالنص یعنے جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا اُسپر اُسکی تنصیف نہ ہوگی طلاق قبل وطی میں واسطے مخصوص ہونے تنصیف کے
عقد کے مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن میں ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا لازم ہو اور عرف میں مفروض اسی مہر کو کہتے ہیں
جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اُسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت میں
یعنی مفروض بعد العقد میں اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت میں یعنے زیادت علی المسمی میں وصح حطہا الکل او البعض عنہ قبل او لا ویرتد
بالرد کذا فی البحر اور صحیح ہو ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پھر جاتا ہو پھیر دینے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ
اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے تو صحیح ہو خواہ زوج قبول کرے یا نہ کرے یہاں تک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کریگی تو معاف
ہوجاویگا لیکن اگر زوج یوں کہے کہ مہر کا معاف کرنا میں نہیں مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہو کہ عورت اپنے مرض الموت میں نہ اسقاط کرے اور قنیہ میں ہو
کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں تیرے پاس نہیں لیتا جب تک کہ مہر سے ابرا نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث
میں آیا ہو کہ آپس میں تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہوجاؤ تو جب محبت کے واسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
عن البحر والخلوۃ مبتدا خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہو اور خبر اُسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہو یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہو بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر میں موانع کا بیان ہو بلا مانع حسی کمرض لاحدہما یمنع الوطی وطبعی
کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہو مانع حسی
وہ جو حواس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ میں تیسرے
شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار میں مانع حسی سے ٹھہرایا ہو تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہیں ہو وشرعی کاحرام الفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم
وعفل بفتحتین غدۃ وصغر ولو بزوج لا یطیق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہو رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہو یعنے شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن
نہ ہو اور مانع حسی سے قرن ہو قرن بالسکون عظم ہو یعنے ایسی ہڈی شرمگاہ میں جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدود غلیظ کہتے ہیں اور بعضے
گوشت زائد کہتے ہیں اور مانع حسی سے عفل بفتحتین غدۃ ہو قاموس میں کہا کہ عفل ایک شے ہو کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہو جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری
مرد کو ہوتی ہو اور بحر الرائق میں کہا کہ عفل ایک شے مدور ہو کہ عورت کی شرمگاہ میں نکلتی ہو یعنے مثل بتوڑی کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہو اگرچہ زوج ہی کم سن
ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اس حال کے ساتھ جماع کرنے کی وبلا وجود ثالث معہما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما

یکون بینہما او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریۃ احدہما فلا یمنع بہ یفتی مبتغی اور خلوت مانع وطی سے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر خلوت رات میں ہے اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن میں خلوت صحیح نہیں اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش گاہے ہوش میں آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الملتقی بحر الرائق میں کہا کہ جاریہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسی کی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی نہیں کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوےٰ ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہو سکتا انتہی علی الخصوص زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار درایت اور روایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امامؒ اور صاحبینؒ کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن میں داخل کیجیے حالانکہ کسی طرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی والکلب یمنع ان کان عقورا مطلقا فی الفتح وعندی ان کان بہ لا یمنع مطلقا او کان للزوجۃ والا یکن عقورا او کان لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقاً مانع خلوت کا نہیں کٹہا ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بےخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب میں آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہ ہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہو چکا وبقی منہ عدم صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح وما اذا لم یعرفہا اور باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعاً متصور نہیں وصوم التطوع والمنذور والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا کل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اسواسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم بھولکر کھا گیا پھر اسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمین کفارہ نہیں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی اور اسی طرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہیں کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداء وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے اداے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہگیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنے زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر اسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی کالوطی فیما یجی ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام میں جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو

یہ ہے کہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا یعنی مرد ہونا اسکا ثابت ہو گیا ہو تب اوس کی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال خلوت کے بعد ظاہر ہو گیا یا عورت
ہونا صحیح ثابت ہوا حال ظاہر ہونے سے اپنے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہین ہوگی اسواسطے کہ قبل ظاہر ہونے کے اشتباہ تھا خنثی کے ساتھ
ہونا اس اشتباہ میں ہو چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق میں اشتباہ میں کہ خنثی کے ساتھ صحیح ہو
گیا ہو عورت سے وطی کی تو یہ ہو اور مرد وطی کر سکے تو اسکے باب میں اور اگر خنثی کے باب سے عورت سے خنثی سے خلوت
سے وطی کی تو جائز ہو اور نہین تو اسکی مدت مقرر ہوگی عنین کے مانند ہو اس عبارت سے یون ظاہر ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے
خلوت کرنا اسکو جائز ہو اور نہر الفائق میں مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے کے حال کے موقوف ہو پھر جب ظاہر ہونے کے اگر خنثی مرد
نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر عورت نکلی ہوا تھا تو نکاح باطل ہو اس عبارت سے صریحا ثابت ہوتا ہے کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے
اسکے حال کے صحیح نہیں و فی شرح الوہبانیہ قد یکون العنة لمرض او ضعف خلقة او کبر سن اور نہر الفائق میں ہو شرح وہبانیہ سے اور کبھی ہوتی ہے نامردی
بیماری سے یا ضعف پیدائش سے یا درازی عمر سے ہم یہ جواب اس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ اگر خنثی بعد بلوغ
ہونے کے جماع پر قادر نہ ہوا تو اسکی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر میں ہوتی ہے بلوغ کے وقت تو
جوش شہوت کا زمانہ ہے اسوقت میں نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہیں بلکہ بیماری اور ضعف
خلقت سے بھی ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وثبوت النسب لو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب میں اگرچہ خلوت مقطوع الذکر
والخصیتین سے ہو مناسب یون تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو صرف عقد سے ثابت ہو جاتا ہے خلوت پر موقوف نہیں و فی
تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور مستحکم ہو جانے میں یعنی جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل
غیر مسمی میں زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونون لازم ہو جاتے ہین والنفقة والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہے نفقہ اور سکنی لازم
ہونے میں یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کر کے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنی تا عدت لازم ہوگا والعدة وحرمة نکاح اختها واربع سواها
فی عدتها اور خلوت مانند وطی کے ہے وجوب عدت میں اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اسکے سوا چار عورتون کے نکاح حرام ہونے میں اسکی عدت کے
اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کر کے اسکو طلاق دی تو اسکی عدت میں اسکی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسیطرح سواے اس عورت کے اور چار عورتون
سے نکاح کرنا اسکی عدت میں حرام ہے وحرمة نکاح الامة اور خلوت مانند وطی کے ہے لونڈی سے نکاح حرام ہونے میں یعنے حرہ منکوحہ بعد خلوت کے
مطلقہ ہوئی تو اسکی عدت میں لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے ومراعات وقت الطلاق فی حقها اور خلوت مانند وطی کے ہے وقت طلاق کے
رعایت کرنے میں عورت کے حق میں یعنے جیسے بعد وطی کے مسنون ہے کہ طہر میں طلاق رجعی دے نہ حیض میں ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت
طلاق کی رعایت کرے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق میں آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہے دوسری
طلاق بائن پڑنے میں بنابر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی
قول مختار میں اور اگرچہ پہلی طلاق بہ لفظ صریح تھی لیکن وہ بھی درحکم بائن ہے علماء کے نزدیک حتیا لا اور مزید تصریح اسکی حاشیۃ طحطاوی و بحر میں ہے
جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھ لے لا تکون کالوطی فی حق بقیة الاحکام کالغسل نہیں ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق میں جیسے
غسل میں یعنے وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ سے نہیں والاحصان اور نہیں ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان
میں یعنے وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت سے نہیں محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے وحرمة البنات نہیں ہے خلوت

مانند وطی کے بیٹیون کی حرمت مین یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اُسکی بیٹی مرد پر حرام ہی اور خلوت سے اُس عورت کی بیٹی حرام نہین ؎ وحلہا للاول اور
نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے مین پہلے زوج کے واسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہی اور زوج
ثانی کی خلوت سے اُسکو حلال نہین ہوتی ؎ والرجعۃ اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنی وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہی اور خلوت
کے بعد طلاق ہونے سے رجعت درست نہین اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین رہتی بلکہ بائن ہوجاتی ہی چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی
کذا فی حاشیۃ المدنی ؎ والمیراث اور نہین خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنے اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث
ہوگی مدنی بخلاف وطی کے ؎ وتزویجہا کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہی بنا بر
قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اُسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوائے اسکے اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند
نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہی اور کہا ہے ؎ وخلوۃ الزوج مثل الوطی فی صورۃ
دغیرہ وبہذا النقد تحصیل ؎ اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہی چند صورتون مین اور مغائر ہی وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جو کہ مو تیون کی لڑی
ہی احکام خلوت کی تحصیل ہی ؎ تکمیل مہر واعداد وکذا نسب ؎ الفاق سکنی ومنع الاخت مقبول ؎ خلوت برابر ہی وطی کے تکمیل مہر مین اور ثبوت عدت مین اور
اسیطرح نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونے مین مقبول ہی یہ قول علما کے نزدیک مردود نہین ؎ وارلع وکذا قالوا الاماء لقد
راعوا زمان فراق فیہ ترحیل ؎ اور خلوت مانند وطی کے ہی چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اُسکی عدت کے اندر اسیطرح علما نے لونڈیون کو کہا ہی اور مقرر رعایت
کی ہی علما نے زمانہ فراق کی جسمین رخصت کرتا ہی یعنے طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے نہ حیض مین ؎ واوقعوا فیہ تطلیقا اذا لحقا ؎ وقیل لا والصواب الاول القیل
اور واقع کی ہی علما نے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست
پہلا ہی قول ہی یعنی واقع ہوتی ہی ؎ اما المغایر فالاحصان یا املی ؎ ورجعۃ وکذا التوریث معقول ؎ لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغائر ہی وطی کی
اول اُن مین سے احصان ہی ای میرے مقصود اور رجعت ہی اور اسی طرح وراثت معقول ہی ؎ سقوط وطی وا حلال لما وکذا ؎ تحریم بنت نکاح
البکر مبذول ؎ اور ساقط ہونا وطی کا یعنے جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اُسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے
مطالبہ کرنے کا حق ہی اور حلال نہ وجہ کا یعنے زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی
کے اور اسیطرح حرام ہونا بیٹی کا یعنے اگر عورت سے خلوت کی بدون ساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہین بخلاف وطی کے
اور نکاح باکرہ مبذول ہی یعنے باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنے استیذان ولی مین اُسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہی باکرہ کے مانند ؎
کذلک النفی والتکفیر ما فسدت ؎ عبادۃ وکذا الغسل تکمیل ؎ اسی طرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم
پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ مین وطی کی تو اُسکو فی کہتے ہین یعنے نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا رجوع
وطی کرنے سے ہوتا ہی نہ خلوت سے اور اسی طرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہین ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہی اور اسی طرح
خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہین ہوتی بخلاف وطی کے اور اسی طرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک
تکمیل ہوئی اُن مسائل کی جنمین خلوت مانند وطی کے نہین **ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لہا**
لانکارہا سقوط نصف المہر وان انکرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج
نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسی کا قول معتبر ہوگا

الالف لرضاہا بہا فھہنا صورتان الاولی تسمیۃ المہر مع ذکر شرط ینفعہا والثانیۃ تسمیۃ المہرین تقدیرہ وغیرہ علی تقدیرہ فالاول ان وفی وان لم یف فمہر المثل لفقد رضاہا
لفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح
نہ کریگا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر زوج
نے شرط کو پوری کی پہلی صورت مین یعنے شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم
ملینگے بسبب راضی ہوجانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہو دوسری صورت
یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اسکے سوا دوسری تقدیر یعنی اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت مین اور اقامت
شہر کی نہ کی دوسری صورت مین تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہوتے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لا یزاد المہر
فی المسئلۃ الاخیرۃ علی الفین ولا ینقص عن الف لاتفاقہما علی ذلک لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ مین یعنے جسمین شرط
ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہ ہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنی عورت راضی ہوچکی تھی
دو ہزار پر حالت اخراج مین تو اُسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو وہی دو ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل نسو تھے تو ہزار
سے کم نہ دیے جائینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہوچکا تھا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہوسکے ولو طلقہا قبل الدخول نصف
المسمی فی المسئلتین لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحیحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مہر مسمی دیا جائیگا دونون مسئلون مین بسبب
ساقط ہوجانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونون شرطین صحیح ہین یعنے عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی
اگر اُسکو باہر لیگیا کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا تزوجہا علی الف ان کانت قبیحۃ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقاً
فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ پر خلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونون
شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار
ہو اور اسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونون شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت و اخراج کے کہ اُسکا وجود اور عدم دونون محتمل ہین تو
ایسی شرط صحیح نہین بخلاف مالو ردد فی المہرین القلۃ والکثرۃ للثیوبۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل والا فمہر المثل لا یزاد علی الاکثر ولا ینقص
عن الاقل فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یون کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار درم
اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے
اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدہا ثیبا لزمہ الکل ورد رجحہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اُسکو ثیب
پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کیواسطے
تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہوجاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین او علی ہذا
العبد او ہذا العبد او علی احد ہذین واحدہما اوکس حکم القاضی مہر المثل لکن فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس
والا فمہر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر
یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے کسی پر اور اُن دو چیزون مین ایک
کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتون مین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز

اس غلام کو لیگی اور حر کی قیمت لیگی اسطرح کہ حر کی درصورت غلام ہونیکے جو قیمت ہو سکتی وہی قیمت سے طلب کیگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال
نے چنانچہ دو غلاموں میں سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسی طرح ایک کے حر ہونے میں بھی اسکو قیمت ملیگی و یجب
مہر المثل فی نکاح فاسد وہو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح فاسد وہ ہے جسمیں کوئی شرط شرائط
صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہوں یعنے بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح
صحیح نہیں فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنوں سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا
پانچویں عورت سے چوتھی عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمیں نکاح کی فاسد ہیں اسواسطے کہ صحت نکاح کی انمیں شرط نہیں بالوطی
فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطیہا مہر مثل واجب ہوتا ہے نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنے سے نہیں واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا
خلوت سے نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اسطرح نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنی نکاح فاسد میں جماع عورت
کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوگی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہیں ہو سکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو
تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ثم لم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد
العقد ولو لم یسم او جہل لزم بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نہ کیا جاویگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم
ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اسکی مقدار مجہول اور نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی
لازم آویگا کتنا ہی کیوں نہو حاصل نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلاً پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی
زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اسمیں مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا
تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیوں نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل
بہا او لا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ
بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نکی ہو تو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کے واسطے اسواسطے
کہ عقد فاسد کا مرتکب ہوتا پھر اسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن
کو لازم تھا بجائے لکل واحد علی کل واحد ولہذا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ میں منافات نہیں جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا
شارح نے کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کر دینی درمیان دونوں کے یعنی اگر زوجین فسخ نہ کریں تو قاضی پر تفریق واجب ہے و تجب العدۃ
بعد الوطی لا الخلوۃ للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد میں بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واسطے فرقت طلاق کی نہ عدت موت
کی یعنے نکاح فاسد میں بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مر گیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع
حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی
الاصح عدت واجب ہے تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح میں ویثبت النسب احتیاطا
بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنا بر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا و تعتبر مدتہ وہی ستۃ اشہر
من الوطی اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہیں فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستۃ اشہر فاکثر یثبت
النسب و الا بان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت ہذا قول محمد و بہ یفتے پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک کم مدت حمل کی یعنے چھ مہینے

ہونے مین تو چھوٹی عورت بڑی عورت کے برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہین اور مالدار مفلس کے برابر نہین اور ایک شہر کی رہنے والی دوسرے شہر والی کے برابر نہین اور ایکنے ماننے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہین اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور غیر عالمہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہین و تعتبر حال الزوج ایضا ذکرہ الکمال وقال مہر الامۃ بقدر الرغبۃ فیہا اور معتبر ہی حال زوج کا بھی مماثلت مین یعنی اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کے برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہی اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہی لونڈی کا مہر مثل بقدر اُسکی خواہش کے ہی یعنی دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنے والا کہانتک مہر دے سکتا ہی وہی اسکا مہر مثل ہی اور لونڈی مین اُسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہین بحرالرائق مین کہا کہ مہر مثل وہان واجب ہوتا ہی جہان نکاح صحیح ہو اور مہر کا تسمیہ نہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اُس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعاً حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہی اور وطی بالشبہہ مین جو مہر لازم آتا ہی تو مراد اُس سے یہ مہر مثل مذکور نہین ہوتی بلکہ وہان مہر مثل سے مراد عقر ہی عقر اُسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسیقدر وطی بالشبہہ مین دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ویشترط فیہا ای فی ثبوت مہر مثل بما ذکر اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہی ثبوت مہر مثل مین اشیاء مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردون کا یا ایک مرد اور دو عورتون کا اور شرط ہی لفظ شہادت کا یعنی فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم توجد شہود عدل فالقول للزوج بیمینہ وما فی المحیط من ان للقاضی فرض المہر حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نپائے جاوین گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین یہ ہی کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو اُسکو نہر الفائق مین اس صورت پر محمول کیا ہی جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہوگئے ہون فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نپائے جائین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اُسکے باپ کی قوم سے تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا مع شرح مجمع اور برجندی مین ہی کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جسقدر موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطے کہ ان سب اوصاف کا دو عورتون مین جمع ہونا متعذر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقول للزوج فی ذلک بیمینہ کما مر پھر اگر غیر قوم مین بھی مماثلت باپ کی قوم کی نپائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولی مہرہا ولو المرأۃ صغیرۃ ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحتہ فلو فی مرض موتہ وہو وارث لم یصح والا صح من الثلث و قبول المرأۃ او غیرہا فی مجلس الضمان اور صحیح ہی ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اُسکا ضامن ہونا درست ہی اسواسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہی حقوق نکاح کے اُسپر لازم نہین آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہون یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہی تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت مین اور مکفول لہ وارث ہی ولی کا ضامن ہونا صحیح نہین اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکے طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن ہو وارث نہین ہی ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہی یا اُسکے غیر کا مجلس ضمان مین یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان مین ولی کی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اُسکا ولی قبول کرے تب اُسکی ضمانت صحیح ہوگی نہر الفائق مین ہی کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اُسکا ضامن ہونا قائم مقام ہی عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ای اشاءت من زوجہا البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہین تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج

اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کردیگا تو عورت کو جائز ہی کہ منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ لبعد المنع
اور ثابت ہی عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے سبھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج
من بیت زوجہا لحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کے
واسطے تب بے حاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الالحق لہا او علیہا
او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک ان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پا چکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر
بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اسکا نکلنا درست ہی زوج کی اجازت
ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کے واسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی
جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہی لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کر سکتا ہی نہ نکلے انکے سوا مین یعنے سواے قرض اور زیارت والدین
محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کے واسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوائے ان امور کے نکلنے کی اجازت
دیگا تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے والمعتمد جواز الحمام بلا تزئین اشباہ وسیجیٔ فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون
آرائش اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقۃ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی
وہان بھی شرط ہی کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین در
باب حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے انکو
حمام کہتے ہین تو مرد انمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو انمین نجانے دو سواے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر بہا
بعد اداء کلہ مؤجلا او معجلا اذا کان مأمونا علیہا والا لا وکذا اذا لم یکن مامونا لا یسافر بہا و بہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی الملتقی الابحر و مجمع الفتاوی و اعتمدہ المصنف
و بہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جب کہ زوج پر اطمینان ہو عورت
کی طرف سے یعنے سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہ ہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجائے اور اسی
قول پر فتوے ہی کذا فی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوے مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور اسی
پر فتوے دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن سنے النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی
وغیرہ سفے المختار علیہ الفتوے وفی الفصول یفتے بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق مین ہی جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنے مصر مین
وہ یہ ہی کہ عورت کو سفر مین نہ لیجائے اسپر زبردستی کرکے یعنے سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہی اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی
وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور فصول مین ہی کہ فتوے دے مفتی جو اسکے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو
اور جانے زن عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانے کا فتوی دے والا نہ لیجانے کا فتوے دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلہا فیما دون
مدتہ ای السفر من المصر القریۃ و بالعکس ومن قریۃ لقریۃ لانہ لیس لغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ واطلقہ
فی الکافی وعلیہ الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنے تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گانون کی طرف لیجاوے
خواہ گانون سے شہر مین لاوے اور ایک گانون سے دوسرے گانون مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہی فتاوی
تاتارخانیہ مین گانون کی یعنے ایسے گانون تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین

نصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے قسم کھائی تو مہر مثل کا واجب ہوگا **وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرا**
لعدم سقوطہ بموت احدہما اور دونون مین کسی کا مرنا اُنکے زندہ ہونے کے برابر ہی حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب ساقط نہونے مہر مثل کے
ایک کی موت سے **وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ** اور اگر دونون کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثون مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے
وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے **وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ** اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثون
کا اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیۂ مہر کے منکر ہون تو انکا حق ثابت ہوتا ہی **لم یقض بشیٔ** مالم یبرہن علی التسمیۃ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف
پڑا اصل تسمیۂ مہر مین تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوینگے تسمیہ پر یعنی بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے
اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہی کہ اُسکی ہمسر عورتین بھی مرگئین تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایہ اس دلیل سے معلوم ہوا
کہ مہر مثل کا اعتبار نہ کرنا اُس صورت مین ہی جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
والطحطاوی ناقلا عن البحر **وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتی** اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی
کے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین اداے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اُسکے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورت
مین مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہین **وہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا** اور یہ سب اُس صورت مین ہی جبکہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی
تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات یا دونون کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین درصورت عدم تسلیم ہی **فان سلمت**
ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدہا لایحکم بمہر المثل لانہا لاتسلم نفسہا الابعد تعجیل شیٔ عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور
واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنے زندگی مین اور بعد اسکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد
بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہی تسمیۂ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہ اُس صورت مین ہی جہان عادت ہو مہر تعجیل کی اور
جہان کل مہر کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونون برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ **فیقال**
لہا لابد ان تقری بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج ایصال شیٔ الیہا بحر پھر
عورت سے یا اُسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہین تو ہم تجھپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر مین دو
ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہی پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنی مثلا ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اُسوقت ہی جب زوج نے
کچھ عورت کو دینے کا دعوہ کیا کذا فی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اُسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ
نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہی اور یہی قول ہی فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان
کے نزدیک یہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر** کقولہ لشمع او حناء **ثم قال انہ**
من المہر لم یقبل قنیۃ لوقوعہ ہدیۃ فلاینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی جہت کو جو مغائر ہو جہت
مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا سوا اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلا یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کر دو یا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ تو
مہر مین تھی تو اُسکا قول مقبول نہوگا کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہو سکیگی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اُسکا بعینہ پھیر لینا درست ہی
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لہا** سو کہا عورت نے
وہ بھیجی چیز ہدیہ ہی اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین ہی یا از قسم لباس ہی یا عاریت ہی تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونون گواہ لاوے

اور عورت کے گھر وہ شے بھیجی جو نہ تھی مہر کی جنس سے مبعوث تو حکم فیہ ان یرد ولو ثبت مبادلة المہر فاکرہ ابن کمال بجوز عمر کمالی عورت سے اور جس چیز کو عورت
اور عورت کو بھیجا جو کہ اسکو چھیر سے لیا جا ان مہر و رت سے لے جیسا چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو بعث ہو اعوض ہدیة فلما الثبت عوض کو شمار
سمجھی گئی وہ اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر جو عورت کو زفاف ہوا پھر مرد نے اسکو دیا جو کچھ کیا
وہ چیز ہدایت ہو تو جائز ہے عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیرے عوض کی جنس سے کذا فی النہر ملتقطا من حسبکہ نہیں اور بحر الرائق میں بھی اسی طرح ہے
میں یوں ہے کہ ثبت المہر ان تسترد منہ ما عوضتہ علیہ کذا فی حاشیة المدنی فی غیر المہیا للاکل کثیاب شاة حیة وعسل وسمن ومالا یبقی شرنبلالی زوجہ اختلاف
زوجین میں زوج کا قول معتبر ہوگا ان چیزوں میں جو کھانے کے واسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہیا بھی باقی رہتا ہے اور شہد
کذا ذکرہ فی زادہ والقول لہا بیمینہا فی المہیا لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاہر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما یجب علیہ کخف وخمار وقع
فیما یجب خمار ودرع یعنی بالم یجب انہ کسوة لان الظاہر معہ اور قول زوجہ کا معتبر ہو قسم کے ساتھ انہیں جو کھانے کے واسطے مہیا ہو جیسے روٹی اور
بھنا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزوں میں اس واسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہے یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر میں نہیں دیتا
اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق انہیں ہوگی جو زوج پر واجب نہیں جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا اور
انہیں تصدیق ہوگی جو اسپر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص سینے جب تک زوج نے اسکا دعوی نہ کیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک میں دیا ہے
اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہیں ہے بلکہ ہدیہ ہے تو اس صورت میں زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ ظاہر حال زوج کا
مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد عینہ قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمتہ ہالکا لانہ معاوضة
ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نہ کیا تو
جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہوا اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسی کو پھیر لے نہ اسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت اسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو
اس واسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث ہدیة وہو قائم دون الہالک والمستہلک لان فیہ معنی الہبة اور
اسی طرح اسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیرے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک
وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اس واسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے
موجود ہیں اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اسکا پھیر لینا درست نہیں ولو ادعت انہ ای المبعوث من المہر وقال ہو ودیعة فان
کان من جنس المہر فالقول لہا وان کان من خلافہ فالقول لہ لشہادة الظاہر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا
زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی میں روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہے جنس مہر کے
جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں ظاہر حال دونوں کا گواہ ہے انفق رجل
علی معتدة الغیر بشرط ان یتزوجہا بعد عدتہا ان تزوجتہ لا رجوع مطلقا وان ابت فلہ الرجوع ان کان دفع لہا وان اکلت
معہ فلا مطلقا بحر عن العمادیة خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اس
مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہیں خواہ دونوں ساتھ کھاتے ہوں یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر
لینا پہنچتا ہے اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیة
وفیہ عن المبتغی جہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی

اور بحر الرائق مین مبتغی سے منقول ہی باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اُسکے قبضہ مین کر دیا تو اُسکو پھیر لینا اس سے نہین پہونچتا اور نہ باپ کے وارثون
کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت مین بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور جہیز تسلیم نہین
کیا تو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسی طرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت
وارث کے حق مین درست نہین وکذا لو اشتراہ لہا فی صغرہا ولوالجیۃ اور اسی طرح استرداد نہ ہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی
الولوالجیۃ اس صورت مین تسلیم کی حاجت نہین اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہی وحیلتہ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہ انما سلمہ عاریۃ اور
حیلہ استرداد کا یہ ہی کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہی والاحوط ان یشتریہ منہا ثم تبریہ درر اور زیادہ تر احتیاط
حیلہ استرداد مین یہ ہی کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المرأۃ شیأ عند التسلیم فللزوج ان
یستردہ لانہ رشوۃ زوجہ کے لوگون نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کے وقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اُسکو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے
کہ یہ رشوت ہی جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب
او ورثتہ بعدہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمراً ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ اور جہیز دیا اپنی بیٹی کو
پھر دعوی کیا کہ اسکو تو عاریت ہی دیا ہی اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہی یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اُسکے
وارثون نے اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہی تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموماً اسی کا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت
کے واما ان کان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہون اور بعضے عاریت جیسے مصر اور شام مین تو قول باپ
کا معتبر ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہی اس سے جو اُس جیسی عورت کو ملا کرتا ہی یعنے رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سواے رواج کے زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا والام
کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیۃ اور ماں مثل باپ کے ہی بیٹی کے جہیز مین اور اسی طرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر ماں نے جہیز
تسلیم کر دیا تو استرداد نہین کر سکتی اور دعوی عاریت مین ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہی جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النہر تبعاً لقاضیخان ان الاب
ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ اور مستحسن جانا ہی نہر الفائق مین قاضیخان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف مین سے ہی تو اُسکا یہ قول مقبول
نہوگا کہ جہیز عاریت ہی ولو دفعت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان
یسترد ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھ چیزین دین باپ کے اسباب سے اُسکے حضور اور دانست مین اور وہ ساکت رہا
اور بیٹی زوج کے گھر پہونچائی گئی تو باپ کو نہین پہونچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہی کہ باپ جہیز
کو ماں پر سپرد کرتا ہی وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان
والاربعین حلبی فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسی طرح اگر خرچ کیا ماں نے بیٹی کے جہیز مین اُسقدر جسکی عادت ہی اور باپ ساکت ہی تو ماں
پر ضمان نہین اور یہ دونون مسئلے اُن سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلون مین سے ہین جنمین سکوت برابر نطق کے ہی کذا فی زواہر الجواہر فروع مسائل [illegible]
شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیہ اگر پہونچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو
زوج کو جائز ہی مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ یہ حکم اس صورت مین مخصوص ہی جہان عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو کہ جہیز کے
سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورت مین اگر زوج کے لائق دینے سے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد
مال پھیر لینا پہونچتا ہی اور اسی طرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہونچتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر زاد فی البحر عن المنتقی الا اذا سکت طویلاً

بالمہر وللزوج المطالبۃ بتسلیمہا ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہونچتا ہی اگرچہ زوج کو متمتع ہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ
پہونچتا ہی اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی لا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنے اگر زوج اور باپ مین اختلاف ہوا زوج
کہتا ہی کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہی اور باپ کہتا ہی کہ مرد کے لائق نہین تو یہان صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتون کو دکھلاوے اگر
عورتین کہین کہ لائق مرد کے ہی تو زوج کو تسلیم کرے اور نہین تو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمہا فہربت لم یلزمہ طلبہا سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی
پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اسکی طلب اور تلاش لازم نہین اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہین کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسی کے نکاح
مین ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش لازم ہی اسواسطے کہ اسکے گم ہو جانے مین زوج پر ضمان لازم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأۃ واخذہا حبس الی ان یاتی
بہا او تعلم موتہا کسی نے فریب دیا عورت کو اور اسکو نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جائیگا یہانتک کہ اسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المہر مہر السر فی العلانیۃ مہر ہی
معتبر ہی جو پوشیدگی کا مہر ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ ظاہر کا معتبر ہی یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایکہزار مثلاً مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کے واسطے لوگون
مین دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت مین مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتاجل بمراجعتہا جو مہر کہ مؤجل ہو طلاق تک وہ
معجل ہو جاتا ہی طلاق رجعی سے اور نہین موجل ہوتا پھر عورت کی طرف مراجعت کرنے سے ولو وہبتہ المہر علی ان یتزوجہا فابی فالمہر باق نکحہا اولا اگر عورت نے مہر
بخشا اس شرط پر کہ مرد اس سے نکاح کرلے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہی نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق مین یون ہی کہ ایک شخص نے اپنی
مطلقہ سے کہا کہ مین تجھسے نکاح نکرونگا جبتک تو اپنا مہر معاف نکرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی در صورت
نکاح نکرنے کے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہی اور نکاح کرنے مین مہر اسواسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تام نہین ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کرچکا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو وہبتہ لاحد ووکلتہ بالقبض صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو ہبہ کیا اور اسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہی اور ہبہ مہر کا بدون قبض وکیل کے تمام ہی ولو احالت بہ انسانا ثم وہبتہ
للزوج لم یصح وہذہ حیلۃ من یرید ان یہبہ ولا یصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہ حوالہ قبول کیا پھر عورت
نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہوگیا اور حوالہ کرنا حیلہ اس شخص کے واسطے ہی جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

ہو المملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہ باب ہی نکاح رقیق کا رقیق اس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ثلث اور قن اس
غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامۃ ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازۃ المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل
موقوف ہی نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اگر رد کیا تو باطل ہوگیا مکاتب
وہ غلام ہی جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپے مثلاً کہین سے پیدا کرلا تو تو آزاد ہی اور مدبر وہ غلام ہی جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی ہی جو
مالک کے تصرف مین رہے اور اس سے لڑکا پیدا ہوا فلو نکحوا بلا اذن فلم یدخل فیطالب بالمہر المسمی بعد عتقہ سبب غلام غیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت ولی کے اس نکاح
مین مہر نہین جبتک وطی نہو اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہین اور مولی پر اسواسطے مہر لازم نہوگا کہ اسکے
بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من لہ ولایۃ تزویج الامۃ کاب وجد وقاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتولی پھر مولی سے مراد وہ شخص ہی جسکو اختیار ہی لونڈی کے
نکاح کردینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہی
اور اسی طرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن انکو یہ اختیار نہین کہ اپنے غلام سے اسکا نکاح کردین اور اسیطرح ہی مکاتب کہ اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہی اور اسیطرح شریک
مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کردینا جائز ہی اور اسی طرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح [illegible]

یہانتک کہ اگر مولی لعبد بولے اذن الفضولی کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ ہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت سے
نکاح کردیا پھر حسب رسم و رواج کے نکاح کی خبر پہونچی تو اُسنے کہا کہ اسکو طلاق دے تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہی طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دے سکتا ہی
اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہین بخلاف مولی کے کہ اسکو طلاق کا اختیار نہین **واذنہ لعبدہ فی النکاح ینتظم جائزہ وفاسدہ فیباع العبد للمہر**
اس نکاح فاسد اگر لعبد اذنہ فوطیہا انلا فانہا اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح مین شامل ہی نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اس عورت
کے مہر مین جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پھر اس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہین تو نکاح فاسد مین بعد
وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونے کے اسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو نوی المولی الصحیح فقط تقیید بہ کما لو نص علیہ ولو نص علی الفاسد صح**
وصح الصحیح ایضا نہر اور اگر مولی نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کردے
اذن مین نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولی نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا
کذا فی النہر **ولو نکحہا ثانیا صحیحا او نکح اخری بعدہا صحیحا وقف علی الاجازۃ لانتہاء الاذن بمرۃ وان نوی مرارا** اور اگر مطلق اذن دیا مولی نے سو غلام
نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولی
کی اجازت پر اسواسطے کہ مولی کا اذن ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہو چکا اگرچہ مولی نے چند بار نکاح کرنے کی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہیگا
ولو مرتین صح لانہ کل نکاح العبد اور اگر مولی نے اپنے اذن مین دو بار دو عورتون سے نکاح کرنے کی نیت کی تو یہ نیت دوبار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری
عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہی یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہین **وکذا التوکیل بالنکاح** اور
اسی طرح وکیل کرنا نکاح مین یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کردے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہین **بخلاف التوکیل بہ**
فانہ لا یتناول الفاسد فلا یتعین بہ یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہی بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہین تو وکالت
نکاح فاسد پر منتہی نہوگی اسی قول پر فتوی ہی یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنے سے اسکی وکالت بھی منقطع نہ ہوگی
اور اگر اسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کریگا تو نافذ ہوگا **والوکیل بنکاح فاسد لا یملک الصحیح بخلاف البیع** ابن ملک اور نکاح فاسد
کا وکیل مالک نہین صحیح نکاح کرنے کا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہی کذا ذکرہ ابن الملک فی شرح الملتقی **وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل**
فی الکلام الحقیقۃ الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع یتناول الفاسد والتوکیل بالنکاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ مین کہ اصل ہر کلام مین معنی حقیقی ہین نہ مجازی یون کہا ہی کہ
نکاح اور بیع کے اذن مین اور بیع کی وکالت مین فاسد بھی شامل ہی اور نکاح کی وکالت مین نکاح فاسد شامل نہین یعنی اگر مولی غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہ
اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونون کو شامل ہی اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونون کو عام ہی لیکن نکاح کی وکالت نکاح فاسد کو شامل
نہین **والیمین علی نکاح وصلاۃ وصوم وحج وبیع ان کانت علی الماضی تناولہ وان علی المستقبل لا** اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد
کو بھی شامل ہی اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہی تو سوا صحیح کے فاسد کو شامل نہین یعنی اگر یون قسم کھائی کہ مین نے نکاح نہین کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہی
اور اگر قسم کھائی کہ مین نکاح نکرونگا تو فقط صحیح کو شامل ہی نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ مین نے نماز نہین پڑھی یا حج نہین کیا یا بیع نہین کی
تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ مین نماز نہ پڑھونگا یا حج نہ کرونگا یا بیع نہ کرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح اور حج
صحیح اور بیع صحیح سے **ولو زوج عبدا لہ ماذونا مدیونا صح وسکت المراۃ غرماءہ فی مہر مثلہا والاقل والزائد علیہ تطالب بہ بعد استیفاء الغرماء**
اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے نہ اپنے مہر مثل مین اور کمتر مین

بیچنے بیچے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے اور بیچنے میں وصول کر لیں اور عورت کی مہر بارگی صرف ہوتا اور نکاح میں اور ہر دو ہو کہ دونوں پورا وصول ہو سکتے ہیں

اور عورت کا مہر سے مطالبہ کرتی اور قرضخواہوں کے قرض دینے کے بعد کہ دین صحت مقدم ہے دین المرض پیشتر بیع کے ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص
پر قرض ہے حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جاویگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا اور اوائل باب المہر میں مذکور جبکہ مولی نے غلام
و عورت کے انداز میں باقی رہا مہر تو لیکن غلام پر ترجیح چنانچہ یہ مسئلہ سابق میں مذکور ہوا اس صورت میں کہ مولی نے غلام پر دین کی تملیک کی ایک عورت سے بیاہ کر دیا
سکا ہر گیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اس عورت کے ہاتھ قرضخواہوں کی اجازت سے بیچ ڈالا تو جو درم کہ بیچنے کے آئے ہیں وہ قرضخواہ
اور عورت دونوں اپنے حصوں کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی الحاشیہ الچلپی ولو زوج بنته لمکاتبه ثم مات لا
یفسد النکاح لانها لم تملک المکاتب بموت ابیها الا اذا عجز فرق فی الرق فحینئذ یفسد لملکها اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر
مولی مر گیا تو نکاح فاسد نہیں ہوگا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جبکہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام ہو گیا تو اسوقت
میں نکاح فاسد ہوگا بسبب منافات ہونے زوجیت اور ملکیت کے زوج امته او ام ولده لا یجب علیه بیتوتها وان شرطها فی العقد نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی
کا یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرانا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط کر لی ہو تو بھی واجب نہیں اسواسطے کہ مولی کا حق زوج
کے حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہ ہوگی اور اگر زوج لونڈی کی آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے
اسکا جواب شارح نے اپنے اس قول میں دیا اما لو شرط الحریة لاولاد فیصح فیعتق کل من ولدته فی هذا النکاح لان قبول المولی الشرط التزویج علی اعتباره یعنی
تعلیق الحریة بالولادة فیصح فتح ومفاده انه لو باعها او مات عنها قبل الوضع فلا حریة لیکن اگر شرط کر لیا زوج نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہ شرط
صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح میں جنے گی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر حقیقت آزادی کی
تعلیق ہے ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح میں اولاد جنے گی تو وہ سب حر ہیں تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی بالضرور
حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمیں کچھ اختیار باقی نہ رہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اسمیں تعلیق کے معنے نہیں ہو سکتے کذا فی فتح القدیر
اور اس تعلیق سے یہ ملا کہ اگر مولی نے اس لونڈی کو بیچا یا اسکو چھوڑ کر مر گیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہیں صحیح
ہوتی مگر اسوقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو بوجود شرط کے وقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینة له حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے
زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اسکے پاس گواہ نہیں تو قسم کھاوے مولی کذا فی النہر لکن لا نفقة ولا سکنی الا بها بان یدفعها الیه ولا یستخدمها
لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہے کہ مولی اسکو اسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے
خدمت نہ لے وتخدم المولی ویطأها الزوج ان ظفر بها فارغة عن خدمة المولی ویکفی فی تسلیمها قوله متی ظفرت بها وطئتها اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اسکو پالیوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یوں کہنا اسکے زوج
سے کہ جب اسکو خالی پاوے تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بوأها ثم رجع عنها صح لبقاء حقه وسقطت النفقة سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت
دی پھر اس سے رجوع کی تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آیندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا اور
گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمته ای السید بعد بیتوتة بلا استخدامه او استخدمها نهارا او عادت لبیت الزوج لیلا لا یسقط لبقاء البیتوتة
اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولی کے یا مولی نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کو
شوہر کے گھر اسکو پھیر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے وللمولی السفر بها ای بامته وان ابی الزوج خیرته

اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر میں لیجانے کا اگرچہ اُسکا زوج منع کرے کذا فی الظہیریۃ وله اجبار قنه و امته ولو ام ولده اور مولی کو اختیار ہے
اپنے قن اور لونڈی کے نکاح میں جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کامل ہے تو اسکو نکاح میں زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی
نہو مگر بار کوسٹ کر نکاح نہ کرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمه الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول فهو ابن المولے
والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہیں مولی پر استبراء بلکہ مستحب ہے یعنے جو لونڈی مولی کے تصرف میں ہو اور وہ اُسکا نکاح
کردے تو استبراء مولی پر ضرور نہیں سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا بشرطیکہ
قنہ اور مدبرہ میں مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد میں نفی ولد کی نہ کی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب میں مذکور ہے
علی النکاح وان لم یرضیا المکاتب والمکاتبۃ بل یتوقف علی اجازتہما ولو صغیرین الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنے کا اختیار ہے لونڈی غلام کے
نکاح پر اگرچہ وہ دونوں راضی نہوں نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا اُن دونوں کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ
دونوں صغیر ہوں بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا نکاح اُنکی اجازت پر موقوف رہا
یہانتک کہ اگر دونوں صغیر بھی ہونگے تو بھی انکا نکاح اُنکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہو گیا مولی کا اختیار نکاح کر دینے
میں باقی نرہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے
بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف ہوکر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ
صغیرین کا نہو سوائے مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اُنکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہوگا تو اُسکی اجازت پر موقوف
رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا یہ نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہیں بلکہ صغیرین کی
اجازت پر موقوف رہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب بھی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب نادان ہونے صغیرین کے
مولی کی ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیبہ ہے کہ لڑکا جبتک مملوک تھا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہو گیا اور مولی کی ملکیت
قبل آزادی کے مکاتب پر بھی تب اُسپر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نرہی لیکن اختیار حاصل ہوا ولو عجزا توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود مؤن النکاح
علیہ اور اگر عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ بواسطے پھر آنے تصرف اور ذمہ داری نکاح کے مولی پر
یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اُسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیے اور مولی
کی بھی اول رضا کا اعتبار نہیں سو اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اُسوقت میں مکاتب پر تھا نہ مولی پر جب مکاتبہ عاجز ہوا تو اب اسکی کمائی مولی کی ہوگئی ہے اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی
ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبۃ لانہ طرا حل بات علی موقوف فابطلہ الدلیل لعلہ العجائب وبحثہ الکمال ہنا غیر صائب اور باطل ہو گیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری
ہوئی حلت بات طاری موقوف پر سو ٹھہرا باطل اسکو شارح الا اور دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہیں اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہاں ٹھیک نہیں یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون
اُسکی رضا کے کردیا تو وہ نکاح موقوف تھا اُسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت نے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اسکی
وطی حلال ہوئی اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو شارح الانکاح باطل ہو گیا محقق ابن الہمام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے
اسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہیں اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی کو بسبب
کم سنی کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول ہو گیا دلیل
کی میں صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطی او خلا سقط المہر

دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ احتمال ہو کہ بقیہ منی دوسرے عزل میں نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور وہ دوسری شرط نفی کی یہ ہو کہ لونڈی
غیر محصنہ ہو یعنی گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہیں اسواسطے کہ عزل کے وقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہو کہ غیر محصنہ میں ظن
غالب چاہیے کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہو کذا فی حاشیۃ المدنی و خیرت امۃ ولو ام ولد و مکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ البعض اعتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح
برضاہا دفعا لزیادۃ الملک علیہا الطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں مختار ہو لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہو اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل
آزاد نہو مثلاً نصف آزاد ہو یا ربع یا اختیار اسوقت ہو جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اسکو اختیار ہو تاکہ دفع
ہو یادتی ملک کی اسپر سے بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چھوٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہیں چھٹتی تو حرہ پر نسبت
لونڈی کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہو تو اسواسطے شارح نے اسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فان
اختارت نفسہا فلا مہر لہا او زوجہا فالمہر لسید پاسو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے نکاح توڑا تو اسکا کچھ مہر نہیں اگر وطی نہ ہوئی ہو اسواسطے
کہ جدائی اسی کی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکھا تو مہر اسکے مولی کا ہو وطی ہوئی ہو
یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اسوقت مولے ہی کی ملک تھی ولو صغیرۃ تاخر کبلوغہا ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی
صغیرہ ہو تو اسکی آزادی کا اختیار اسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہیں اور نہیں ہو اختیار لونڈی کو
بلوغ کا قول اصح میں اسواسطے کہ خیار عتق کا مغنی ہو خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولایۃ میں مذکور ہوگا او کانت الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت
امۃ بان یرتدا و لحقا بدار الحرب ثم سبیا معاً فاعتقت خیرت عند الثانی خلافا للثالث مبسوط یا خیار عتق کا اسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت
حرہ تھی پھر لونڈی ہو گئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہوگئے اور دونوں دار الحرب میں جا رہے پھر دہانسے دونوں قید ہو آئے دار الاسلام میں
پھر عورت آزاد ہوئی تو اسکو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط والجہل بہذا الخیار خیار العتق
عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا و لحقا فسلمت فسخت صح الا اذا قضی باللحاق ولیس ہذا الحکم بل فتوی کا ئنہ اور نہ سیکھنی اس خیار عتق کی عذر ہو بخلاف خیار بلوغ کے
اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولے کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہیں بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہ ہوا اسطرح کہ
لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اسکو آزاد کیا اور اسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اسکا شوہر دونوں مرتد ہوگئے اور دار الحرب میں
جا ملے پھر دار الاسلام میں گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آگئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام میں خواہ دار الحرب میں سو نکاح
فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے انکے حق میں لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا
اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہیں ہو بلکہ فتوی ہو یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہو کہ تم نے دار الحرب کے
ملنے والوں میں یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہو اور حالانکہ دار الحرب سے احکام ملین کے منقطع ہیں شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہیں بلکہ فتوی ہو یعنے حادثہ کے
سوال کا جواب ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار
البلوغ فی الکل خانیۃ اور نہیں موقوف ہو خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہیں باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہیں خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو
تو اسکو خیار عتق حاصل نہیں اور منحصر ہو یہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہو مخیرہ وہ عورت
جسکے زوج نے اس سے کہا کہ تجھکو میں نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اسکا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ
پانچوں حکم میں مخالف ہو خیار عتق کے کذا فی الخانیۃ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہو اور سکوت سے باطل ہوتا ہو اور غلام کو بھی ثابت ہو اور آخر مجلس تک

مستغنی نہیں ہوتا اسواسطے کہ اول صورت میں چنانچہ باب الولی میں مفصل مذکور ہو چکا ہے جیسے عبد بلا اذن مستحق ہو اور جو تحریر مشتری نے نکاح کیا ہو
بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا تو نکاح ... مولی نے اسکو جو مشتری سے ثابت کیا جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال ... کے یعنی ... مولی کی
مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اسکی اجازت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الکفایہ اختیار لہا لان النفوذ بعد العتق ثم فلا تتحقق
زیادۃ الملک اور ایسا ہی حکم ہو لونڈی کا یعنی اسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہو اور یہاں محض فسخ کرنے میں لونڈی کو اختیار نہیں بسبب نہ
ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلاق ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اعتقہا بان زوجہا فضولی واعتقہا فضولی او ابن عم المولی اور اسی طرح
لونڈی کو اختیار فسخ کا نہیں اگر اجازت محض کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اسطرح پر کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اسکو دوسرے فضولی نے
اور جائز رکھا ان دونوں کو یعنے نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا نہیں مدبرہ کو جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا
پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان وطی بہا الزوج والا لم ینفذ لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسی طرح ام ولد کو اختیار فسخ کا
نہیں جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اسکی موت سے نکاح ام ولد کا اسوقت نافذ ہوگا اگر اسکے زوج نے
وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نہ کی تو اسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے مانع ہو نفاذ نکاح کی اور جب قبل
عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولی کی عدت معدوم ہوگئی بموجب روایت ابن سماعہ کے مجرد موت اور ظاہر الروایت میں زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہیں جاتی تو
نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای للمولی ولو بعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکہا سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی
سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولی کا ہو اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہو واسطے مقابل ہونے مہر کے اسکی ملک کی منفعت سے
یعنی جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہو وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطی امۃ ابنہ
فولدت فلو لم تلد لزم عقرہا وارتکب محرما ولا یحد قاذفہ فادعاہ الاب وہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ اور جسنے
وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور مرتکب حرام کا ہوا اور جسنے اسکو زانی کہا اسپر
حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہو تو اسکا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی
ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک وبیعہا لاخیہ مثلا لا یضر نہر بحثا اور مثلا بیچ ڈالنا لونڈی کا اپنے بھائی سے مضر نہیں کہتا ہو چنانچہ
نہر الفائق میں یہ بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک میں جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے
اور وہاں جنی تو بقاے ملک میں کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ باپ کے دونوں بیٹے برابر ہیں ولایت میں فصارت ام ولدہ لاستناد الملک لوقت العلوق تو بیٹے
کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہو بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث میں آیا ہو انت ومالک
لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہو اور نطفہ آدمی کا جز ہو تو اسکی حفاظت ضرور ہو اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ یہاں مالک ٹھہرا اور لونڈی
اسکی ام ولد ہوگئی وعلیہ قیمتہا ولو فقیرا لقصور حاجتہ لبقاء نسلہ عن بقاء نفسہ ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ لتسریہ
اور باپ پر واجب ہو قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاء نسل کے بہ نسبت بقاء نفس کے اور اسی واسطے
حلال ہو باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تا کہ باپ اسکو حرم
بنا دے مم یہ جواب ہو سوال مقدر کا کہ کسنے فقیر باپ پر کیوں قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفاظت اور بقاء نسل میں مضطر ہو اور باپ اگر اضطرار میں بیٹے کا طعام
کھاوے تو اسپر ضمان نہیں شارح نے جواب دیا کہ طعام میں بقاء نفس ہو اور حفاظت میں بقاء نسل ہو اور بقاء نفس اعظم ہو بقاء نسل سے تو دونوں برابر نہوئے اسواسطے حفاظت میں

قیمت واجب ہوئی نہ طعام مین لاعقرہا ولا قیمۃ ولدہا مالم تکن مشترکۃ فتجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اُسکا مہر مثل اور نہ قیمت اُسکے
لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی مین مشترک ہو تو بقدر حصۂ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان کانا
شریکین قدم الاب الا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اُسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی مین یعنی باپنے
کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونون شریک ہون لونڈی کی ملکیت مین تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو جہت سے کہ اپنے حصہ مین ملک
حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ مین ملک حکمی اور اگر دونون شریک نہون تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خالص
ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت مین بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی
ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اُسکے مدبرہ کے ولد کا یا اُسکی
مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپنے نکاح کر لیا ہو صحیح
یا فاسد یا وطی شبہ سے ہو گئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی نہ کی تو الحاق اُس ولد کا باپ سے صحیح ہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہین و جد
صحیح کاب بعد زوال ولایتہ بموت وکفر وجنون ورق فیہ ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے
یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور مین یعنی اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی بہانے کورہ سے زائل ہو گئی ہو لا کون
کالاب لاقبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اسکے یعنی قبل زوال ولایت مذکورہ کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایتہ من حین الوطی الی الدعوۃ
اور صحت دعوی مین شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت مین پھر مثلاً باپ مر گیا اور لونڈی جنی
دادا کی ولایت مین تو دعوی صحیح نہ ہوگا ولو تزوجہا ولو فاسداً ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا باپنے بیٹے کی
لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب مین اور گو کہ باپنے نکاح بولایت کیا اس صورت مین کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی
جنی تو نہو گی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہین ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدہا حر لملک اخیہ لہ اور واجب
ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اسکا بھائی اسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہو گیا ومن الحیل ان یملک امتہ
لطفلہ ثم یتزوجہا اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک مین کر دے خواہ بیع سے
خواہ ہبہ سے پھر اس لونڈی سے نکاح کر لے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہو گی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امرأتہ او والدہ او جدہ فولدت و
ادعاہ لایثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ وقتا ما ثبت النسب وتجئ فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ
کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا دونون
کہے کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہو گیا عمر بھر مین کسی وقت اور کسی وجہ سے تو
ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد مین آویگا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف ففعل او زاد الرطل من خمر اذا الفاسد
ہنا کالصحیح فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعتہ منک واعتقتہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کر دے اسکو میری طرف سے
بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پہ یعنے یون کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہان یعنی احتمال سقوط قبض مین مانند
صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنے اسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضا کلام کے گویا مولی نے کہا کہ مین نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا
یا اسکو مین نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنے آزادی بدون ملکیت کے نہین ہوتی پھر جب اسکی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہو گیا الکن لو قال کذلک فتح

معتق من الله وهو يعدم قبول [illegible] ... اگر مولیٰ نے ... [illegible]

[illegible] ... بیٹے قبول ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... والولاء لها ولو لم يعد [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... آزاد کرنے والے کا ... [illegible]

وارث اگر اسکا کوئی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والے ... کا مالک ہوگا و تقع العتق عن کفارتها ان نوی عنها اور واقع ہو یہ عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت

کی طرف سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تعتق [illegible] ... المالک اولا ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

باب نکاح الکافر

تمثل المشرکۃ الکتابی یہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وہیہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح

بین اہل الکفر خلافاً لمالک ویردہ قولہ تعالیٰ (وامرأتہ حمالۃ الحطب) وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور بیان بیٹے نکاح کفار میں

تین قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانوں میں سو صحیح ہے کافروں میں خلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کافروں کا نکاح صحیح نہیں اور

رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالیٰ کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالیٰ نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت میں صحت نکاح پر

ناطق ہے اور انکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح

صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یجوز فی حقہم اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام

اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانوں میں بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہوں کا نہ ہونا یا عدت میں نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق میں

جبکہ وہ اسکی صحت کے معتقد ہوں نزدیک امام اعظم رح کے اور ثابت رکھے جاوینگے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان

ہونے کفار کے انکے نکاحوں کو دوبارہ نہ کیا اور نہ استفسار فرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ انکے حق میں ایسا ہی نکاح صحیح تھا گو ہمارے

حق میں صحیح نہیں والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کالمحارم یقع جائزاً وقال مشائخ العراق لا بل فاسداً والاول اصح وعلیہ تجب النفقۃ

فیہ فافہم) اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق کے نزدیک

جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے کے اس نکاح والے کے اگر اسکو کوئی زانی کہیگا تو

اسپر حد مارنی جاریگی واجمعوا علی انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقاً فیقتصر علیہ ابن ملک اور اتفاق

کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہیں ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلاً ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح

کیا اور مر گیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ میراث زوجین ثابت ہوئی نص سے

برخلاف قیاس کے اس نکاح میں جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہیں ہوتا کما ذکرہ ابن ملک وراثت

زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونوں اجنبی ہیں اسلم المتزوجان بلا سماع شہود او فی عدۃ کافر معتقدین ذلک اقرا علیہ [illegible]

ر ما یعتقدون اسلام لائے زوج اور زوجہ جنہوں نے نکاح بدون سماع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونون حالت کفر مین اُسکے معتقد تھے
یعنی نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین اُنکے ترک پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر دونون
مسلمان ہوگئے ہون یا ایک دونون نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا ای المتزوجان الذان ہما محرمین او سلم احد المحرمین او ترافعا
الینا او احدہما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماہ بینہما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدہما لا یفرق لبقاء حق الآخر بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی
علیہ اور اگر دونون نکاح کرنے والے جو مسلمان ہوئے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونون نے ہمارے نالش کی اور حالانکہ وہ
کافر ہین تو جدائی کرا دے دونون کے درمیان مین قاضی یا جسکو اُنھون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون مین سے ایک کافر کی نالش
سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہے پست نہین ہوسکتا الا اذا طلقہا ثلثا او
طلبت التفریق فانہ یفرق بینہما اجماعا کما لو خالعہا ثم اقام معہا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم او تزوجہا قبل زوج آخر وقد
طلقہا ثلثا فانہ فی ہذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا عن الزیلعی والحاوی من اشتراط المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو
تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرا دی جاویگی دونون مین بالاتفاق اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع
ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اُسکے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا
کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اُسکو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان تینون مسئلون مین تفریق کیجائیگی بدون نالش
کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ اُنمین جدائی کے واسطے نالش شرط ہے واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امراۃ الکتابی عرض الاسلام علی الآخر
فان اسلم فبہا والا بان ابی او سکت فرق بینہما ولو کان الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر والاصل ان کل من صح
منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جائیگا
اسلام دوسرے پر یعنی اس سے کہا جائیگا کہ تو بھی مسلمان ہو جا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اُسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کر گیا یا سکوت کیا
تو دونون مین جدائی کرائی جائیگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اُسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہے کہ جب
اُسکو ادیان کا بقل ہو اور بعضون نے سات برس مقرر کیے ہین اور صبیہ بمنزلہ صبی کے ہے حکم مذکور مین یعنے اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اُسکی زوجہ صبیہ ہے باتمیز
تو اُس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائیگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت اسکی یہ ہے کہ جسکا
مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانے کے وقت اُسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کے وقت فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہے تو انکار بھی صحیح ہوگا
وینتظر عقل ای تمیز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نہایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ فایہما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی
عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البہنسی عن روضۃ العلماء للزاہدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنے تمیز کا انتظار کیا جائیگا اور اگر زوج مجنون ہے
تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماں باپ پر جو اُن مین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام
مین اُسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اُسکا باپ یا ماں نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کو پھر اُسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ
اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اُسنے زاہدی سے روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وہی مجوسیۃ فتہودت او تنصرت بقی نکاحہا
کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانہا کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اُسکا نکاح باقی
رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار

...مین تھی وہ میت ہے سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مستامن ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا نکالا گیا
دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی دار الحرب کے مانند میت
اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہی کہ جب مرتد حربیون مین ملا اسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین ولا ان سبیا او خرج الینا معا ذمیین
او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونون ساتھ ہی مقید ہوئے
یا دونون نکل آئے ہماری طرف ساتھی ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونون نکلے مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونون ذمی
ہوگئے تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے
اسواسطے کہ دونون دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمہ ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح
عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر
نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہی نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ
فتح القدیر مین محیط سے منقول ہی وہ تحریف ہی کذا فی النہر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہی کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح
اس سے کرچکا تھا دار الحرب مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکھا تو اسمین یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب
مین نکاح کیا پھر نکلا وہان سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف ظاہر ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت
محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ حائلۃ بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فحتی تضع علی الاظہر
لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر در انحالیکہ وہ حاملہ نہین تو
وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اسپر عدت واجب نہوئی تو فوراً اس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہی تو اس سے نکاح کرنا
تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ
فلا ینقص عدد الطلاق عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین سے بالفعل فسخ ہی نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین ارتداد طلاق نہین بلکہ فسخ ہی تو عدد
طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین
کذا فی الطحطاوی نقلا عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتاکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب
ہوگا بسبب مستحکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف او المتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ اور
جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو
ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت ہی نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی
لو ارتدت لمجیء الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوا مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہی مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی
عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہی دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اسوقت واجب ہوگا جب بادشاہ حکم
کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکھ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم
استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر
دینے کی پچھتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہی ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہین حلوی مین کہا کہ ابو یوسف کے

[illegible] فتوے [illegible] بحرالرائق [illegible] کذا فی [illegible] والدر [illegible] [illegible]

[illegible] عورت مرتدہ [illegible] فتوے [illegible] [illegible]

[illegible] عورت خوش ہوا [illegible] اسکے منع سے [illegible]

اور [illegible] اسلام [illegible] عورت ابطال نکاح بواسطہ ارتداد اختیار کرے [illegible]

تصریح کی [illegible] عورت [illegible] زبان پر جاری کرے [illegible] کے واسطے [illegible] جائے [illegible] مسلمان کرنا چاہیے

اور [illegible] اسکا نکاح [illegible] کردے فتوے بہ کذا فی حاشیۃ الدرر والمختار [illegible] الفرقۃ بردتہا [illegible] لتیسیر الامر [illegible] قال

فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوے دیا مشائخ بلخ نے عدم الفرقۃ کا عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کی تعزیر کیواسطے تاکہ

شوہر پر اسکا حیلہ نہ چلے اور فراق بآسانی کے واسطے بہانہ نہ ڈھونڈھے اور حاکم نہ ہو علی الخصوص جو عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں

کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوے سے لکن قال المصنف ومن تفحص احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ

مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا

للمسلمین عند ابی حنیفۃ یشتریہا الزوج من الامام ان لم تکن مصرفا اولغیرہ الیہ الکانت مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا مالم تکن

ولدت منہ فتکون کام الولد لکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانے کی عورتون کے احوال کو اور جو ان سے

موجبات ارتداد واقع ہوتے ہین مکرر ہر دن مین تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ نوادر کی

روایت مبسوط اور شرح ہو قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحرالرائق مین اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی ہے اور

مسلمانون کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور مول لیوے زوج اسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اسکو اپنے صرف مین

لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اسپر مستولی ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اسکا اور اسکو اسکا بیچ ڈالنا درست ہے جبتک عورت جنی نہو زوج سے اور اگر زوج

کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کے مثل ہو جاوے گی نقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیرالمؤمنین قد

سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہذا قال الفقیہ ابوبکر البلخی حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف تمر فقال لا حرمۃ لہن انما الشک

فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب مین کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃ جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اسکو درّے سے

مارا یہانتک کہ اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگون نے اُنسے کہا کہ یا امیرالمؤمنین اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہین تو فرمایا فاروق اعظم

نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہین اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گاہے نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ ابوبکر

بلخی نے جب کہ وہ گذرے عورتون پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھین تو اُنسے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر اُنکے پاس سے گذرے تو

فقیہ موصوف نے کہا کہ اُنکی کچھ عزت اور حرمت نہین اُنکے تو ایمان مین شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہین تو اُنکے سر اور

ہاتھ واجب الستر نہین ہم یہ نقل مصنف کی استدلال نہین بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی

حاشیۃ الطحطاوی ویلحق النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذالک استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاوین

پھر اسیطرح ساتھ ہی مسلمان ہون ساتھ مرتد ہون جیسے مثلا دونون یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینک دین یا اُن مین

سے کسی کے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دئے جاوینگے یعنے وہ شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہین کہ کون پہلے مرا یا کون پہلے

جلا تو دونوں ساتھی غریق اور حریق قرار دیے جاوینگے کوئی اُنمیں ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے سو اسواسطے کہ جب
ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونوں کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدہما قبل الآخر ولا مہر قبل الدخول والمتاخر بعدہ فلہ نصفہ ومتعۃ اور فاسد
ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہو تو نصف مہر
واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہیں تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد
یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہوگا والدین میں سے بہتر دین والے کا یعنی
اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین میں اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح کہ لڑکا ہمارے
ملک میں ہو اور ماں اسکی ذمیہ ہے اور باپ وہاں یعنی دار الحرب میں اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہاں حقیقۃ میں اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام
میں حکماً داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب میں ہو اور باپ دار الاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس صورت میں لڑکا اسلام میں باپ کا تابع نہ ہوگا
بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃً و حکماً والمجوسی ومثلہ کوثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق
کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہیں وہ بدتر ہیں کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا
دین باعتبار دعوے کے آسمانی ہے اسیواسطے انکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی
سے دارین میں اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہیں بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کی طرح ہاں اگر نصرانی بوجہ شرع حلال کریگا تو ذبیحہ
حلال ہوگا یہ برائیاں دنیاوی ہوئیں اور آخرت میں سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات میں ہے اور نزاع یہود کا
نبوت میں لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ
کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوسی اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وہؤلاء خالقا لا عدد لہ بزازیۃ ونہر اور جامع الفصولین
میں ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اسکو جو دلیل قطعی سے
قبیح ہے یعنی سوائے دین اسلام کے سب دینوں سے خیریت اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث میں وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق
کو ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہیں کذا فی البزازیۃ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ میں بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنے قدریہ مجوس ہیں اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا (تقدیر کا) اور معتزلہ قائل ہیں کہ خدا خالق شر کا نہیں بلکہ
شر بندوں کا مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہیں دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہیں ولو تمجس ابو صغیرۃ
نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلا وکذا العکس لم تبن لتناہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر الآخر
اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین میں باپ کی
پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلاً یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اسکا مجوسی ہو جاوے اور اسیطرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی
مر چکا ہو اور ماں اسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب تناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا مرتد ہوکر تو تابعداری
باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہوکر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا ماں یا باپ
کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہے اسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہیں ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط میں ہے کہ اگر
ماں باپ صغیرہ کے دونوں مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک دونوں دار الحرب میں صغیرہ کو لیکر نہ ملیں ارتداد والدین سے جدائی اسواسطے نہوگی کہ ہنوز

جماع لنشاط خاطر پر موقوف ہے اور اسی طرح محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار مین نہین بل یستحب ویسقط حقہا بمرۃ ویجب
دیانۃ احیانا جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے
گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہونچے چھوڑنا جماع کا ایلاء کی مدت تک یعنی حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک ترک
کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو
لونڈیون کے تصرف کا اسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہے گاہے یعنی انہین مدت مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع
لامۃ اور مقرر کی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ کے واسطے اور ہر ہفتے مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کے واسطے
ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج
سے تو جائز نہین زیادتی اسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے
بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی
روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور نہر الفائق مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین اپسند ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کی
طرف رجوع کرنا چاہیے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق
بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامراتہ وبالغ لایدخل بحر بحثا اور تقسیم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان
فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہے اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین
کی چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق مین ہے بحث کرکے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے
نکال ڈالے گئے ہون یعنی خصی اور عنین اور مجبوب سے ہر چند جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی اپنی منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے
صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا تخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا
ومحرمۃ ومظاہر منہا ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور تقسیم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے
اور حائض اور نفاس والی کے اور ایسی مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو
لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے
جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنی جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے
تک جماع نکرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق انکے مقابلات کے یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسی طرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اسکے ساتھ قصد رجوع
کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اسکے ساتھ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ
جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ
لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو
زوج کو دونون کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہو چکا اسکا عوض نہین اگرچہ زوج اسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرہ لتفویتہ الحق وہذا اذا لم یقل انما
فعلت ذلک لان خیار الدور لی فحینئذ یستفتی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنی ایک

یعنی اذا لم یکن عندہا من یؤنسہا اور جماع نہ کرے عورت سے اسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسیطرح سوائے باری کے رات کو اسکے پاس نجاوے مگر
اسکی عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو مجھ پر دہ مین ہر کہ کچھ مضائقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اسکے پاس یہانتک کہ اسکو آرام ہو یا مرجائے فقط یعنی اسقدر بیمار
عورت کے پاس ٹھہرنا اس صورت مین ہر جبکہ اسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض ہو فی بیتہ دعی کلا فی نوبتہا لانہ لو کان صحیحا دارا وبذلک ینبغی ان یقبل منہ نہاد ور
اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا در یہی ارادہ کرے یعنی بلانے کا تو لائق ہر کہ اسکا امر قبول کیا جاوے
کذا فی النہر و ان شاء ثلثا ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیہا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے و لا یقیم عند احدیہا اکثر الا باذن الاخری حلا صتہ
وزاد فی الخانیۃ والرای فی البداءۃ فی القسم الیہ وکذا فی مقدار الدور ہدایۃ وتبیین نہ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی
الخلاصہ اور زیادہ کیا ہر خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کی طرف ہر یعنے مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسی طرح مقدار دور کی زوج کے
اختیار مین ہر چاہے ہر ایک پاس سات سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء اربعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر
قال المصنف وظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہر فتح القدیر مین مدت دور کو از رو ے
بحث کے ساتھ مدت ایلا کے یا کہ ساتھ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہر مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہر عموم بحر مین صاحب نہر الفائق نے
کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہر کہ دونون مطلع نہین ہوئے اس روایت پر جو خلاصہ مین ہر یعنی تین
دن کو تقیید سے جیسا کہ ہمنے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہر مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک
ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق رکھنا بھی لائق نہین اور جبکہ باری انس اور دفع وحشت کے
لیئے واجب ہر تو قریب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہر کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہر مگر یہ کہ دونون اسپر راضی ہو جاوین فقط تو معلوم
ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ او بمعنی بل ہر اسیواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہر اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا
تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہیگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس
برس ہوئی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مر گیا تو صریحاً مضرت ہر اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے
کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہر تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہر کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے
اور بلاشک شروح متون کی ترجیح مین مقدم ہین فتاووں پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا
وہو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اسکی دو تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہر کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیون
کا خوب ہر وحقہ علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یامرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہر کہ اسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے
ظاہر یہ ہر کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہر جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہر کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز اور
طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اسکو طلاق دینا جائز ہر اگرچہ ادا
مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز
ہر اور خدمت باپ کی ضرور ہر باپ چاہے مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریہ وله منعہا من الغزل اور جائز ہر مرد کو عورت کا منع کرنا سوت
کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اسکا زوج پر واجب ہر وسن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہر کہ عورت کو منع کرے اس چیز کے کھانے سے جسکی بو سے
اسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولے اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہر زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہر اور سید اسعد مدنی نے

مشرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہؓ کا سنن دارقطنی اور بیہقی میں جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی پھر یہاں دوسرا سوال وارد ہوا
کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا والآیۃ
ماؤلۃ لتوزیعہم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنی اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں بسبب تقسیم کرنے علماء کے مدت کو اقل مدت
حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یوں تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور
فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نرہی ظنی ہوگئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول
المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اسکی دلیل ظاہر نہ ہو چنانچہ قاضیخان نے اسکو بیان کیا ہے اپنے
فتاوی میں رسم مفتی کے مقام میں یعنی اگر کوئی بسبب قلت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہیں اسپر تقلید مجتہد کے قول کی
واجب ہے گو اسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کو مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اسپر ضرور نہیں لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ
لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر میں یوں ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبینؒ نے امام کے کسی مسئلہ میں تو بعضوں نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونوں قول میں
جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور اصح یہ ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین میں قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امامؒ
کی دلیل قوی ہے تو امامؒ کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہے تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوائے اہل اجتہاد کے
اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گونہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہیں مصرح کرچکے ہیں کہ مدت رضاع میں دلیل صاحبینؒ کی قوی ہے کما قال تعالی (والوالدات یرضعن اولادہن
حولین کاملین) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ اختلاف امام
اور صاحبین کا تحریم میں ہے یعنے امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس
کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کیواسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو
دودھ پلائے جائے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء
بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف وبہ یفتی کما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہے
تحریم مدت رضاع میں فقط یعنی بعد مدت کے شیرخوارگی سے تحریم نہیں مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑنے کے اور بسبب استغناء
طعام کے ہو بنا بر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھٹ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پیویگا
تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی میں ہے مخالف ہے معتمد
کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہیں ثابت ہوتی اور
اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہیں اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے
اندر مطلقاً تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہیں
دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہے آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ
یعنی بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ان کے دودھ کی ضرورت نرہی یہاں شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج
کے استعمال اسکا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول المأکول کما مر وہ
بحر الرائق میں ہے کہ جائز نہیں دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب میں اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں

بکر کی نسبی ماں سے نکاح درست ہے اور اسیطرح بکر کو زوجۂ محمود کے سوا اگر حلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکے کی نانی حلال ہے اسطرح کہ زید کے بیٹے عبد اللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا تو حمیدہ کی ماں جو نانی ہوئی عبد اللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف نسب کے کہ عبد اللہ کی نانی نسبی خوشدامن ہے زید کی تو یہ حرام ہے اور اسیطرح زید کا بیٹا ہے رضاعی خالد اسکا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے ۵ وام اخت اخت ابن وام اخ + وام خال عمة ابن اعمة + اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں سو اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودھ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہے دوسری صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اسکی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ماں نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ ماں بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہے خالد اور اسکی رضاعی بہن ہے فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہ کہ بیٹا فقط رضاعی ہے جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق میں ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہے اور بھائی کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں چنانچہ اسکی تفصیل بہن کی ماں میں مذکور ہو چکی اور ماموں کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا جعفریہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال ہے تیسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اسکی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہے یا نانا کی منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن جس نے دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہے خالد کی اور خالد کی بہن ہے عظیمہ تو عظیمہ رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہے قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہے تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوا کریمہ کا دودھ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہے اور اگر بیٹا اور اسکی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اسکی عمہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہے زید کی مع ہذا یہ اکیس صورتیں جو نظم میں مندرج تھیں مفصلاً بیان ہو چکیں اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتیں نظم کی ہیں اور ہر ایک صورت میں تین تین صورتیں محتمل ہیں تو سب اکیس ہوئیں الا ام اخیہ و اختہ یعنی جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اسکے سوا اور معطوفات آئندہ رضاعت سے حلال ہیں نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام میں قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہ جو فقہا نے حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہے سو صحیح نہیں اسواسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہے نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنی مستثنی منہ میں داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب شارح نے آئندہ دیا ہے یا استثنا منقطع لان حرمتہن من ذکر بالمصاہرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیث متناولا لما استثناہ کالفقہاء فلا تخصیص بالعقل کما قیل یہ استثنا منقطع ہے اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے سبب سے ہے نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی ان صورتوں کو جنکو فقہا نے استثنا کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ بعضوں نے کہا یعنی یہ استثنا متصل نہیں جو مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ میں ضرور ہو بلکہ یہ استثنا منقطع ہے اور استثناے منقطع میں مستثنی مستثنی منہ میں داخل نہیں ہوتا چنانچہ اس قول میں کہ جاء القوم الا حمار آیا تمام قوم مگر گدھا تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر میں دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب النہایہ نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہا نے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو فقہا نے استثنا کیا ہے انکو حدیث مذکور شامل ہی نہیں تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہے فتح القدیر میں ہے کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہیں اسواسطے کہ قرآن مجید میں محرمات نسبیہ کی یوں تعبیر ہوئی ہے کہ (حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت) سو ان الفاظ کے مسمیات جو رضاعت میں متحقق ہیں وہ بھی بلاشبہ حرام ہیں یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے حرام ہیں ویسے ہی یہ ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں اور جنکو فقہا نے استثنا کیا ہے وہ ان سات رشتوں میں داخل نہیں تو تخصیص کیونکر

کالاخ کان یکون لہ اخ نسبی لہ ام رضاعیۃ او بہا کان تجتمع مع آخر علی ثدی اجنبیۃ ولاخیہ رضاعا ام اخری رضاعیۃ ہی مایۃ وعشرون وہذا من خواص
کتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتوں سے جائز ہے کہ جار اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے یعنی من الرضاع
مقدر ہے بعد استثنا کے اس قرینہ سے کہ مستثنیٰ منہ میں مذکور ہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اختہ من الرضاع سو یہ جار مجرور
مضاف سے متعلق ہو جیسے ام اختہ میں ام کا لفظ اسطرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ
سے اسطرح کہ اسکے بھائی نسبی کی رضاعی ماں ہو اس مثال میں شارح سے خطا ہو گئی یوں کہنا ٹھیک تھا لاخ رضاعی لام نسبیۃ یعنی رضاعی بھائی کی نسبی ماں یا من الرضاع
مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلاً زید خالد کے ساتھ اجنبی عورت کا جسکا زینب نام
ہے دودھ پیے اور اسکے رضاعی بھائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ماں ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورت میں بھائی بھی رضاعی ہے اور اسکی ماں بھی رضاعی
ہے یعنی خالد اور کلثوم تو یہ ایکسو بیس صورتیں ہوئیں اسطرح پر کہ چالیس صورتیں ہیں ہر ایک صورت میں تین صورتیں نکلیں باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو تین میں ضرب
دینے سے ایکسو بیس ہوتے ہیں شارح کہتا ہے کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص میں سے ہے یعنی ایکسو بیس صورتیں مسائل رضاعیہ میں نکالنا فقط درالمختار کا خاصہ ہے دوسری کتاب
فقہ میں نہ پاؤ گے سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ میں مسائل استثنا رضاعت کے کچھ اوپر ستر پہونچائے بحر الرائق میں کہا کہ یہ اسکی کتاب کا خاصہ ہے پھر صاحب
بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہونچایا اور صاحب النہر الفائق نے ایک سو آٹھ تک پہونچایا اور کہا کہ یہ میری کتاب کے خصائص سے ہے سو شارح نے چاہا کہ ایکسو بیس تک
پہونچاوے سو اسکا ارادہ پورا نہوا اسواسطے کہ نہر الفائق میں نو صورتیں بنائی تھیں شارح نے دسویں صورت زیادہ کی سو مکرر ہو گئی چنانچہ اسکا بیان سابق میں گذرا تو اس حساب سے
ایکسو بیس سے بارہ صورتیں نکل گئیں تو وہی نہر الفائق والی ایکسو آٹھ صورتیں باقی رہ گئیں اور شیخ عابد محشی مدنی نے دو سو سولہ تک نوبت پہونچائی ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری شرح
کے خصائص سے ہے مترجم نے خوف طوالت کتاب سے انکو ذکر نہ کیا واللہ اعلم الصناعۃ تتکامل بتلاحق الافکار کا مطلب اس مقام میں حل ہو گیا وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ
بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبہما وہو ظاہر اور حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح
ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اسکے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اسکے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی صحیح ہے کہ مضاف
اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن العلامۃ
وکذا نسبا بان یکون لاخیہ لابیہ اخت لام فہو متصل بہما لا باحدہما للزوم التکرار کما لا یخفی اور اسیطرح حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے اسطرح کہ سوتیلے بھائی
کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ میں شریک ہوں اور ماں دونوں کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ماں میں شریک اور باپ میں مختلف تو زید کو کریمہ حلال ہے تو لفظ
نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہ چھپا نہیں اسواسطے کہ اگر فقط مضاف سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر
مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہوگا اور یہ دونوں صورتیں مسائل سابقہ میں داخل ہیں ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونہما اخوین وان اختلف الزمن والاب اور حلت
نہیں ایک عورت کے دو شیرخواروں میں اسواسطے کہ وہ دونوں بھائی ہیں اگرچہ مختلف ہو زمانہ شیرخوارگی کا اور مختلف ہو دونوں کا باپ رضاعی ولا حل بین الرضیعۃ وولد
مرضعتہا ای التی ارضعتہا وولد ولدہا لانہ ولد الاخ اور حلت نہیں درمیان عورت شیرخوار کے اور اسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں اگرچہ دائی کے
بیٹے نے اپنی ماں کا مطلق دودھ نہ پیا ہو اور اسیطرح حلت نہیں شیرخوار عورت میں اور اسکی دائی کے پوتے میں اسواسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہے اسکا ولبن بکر بنت
تسع سنین فاکثر محرم والا لا جوہرہ اور دودھ کنواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے اور اگر نو برس سے عمر کم ہے تو اسکے
دودھ سے حرمت نہیں کذا فی الجوہرہ کنواری عورت سے مراد یہ کہ جسکی وطی نہ ہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتۃ ولو محلوبا فیحل لہ تیممہا
ودفنہا اور اسی طرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن میں دوہا ہو تو بالکل رضیع میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کا بلا حائل تیمم کرا دے

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کے وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور
دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا قصد نہو تب اسکو نصف مہر دینا ہوگا قالوا الا ان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نہ کیا اسطرح پر کہ وہ اسوقت
مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نہ جانتی تھی یا اسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان صورتوں میں زوج
نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے میں تعدی اور زیادتی شرط ہے اور ان صورتوں میں کبیرہ کی تعدی نہیں والقول لہا ان لم یظہر منہا تعمد الفساد معراج اور قول
کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اسکی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہوگا کذا فی معراج الدرایہ طلق ذات لبن فاعتدت و تزوجت باخر فحملت وارضعت فحکمہ من الاول
لانہ منہ بیقین فلا یزول بالشک و یکون ابنا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دی زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت بیٹھی اور بعد عدت کے اسنے دوسرے
زوج سے نکاح کیا سو اسکو حمل رہ گیا اور اسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ہی بالیقین تو یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیر زوج
اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیبہ ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو ابن زوج ثانی سے
دودھ ثابت ہوگا والوطی بالشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت کی رضاعت کے ثبوت میں اور بعضوں نے کہا اور اسیطرح زنا سے
بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہ ہے کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہیں کذا فی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اسنے نکاح کیا
بعد اسکے دودھ پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی نہ اسکے زوج کا اور اسی طرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجتہ ہذہ رضیعتی ثم رجع عن قولہ
صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ میں نے غلطی سے کہا تو اسکو
صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہے تو اسمیں تناقض قول کا ممنوع نہیں ولو ثبت علیہ
بان قال بعدہ ہو حق کما قلت ونحوہ ہکذا فسر الثبات فی الہدایہ وغیرہا فرق بینہما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس طرح پر کہ اسکے بعد بھی
کہے گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ میں نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ میں ہے تو در صورت ثبات تفریق کرائی جائیگی زوج اور زوجہ میں
خانیہ میں ہے کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأۃ بذلک ثم اکذبت نفسہا وقالت اخطأت وتزوجہا جاز کما لو تزوجہا
قبل ان تکذب نفسہا وان اصرت علیہ لان الحرمۃ لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یوں کہا کہ مرد میرا رضاعی
باپ ہے یا بھائی اور مرد اسکا منکر ہے پھر عورت نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ میں نے خطا کی تھی دعوی رضاعت میں اور اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے چنانچہ
مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہے تو بھی نکاح درست ہے اسواسطے کہ شرع میں حرمت کا اختیار
عورت کو نہیں ہے علما نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے جمیع اقسام میں کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یوں کہا
ہو کہ میں نے اس سے خلع کیا ہے اسنے مجھکو طلاق بائن دی ہے سو اسکو میرے پاس رہنا نہ چاہیئے اور مرد کو باوجود ایسے اقرار کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح
پر دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت میں جھوٹی ہے یہ فتوی ہے لیکن ایسے مقام میں تقوی یہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اسکا دین سلامت رہا
کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ انہا لو اقرت بثلث من رجل حل لہا تزوجہا اور مفاد تعلیل سابق کا یہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہے اس
عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق میں مخفی رہ سکتی ہے تو اسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا فی النہر عن الصغری لیکن یہ حکم
ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی ولو اقرا بذلک
جمیعا ثم اکذبا نفسہما وقالا اخطأنا ثم تزوجہا جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونوں نے پھر دونوں نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار
رضاعت میں پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت میں یوں کہا تو دونوں میں تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

کتاب الطلاق

ہو لغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المرأۃ طلاقاً وفی غیرہا اطلاقاً فلذا کان انت مطلقۃ بالسکوت کنایۃ یہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہے یعنے بند کھولنا لیکن فقہانے عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسواسطے انت مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اسواسطے کہ مطلقۃ اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہین شرعاً رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المآل بالرجعی بلفظ مخصوص ہو ما اشتمل علی الطلاق فخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ فانہ فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے اور اگر زوج عدت مین مرجاے تو زوجہ مطلقہ اسکی وارث ہوگی رفع قید نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکلگئی جیسے خیار عتق لونڈی کی اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے ضمن مین اشعار مفصل بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح سے ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک حبس اور ملک تمتع اور غیر ذلک بہذا علم ان عبارۃ الکنز والملتقی منقوضۃ طرداً وعکساً بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہو گیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین یہ عبارت ہے کہ الطلاق رفع القید الثابت شرعاً بالنکاح یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعاً ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ تفریق ارتداد کی اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جزئیات فسخ ہین طلاق نہین سو اسواسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل رہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین و ایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات اکمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابوداود وحاکم نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے مگر ان وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل قائلہ الکمال الاصح حظرہ ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذہب الاول کما فی البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین بن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنی اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی سے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہانے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضی مسائل کی تعلیل مین کہا ہے کہ طلاق اصل مین منع ہے حاجت کیواسطے جائز ہے تو اباحت اور منع مین صریحاً تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا و قولہم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک ہذا الاصل فاباحہ بل یستحب لو مؤذیۃ او تارکۃ صلوۃ غایۃ اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہے اسکی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کردیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دونون قولون مین تناقض باقی نہ رہا جبکہ شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذارسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی اور مفاد تعلیل استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہین بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ویجب لو فات الامساک بالمعروف وطلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنی عورت کو ہاتھ لگانے سے منزل ہوجاے پھر وطی کیواسطے استادگی نہو تو ان صورتون مین طلاق واجب ہے اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ویحرم لو بدعیاً اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دے یا تین طلاق ایک آن مین دے چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو آپ غضب مین کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمرؓ کی حدیث مین

عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطون سے طلاق دینا طلاق حسن ہوا اور سنی ہے یعنی مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولیٰ مسنون ہوگی کہ اس مین
فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر مین عورت تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہین اور یہ مراد نہین کہ اس مین کچھ ثواب ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہین کہ ثواب
کی توقع ہو وحل طلاقہن ای الآئسة والصغیرة والحامل عقب وطی لان الکراہة فیمن تحیض لتوہم الحبل وہو مفقود ہہنا اور حلال ہے طلاق دینا انکا یعنی آئسہ اور صغیرہ اور
حاملہ کا بعد وطی کے بھی اسواسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہان یعنی ان عورتون مین مفقود ہے آئسہ وہ عورت ہے
جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے بند ہو گیا ہو سو پچپن برس والی عورت آئسہ ہے قول اظہر مین اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے والبدعی ثلاث متفرقة
او ثنتان بمرة او مرتین فی طہر واحد لا رجعة فیہ او واحدة فی طہر وطئت فیہ او واحدة فی حیض موطوءة اور طلاق بدعی یہ کہ تین طلاق دینا
جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر مین جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اس طہر مین جسمین وطی ہو چکی ہو یا ایک طلاق دینا موطوءہ کے
حیض مین یہ [illegible] تین طلاق بدعی کی ہین سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولیٰ بدعی ہوگا اور اگر طہر مین طلاق بدعی دے کے رجعت کر گیا
تو طلاق [illegible] باقی رہیگی [illegible] اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینون واقع ہو جاتی ہین اگرچہ
تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم مین مروی ہے اس مین یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے انکے اس انکار نہ فرمایا تو اس حدیث تقریری سے وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیة المدنی لو قال البدعی ما خالفہما لکان اوجز وانفع شارح کہتا ہے
کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف مین یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی
آٹھ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر مین دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر مین دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول
طہر مین دینا [illegible] جسمین رجعت نہ ہو پانچوین حیض مین طلاق دینا چھٹی اس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی ہو چکی ساتوین اس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی نہین ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض
مین وطی ہو چکی [illegible] نفاس مین طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف کی تعریف مین داخل نہین اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہ دونون قسمین بھی داخل
ہو جاتین کذا فی حاشیة المدنی وتجب رجعتہا علی الاصح فیہ ای الحیض رفعا للمعصیة فاذا طہرت طلقہا ان شاء او امسکہا قید بالطلاق لان التخییر والاختیار والخلع فی الحیض
لا یکرہ مجتبی اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کے [illegible] بنا بر قول اصح کے حیض مین یعنی حیض مین اگر طلاق دی ہے تو رجعت کر لے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو
[illegible] تو چاہے اسکو طہر مین طلاق دے یا چاہے تو رکھے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض مین مکروہ نہین کذا فی المجتبی
تخییر یہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق مین مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اسکو اپنی ذات
کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اسوقت وہ حیض مین ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض مین مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور [illegible] خلع حیض مین مکروہ
نہین [illegible] اور نفاس [illegible] حیض کے ہے کذا فی الجوہرة یعنی طلاق نفاس مین مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس مین مکروہ نہین قال لموطوءتہ
وہی [illegible] انت طالق ثلثا او ثنتین للسنة وقع عند کل طہر طلقة ویقع اولہا ای طہر لا وطی فیہ کہا زوج نے اپنی موطوءہ سے در حالیکہ
وہ حیض والیون مین ہے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو ہین مخصوص بسنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ
کی ہو اور پہلی طلاق ان تینون سے یا دو سے اس طہر مین واقع ہوگی جسمین وطی نہین ہوئی فلو غیر موطوءة او لا تحیض یقع واحدة للحال ثم کلما مضی شہر یقع
سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ
سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ
گذر جائیگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وان نوی ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند راس کل شہر واحدة صحت نیتہ لانہ محتمل کلامہ

احکام شرعیہ کو تو اسکا تصرف باطل ہو گا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحرالرائق میں کہا کہ یہ قول ضعیف ہو واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع
مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہو اشباہ مین مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہو لیکن سات مسائل مین مست
ہوشیار کے برابر نہین از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیار رہی مین یعنی مثلاً زید نے حالت ہوشیاری مین خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع
ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقاً لیکن مقید کیا ہو بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق نہ ہوگی
اور اگر طلاق عوض مال کے نہین تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری مین وکیل کیا ہو خواہ مستی مین اور وکیل نے ہوشیاری مین طلاق دی ہو یا مستی مین ولم یوقع الشافعی طلاق
السکران واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہین کہا اور پسند کیا ہو اس قول کو طحاوی اور کرخی
نے اور تاتارخانیہ مین تفریق سے یہ ہو کہ اس روایت پر فتوی ہو ہم یہ روایت مخالف ہو متون کے اور کتب معتبرہ مین ہرگز اسپر اعتماد نہین فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہو کہ
طلاق مست کی واقع ہو اور یہی مذہب ہو ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی و اخرس ولو طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوتی ہو اگرچہ
پیدائشی گونگا نہو لیکن بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہو وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط کتابتہ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنی اگر
موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہو کمال الدین بن ہمام نے اسکی کتابت کا
شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھ جانتا ہو تو اسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع
ہوگی اسکے اشارہ معلومہ سے اسواسطے کہ اسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہو باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب ہو
حرج کا او مخطئا بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اسطرح پر کہ
ارادہ کسی بات کے کہنے کا کیا سو اسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھولکر طلاق بولا ہو سہو
کی صورت یہ کہ اسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو
ان صورتون مین طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب بہ فیقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ
بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ اسکی طلاق ظاہر اور باطن دونون مین واقع ہو جاتی ہو اسواسطے کہ شارع نے اسکی ہزل کو جد قرار دیا ہو یعنی طلاق دینے
والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجائے واقعی کلام کے ٹھہرایا ہو کذا فی فتح القدیر ومریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر سبب جود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی
کا مخاطب ہو لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق مین اسوقت کریگا جب دونون نے اسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا
ککالنکاح بزازیۃ اور طلاق نہ بنا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہو کذا فی البزازیۃ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہو
اسیطرح طلاق فضولی کی بھی اسکی اجازت پر موقوف ہو اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تونے مجھکو اس عورت سے راحت دی
یا یون کہے کہ تونے مجھپر بڑا احسان کیا کہ اس سے چھوڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اسکے سوا چار عورتون سے نکاح کرے بناء علی اعتبار الزوج
المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد
قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق مین مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع
ہوتی ہو اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق
کا اختیار اسکو ہو جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوائے دوسرے کو طلاق کا اختیار نہین مگر جبکہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد مین مثلاً یون کہا ہو غلام سے
کہ مین اسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ مین ہو اسکو مین طلاق دون جب چاہون پھر غلام کہے کہ مینے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے

اس حبس کی طلاق ہماری میں میں اسنے واقع کردی تو یہ طلاق دوسری ہوئی لوم کے سوا نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و ازا ملکت احدہما الآخر کلہ او
بعضہ بطل النکاح اور جبکہ مالک ہوا زوج اور زوجہ میں سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اسواسطے کہ ملکیت منافی ہے زوجیت کی
ولو قال حررتہ حین ملکتہ فطلقہا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ ثم خرج زوجہا کذلک ثم طلقہا فی العدۃ الغاہ الثانی
فی المسئلتین واوقعہ الثالث فیہما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت نے اپنے زوج مملوک کو آزاد کردیا جبکہ اسکی مالک ہوئی پھر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت میں یا عورت حربیہ
نکل آئی ہماری طرف یعنی دارالاسلام میں آئی مسلمان ہوکر پھر اسکا زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہوکر پھر اسنے اسکو طلاق دی عدت میں تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہے دونوں صورتوں
میں اور واقع کیا ہے اسکو محمد رح نے دونوں میں اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسلئے کہ دونوں اکٹھے تھے اور دارالاسلام میں آکے جدائی نہ ہوئی کیونکہ پھر جب
جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی و اعتبار عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتوں سے ہے اور نزدیک امام شافعی کے
کے مردوں سے ہے فطلاق حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد
اسکو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اسکو دو بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے نہ مردوں پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیۃ
او دلالۃ حال لا عکسہ لان ازالۃ الملک اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرط نیت کے یا دلالت حال کے نہ بالعکس یعنی عتق طلاق
کے لفظ سے نہیں واقع ہوتا ہے صحیح اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے
طلاق مراد ہوسکتی ہے اسواسطے کہ عتق قوی ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف میں قوی کی گنجائش نہیں آسکتا مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا
کہ میں نے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی فروع مسائل متفرقہ ہیں کتاب الطلاق
ان ستینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہ لکھکر دیا کہ تجھکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع
ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکھی اس چیز پر جسپر نقش
ثابت نہیں رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو کسیطرح طلاق واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاک کتابی ہذا فانت
طالق طلقت بوصول الکتاب جوہرۃ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنے کے چنانچہ یوں لکھا کہ اے فلانی جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو تجھکو طلاق ہے
تو عورت مطلقہ ہوجاویگی بمجرد خط پہنچنے کے کذا فی الجوہرہ و فی البحر کتب لامرأتہ کل امرأۃ لی غیرک وغیر فلانۃ طالق ثم محا اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وہذہ حیلۃ عجیبۃ وسیجئی انہ
استثنی بالکتابۃ اور بحرالرائق میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہ لکھا جسکا مثلاً کریمہ نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہے سوا تیرے اور سوا فلانی کے یعنی سوا
زینب کے سو مطلقہ ہے پھر پچھلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت مستثنی کرلیا تھا گو بعد
اسکے مٹا ڈالا ہے مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تھی پھر وہ دوسرے شہر میں گیا اور وہاں زینب سے نکاح کیا یہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اس طرح سے کریمہ کو لکھا تاکہ
اسکا دل خوش ہوجاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑے شارح کہتا ہے یہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانے کے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق میں آویگا جسکو مستثنی کرے کتابت سے

باب الطلاق الصریح

یہ باب ہے طلاق صریح کا الصریح ما لم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ کطلقتک وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بہا لانہ لو قال ان خرجت
یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل نہ ہو مگر اسی میں اگرچہ فارسی
زبان میں ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنے طلاق صریح عربی میں منحصر نہیں بلکہ ہر بولی میں جو لفظ ایسا ہو کہ سوائے طلاق کے
اور معنے میں مستعمل نہ ہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی میں طلقتک بہ تشدید لام طلاق صریح ہے یعنے میں نے تجھکو طلاق دی اور

کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہیں تو معلوم ہوا کہ اسکے معنی کا علم شرط نہیں سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کر کے بولا تو قضاءً
طلاق واقع ہوگی نہ دیانت میں اور مشائخ اوزجندی نے کہا کہ مطلقاً طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا میں نہ دیانت میں تاکہ فریب سے املاک آدمیوں کی ضائع ہونے سے محفوظ رہیں چنانچہ بزازیہ
میں اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **و فی انت الطلاق** او طلاق وانت طالق الطلاق او انت طالق طلاقا واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی یعنی بالمصدر
لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعتین لو مدخولا بہا کقولہ انت طالق انت طالق زیلعی **و احدۃ او ثنتین** لا نہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق یا
انت طلاق میں یعنی جس ترکیب میں مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقاً میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک
کی کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقاً میں لفظ طالق سے ایک طلاق
کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر نامدخولہ ہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے
جدا ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نہ رہا انت طالق طلاقاً سے دو طلاق ایسی واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہیں یعنی انت طالق انت طالق سے
کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہیں رکھتا یعنی مصدر صیغہ ہے واحد کا اسمیں کثرت کی گنجائش
نہیں **فان نوی ثلثا فثلث** لانہ فرد حکمی ولذا کان **الثنتان فی الامۃ** وکذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو **بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ** سو اگر اقوال سابقین میں مصدر سے
تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہیں یعنی تین کل ہیں طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہیں تو تین طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے
حق میں بمنزلہ تین طلاق کے ہیں حرہ کے حق میں یعنے لونڈی کے حق میں دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طلاق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت
کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اسکے حق میں فرد حکمی ہے اور اسیطرح اس حرہ کے حق میں جسکو ایک طلاق سابق میں ہو چکی دو طلاق فرد حکمی ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق
میں یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے یعنی دو طلاق حرہ کے حق میں مصدر سے نہ واقع ہونگی **و من الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی و الحرام یلزمنی و علی الطلاق و علی الحرام**
فیقع بلا نیۃ للعرف و لو لم یکن لہ امرأۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہیں کہ طلاق مجھکو لازم ہے اگر میں ایسا کروں اور حرام مجھکو لازم
ہوا اگر میں نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہے اگر ایسا نہ کروں اور مجھپر حرام لازم ہے اگر میں ایسا کام کروں تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی
عرف میں طلاق کی قسم کھانا رائج ہو گیا ہے تو انپر جاری ہونا اسکا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہ ہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے
سے کذا فی تصحیح القدوری **کذا علی الطلاق من ذراعی** بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی بحر الرائق ثم صاحب بحر نے کہا کہ
بزازیہ میں مصرح ہے کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃ تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولی طلاق واقع ہو قضاءً مقدسی
نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ مقیس علیہ میں عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور مدنی کہا کہ یہ
تحقیق لائق ہے قبول کرنے کے **ولو قال طلاقک علی لم یقع و لو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا و قال الخاصی المختار نعم** اور اگر یوں کہا کہ
تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ احتمال بھی اسمین ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنی یوں کہا کہ
تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنے فتاوی میں کہ
قول مختار یہ ہے کہ ہاں واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ واجب میں واقع ہوگی نہ اور الفاظ میں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو قال طلقک اللہ ہل تفتقر لنیتہ قال الکمال الحق نعم** اور اگر
یوں کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام میں نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہیں کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہے کہ ہاں نیت کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے
طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق بددعا کے ہو **ولو قال لہا کونی طالقا او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید یقع** اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی
ہو جا یا یوں کہا کہ او مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی **وکذا انت طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم او انت طال بالکسر والا توقف علی النیۃ کما لو تہجی بہ او بالتعلیق**

دوسری طرف طلاق ہوئی ہو مگر بدون نیت کے اگر دونون نسبت کے یا دل میں تعین کرے بیشتر کر سکتے تو وقت نیت مقرون ہو نیت کرات
طلاق دیدیگی یعنی تو طلاق ہو گی طلاق جو نیت واقع ہو گی اور اگر نیت طلاق نہ تھی تو یہ بوجہ بمشیت کہ تو طلاق موقوف ہوئی نیت پر یعنی بدون نیت کے
طلاق نہ واقع ہو گی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہو اگر اسکے مرتب جدا جدا ہوئے جیسے اس قول میں بالخصوص کہ صدہا صورتوں کا ثبوت جیسے قسمین کہ مجھی پر
ان دونون صورتون مین بدون نیت کے طلاق ہو گی ہم نے شرح مین بیان کی طلاق کو کنایہ مین اصل کہا ہے ساتھ ہی اسکے صرح کی مین شمار کیا ہے سے کنایۃ
طلاق مین روایت مختلف ہو خانیہ مین صریح ہو کہ تیری طلاق کی صریح مین اصل ہو نیت کی حاجت نہیں روایات مین کوئی کتبی طلاق کی کنایات میں شمار کی جو پس نیت
پر موقوف ہو گی شمس نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور بیان بطور روایت کے کذا فی الطحاوی اور فی النہر عن التصحیح اصح عدم الوقوع بہ بہنیت کمت خود
مین تصحیح قدوری سے منقول ہو کہ طلاق واقع ہو گی یہی صحیح قول ہو اس کلام سے کہ مین نے تجھکو تیری طلاق بخشی مانند اس کلام کے کہ تیرا نیچا ہو اور جیسے مالک ہین یعنی
طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی یا تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنابر قول صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت سے تین طلاق نہیں واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا

اضاف الطلاق الیہا کانت طالق او الی ما یعبر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد دون الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجہ
والراس کذا الاست دون البضع عالدر والدر المختار خلاصۃ او اضافہ الی جزء شائع منہا کنصفہا او ثلثہا وقع لعدم تجزیۃ وحیث طلاق سو جبکہ عورت کی طرف
بنا چنین کہا کہ تو طلاق ہو یا نسبت کی طلاق کی طرف اس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو جیسے رقبہ یا عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور
سر اور اسیطرح است یعنی جوتڑ یعنی یون کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہو مصنف نے بدن اور جسد دونون کو الگ ذکر کیا کہ ہاتھ پاؤن جسد مین داخل ہین بدن مین
نہ بخلاف البضع اور دبر اور خون بنابر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ البضع کا مرادف ہو فرج کے اور دبر مرادف ہو است کے لیکن یہ الفاظ کل آدمی کی تعبیر مین واقع ہوتے یا
نسبت کیا طلاق کو عورت کے جز شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینون صورتون مین طلاق واقع ہو گی نصف ہو ثلث کی نسبت اسواسطے
طلاق ہو گی کہ طلاق مین تقسیم نہین کہ اسمین نصف یا ثلث یا عشر کی گنجایش ہو خلاصہ یہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جز معین کی طرف نسبت ہوئی جو جز کہ بجائے
کل کے مستعمل ہوتا ہو یا جز غیر معین جیسے نصف یا ثلث کیطرف نسبت ہوئی تو ان صورتون مین طلاق واقع ہو جاویگی ولو قال نصفک الاعلی طالق واحدۃ ونصفک الاسفل ثنتین

وقعت ثنتان بخاری وفی الخانیۃ بعضہم قالوا طلقۃ وبعضہم ثلث عملا بالاضافتین خلاصۃ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہو اور تیرے نیچے کے آدھے
جسم کو دو طلاق ہین یہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا مین اور متقدمین سے اسمین کچھ روایت نہ تھی تو بعضے فقہانے ایک طلاق کا فتوی دیا اسواسطے کہ نصف اعلی مین سر داخل ہو
اور سر بجائے کل کے واقع ہوتا ہو تو کل پر ایک طلاق واقع ہو گئی اور نصف اسفل مین اگرچہ فرج داخل ہو اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہو لیکن جب اسفل اعلی مین مندرج ہو چکا
تو اسکا کچھ اثر باقی نرہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہو گئی اور بعضے فقہانے تین طلاق کا فتوی دیا دونون نسبتون پر عمل کر کے کذا فی الخلاصۃ واذا قال الرقبۃ منک والوجہ

او وضع یدہ علی الراس او العنق او الوجہ وقال ہذا العضو طالق لم یقع فی الاصح لانہ لم یجعلہ عبارۃ عن الکل بل عن البعض حتی لو لم ینو بہ بل قال ہذا الراس

طالق واشار الی راسہا تقع فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو لیصح ان یدین تقع اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہو یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر
یا چہرہ پر اور کہا کہ اس عضو کو طلاق ہو تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ اسنے گردن اور منھ اور سر کو بجائے کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ ایک بعض
کے اور اشارت کرنے کے بعض کا ارادہ کیا یہانتک کہ اگر ہاتھ نرکھتا بلکہ یون کہتا کہ اس سر کو طلاق ہو اور اشارہ کرتا عورت کے سر کیطرف تو طلاق واقع ہو جاتی قول
اصح مین اور اگر استثناء سابقہ یعنی راسک طالق ورقبتک طالق مین تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہو کہ باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا
کے کذا فی فتح القدیر لیکن یہ اس صورت مین ہو کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف مین مشہور اور رائج ہو اور اگر رواج اسکا نہو تو باعتبار دیانت و قضا کے بھی اسکی
تصدیق ہو گی چنانچہ بحر الرائق سے یہ مطلب مفہوم ہوتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی کما لا تقع لو اضافہ الی الید لانہ مجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق

والفخذ والظہر والبطن و اللسان و الاذن و الفم والصدر والذقن و السن والریق والعرق کذا الثدی الدم جوہرہ لانہ لایعبر بہا عن الجملۃ فلو عبر قوم بہا منہا وقع جنانچہ
طلاق واقع نہین ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہین واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف بازوؤن کے اور دوبر کے اور بال کے اور
ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منھ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کے اور
اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کیطرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل جسم کی تعبیر نہین ہوتی اور اگر کسی قسم کے عرف مین ان
اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وکذا کل ما کان من اسباب الحرمۃ لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب حرمت کے ہین نہ حلت کے انکا یہی حکم ہی بالاتفاق سوا
جو طلاق کا حکم ہی حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسے نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت کی یا اس عضو کی جو بجائے کل مستعمل ہوتا ہی جیسے
سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ پاؤن کیطرف نسبت کرنے سے واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور
نصف کیطرف نسبت کرنے سے صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و جزء الطلقۃ ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزار وان
حصہ ہو ایک طلاق دینے کے برابر ہی بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنی طلاق لائق قسمت کے نہین کیونکہ اسکا جزا اگرچہ نہایت قلیل ہو بجائے کل کے ہی مثلاً اگر کوئی کہے کہ مین نے ایک طلاق کا
ہزاروان یا لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخری وہکذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع
ہوگی اور اسیطرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقۃ وثلثہا یعنی تجھکو آدھی طلاق ہی اور دو تہائیان
اسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا الا فی نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ فیقع الثلث حکم سابق اسوقت تک ہی جب تک
یون نہین کہا کہ نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنی ہر چند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی
اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقۃ کا نکرہ ہی تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہ ہی کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہی اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقین ٹھہر گئین بخلاف
معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدۃ اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلاً یون کہا کہ انت طالق نصف طلقۃ ثلث طلقۃ
سدس طلقۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط ہوجاتا ہی بیت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقۃ ونصفہا فثنتان
علی المختار جوہرہ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہی اور نصف اسکا تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وکذا لو کان مکان السدس ربعا فثنتان علی المختار وقیل واحدۃ قہستانی
اور اسیطرح اگر مثال سابق مین بجائے سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہی کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے
اس مقام مین دو خطائین واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اسنے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط مین نہین چنانچہ فتاویٰ ہندی
یعنی عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہی اور حکم مین یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع
ہوئین تو انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وربع طلقۃ مین بطریق اولیٰ تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہی سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی ویجیء ان استثناء بعض التطلیق لغو
بخلاف ایقاعہ اور عنقریب باب التعلیق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہی بخلاف ایقاع طلاق کے یعنے اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا
نصف طلقۃ تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ بعض طلاق نو نہین ہوتی یعنی اگر یون کہے گا کہ تجھکو ایک طلاق
اور آدھی طلاق ہی تو دو واقع ہونگی ویقع بقولہ من واحدۃ الی ثنتین او ما بین واحدۃ الی ثنتین واحدۃ اور ایک طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی ایک سے
دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہی مابین ایک کے دو تک وثنتان بقولہ من واحدۃ او ما بین واحدۃ الی ثلث ثنتان الاصل فیما اصلہ الحظر دخول الغایۃ الاولی فقط
عند الامام وفیما مرجعہ الاباحۃ کخذ من مالی من مائۃ الی الف الغایتین اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی ایک سے تین تک یا مابین ایک کے
تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہی قاعدہ کلیہ ان مسائل کا جنمین اصل منع ہی یعنی ضرورت مباح نہین یہ ہی کہ انمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہی

نہیں ہوتا جیسے شروط بدون شرط کے نہیں ہوتا ولو قال لدخولک الدار او لحیضتک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے گھر مین یا بسبب
تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہیں ولو بالباء تعلیق و اگر بجاے لام کے باو موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق
بدخولک الدار و بحیضتک تو یہ قول تعلیق ہے یعنی دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک وہی حائض فحتی تحیض اخری اور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے
حیض مین حالانکہ اسکو حیض موجود ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے وفی حیضتک فحتی تحیض وتطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے
حیضہ مین یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہوجاوے اسواسطے کہ حیضہ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض اسکے طہر
کے بنین خلاصہ یہ کہ اگر حیض بے تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تے کو اُسمین ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجئ ثلثۃ ایام تعلیق بمجئ الیوم الثالث سوی یوم کلمہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی
اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دن کے آنے مین تعلیق ہے طلاق کے تیسرے دن کے آنے پر سواے اُسدن کے جسدن یہ کلام کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل
مین ہوتا ہے نہ ماضی مین اور آنا دن کا ابتداے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت ہنوا اسواسطے اسدن کو شمار سے نکال ڈالا ویوم القیمۃ
لغو اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنی اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین وقبلہ تنجیز اور اس قول
مین کہ تجھکو طلاق ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبہا تعلیق اور اس قول مین کہ انت
طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اُسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی
عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی
تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسأل الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ٭ وان تخرقی یا ہند فالخرق اشأم ٭ فانت طلاق
والطلاق عزیمۃ ٭ ثلث ومن یخرق اعق واظلم ٭ کم تقع فقال ان رفع ثلث فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقناہ علی الملتقی اور سوال کیا کسائی
نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی کریگی اے ہند تو سختی
نامبارک ہے سو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو اور لعب نہین تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان اور ظالم تر ہے کسائی نے پوچھا کہ اس
کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد رہ نے جواب دیا کہ اگر اُسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اُسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی تمام
نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب اور ہماری شرح مین ہے جو ملتقی پر ہے یعنی جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین
بار ہے اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہے کہ
ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا اُنکو جواب آیا کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط
اجتہاد کی ایک یہ بھی ہے کہ معرفت کامل عربیت کی ہو اور یہ نقل اہل درایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی
مین بھی یون ہی مذکور ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کردی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع
الصبح اور اس قول سے کہ تو طالق ہے کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر ای اخر النہار قضاء وصدق فیہما دیانۃ ومثلہ انت
طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاویگی متکلم کے دونون قولون
مین باعتبار دیانت کے اور مانند اُسکے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت نہ کی تو آخر رجب مین بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی
اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاء قول ثانی مین صحیح ہوگی اور دیانۃ دونون مین تصدیق ہوگی وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

اور اس قول میں کہ تو طالق ہو آج کل یا کل آج تو طلاق ہوگی آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو وہ اول قول میں آج کے روز طلاق ہوگی اور ثانی قول میں کل کو
لان الوقت المضاف لا يتعدد اول دو مثالوں میں مثال سابق میں عطف ذکر کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق اليوم وغدا انت طالق غدا واليوم
تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغدا میں اور قول ثانی میں دو طلاق ہونگی یعنی غدا والیوم میں انت طالق باللیل والنهار اول النهار وآخره
وعکسه والیوم والامس والشهر جیسا اس محل میں کہ انت طالق باللیل والنهار اگر یہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یوں کہا انت طالق بالنهار
واللیل تو ایکبار طلاق ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یوں کہا کہ انت طالق اول النهار وآخره سو اگر یہ قول اول دن کو کہا تو ایکبار
طلاق واقع ہوگی اور اگر اول دن یوں کہا کہ انت طالق آخر النهار واوله تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النهار وآخره
تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النهار واوله تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسی طرح عکس اسکا یعنی عکس باللیل والنهار کا اور الیوم والامس
عکس اول النهار وآخره کا آخر النهار واوله جیسا کہ حکم متصل مذکور ہوچکا یا یوں متکلم نے کہا کہ انت طالق الیوم والشهر تو اگر یہ کلام دن میں کہا تو ایک طلاق
ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی والاصل اذا اضاف الطلاق الی وقتین کان ثانیهما مستقبلا بحرف العطف فان
بدا بالماضی اتحد وبالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ میں یہ ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کی طرف کہ ایک انمین ماضی ہو اور دوسرا مستقبل اور
دونوں وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونوں وقت متحد ہونگے اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی
چنانچہ انت طالق الیوم وغدا میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد وکثرت ہوگی یعنے دو بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غدا والیوم میں اور فی
انت طالق الیوم اذا جاء غد او انت طالق لا بل غدا طلقت واحدة للحال واخری فی الغد اور اس قول میں کہ تو طالق ہو آج اور جب کہ کل آوے یعنی
یا یوں کہا کہ تو طالق ہو نہیں بلکہ کل طالق ہو تو اسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے لفظ لا بل سے نفی کلام سابق کی
ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہیں انت طالق واحدة اولا او مع موتی او مع موتک لغوا اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافته الی حالة منافیة
للایقاع او للوقوع تو طالق ہو ایکبار یا کہ طالق نہیں یا یوں کہتا تو طالق ہو میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونوں قول لغو میں یعنی ایسے کلام
سے طلاق نہیں ہوتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا انمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ انمین طلاق مضاف ہے اس حالت کی طرف
جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اس حالت میں اسکو اہلیت طلاق دینے کی نہیں اور موت زوجہ کی منافی
ہے وقوع طلاق کی کہ اس حالت میں محل طلاق باقی نہیں کذا انت طالق قبل ان اتزوجک او امس وقد نکحها الیوم اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ تو طالق ہے قبل
اسکے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اس عورت سے آج یہ دونوں قول اسواسطے لغو ہوئے
کہ طلاق کو اس وقت کی طرف مضاف کیا جبکہ اسکو ملکیت طلاق کی نہ تھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے قبل نکاح کے ولو نکحها قبل امس
وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسوں نکاح کیا تھا اور بعد اسکے یوں کہا کہ انت طالق امس تو وقت
تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعدد وبعکسه اتحد وقیل بعکسه اور اگر کہا کہ انت طالق امس
والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علما نے اسکے بالعکس کہا ہے یعنے
اول صورت میں ایکبار اور دوسری صورت میں دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق قاعدہ سابقہ کے ہے یعنی اگر ماضی مقدم ہو استقبال پر تو اتحاد ہوگا اور
استقبال مقدم ہو ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الحلبی او انت طالق قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک و
انا صبی او نائم او مجنون وکان معهودا کان لغوا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے قبل میری پیدائش کے یا قبل تیری پیدائش کے یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو

طلاق دی جبکہ مین لڑکا تھا یا جبکہ مین سوتا تھا یا جبکہ مین دیوانہ تھا اور حالانکہ اُسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہین ایقاع طلاق
کے بخلاف قولہ انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس و قد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر بعید ثم اشتراہ لاقرارہ بحریتہ بخلاف حکم
سابق کے ہے یہ قول کہ تو آزاد ہی قبل اسکے کہ مین تجھکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اُسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ آزادی
ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہی کہ اُسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسطرح بھی آزاد ہوجاویگا اگر اقرار کیا
ایک شخص نے کسی کے غلام کے حق مین کہ یہ آزاد ہی پھر اُسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی بسبب اقرار کرنے قائل کے اُسکی آزادی کا انت
طالق قبل موتی بشہرین او اکثر و مات قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط و ان مات بعدہ طلقت مستندا الی اول المدۃ لاعدالموت و فائدتہ انہ لا
میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلاث حیض تو طالق ہی میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہا کہ اس سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے
تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے
سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہی کہ عورت کو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطے کہ عدت گاہے منقضی ہوجاتی ہی دو مہینے مین تین حیض
ہوکر ہم مصنف اور شارح نے اس مقام مین قول ضعیف کو پسند کیا ہی باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہی کہ عدت وقت موت کے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک
امام کے اسواسطے کہ حق میراث مین استناد ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اُسمین ابطال ہی عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور بحر مین تصریح ہی کہ وجوب عدت نزدیک
امام کے موت سے ہی اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتوے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق کل یوم او کل جمعۃ او رأس کل شہر والا نیۃ لہ تقع واحدۃ فان
نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم تقع ثلث فی ایام ثلث والاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہی ہر دن یا
ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کی ان اقوال مین کچھ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اُسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اُسنے یون کہا کہ تو
طالق ہی ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ تو طالق ہی ہر دن کے ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہی نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہی ہر بار کہ دن ہوچکے تو ان صورتون مین
تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالون مین یہ ہی کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام مین تو
ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی او مع اور عند ہی و فی الخلاصۃ انت طالق مع کل
یوم تطلیقۃ تقع ثلث للحال اور خلاصہ مین ہی کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہی ہر دن کے ساتھ ایک طلاق کر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال ھ روایت خلاصہ کی
مخالف ہی شارح کے قول کے اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونون
کلامون مین سوائے مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہی کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنی اسمین
لفظ یوم کا نہین تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہی ہر ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ بحر الرائق مین تحریف
واقع ہوگئی اور مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمرا طالق الآن لا تطلق حتی تموت احدیہما فتطلق
الاخری لوجود شرط حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو مین بڑی عمر والی کو طلاق ہی اسوقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک انمین سے مرجاوے
پھر جب ایک مرے گی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اسوقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت
ہوئی ھ شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر بدون دونون عورتون کے مرجانے کے ثابت نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہی کہ چالیس برس کی ہو اور
جو زندہ ہی شاید اُسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوعہ مین لبعد حینئذ کے لفظ مستند اگا بھی مرقوم ہی قال انت طالق قبل قدوم
زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہی زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پھر زید آیا بعد مہینے کے

فی الفور طلاق واقع ہوگی و فی قولہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق مع الوصل بقولہ مالم اطلقک طلقت بالمنجزۃ الاخیرۃ فقط استحسانا
اور اس قول مین کہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق یعنے زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول
منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہین طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق کو مالم اطلقک سے جدا کر کیا وصل نہ کیا تو منجز اور
معلق دونون واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی عن البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق فحیلتہ ان یطلقہا علی الف ولا
تقبل المرأۃ فان مضی الیوم لا تطلق بہ یفتی خانیۃ لان التطلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق نہ دون تو تجھکو طلاق
ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنی یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی
دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ والخلاصۃ والمحیط اسواسطے کہ تطلیق مقید داخل ہے تطلیق مطلق
کے تحت مین یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق
مین داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع ہوگی انت طالق یوم تزوجک فنکحہا لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم تخیر و
لو نہارا بقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ مین تجھسے نکاح کرون پھر نکاح کیا اسسے رات مین تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول مین بمعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونون کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
مین ہے یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہے جسدن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی
رہیگا اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل یستوعب المدۃ یراد بہ النہار کالامر بالید فانہ یصح جعلہ بیدہا یوما او شہرا ومتی قرن بفعل لا یستوعبہا یراد بہ
مطلق الوقت کالایقاع الطلاق فانہ لو قال طلقتک شہرا کان ذکر المدۃ لغوا وتطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہے طلاق اور امر بالید مین یہ ہے
کہ یوم جب مقرون ہے ایسے فعل سے کہ پورا بھرلے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد نہار رہیگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اسکو عورت کے اختیار مین دینا
ایکدن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسی طرح ہے سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین ممتد ہو سکتا ہے اور جب کہ یوم مقرون ہو ایس فعل سے کہ کل مدت ممتد نہو سکے
تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل ونہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور عتاق سو اگر کہے گا کہ مین نے
تجھکو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منک طالق او
بری لیس بشیء ولو نوی بہ الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہ قول کچھ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی
نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف ہوئی تو بیموقع ہوئی تو لغو ہوئی وتبین فی البائن
والحرام ای انا منک بائن او انا علیک حرام ان نوی لان الابانۃ لازالۃ الوصلۃ والتحریم لازالۃ الحل وہما مشترکان فتصح الاضافۃ الیہ حتی لو لم یقل منک او علیک لم تقع اور
جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت
کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونون
یعنی ازالۂ اتصال نکاح اور ازالۂ حلت مشترک ہین درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہانتک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک
اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسمین عورت کی طرف خطاب نہین تو احتمال ہے کہ دوسری وجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث
تقع اذا نوی وان لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج نیت طلاق
کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نہ کہے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ تو جدا ہے مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اسمین یون ہے

انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہو واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اُسنے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہو مانند
ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہو ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہو اور جبکہ کاف و مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا براسی تفرقہ کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنے میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہو نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہو
صفات مین کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہو تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک نہ زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان
ہر مومن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہو اسواسطے کہ صفات مختلف ہین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور
حق الیقین مین بڑا فرق ہو جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہو وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی و تعبیر المنشور لا الا ایدیاہ کا
اور اشارہ کرنے مین معتبر منتشر انگلیان ہین بنابر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنی اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اسکی دیانت
مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتھیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنابر
عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و المعتمد فی الاشارۃ وفی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کھولنا سب انگلیون کا ہو یعنی اشارہ
کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق ہوگی جبتک سب انگلیون کو علیحدہ علیحدہ نہ کھولے گا اور بعض متصل کہیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا انگلیون
کا قرینہ ہو عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف ہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہو کہ قضا مین اُسکی
تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ
کف سے ایکبار طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہو اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب
نقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم یقل طالق لم اره اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہو انگلیون سے اشارہ کرکے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہو شارح کہتا ہو کہ مین
نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا مصنف حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح ہو اسواسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہو
نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہو ملفوظ کا سو یہان موجود نہین اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہو اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر
طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعضے علماء کے قول سے تصریح کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کیطرف کی اور پیٹ انکا متکلم کیطرف تو معتبر ملی انگلیان ہونگی
بسبب عرف محاسبین کے یا رواج بین الناس کے ولو کان بطون الاصابع نحو المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضم عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر ہون پیٹ انگلیون کے
مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہو افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہو اتصال کا چنانچہ ابن کمال
نے اسکو ذکر کیا مصنف جبکہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اسکے بعد طلاق باین کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انت طالق باین او البتۃ وقال الشافعی
یقع رجعیا لو موطوءۃ اور واقع ہوتی ہو طلاق باین زوج کے اس قول سے کہ تو طالق باین ہو یا یون کہا کہ تو طالق ہو البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہو یعنی قطع اور جزم
کے اور منصوب ہو بنابر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہو قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ باین اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ
آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہو اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اخبث الطلاق او کالجبل
او کالف او ملا البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہو افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہو یا طلاق بدعت ہو یا تجھکو بدتر طلاق ہو یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہو
یا تو طالق ہو مانند ہزار کے یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہو او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہو یا چوڑی طلاق یا لنبی
طلاق ہو او اسوء او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ باینۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلثا فی الحرۃ

وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فی بائن اور ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ [illegible] کے بھی رجعی ہے تو یہ قول کہ انت
طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بالطریق اولی ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین لیکن تصریح صاحب [illegible] کی
اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف بشدت اور زیادت کر ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ثم قبل
دخولہا الدار قال جعلتہ بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین شوہر
نے کہا کہ مین نے اس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی تو یہ صحیح نہوگا بسبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین پھر اسکو بائنہ
وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا انتہی قول البزازیہ طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے وبخلاف وقوع المعلق [illegible]
فی متی تزوجتک فانت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک او غایتہ مساواتہ لانت بائن والوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف ہنا وفی الکنایات تعلیل البزازیہ
سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیرے اوپر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کہ تو مالک ہو جاوے تو سبب اسکے اپنی ذات
کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ یہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ صفت سبقت
نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق اکثرہ ای الطلاق بالثاء المثناۃ من
فوق فانہ یقع بہ الثلاث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر لفظ اکثر کا ساتھ ثاء مثناۃ فوقانیہ
سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہ ہوگی ایک طلاق کی نیت مین ہم عوام عرب بالفعل بجائے
اکثر ثاء مثلثہ کے اکثر بتاء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کرکے مصنف نے تصریح کردی کہ محرف اور غیر محرف تین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے
کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق مین تصریح ہوچکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل
ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر اکثر یہان ثاء مثلثہ ہے یا یون
کہے کہ تو طالق ہے چندبار یا ہزارون بار یا یون کہے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنابر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ ہم
لفظ مرار مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہای طلاق
تین ہین اور لا قلیل مین اور لا کثیر مین تین طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اسکے کہا اسنے کہ
لا کثیر تو اسمین کلام سابق کی نفی ہوگی تو مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے
کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئین اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہے
اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ
ہے عامہ طلاق کر یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنے دو قسم کی یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین دو بار
طلاق واقع ہوگی ہم عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے
کہا کہ لفظ اجل یہان تحریف کاتبین سے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین جُل الطلاق ہے بضم جیم وتشدید لام اور جُل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ
کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کی طرف اور اکثر افراد کے دو ہین کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس
کے اور کبیر الطلاق مین دو اسواسطے ہوئین کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہین تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لا کثیرہ

خبریت تو ہی ہوگئی اور طلاق واقع نہیں ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہی وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا تطلق ببلی لا بنعم اور خلاصۃ
مین ہی کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنے تو نے اپنی عورت کو طلاق کیا نہین دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلے سے نہ نعم سے یعنی اگر اس نے جواب مین
بلے کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلے کا موضوع ہی واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ مین نے طلاق دی
اور کلمہ نعم کا موضوع ہی واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب کہ طلاق نہین دی فی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف
اور فتح القدیر مین ہی کہ بلے اور نعم مین فرق کرنا نہ چاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہرچند اصل لغت عرب مین بلے اور نعم مین فرق ثابت ہی لیکن طلاق مین
دونون مین فرق کرنا لائق نہین اسواسطے کہ عرف مین دونون برابر ہین تو دونون لفظون سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہی نہ اصل لغت پر وفی البزازیۃ
قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعا اور بزازیہ مین ہی کہ کہا عورت نے مرد سے کہ مین تیری جورو ہون سو مرد نے
کہا کہ تو طالق ہی تو مرد کا یہ کلام اقرار ہی نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہی نکاح کو باعتبار شرع اور لغت
کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم ہی کہ قسم کھائی ہی اور یہ یاد نہین کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہی یعنے
طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہی یا نہین تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہی اور قاطع نکاح کا مشکوک ہی حالانکہ شک
سے یقین نہین ٹلتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہی یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو مین شک ہی تو
ایک کو قائم رکھے اور اگر دو مین اور تین مین شک ہی تو دو کو قائم رکھے وفی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ مین ہی کہ ایک
مرد نے اس عورت کو طلاق دی ہی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہی اس مرد کو کہ اسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا
نہین نقل کیا ام نکاح فاسد یہ کہ مثلاً عورت سے اسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہون کے کرے طلاق نکاح فاسد مین محلل کی اسواسطے
حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہین ہوتی مگر نکاح صحیح مین یا عدت مین یا فسخ ارتداد مین یا انکار اسلام مین تو نکاح فاسد نہین داخل ہین

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب مین مسائل ہین عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلاث علیہا
وہی زوجتہ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہی اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہی قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑنے تین طلاقون کے
حالت زوجیت مین پھر وہ عورت بائن ہوگئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب لعان کا ہی اور جبکہ مرد نے اسکو زانیہ کہا تھا تو
وہ اسکی زوجہ تھی پھر جب کہ سنے تین طلاق کہے تو بائن ہوگئی زوجیت قطع ہوگئی اور لعان نہین ہوتا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ انشاء اللہ لتعلق الاستثنار
بالوصف بزازیۃ اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق مین فاصل نہین اسی طرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس
مثال مین فاصل نہین کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہی تین بار اے زانیہ اگر خدا نے چاہا تو طلاق کو جو معلق ہوا استثنا یعنی مشیت خدا وصف یعنی طلاق سے کذا فی البزازیۃ
تو طلاق اس صورت مین نہ واقع ہوئی اسواسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہین اور اس صورت مین یا زانیہ کہنا موجب ہی لعان کا بسبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی
مثال سابق سے مخصوص بنابر عدم فصل کے ہی نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو
اسپر تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہی کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے
تصریح کی ہی کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا ہمکو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہی کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ہی اور یہ حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ اُنکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہین واقع ہوتین فقط انت طالق سے اسپر طلاق بائن

وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت مرگئی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو ماتت الزوج او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد وقع واحدۃ عملا بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بالقصد اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اسکا منھ بند کرلیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہو سکا تو انت طالق باقی رہگیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہو اور یہ نہیں کہ عدد ہی منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہو نہ اسکے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ وواحدۃ لعطف او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ ولا تلحقہا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجۂ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہو ایکبار اور ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طالق ہو ایکبار قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہو جسکے بعد ایک اور طلاق ہو تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اسکو نہ لاحق ہوگی بسبب نہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلہا واحدۃ او مع واحدۃ معہا واحدۃ ثنتان الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہو ایکبار بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طالق ہو ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہو یا تو طالق ہو ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہو دو بار طلاق واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ مین طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنے کی مثالون مین تو اول اور ثانی دونون متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہو یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃً واقع ہوئین یہ تعلیل جاری ہو قبلیت اور بعدیت مین اور معیت مین تو صاف اقتران علت ہو ویقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقہما بالشرط دفعۃ اور دو واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہو اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دونون طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہو ویقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو شرط پر یعنی اگر یون ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہو ویقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلہا لوجود العدۃ اور واقع ہونگی زوجۂ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اسکی طلاق مین عدت نہین تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہین رہا من مسائل قبل او بعد ما قیل شعر والقول للفقیہ ایدہ ربہ ولا زال عندہ الاحسان، فی فتی علق الطلاق لشہر ٭ قبل ما بعد قبلہ رمضان ٭ وینشد علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل و بعد سے وہ نظم ہو جو بعضون نے منظوم کی ہو کہ کیا کہتا ہو فقیہ اللہ تعالی اسکی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم نہار ہے اس جوان کے مقدمہ مین کہ اسنے طلاق معلق کی اس مہینہ پر جسکے مابعد قبل سے قبل رمضان ہو جواب اس سوال کا یہ ہو کہ وہ مہینہ شوال کا ہو اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہو پہلی وجہ یہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہو اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہو اور اسکے قبل شوال ہو اور اسکے قبل رمضان ہو تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا وبمحض بعد فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظون سے جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہو اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہو اور بعد رجب کے شعبان ہو اور بعد شعبان کے رمضان ہو تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا وبقبل اولا ووسطا او آخرا فی شوال وبعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو

کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہی تو دوسری طلاق واقع ہونے کی اسمین گنجایش ہی بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اُسکی عدت نہین تو دوسری طلاق کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہو گی قاضی کے نزدیک **قال امرأتی طالق ولم یسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا** کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہی اور عورت کا نام نہ لیا اور اُسکی ایک عورت مشہور ہی تو اُسکی وہی عورت مطلقہ ہو گی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہی کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہو طحطاوی نے کہا جبکہ زوج کی دوسری عورت کا نہو اور ایک ہی اُسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہی اُسکی طلاق کا **فان قال لی امرأة اخری وایاها عنیت لایقبل قوله الا ببینة ولو کان له امرأتان کلتاهما معروفة له صرفه الی ایتهما شاء** رحمانیة ولم یحک خلافا سو جبکہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور نہین اور اُسنے کہا کہ میری عورت طالق ہی پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہی اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ مین نے کیا تو اُسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہون کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونون مشہور ہین تو اُسکو اختیار ہی طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الرحمانیة اور رحمانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین منقول کیا **فروع** مسائل تحفہ شارح کے کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہیگا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہو گی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمها طالق او حرة فناداها ان نوی الطلاق او العتاق وقعا والا لا اتحا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اُسنے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق یا عتاق واقع ہونگے اور اگر نیت نہین کی نہ اعتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأته هذه الکلبة طالق طلقت او بعبده هذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہ کتیا مطلقہ ہی تو وہ مطلقہ ہو جائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہی تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت مین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی به الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشهد علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہی یا کہا غلام سے کہ تو حر ہی اور ارادہ ہی واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی مگر جبکہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اُسکی تصدیق ہو گی اور باعتبار قضا کے بھی وکذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انه یحلف کاذبا صدق قضاء ودیانة شرح وهبانیة اور اسی طرح مظلوم جبکہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونون مین تصدیق ہوگی کذا فی شرح الوهبانیة اور اگر گواہ نہ کر رکھیگا جھوٹی قسم کھانے پر تو قضا مین اُسکی تصدیق نہو گی اُسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائیگا علما مین اختلاف ہی کہ قسم مین قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہی یا قسم لینے والے کی فتوی اسپر ہی کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہی تو اُسکی نیت کا اعتبار ہی اور نہین تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہی کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الاشباه وفی النهر قال فلانة طالق واسمها کذلک وقال عنیت غیرها دین ولو غیره صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہی کہ کہا فلانی یعنی زینب طالق ہی اور واقع مین اُس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ مین نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہی ارادہ کیا تو اُسکی دیانت مین تصدیق ہو گی نہ قضا مین اور اگر اُسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہی تو قضا مین بھی اُسکی تصدیق ہوگی وعلی هذا لو حلف لدائنه بطلاق امرأته فلانة واسمها غیره لم تطلق اور اسی طرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرضہ ادا کرے اور حالانکہ اُسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہی مثلاً تو اُسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہو گی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعة مذاهب قال المصنف فینبغی الجزم بوقوعه قضاء ودیانة اور البتہ بکثرت مستعمل ہی ہمارے زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہی چارون مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہی کہا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہ لائق ہی یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بھی اور دیانت مین بھی اور فتاوے رملی مین ہی کہ یہ طلاق رجعی ہی نہ بائن اسواسطے کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہی کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہی نہ بائن کذا فی حاشیة المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقهاء او فلان القاضی او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہی فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا فلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہو گی

یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضاءً تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته عند ابی یوسف رحمہ اللہ خلافاً لمحمد رحمہ اللہ
کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتیں یا جہان کی عورتیں مطلقہ ہیں تو اسکی عورت کو طلاق نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ عدد قابل تعیین نہیں کذا فی [illegible]
اور یہ تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیة الحموی بخلاف محلة او گھر یا کوٹھری کی عورتوں کے یعنی اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں مطلقہ ہیں
اور یہ عورت اُسکی زوجہ بھی داخل ہو تو اُسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی القریة والبلدة خلاف ابی یوسف اور گاؤں اور شہر کی عورتوں میں خلاف ہے
کا یعنی اگر یوں کہا کہ گاؤں کی عورتیں یا شہر کی عورتیں مطلقہ ہیں تو ابو یوسف کے نزدیک اسکی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العتق
کے مثل حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہیں تو اسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام
آزاد ہیں تو اسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گاؤں کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہیں تو اسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد
ہوگا قالت لزوجها طلقنی فقال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا میں نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی وان قالت زدنی
فقال فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ میں نے کیا تو دوسری طلاق اسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی
فقال طلقت فواحدة ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ میں نے
طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہیں کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یوں کہا طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت باعتبار الانشاء لا الاقرار وکذا ابنت نفسی لو نواه بخلاف اخترت لا اول اور اگر
کہا زوجہ نے کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا تو اسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے
ہوگئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ہے ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اسپر طلاق پڑ جائیگی بشرطیکہ زوج نے
نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہیں بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت
محتاج نیت کا نہیں اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمیں صحیح نہیں ہے فی اخترت لا یقع لانه لم یوضع الا جوابا اور لفظ اخترت میں طلاق نہیں واقع ہوگی یعنی اگر زوجہ نے
کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہیں مگر واسطے جواب کے یعنی اگر
زوج کہے کہ مثلاً اختاری نفسک تو زوجہ اُسکے جواب میں کہے اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہیں ہو سکتا وفی البزازیة قال لجماعة من حلت امرأته
علیه فلیفعل لهذا الامر ففعلوا فهو اقرار منه بحرمتها وقیل لا انتهی اور بزازیہ میں ہے کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیوں سے کہ جس شخص کی زوجہ اسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے
یعنی پانی لاوے یا اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اسکی جانب سے اقرار ہے اسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضوں نے کہا کہ فعل اقرار حرمت کا نہیں
اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتهی قول البزازیة وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعة کل من له امرأة مطلقة فلیصفق بیده فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس
ہو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اس شخص کے کلام کا کہ اُسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے پھر سب
جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سب کی عورتیں مطلقہ ہوگئیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ فعل اقرار طلاق کا نہیں [illegible]
پھر اسمیں جماعت شامل ہے نے مزید تاکید کا بیان ارادہ کیا جماعة یتحدثون فی مجلس فقال رجل منهم من تکلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأته لان
کلمة من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسه عن الیمین چند لوگ ہیں کہ باتیں کر رہے ہیں ایک مجلس میں سو ایک مرد نے انمیں سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اسکی جورو
کو طلاق ہے پھر بولا قسم والا تو اسکی جورو پر طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونوں کو شامل ہے اور حالف نہیں نکالتا
اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اسکا حکم بیان [illegible] متکلم سے طلاق نہ ہوگی
قسم کا [illegible] ۱۲

اسواسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات

یہ باب ہے کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو اب بیان احکام کنایہ کا آیا کنایۃ عند الفقہاء مالم یوضع لہ ای للطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً لفظ بائن کا واضع نے طلاق کے واسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بائن بمعنی قطع کے ہے تو اگر یہ بوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے طلاق ہے اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کو ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین کہا کہ یہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب کنایات سے طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ ہے کہ اسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو شارح نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے انمین دلالت حال کا کچھ اعتبار نہین وہ کنایات سے وقوع طلاق مین نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونون کے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہان ایسا مرجح سوا نیت یا دلالت حال کے کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی یعنی عدت مین بیٹھ جا تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا وغضب ومذاکرۃ والکنایات ثلث مایحتمل الرد او یصلح للسب او لا ولا سو حالات تین ہین ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کیحالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین بعضے انمین محتمل ہین رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد انمین سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے انمین صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہین اور محتمل ہین جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین فنحو اخرجی واذہبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی اعزبی من الغربۃ او العزوبۃ یحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہین اور سب وشتم کی صلاحیت نہین رکھتے سو اخرجی بمعنے نکل یعنی اس مکان سے نکل تا کہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنی اپنے کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اٹھ یعنی اپنے ضروری کام کیواسطے اٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے یعنی اوڑھنی یعنی اپنا منھ کپڑے سے چھپا لے حیا کر ایسا کام نہ کر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنی اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہین اس لفظ مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ لے پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعاً محرم ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ مجھکو تیرا دیکھنا جائز نہ ہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بغین معجمہ اور ر اے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنی دور ہو یا اعزبی بعین مہملہ وزا معجمہ مشتق ہے عزوبت سے بمعنی لجرد اور دوری کے تو مطلب یہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھ اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفہا کبتۃ بتلۃ یصلح سباً اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بیحرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنے تو خالی ہے حسن یا خوبیون سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنی

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت مین فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی
یعنی جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الآخرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا
تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان تقام علی اقرارہ بہا عمادیۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسمون سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور
رد کا محتمل نہو اُنسے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت
غضب کے مرد کی تصدیق نہ کیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت مین اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اسپر اطلاع ممکن
اور نیت امر باطن ہے کہ سواے زوج کے کوئی نہین جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنے کا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے
گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنے اگر زوج نے اپنی نیت کا کہین اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو
اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع تشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع بقول کذا ان نویت ولو بکم یقع بقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ
بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام مین وقوع طلاق کنایات مین نیت مشروط ہے یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا مین اور قسمین اولین حالت غضب مین اور قسم اول حالت مذاکرہ
مین تامل کرے فتوے دینے ۔ الا سوال سائل مین سو اگر سوال یون ہو یعنی سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے
کہ ہان طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل یہ کہا کہ مین نے یون کہا ہے اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور
تعرض نکرے بیان نیت مشروط ہونے کا کذا فی البزازیۃ اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی مین نیت مشروط ہونے کا ذکر اسواسطے نچاہیے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ
چند بار طلاق واقع ہوئی یہ صاف دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہے انکار نیت کا ویقع رجعیۃ بقولہ اعتدی استبرئی رحمک انت واحدۃ ان
نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی
نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہین لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح مین اور بعضون نے کہا کہ انت واحدۃ مین اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع
ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب مین صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل مین یون تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی
اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت مین صفت ہوگی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونون احتمال ہین لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہین
ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہین جانتے ہین اور خواص بھی اسکا التزام نہین رکھتے یہان عرف پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر ویقع
بباقیہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت
اطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طال ق ونحو ذلک مما صرح بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہان
مذکور ہو چکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا واقع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہون تیری طلاق سے وخلیت
سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ مین نے چھوڑ دی سے طلاق نے راہ پائی اور تجھپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہے وانت اطلق من
امرأۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلاً زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہے وانت طال ق یعنی تو طالق ہے اور طالق
کو بطور ہجی کے کہا اور سواے ان مثالون کے جسکی فقہا نے تصریح کی ہے مصنف نے کہا کہ سواے مسئلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے
حالانکہ چند کنایات ایسے ہین کہ انسے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی
مراد ہے یعنے جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہو چکے ہین انمین سواے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ
سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہین خلافا لاختیار فان نیۃ الثلث لا تصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک ما لم تطلق المرأۃ نفسہا کما یاتی

کچھ نیت نہ کی سولھوین یہ کہ اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی سترھوین یہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت کی
ان گیارہ صورتون مین یعنی ساتوین سے سترھوین تک تین طلاقین واقع ہونگی اٹھارھوین یہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسوین یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی
اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی بیسوین یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی اکیسوین یہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسوین
یہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسوین یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت کی ان چھ صورتون مین یعنی اٹھارھوین سے تیئیسوین
تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت کی تو کچھ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی
مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو مابعد اُس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر مابعد مین حیض کی نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کریگا تو صحیح ہوگا
اور اسی طرح قبل منوی کے عدم نیت صحیح ہے مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت مقبول نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور اول لفظ مین عدم نیت
طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اسکے قبل طلاق کی نیت نہین تو اُس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر
اُسکے قبل طلاق کی نیت ہوچکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہوجاوے کذا فی حاشیۃ الدر ناقلا
عن البحر ویزاد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلث قضاء اور چوبیس قسمون مذکورہ پر ایک قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک
ہی طلاق واقع ہوگی دیانۃً مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضاءً مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے ولو قال انت طالق اعتدی اعتدی عطفہ بواو او بفا او لا فان
نوی واحدۃ فواحدۃ او ثنتین فثنتان او لم ینو ففی الواو ثنتان وفی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے کہ انت طالق اعتدی بدون عطف کے یا
لفظ اعتدی کو عطف کیا واو یا فا سے یعنی یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ
کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو انت طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے
نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلقہا واحدۃ بعد الدخول فجعلہا ثلثا صح کما لو طلقہا رجعیا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق
بائن دی بعد دخول کے پھر اُس ایک طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی
دی پھر اُسکو قبل رجعت کے بائن کر ڈالا یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ
فہو کما قال اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کردی مین نے اپنی عورت کو تین طلاق اُسی ایک طلاق سے جسکے سبب عدت مین تھی یا یون کہا
کہ مین نے اُسکو دو طلاق لازم کر ڈالی اُسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا یعنی وہ عورت اُسپر حرام ہوگئی اور کبھی اُسکو حلال نہوگی مگر بعد طلاق زوج
ثانی کے ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف کما مر فتذکر اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ
طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اُسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے بائن یا تین
ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہوچکا اُسکو یاد کر الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ
طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق
عوض مال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یون کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ
دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوجائیگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائن یلحق الصریح
اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یون کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی الصریح
ما لا یحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہما طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہو نیت کی خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو

بائن کمافی ... طلاق صریح ... طلاق ... تو طلاق ثلث صریح اور بائن ... اگر صریح ... [illegible]

... واقع ہو ... صریح کی ... طلاق ثلث طلاق ... بائن ... [illegible]

کو کہ بائن طلاق بائن ... لاحق ہوتی ہیں ثانی ... کیونکہ طلاق ... [illegible]

طلاق ... اور ... طلاق ... صریح ... طلاق رجعی ... اور بائن ... [illegible]

کو ... کما فی ... کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا اگر رجعی میں زوج کو اختیار ہو کہ رجوع کرے اور عدت تو ... تو

عورت نے اپنی جان چھوڑانے کا بدلا دیا اور بائن میں زوج کا عورت پر بدون اسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہیں ...

لا احق ... کے صریح اور بائن ... میں لفظ ... بنابر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہیں تو وہ صریح ہو خواہ طلاق ... بائن ہو یا

رجعی تو صریح میں طلاق ثلث ... عوض مال کے داخل ہوئی ... بائن میں داخل ہو اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی ...

شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعله اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقة ولا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاء

نہیں لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر دینا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن

یا دوسری بار یون کہا ابنتک بتطلیقة یعنی میں نے تجھکو ایک طلاق بائن کر جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ اخبار ہو اول سے تو کچھ

ضرورت نہیں اسکے انشاء طلاق ٹھہرانے میں یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ اسکا خبر دینا اول سے ممکن ہو یعنی اول

کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے لاحق نہیں ہوتی مراد یہ ہو کہ جو بائن بلفظ کنایت ہو وہ

لاحق نہیں ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہیں تو وہ واقع ہوتی ہو چنانچہ اگر اول یون کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو

یہ طلاق ثانی بھی واقع ہو گی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کرکے خوب نہیں بلکہ یون کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے

کہ یہان مراد اخبار سے خبر نحوی نہیں بلکہ جملہ خبریہ مراد ہو کذا فی حاشیة الطحطاوی بخلاف ابنتک بتطلیقة اخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونة الکبری لتعذر

حمله علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہو کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر

کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان

تینون صورتون میں دوسری طلاق بھی واقع ہو گی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائیگا

صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہو حمل اخبار کا اور صورت ثانی میں لفظ طلاق کا صریح ہو اور حمل اخبار کا نہیں ہوتا مگر کنایہ میں اور لفظ بائن کا

لغو ہو اور صورت ثالث میں بینونت کبری یعنی طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینون صورتون میں بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہ ہو سکا تو خواہ

مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقوله ان دخلت الدار

فانت بائن ناویا الطلاق ثم ابانها ثم دخلت بانت باخری لانه لا یصلح اخبارا اور اسی واسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہو طلاق معلق

چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن لاحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق بشرط ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت ہو

بعد اسکے منجز بائن یعنے طلاق بائن بلا شرط واقع ہو گی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو بائن ہو گی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے پھر

اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو پھر دوسری طلاق بائن پڑ جائیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہیں

خبر واقع ہونے کی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہیں ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثال المضاف کانت بائن غدا ثم ابانها ثم جاء الغد وقع

اور مانند معلق کے ہے مضاف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہے کل پھر اُسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن
واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہو سکتا وفی البحر عن الوہبانیۃ انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فیفتقر الی
النیۃ اور بحر الرائق میں ہے وہبانیہ سے کہ انت بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا
کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہے بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم
کلمت یقع اخری ذخیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی
تو ایک طلاق بائن اُسپر ہوئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اُسپر واقع ہوئی کذا فی الذخیرہ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا
فحلال اللہ علی حرام ثم قال کذلک لامر آخر ففعل احدہما بانت وکذا لو فعل الثانی علی الاشبہ تلخیصا اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر
شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسی طرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوٰۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سو زوج نے
کوئی ان دونوں میں سے کیا تو اُسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے
قید بالقبلیۃ لانہ لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح لتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر
مضاف کریگا بائن یا معلق کو تو صحیح نہوگا بسبب تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بالتعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد
بائن کے درست نہیں ویستثنی ما فی البزازیۃ قال کل امراۃ لہ طالق لم یقع علی المختلعۃ [illegible] سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں
ہے مستثنی ہے کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اسکی ہے وہ طالق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح
بائن کو اسوقت لاحق ہوتی ہے جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ [illegible] ولو قال ان فعلت
کذا فامراتہ کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اُسکی عورت ایسی ہے یعنی طالق ہے تو نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح
جاتا رہتا ہے تو وہ اُسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ یہاں بھی نہیں [illegible] کذا اجز لا بائنا مع مثلہ الا اذا علقہ من قبلہ لا الکل لمراتہ وقد
خلع ۔ والحق الصریح بعد لم یقع ۔ اور جمع کردی ہیں نظم میں بعضے علمانے تمام لحوق کی صورتیں مع المستثنی اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنی یعنی
طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس
صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ کل امراۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد
خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع اولی یوں ہے [illegible] اجز لا بائنا مع مثلہ یعنی ہر لحوق کو جائز جان بائن بعد بائن کے
کل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ کاسلام وردۃ مع لحاق وخیار بلوغ وعتق لا یقع الطلاق فی عدتہا مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے
مسلمان ہونا زوجین میں سے کسی کا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کو تو نہ واقع ہوگی طلاق اسکی
عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق خواہ عدت حیض کی ہے خواہ مہینوں کی کذا فی حاشیۃ المدنی وکل فرقۃ ہی طلاق یقع الطلاق فی عدتہا علی
نحو ما بینا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اُسکی عدت میں اُسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسائل متعلقہ شارح
کے انما یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ لا یلحقہا خلاصۃ طلاق تو اُس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہے اور جو عورت بسبب
وطی اشتباہی کے عدت میں ہے اسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ علم اسی طرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہو جاوے تو اُسکی عدت میں
بھی طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ زوج امراتہ من غیرہ لم یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے

رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہ ہی کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہی اور توکیل مین وکیل مامور ہوتا ہی غیر کے واسطے عمل کرتا ہی اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہی والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیئۃ اور الفاظ تفویض کے تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری (اپنی گرہی) او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانہا کنایۃ فلا یعملان بلا نیۃ او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی نیت کی ان دونون لفظون مین طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونے مین بدون نیت کے عمل نہ کرینگے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دے لے اپنی ذات کو تو ان تینون صورتون مین زوجہ کو اختیار ہی کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض کی مجلس مین یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہین تک اسکو اختیار حاصل ہی خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ بذریعہ وکیل یا رسول سے خبر پہونچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر ما لم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا بالمجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہی اگرچہ مجلس دراز ہوگئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل مین وہانتک اختیار ہی جبتک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا او حال یہ ہی کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلاً زوج نے کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہی پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی ما لم یقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہی جب تک مجلس علم سے نہ اٹھے اسواسطے کہ اٹھنے مین اسکی مجلس کا تبدل ہی حقیقت مین یا تبدل مجلس حکماً ہو اس طرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہی اختیار کا اس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہی تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہی تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہین حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہی یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ مین اسکو طلاق نہ دونگا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہی اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تھا کہ حتی لو خیرہا کے مقام پر ولو خیرہا کہتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہی تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق بعدہ ای المجلس الا اذا زاد او علی قولہ طلقی نفسک و اخواتہ متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک اور اسکے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ ہر وقت اسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہی کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ لما مر اور نہین صحیح ہی رجوع کرنا زوج کا اس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہی نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دے اپنی سوت کو یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو تو صحیح ہی رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اسی مجلس کو نہین اسواسطے کہ یہ قول محض توکیل ہی مطلق تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اسمین عمل غیر کے واسطے کرتا ہی نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہوا اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول مین کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہی مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہی اسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانی مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہی اور مخاطبہ کی تخییر مقید مجلس ہی بخلاف اسکی سوت کے

مانند چلنے عورت کے ہی یہان تک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہی سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کیطرف
اسواسطے کہ سواری کے چلانے پر جانور چلتا ہی بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ او یکونا فی محمل یقودہ الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور
عورت کے خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہی مگر اسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اٹھے جواب مین زوج کے چپ رہنے کے ساتھ ہی یعنی فوراً سنکر جانور کے پانو
قدم اٹھاتے ہی جواب دیا اور اگر پہلے قدم اٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن الہندیۃ یا کہ زوج اور زوجہ دونون ایک کجاوے
مین ہون اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنی اُسکے چلنے سے مجلس نہین بدلتی وفی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلاث
لعدم تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا
بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہی یعنی
بینونت صغری اور بینونت کبری تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسی طرح امرک بیدک بھی چند قسم ہی زوج کو اختیار کرے
یا طلاق کو پھر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اسمین تنوع اور تعدد کو گنجائش نہین
اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہی اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہی اسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح
کلام کے اسکی تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت بیان ادنی مرتبہ ہی بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہی تو
بینونت کبری یعنی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او انا اختار نفسی استحسانا بخلاف
قولہ طلقی نفسک فقالت انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرۃ ما لم یتعارف او ینو الانشاء بلکہ اختاری نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق کر اگر یون کہیگی
کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی ہون اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی
نفسک تو عورت نے جواب مین کہا کہ انا طالق یعنی مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہی
ایقاع طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہین کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی
نہ کی ہو اور اگر اس زمانہ مین صیغۂ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع
ہوگی م قیاس چاہتا ہی کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی خود انشاء طلاق نہین انشا ہوتا ہی ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان
کے اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہی وجہ استحسان کی یہہ ہی کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حال کہا تو صدیقہ نے کہا کہ انی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنی مین اللہ اور اُسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری
روایت مین یون ہی کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بلکہ مین اللہ اور اُسکے رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغۂ مضارع معتبر
رکھا وذکر النفس والاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط لصحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیاریہ کا زوجین مین سے ایک کے کلام مین شرط ہی واسطے
صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی مع ذکر نفس او اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ قائم
مقام نفس و اختیارۃ کے ہی وہ بھی انھین دونون لفظون کے برابر ہی ویشترط ذکرہا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک فیہ
بالانشاء اور مشروط ہی ذکر نفس کا یا اختیارۃ کا متصل کلام مین پھر اگر منفصل ہی سو اگر اسی مجلس مین اُسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء
طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارۃ کی بھی مالک ہی والا لا الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس در رتاجیۃ واقرہ اکمل
والباقانی لکن ردہ الکمال ونقلہ الاکمل بقیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نہ کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین یعنی تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین نے

۱ یعنی سورۂ احزاب کی یہ آیت یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما

اے نبی کہہ اپنی ازواج سے اگر تم چاہتی ہو زندگی دنیا کی اور بہار اسکی تو آؤ کچھ فائدہ دون تم کو اور رخصت کرون تم کو بھلی طرح رخصت کرنا اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اسکے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہی ان کے لیے جو تم مین نیکی والیان ہین بڑا ثواب ۱۲

باعتبار روایت اور درایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا یقع فی اخترت الاولی الی آخرہ واحدۃ بائنۃ واختاره
الطحاوی بحر واقرہ المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف
الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی مین اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرۃ مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی
نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی مین ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہین تو حاوی قدسی کے کلام نے
البتہ اسکا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ فقہا کا یون کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسی کو لیتے ہین ان الفاظ سے ہے جنسے اعلام فتویٰ کیا جاتا ہے
افتا پر الیسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے **ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی واخترت نفسی بتطلیقۃ او اخترت الطلقۃ**
الاولی بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب مین کہ طلاق دی مین نے اپنی
ذات کو یا اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا مین نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح مین اسواسطے کہ زوج نے طلاق
بائن تفویض کی ہے تو عورت مالک نہین غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہین کر سکتی **امرک بیدک فی تطلیقۃ او اختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا**
طلقت رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمقید للبینونۃ اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے ایک طلاق مین یا اختیار
کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق
رجعی طلاق واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنی جب صریح
متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے چنانچہ انت طالق بائن مین طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ
اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو
رجعی ہوگا قید بفی ومثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے ب بھی ہے مقید کیا بسبب مخالفت لتطلقی نفسک
یا حتی تطلقی کے کہ اسمین ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ مین رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور بے
بیان کیواسطے ظرفیت کے ہے اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یون کہا
کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے طلاق دینے تک کہ اسمین لفظ طلاق کا متصل ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شی سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح
بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان
لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق
دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کی طرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی
ذات سے متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی م نفس الامر سے یہان واقع مراد نہین بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل فروع مسائل
ملحقہ شارح کے قال لرجل خیر امرأتی فلا خیار لہا ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہین کر سکتی جبتک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اسکو نکریگا زوج کا مامورہ حاصل نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کردے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اس
مرد کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنی اس قول مین اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا
اقرار کیا قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

تیری طلاق عاریت دی اور امر تیرا اخذ کے ہاتھ میں ہے یعنی اختیار میں اور تیرے ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں ہے بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصۃ
اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے ہیں تین طلاق واقع ہونے میں بشرط نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ و یدک ذکر اسم اللہ تعالی کا تحسین برکت
کیواسطے ہے اور اگر ان اقوال میں تین طلاق کی نیت نہ کریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی ولو طلقت نفسہا ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف و تسلیل بنیتہا علی
الدلالۃ کما مر اور سو اگر امر بالید وغیرہ میں عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق کر کے مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ میں نے تخییر میں ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حال یہ کہ
دلالت حال اسوقت موجود نہیں تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لادیگی تو مقبول ہونگے اسکے گواہ دلالت حال پر یا
اسکے اقرار پر چنانچہ یہ مضمون اول باب الکنایات میں مذکور ہو چکا و اتحاد المجلس علمہا اذ کر لنفسہا القوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم فطلقت
نفسہا لم تطلق لعدم شرطہ خانیۃ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اسکے قائم مقام کا شرط ہے سو
اگر زوج نے لفظ امر بالید کا عورت کو اختیار دیا اور اسکو اسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق
کے یعنی علم کے کذا فی الخانیۃ وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت
نفسی لم تقع بخلاف نحو طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا
ہے جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے
کہا کہ میں طالق ہوں یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے
بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے تجھکو طلاق دی ہر چند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اسواسطے
کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کر نہ مرد کذا فی الاختیار یعنے عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من
الفاظ الطلاق و یصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے
لائق ہے عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبلت لما مر و قبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح
ہونے کا عورت کے قبول کرنے سے اور اسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب میں عنقریب مذکور ہو چکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوا لفظ
اختیار کے جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اسکے باپ کا جواب کا صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف
کیطرف سے یوں ہو سکتا ہے کہ قبول کا جواب بنانا بتقدیر طلاق کے ہے یعنی گویا عورت یوں کہتی ہے کہ میں نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونوں
کے لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و فی قولہا فی جوابہ طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا
اور یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ میں نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر
بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنی ہر چند عورت کے جواب میں لفظ
طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اسکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جبکہ
مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم و بعد غد لانہما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات
مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسوں کی رات اسواسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا فان ردت الامر لو فی اول
فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد ولو طلقت لیلا لم یصح الطلق لا الامرہ سو اگر مثال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا جسدن یہ مسئلہ کہا تو اسکا اختیار باقی
رہیگا پرسوں اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایکبار یعنی ہر چند تملیکیں دو ہیں تاہم عدد ایکہی ہے لیکن ایک طلاق د

ہی کا قول معتمد ہوگا جعل لہ امرہا بیدہا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکو بے قصور مارے سو اسکو مارا پھر دونون
مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ مین نے قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہین بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما یجئ اور مقبول ہوتے
ہین گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق مین اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اسکو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول ہوان ہر چند نفی پر گواہ
مقبول نہین لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طلب ولیاہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ما ترید منی افعل ما ترید وخرج فطلقہا الابو ان لم یرد الزوج التفویض والقول
لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیون نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت
کے باپ نے اسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لا یدخل
نکاح الفضولی مالم یقل ان دخلت امرأۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ
اگر مین تجھپر دوسری عورت سے نکاح کرون تو اسکی طلاق تیرے اختیار مین ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کردینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ
اولی اسکی طلاق کی مالک نہوگی اسواسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہین کیا بلکہ دوسرے شخص نے اسکا نکاح کردیا اور اسنے جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کردیا کذا فی حاشیہ
السید فی جعل امرہا بید رجلین فطلقہا احدہما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر انمین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ تھا

فصل فی المشیۃ

یہ فصل ہے مشیت مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا سائل
مشیت پر قال لہا طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن تقیید بخطابہا لانہ
لو قال طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحتہ عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو
طلاق کی نیت کی حرہ مین پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دو بار خواہ تین بار اور یہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتھ ہون یا ایک طلاق کی نیت
کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین
کی کی تھی تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے
جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق دے سکتی ولو قالت فی جوابہ
ابنت نفسی طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت نے کہا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک
طلاق رجعی اسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا مگر زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے
طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونون کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور
بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کی طرف اشارہ کیا سو اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت
رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی وان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کی اس قول
سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہین ہوتا تو جواب
بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہین زوج تینون قسم کی تفویض
سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے
جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہین تو تفویض مین بھی نہین وتقیید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق
مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطل

اُس امر کو جو اسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیہ قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی
الطلاق او قالت شئت ان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی او ان جاء اللیل وہی فی النہار بطل الامر لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے
عورت نے کہا مرد سے کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم
پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آوے
اور حالانکہ عورت وقت تکلم کے دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے
کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت ان کان کذا الامر قد مضی اراد بالماضی
المحقق وجوده کان کان ابی فی الدار وہو فیہا او ان کان ہذا لیلا وہی فیہ مثلا طلقت لانہ تنجیز اور اگر تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا
امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہے
اور حالانکہ عورت اسوقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہوگی اُسی وقت اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر در حقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لہا انت
طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس و لا تطلق نفسہا الا واحدۃ لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک
التطلیق فی کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جبکہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے
لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے
سکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک ہوگی طلاق کی ہر زمانہ میں اور مالک نہو گی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول
کے بسبب عدم عموم افعال کے ولہا التفریق لثلث فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی لانہا تعم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں
یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا تیسری مجلس میں یوں
ہی کہا تو درست ہے لیکن تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اسمیں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح
نہیں ولو طلقت بعد زوج آخر لا یقع ان کانت طلقت نفسہا ثلثا متفرقۃ والا فلہا التفریق بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد
دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہوگی یعنی اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اُسنے تین طلاق متفرق اپنے
نفس پر واقع کیں اور اُسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستجدث کو شامل نہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی
یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے بعد دوسرے زوج کے اور یہ کلما مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور
باب الرجعۃ میں آویگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس وان قامت من مجلسہا قبل مشیتہا لا مشیۃ لہا لانہما للمکان ولا
تعلق للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانہا ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے
جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دے سکیگی مگر جبکہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ
حیث اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا
جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیۃ او انت طالق کیف شئت میں یعنی تو طالق ہے جس طرح کہ تو چاہے

باب التعلیق

یہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق اور شرط سے لہذا
طلاق مفرد کے بعد مذکور ہوا ہو لغۃً من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا و اصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق باعتبار
لغت کے ماخوذ ہے علقہ تعلیقا سے عرب اس کلام کو اسوقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے
حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اسکو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انت طالق ان
دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے و تسمی یمینا مجازا اور تعلیق کو یمین بھی
مجازاً کہتے ہیں و شرط صحتہ کون الشرط معدوما علی خطر الوجود فالمحقق کان کانت السماء فوقنا تنجیز و المستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا
معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اسکا محال نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یوں
کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال
پر معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی و کونہ متصلا الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل ہے شرط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہوگی
مگر بسبب جیسے زکے البتہ صحیح ہوگی عذر یہ کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو و ان لا یقصد بہ المجازاۃ فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک او لا
اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کے بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلۃ یعنی اے جاء غیرت بے خبر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے
کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنے فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہو و ذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور شرط صحت
تعلیق کی یہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ
واقع ہوگی اسی روایت پر فتوی ہے و وجود رابط حیث تاخر الجزاء کما یاتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہاں جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے
مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا و شرط الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا فانت حر او حکما کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان
ذہبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو
اگرچہ ملک حکمی حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگرچہ تو جائیگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی
گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہے تو
ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃً اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکما بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے
کہ معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی او الاضافۃ الیہ ای للملک الحقیقی عاما او خاصا کان ملکت عبدا او ان ملکتک لمعین فکذا او الحکمی کذلک کان
نکحت امراۃ او ان نکحتک فانت طالق و کذا کل امراۃ یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کیطرف عام ہو یا خاص چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں
مالک ہونگا تیرا یہ کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی
کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ مطلقہ ہے یا یوں کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھسے
نکاح کروں تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امراۃ نکحتہا فہی طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی و یکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او
اشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہو گئی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہاں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ
معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے عم شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی میں تعبیر لوا ہے یعنی باسم و نسب اور تعبیر لوا دتہا

اُس فتوے پر عمل کیا ایک عورت کے حق مین پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتوے دیا تو وہ شخص دوسرے فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق مین نہ پہلی عورت مین اور اس مسئلہ کو درست کر لینا چاہیے
فتوی اسپر دینا نہ چاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہو کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا اسکا علم سکھے فتوی نہ دے
تاکہ جاہل لوگ ہدم مذہب پر راہ نپاوین اور بحر الرائق مین بزازیہ سے منقول ہو کہ ہمارے زمانہ مین منع یمین سے نکاح فعلی بہتر ہو اسطرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرکے
اپنی احتیاج طرف نکاح فضولی کے بیان کرے سو عالم اسکا نکاح عورت سے کر دے اور یہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہوا کذا فی
حاشیۃ المدنی **ویبطل تنجیز الثلث** للحرۃ والثنتین للامۃ **تعلیقہ للثلث** وما دونہا اور باطل کرتا ہو فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق مین اور دو طلاق لونڈی کے
حق مین تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ
اعتبار نہ ہوا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی الا المضافۃ الی الملک لما مر تنجیز تین کی مبطل ہو تعلیق کی مگر
اس تعلیق کو جو ملک کیطرف مضاف ہو مبطل نہین چنانچہ سابق مین یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق سے مضاف وہ تعلیق ہو جو ملک سے ملا ہوا ہو چنانچہ کلام تزوجتک فانت طالق یعنی جو بار کہ مین
تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہو تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہین ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا سو درست
نہین ہو اسواسطے کہ سابق مین یہ مسئلہ کہین مذکور نہین لا تنجیز ما دونہا مبطل تعلیق ثلث کی نہین تین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال المحل لا بزوال
الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہو زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہو بینونت کبری سے یعنی تین طلاق سے حرہ مین اور دو طلاق سے
لونڈی مین پھر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل ہوگئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نرہا تو تعلیق بھی باطل ہوگئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے
پیدا ہوگی وہ بالفعل معدوم ہو اور معدوم لائق اعتبار کے نہین فلو علق الثلث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل لبطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیئ تو اگر زوج
نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہو گی تعلیق مذکور تو نہ
واقع ہوگا کچھ عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نرہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اُس تعلیق کو کچھ علاقہ
نہین ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو
بالکل معلق واقع ہوگا تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے
مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کر لیتا اس صورت مین تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہو کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہین
ہوتی پھر جبتک حلت باقی ہو تو تعلیق بھی باقی ہو پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہوگی
خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو خواہ تین وادمع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور واقع کرتے ہین امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی
ہوئی تو جسقدر ملک اول مین عدد طلاق کے باقی تھے اُتنے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی
یعنے فی الحال واقع کر دی اور بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح مین عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول مین دو طلاق کی
تنجیز کی تھی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہو جو باب الرجعۃ مین آویگا خلاصہ یہ کہ تنجیز ما دون ثلث مین بالاتفاق
شیخین اور محمد تعلیق باطل نہین ہوتی لیکن اختلاف ہو وقوع معلق مین شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہو اور محمدؒ کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہو اتنا واقع
ہوتا ہو وثمرتہ فیمن علق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لم تحرم خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمدؒ کا ظاہر ہوتا ہو اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک طلاق
کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اُسنے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اُس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار مین داخل ہوئی تو شیخین کے
نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہو اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گویا اُسکا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو بملک جدید پھر تین طلاق کا اختیار حاصل ہوا پھر جب ایک

اُسکا عموم زیادہ ہوگیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی النہایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے اور وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما میں مشہور ہے نہ اُسکے غیر میں اور بحرالرائق
میں روایت غایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا
وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان الفاظ شرط میں سب میں باطل ہوجاتی ہے
یمین بسبب باطل ہوجانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ میں ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ کلما میں بعد تین بار کے یمین
باطل ہوتی ہے بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہے لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی
گھر میں تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہوگی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آویگی اور چوتھی بار گھر میں داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے
اور اگر کہا کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اُسی عورت سے نکاح
کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک
فانت کذا لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج
اول اُس سے نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جبکہ میں تجھسے تزوج کروں تو تو طالق ہے تو اس صورت
میں بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہیں تو طلاق واقع ہوگی ہر بار
نکاح کرنے سے اگرچہ سَو بار نکاح کرے سو تزوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جائیگی یعنی تزوج تو بالضرور اُسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا
لو قال لموطوءتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ یقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جبکہ میں تجھکو طلاق
دوں تو تو طالق ہے پھر اُسکو ایکبار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے ولو قال کلما وقع
علیک طلاقی یقع ثلث لتکرار الوقوع لکنہ لا یزید علی الثلث اور اس قول میں کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر
اُسکو ایک طلاق دی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی
اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایہ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے کہ تنجیز تین کی مبطل ہے
تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اُسمیں تکرار وقوع کی نہیں تو دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ
ثم نکحہا او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہیں باطل کرتا تعلیق
کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اُسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی
کے یا اُس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل
تعلیق سے عورت اور غلام ہے اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہیں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے
ہوا ہو تو بلا شبہہ مبطل ہے تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت وعتق
والا لا اور باطل ہوجاتی ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک میں ہوا ہو یا غیر ملک میں دونوں طرح تعلیق باقی نہیں رہتی لیکن اگر ملک
میں شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک میں نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر میں مثلا بعد ابانت اور انقضاء عدت کے
قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہیں ہوتی غیر ملک میں چنانچہ اسی شارح نے مسائل آئندہ کو شروع کیا فحیلۃ من علق الثلث
بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ وبعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا ترجمہ اُس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر جبکہ ہو چکا

یا مستنبط کے اور اسی طرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق تھی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہا ان حضت فانت طالق
وفلانۃ وان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا وعبدہ حر فلو قالت حضت والحیض قائم لان التنجیز لم یقبل فی لمانہ زیلعی تصدق وصب طلقت ہی
فقط ان کذبہا الزوج فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی چنانچہ یون کہا زوج کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یون کہا کہ
اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ مین حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اسکا
قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اسکو صریح کیا ہے یا عورت نے یون کہا مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ مین عذاب خدا کو دوست رکھتی ہون تو فقط وہی عورت مطلقہ
ہوگی نہ اسکی سوت اگر زوج نے اسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اسکی تصدیق کی یا زوج کو اسکے حیض کا ہونا معلوم ہوگیا تو وہ دونون عورتین مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی
اور اسکی سوت کذا صرح الحدادی وفی ان حضت لا تقع برؤیۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان تم ثلثا وقع من حین رأت وکان بدعیا اور اگر کہا کہ اگر تو حائض
ہوگی تو تو طالق ہے طلاق واقع ہوگی مجرد نظر آنے خون کے بسبب احتمال کے کہ شاید استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اسوقت سے جب سے کہ عورت
نے خون کو دیکھا اور طلاق بدعی ہوئی اسواسطے کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ فتزوجت بآخر فی الثلثۃ ایام صح فلو تمت فیہا فرد الزوج الاول وبان الثانی تزوج فی عدتہا
دون عدتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو نکاح کرے دوسرے شوہر سے تین دن ہی میں تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو ورثہ اس عورت کی
زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ یہ خون حیض تھا یا نہین کیونکہ حیض تین دن سے کم نہین ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اسکا وارث ہوگا اور تصدیق
ہوگی عورت کے قول کی اسی کے حق میں نہ اسکی سوت کے حق میں کما مر وفی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا الخ تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ
اسم للکامل اور زوج کے اس قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض کو یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کو یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب
عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اس حیض سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا
اور پورا ہونا بدون پاکی کے متصور نہین ثم انما یقبل قولہا فی الحیضۃ الاخری جوہرۃ پھر جوہرہ میں ہے کہ قول عورت کا حیض ہونے میں جب تک مقبول ہے کہ اسے دوسری بار حیض نہین دیکھا کذا فی
الجوہرۃ یعنی حالت حیض مین یا بعد پاک ہونے کے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی مین اظہار کیا تو مقبول نہوگا وفی ان صمت یوما فانت
طالق تطلق حین غربت الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ یصدق بساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایکدن تو تو طالق ہے تو طلاق
واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہین اسواسطے
کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے وقال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول
تلزمہا واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ کہا زوجہ سے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دوبار طلاق ہے سو عورت
لڑکا اور لڑکی ایک کے دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہین کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دوبار طلاق باعتبار احتیاط کے
بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شیء لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر کی عدت
اس طلاق کی ولد ثانی سے ادا ہوئی اسی سبب ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ متصل ہو انقضاء عدت کے اس سے کچھ نہین واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان
علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق انہما معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اسمین کچھ کلام کی حاجت نہین اگر
عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دوبار طلاق واقع ہوگی اور
عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہین اول لڑکا ہوا تو
زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونون کی ولادت ساتھ ہی تو تین طلاق واقع ہوگی اور عدت میں حیضون سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

جاوین اسمین طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونون چیزین ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق ہوگی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری
تو اسمین طلاق ہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی نہ پہلی اسمین طلاق واقع ہوگی علق الثلث او العتق بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم
یجب علیہ العقر فی اللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا مجرد ملنے
دونون شرمگاہ کے یعنی بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونون صورتون مین بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال
کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہین بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سوا ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا عقر عبارت ہے مہر مثل سے
حرہ مین لونڈی مین بیسوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ ولذا لم یصر به مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدون ادخال کے
جماع نہین لہذا بسبب ٹھہرنے کے طلاق رجعی مین زوج مراجع نہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو مجرد اس ٹھہرنے
کے رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمد رح کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہین کہتے اور ابو یوسف رح کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق
رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہین اور مساس مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق مین کہا کہ مذہب ابو یوسف رح کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم
اولج ثانیا حقیقۃ او حکما بان حرک نفسہ فیصیر مراجعا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو اسطرح
کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بالانفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونون طرح زوج مراجع ہوگا
بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے مع اس
قول سے شارح نے معراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اسمین یون مذکور ہے کہ تعلیق عتق مین جبکہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیے کہ مرد پر حد زنا واجب
آوے اسواسطے کہ یہ وطی بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک مین داخل ہوئی نہ شبہ حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت
شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہین ہر وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا اے فلانۃ
علیک فہی طالق اذن نکح فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے
زوج کے کہ اگر مین فلانی سے نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول
قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اسکی عدت مین جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے
ساتھ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہین ہم عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو
بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین تو عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک
طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین وقیدہ فی النہر بحثا بما اذا راجعہا والا فلا قسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ
اگر تیرے اوپر نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو دونون صورتون مین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو
مسکین نے اور نہر الفائق مین بحث کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق
واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہو چکا پھر جب اسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی
بسبب عدم شرط کے مع عنقریب گذرا کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ
المدنی قال لہا انت طالق انشاء اللہ متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد
طلاق او نداء کانت طالق یا زانیۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیۃ کہا زوج نے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ مگر یہ کہ انشاء اللہ کو متصل کہا

واللہ اعلم ولو شهد بها وهو لا يذكر ما ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليها والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہون نے مشیت کی یعنے
انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہین اسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہین جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اسکی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد
کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہی اور اگر اسکو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اسکو انکے قول پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی بحر الرائق ویقبل قوله ان ادعاه وانكرته
فی ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد خانية اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ
مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہی صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہی کہ زوج کا قول مقبول نہین بدون گواہون کے
اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہی بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہین تو بدون
گواہون کے قول زوج پر اعتماد نچاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کرین کہ جاہل ایک طرف بعضے علما طمع دنیا سے سائل کو یہ بھی
حیلہ سکھا دیتے ہین تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور الفساد قیل ان عرف بالصلاح فالقول له اور بعضے علمانے یعنی کمال الدین بن الہمام نے
فتح القدیر مین کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اسیکا قول معتبر ہی مرحوم خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑے
تو ظاہر الروایت کیطرف رجوع کرنا واجب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وحكم من لم يوقف على مشيته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك اور حکم اس
شخص کا جسکی مشیت نہین معلوم ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیۃ مین چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہی جیسا مشیت خدا کا حکم ہی
یعنی اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہی اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش
معلوم نہین ہو سکتی اسی طرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدھے مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد
جمیع حیوانات ولو اشرك كان شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہی مثلا یون کہا کہ تو مطلقہ ہی اگر
چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما والم اور مانند ان شرطیہ کے ہی لفظ الا وان لم واذا اور ما
اور مالم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یون کہا کہ
انت طالق ما شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق مالم یشاء اللہ تو ان سب مثالون مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ انشاء اللہ کہنے سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء
انت طالق لولا ابوک ولولا حسنک ولولا انی احبک فلا يقع خانية اور استثنا مین سے یہ قول ہی کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا باپ نہ ہوتا اور انت طالق
لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا حسن نہوتا اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہی اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہ قول
استثنا مین اسواسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہی یعنی طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذكره ابن الهمام في فتواه اور استثنا
مین سے ہی سبحان اللہ بیان کیا ہی اسکو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتوی مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ
سے نہین ہوتی مرحوم سبحان اللہ یعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہی کہ قتال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ
استثنا کے ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکے متبادر ہوتا ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء الله وانت حر وحر
ان شاء الله طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثاني لغو لا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر وعتيق لانه توكيد وعطف
تفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہی تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہی اور حر ہی اگر چاہا اللہ تعالی
نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنے ثلثا اور حر لغو ہی لفظ اول سے
کچھ زیادہ فائدہ اسمین نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہو گئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیح

تو طلاق نہ واقع ہو گی سب صورتوں مین اسواسطے کہ فی بمعنی شرط ہی تو انت طالق فی مشیئۃ اللہ بجائے انت طالق ان شاء اللہ ہی مگر لفظ علم مین فی الحال طلاق واقع ہو گی
اور اسیطرح قدرت مین اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہو گی بسبب موجود ہونے قدرت حقتعالی کے یقینًا مانند علم الٰہی کے یعنی اگر یون کہا کہ
انت طالق فی علم اللہ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہی قطعی الوجود ہین اُنکا درعلیہ کسیوقت نفی علم
اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہو گی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حکیم مطلق کلہے
شی کو مقدر کرتا ہی اور کا ہے نہین تو اس صورت مین تعلیق بالمجہول ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی وان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما بمعناہا کالہوی والردیۃ
وتعلیقا فی غیرہا وہی ستۃ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہو گی پہلے چار امور مین یعنی مشیت او ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی
ہو چنانچہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رویۃ بمعنی رویت قلبی اور یہ اضافت تعلیق ہی اُن چار کے غیر مین اور وہ چھ ہین یعنے امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور
قدرت تو اگر زوج نے یون کہا کہ انت طالق فی مشیئۃ زید تو یہ تملیک ہی زید کو مجلس تک تطلیق کا اختیار ہی اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہی ثم
العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد فالعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فہی ستون پھر الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کی طرف یا عبد کی طرف تو بیس ہوئے
اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ اور لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید او لعلم زید او فی علم
زید تو یہ ساٹھ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہین ثم فی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ مین ہی کہ لکھا زوج نے طلاق کو
اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہی اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی بولے دوسرے یہ کہ دونون کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو مین ضرب
کیجیے تو ایک سو بیس ہوتے ہین شارح نے اسی سے بجی یا دہ تی کا ارادہ کیا لہذا کہا فعلی ما مر من اعمادیۃ فہی ثمانون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب مین عنقریب مذکور
ہو چکا تو ایک سو اسی ہوتے ہین عماد یہ مین تین احتمال مذکور ہین ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورًا لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورًا بولا تیسرے یہ کہ
استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین مین ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہین حلبی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا
مضاف ہون خدا کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہوان شرطیہ سے یا بے سے یا لام یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار مین ضرب کرنے سے اور
ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونون ملفوظ ہون دوسرے یہ کہ دونون مکتوب ہون تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب
ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار مین ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے اختصار ہزار ایک سو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کی ہین فوق کل
ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر تفصیل کا ضرور نجانا انت کیف شاء اللہ تطلق
حقیقۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طالق ہی جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہی کہ کیفیت باطل ہو گئی
بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہگیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الآنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ تقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق ہی
تین بار مگر ایکبار نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بالاتفاق جائز ہی یہانسے بحث استثنا تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنا تعطیلی کے بحر الرائق مین کہا کہ
استثنا دو قسم ہی ایک استثنا عرفی دوسرا استثنای وضعی استثنای عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنا وضعی اب مذکور ہوتا ہی استثنای وضعی وہ ہی جو مابعد الا یا اخوات الا کے
مذکور ہو اور مابعد الا کا حکم مین مخالف ہوتا ہی ماقبل الا سے ماقبل الا کو مستثنی منہ کہتے ہین اور مابعد الا کو مستثنی بولتے ہین وفی الا اثنتین تقع واحدۃ اور اس قول مین کہ انت طالق
ثلثا الا اثنتین یعنی تجھکو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہو گی وفی الا ثلثا تقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویہ اور اس قول مین کہ انت
طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہی اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منہ کے ہو یا مین برابر اسکے ہو استثنا
بلفظ صدر کی مثال متن مین مذکور ہو چکی یعنی ثلث سے ثلث مستثنی ہو اور مساوی کی یہ مثال ہی کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وان نسائی طوالق الا ہولاء ر

ثالث کو اپنے داہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے میں اور ایک بائیں میں آخر تک پھر ساقط کر بائیں ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے
اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہیں وہی واقع ہو تو مثال مذکور میں مستثنیٰ اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائیں میں لیا پھر ثالث یعنے
سات کو داہنے میں لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائیں میں لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں اور سادس یعنی چار کو بائیں میں لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے میں اور
ثامن یعنی دو کو بائیں میں لیا باقی رہا ایک اسکو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائیں میں آٹھ اور چھ اور چار اور دو
مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا بیس پھر بائیں ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ
درہم لازم آتے ہیں اخراج بعض التطليقة لغو بخلاف ايقاعه ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا
واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اوائل باب میں مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں فلو قال انت طالق ثلثا
الا نصف تطليقة وقع الثلاث فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہونگی
اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اُنکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے
وفی السراجیہ انت طالق الا واحدة لتقع ثنتان انتهى فكانه استثنى من ثلث مقدرا اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول میں کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگے انتہی کلامہ تو گویا
استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں سألت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسين طلقة فقالت المرأة ثلث تكفيني فقال ثلث لك والباقی لصواحبك
وله ثلث نسوة غيرها تطلق المخاطبة لاغيرها اصلا هو المختار لصيرورة الباقی لغوا فلم يقع لصرفه لصواحبها ایک عورت نے طلاق مانگی تو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے
پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہیں سو زوج نے کہا کہ تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتوں کیواسطے اور حالانکہ اُس مرد کے تین عورتیں اور ہیں
سوائے مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب جانے باقی طلاقوں کے لغو یعنی پچاس میں سے سینتالیس کے باطل ہوگئے تو اُسکی سوتوں پر لغو طلاق کے صرف کرنے
سے کچھ نہ واقع ہوگا فروع مسائل لحقه شارح کے فی ایمان الفتح ما لفظه وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار
فانت طالق وقع الثلاث واقره المصنف تمہ فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ بایں لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہوچکا ہے کہ اگر زوج نے
کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار
ہو کذا فی حاشیة المدنی اور مصنف نے منح الغفار میں اسکو ثابت رکھا ہے وفی باب الایمان ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فوراً وخالع امرأته ثم سكنها فی العدة لم تطلق
بخلاف فانت طالق فليحفظ کہا اگر میں رہوں اس شہر میں تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکلگیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اسی شہر میں آیا قبل
گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس بسنے کے وہ عورت مطلقہ نہو گی اسواسطے کہ شرط پائی جانے کیوقت وہ عورت اُسکی زوجہ نہیں کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی
زوجہ سے کہ اگر میں اس شہر میں ہوں تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اُس سے خلع کیا پھر بعد اسکے شہر میں آرہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اسصورت میں
تعلیق ہو سکتی ہے تقیید زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة المدنی ان تزوجتك فانت كذا لم تقع حتى تتزوجها مرتين بخلاف ما لو لم يؤخر الجزاء فليحفظ
اگر میں تجھسے نکاح کروں اور اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ
صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر نہ کرے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان میں لاویگا دونوں شرطوں کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ
ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتك وان تزوجتك اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك کذا فی حاشیة المدنی ناقلاً عن النهر والهندیہ
ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو خالعت لا لانه تنجيز والاول تعليق زوج نے
کہا کہ اگر میں تجھسے غائب ہوں چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پھر اسکو طلاق دی یعنی کئی شخص سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

توبمین باطل ہوگئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فالیمین لم تکیہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کہائی کہ ضرور نکالیگا اپنے گہر کے
رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اسکے گہر کا مرد ظالم ہے سو اگر گہر والے کو اسکا نکالنا ممکن نہو تو براءۃ یمین یعنی واسطے قسم فقط زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے
یون کہے کہ مین نے تجھکو اپنے گہر سے نکالا تو حانث نہوگا نیتی مالکیہ فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او برا رہن کذا من باقی صداقہا او لو وضع لہا الکل
بل تبطل الظاہر لا لتصریحہم بصحۃ براءۃ الاسقاط والرجوع باوجہ باقی رہا کلام انمین جو تعالیق مین لکہا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا یا اسپر دوسرا
نکاح کریگا یا کہ زوج زوجہ کو دلانے قرض سے ابرا کرے یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دے تو آیا تعلیق براءۃ کی
باطل ہوگی یا نہین جواب ظاہر یہ ہے کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اسواسطے کہ فقہا نے صرح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اسکا
پھیر لینا درست ہے اور تعالیق سے مراد وہ وثائق ہین جو عقد نکاح کیوقت شروط لکھے جاتے ہین براءۃ اسقاط یہ کہ دائن مدیون کو دیا دین معاف کردے یا صاحب حق اسکی گردن سے ساقط
کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تہا وہ اس سے پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ
ہوگیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوتی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ
حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما الصدق او لانہا غموس لا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کہائی اللہ کی کہ وہ داخل نہین ہوا اس گہر مین
آج پھر بولا کہ اسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گہر مین داخل ہوا ہو تو اسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اسکا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا بسبب صدق اس شخص کے
یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس مین گناہ ہے کفارہ نہین اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہین خدا کی قسم مین خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونون قسمین تناقض مین
اگر ایک مین صادق ہوگا تو بالضرور دوسری مین کاذب ہوگا اور آزادی غلام کی ثابت نہوگی جبتک پہلی قسم مین صادق نہو اور پہلی قسم مین باللہ ہے اور اسمین قاضی کے حکم کو دخل
نہین پھر بدون قاضی کے اسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہذا اس مسئلہ مین نہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث بالثانیۃ لدخولہما
فی القضاء یہانتک کہ اگر اسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونون قسمون مین حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونون یمین کے قاضی کے حکم مین باقی بیان اسکا باب
عتق البعض مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما فخلطتہ اللحام بدراہمہ قال زوجہا ان لم تردیہ الیوم فانت کذا فحیلتہ ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج
ولو ضاع عن اللحام ولم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اس درم کو اپنے
درمون مین ملا ڈالا اور اسکے زوج نے کہا کہ اگر اس درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طالق ہے تو تدبیر اسکی یہ ہے کہ عورت قصاب کی تہیلی جسمین وہ درم داخل ہوگیا ہے لاوے اور زوج کو
دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جبتک یہ معلوم نہو کہ وہ درم پگہلا یا گیا یا دریا مین گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف
اذیب او سقوط فی البحر کے حلف ان لم یکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا فحبس لو فی بیت حتی مضی الیوم قسم کہائی کہ اگر ہون مین آج جہان مین یا اس دنیا مین
تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گہر ہی مین قید رہے یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہوگا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید مین حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا مین نہ ہوا اس مسئلہ مین عرف کا اعتبار نہین
طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجاے ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تہا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا کیا
ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقید و منع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کہائی کہ اگر مین نہ ویران کرون فلانے کے گہر کو کل تو ایسا ہو پہر اسکے پاؤن مین بیڑیان
ڈالی گئین اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہوگا یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذہا فہربت
منہ ان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا ابوہا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہوگا جسنے یون کہا کہ اگر مین نہ نکلون اس گہر سے تو ایسا ہو پھر اسکے بیڑیان ڈالی گئین یا یون کہا
اپنی زوجہ سے کہ اگر مین تجھکو اپنے گہر نہ لیجاؤن تو ایسا ہو پھر اس عورت کو پکڑا سو وہ اس سے چہوٹ بہاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہوگی آج کی رات

یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں مانند مریض کے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جبتک ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہو تو مریض کے مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہو گئی تو مانند
صحیح ہیں او بارز رجلا او ہو مثلہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع وبقی فی فیہ فار بالطلاق خبر من یا علیہ بلای کی کا اصلح
پر ہو کر جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار ہونے یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے
یا پکڑا ہو اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال میں متعلق ہو چکا مثل مر
کمالہ فار بالطلاق خبر لمن غالب حالہ الہلاک کی یعنی جسپر غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوم کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعہ الا من
الثلث لو صحیح نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کیا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وہی من اہل المیراث علم باہلیتہا ام لا کان ملکت
او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوج اسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو چنانچہ اسکی زوجہ کتابیہ
مسلمان ہو گئی یا اسکی زوجہ لونڈی آزاد ہو گئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہو طائعا بلا رضاہا فلو اکرہ او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی
بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق میں زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہو گئی اپنی طلاق سے تو وارث نہو گی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا
اور یہ مراد نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہے وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید زیادہ
کی ولو اکرہت علی رضاہا او جامعہا ابنہ کرہا ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اسکے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بزبردستی طلاق کا سوال کرا دیا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے
صحبت کی تو عورت وارث ہو گی اسواسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں وہو کذلک الی ان مات بذلک الحال ومات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث اور حالانکہ زوج طلاق دینے والا ایسا ہی
بیمار ہی حال سے بنا رہا اور اسی مرض میں مر گیا تو اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہو گیا پھر زوجہ کی عدت میں مر گیا تو زوجہ نہ وارث ہو گی اسکی بذلک السبب او بغیرہ کان قتل
المریض او یموت بجہۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ ورثت ہی منہ لا ہو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے مریض قتل کر ڈالا جاوے
یا کسی اور جہت سے مر جاوے عدت میں عدت کی قید مدخولہ کیواسطے ہے تو مطلقہ وارث ہو گی زوج کی اور اگر عورت اول مر گئی تو زوج اسکا وارث نہو گا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے
اسقاط حق سے متن میں لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر جاویگا تو
عورت مطلقہ اسکی وارث ہو گی موت اسکی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہر چند ایسیر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں
ہو گی وعند احمد ترث بعد العدۃ ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہو گی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح نکرے اور یہی مذہب ہے
اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگر دس ازواج سے نکاح کریگی تو بھی وارث ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت
بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسیطرح وارث ہو گی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہو گئی ایک طلاق
بائن کی یا تین طلاق کی اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہاں تک کہ وطی اسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت میں
طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اور اگر عدت منقضی ہو گئی تو نکاح زائل ہو گا وتکفی اہلیتہا وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کے واسطے
زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اسمیں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت کی شرط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت ابن زوجہا لثبوت الحرمۃ بینہما اور اسیطرح وارث
ہو گی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اُس سے ہم صحبت ہوئی اسواسطے کہ آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی
نہ زوجہ کیطرف سے سو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہو گی ومن لاعنہا فی مرضہ او آلی منہا مریضا کذلک ای ترثہ لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری
میں یا ایلا کیا اس سے حالت بیماری میں اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہو گی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ مذکور ہو چکی یعنی فرقت زوج کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی
فی صحتہ وبانت بہ ای بالایلاء فی مرضہ او ابانہا فی مرضہ فصح فمات او ابانہا فارتدت فاسلمت فمات لا ترثہ لانہ لابد ان یکون المرض الذی طلقہا

عورت مرگئی تو زوج اسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ بسبب کے طلاق اور زوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا (فی تخییر ما لا ترث و ہو ما اذا کان التعلیق) بفعله او لفعلها

او لفعلها و لہا منه بد او ران صورتوں کے تخییر مین وارث نہوگی اور وہ تخییر وہ ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونوں صحت مین ہو خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے

پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت مین ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل ایسا ہو کہ اسکو لابد نہین خواہ تعلیق و شرط دونوں مرض مین ہون خواہ تعلیق

صحت مین ہو اور شرط مرض مین (و) حاصلها ستة عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعله او بفعلها و کل وجه علی اربعة لان التعلیق والشرط اما فی الصحة او فی المرض او ما

او احدهما و قد علم حکمها خلاصہ اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتین ہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے

فعل پر تو یہ چار صورتین ہوئین اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت مین ہین یا مرض مین یا ایک صحت مین اور دوسرا مرض مین یعنی تعلیق

صحت مین اور شرط مرض مین یا شرط صحت مین اور تعلیق مرض مین تو یہ سولہ صورتین ہوگئین چار کو چار مین ضرب کرنے سے اور بالتحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر

صورت کا کہ چھ صورتون مین عورت وارث ہے اور دس صورت مین نہین ہم تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی لکھتے ہین پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور

تعلیق اور فعل اجنبی مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق

ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو بھی وارث نہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے

آنے پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت

کے آنے پر لیکن تعلیق صحت مین ہوئی اور شرط مرض مین تو بھی وارث نہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۹ یہ کہ تعلیق

کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل

پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے

فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے

فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث ہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی کذا فی حاشیة

المدنی (قال لها فی صحته ان شئت انا و فلان فانت طالق ثلاثا فمرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی

ثم مات الزوج لا ترث) کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت مین کہ اگر مین چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے

طلاق کو ساتھ یا کہ اول زوج نے چاہا بالبعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مر گیا تو عورت وارث ہوگی (وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیة والفرق الاتی)

او بمشیة الاجنبی ولا اصار الطلاق معلقا علی فعله فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیة اور فرق دونوں صورتون

مین پوشیدہ نہین اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے

کہ اسمین مشیت زوج کی جزو ہے علت کی نہ تمامی علت کی (تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجة علی ثلاث فی الصحة و علی مضی العدة ثم اقر لها بدین او عین

او اوصی لها بشیء فلها الاقل منه) اقرار او وصی (ومن المیراث للتهمة) مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضائے عدت پر

پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی

اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر

مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت

وارث کے حق مین صحیح نہین اور احتمال ہے کہ زوجین کی محبت سے زوج اسکے موافق ہوگیا ہو اور قدر میراث مین کچھ تہمت نہین لہذا کمتر مال عورت کیواسطے مقرر ہوگیا (ولذا تعین)

بخلاف وقوع الفرقة بینهما بالجب والعنة واللعان فانه لا یرثها علی ما فی الخانیة والفتح عن الجامع وجزم به فی الکافی قال فی البحر فکان هو المذهب لانها طلاق
فکانت مضافة الیه وقیل ترثه الزیلعی وهو کالاولی نیز بخلاف واقع ہونے فرقت کے دونوں میں بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ
ان صورتوں میں زوج وارث نہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے اور عدم وراثت پر یقین کیا ہو کافی میں بحر الرائق میں کہا تو یہی مذہب
ٹھہرا اسواسطے کہ یہ فرقت طلاق ہو تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ فرقت بھی مثل پہلی فرقت کے ہو تو زوج اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول
اول کے اور یہ قول ضعیف کا قایل زیلعی ہو ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب فلو کانت الردة فی المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور
دار الحرب میں جا ملی تو اگر ارتداد اسکا مرض میں ہوا تھا تو زوج اسکا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہو عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر میں وراثت
نہیں ہوا الا ان ارتدت فی الصحة لا یرثها بخلاف ردته فانها فی معنی مرض موته فترثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت ورثته والا خانیة اور اگر عورت بیماری میں
مرتد نہیں ہوئی اس طرح کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجاے اسکے مرض الموت
کے ہو اسواسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہو تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوج اور زوجہ
دونوں ساتھی مرتد ہوئے پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیة قال آخر امرأة اتزوجها طالق
ثلثا فنکح امرأة ثم اخری ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لهما لان الموت معرف والصفة بالآخریة من
وقت الشرط فیثبت مستندا کہا ایک مرد نے کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہو تین بار اسواسطے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے
نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہو
یعنی زوج کی موت سے یہ معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہو اور متصف ہونا زوجہ ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنی تزوج
کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہوکر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اسوقت زوج
بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ابانها فی مرضه
ثم قال لها اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا فتزوجها فی العدة ومات فی مرضه لم ترثه لانها فی عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیة زوج نے
طلاق بائن دی زوجہ کو اپنے مرض موت میں پھر کہا اس سے کہ جب میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالق ہو تین طلاق پھر اس سے نکاح کیا عدت میں اور مرگیا
اپنے مرض میں تو وہ وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیة یعنی
طلاق بائن کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی
پھر جب پہلی عدت باطل ہوئی تو وراثت کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہو اور یہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہوسکے اسواسطے
کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذبها الورثة بعد موته فی الطلاق فی مرضه فالقول لها لقولها طلقنی وهو نائم وقالوا فی
الیقظة ولوالجیة جھٹلایا عورت کو وارثوں نے بعد موت زوج کے اسکی بیماری کے طلاق دینے میں یعنی زوج کے وارثوں نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض میں اسکو
طلاق نہیں دی عورت کا دعوی غلط ہو تو اسصورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی میں معتبر ہو کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا
اور وارثوں نے کہا کہ جاگتے میں طلاق دی کذا فی الولوالجیة طلقها فی المرض ومات بعد العدة فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتها اجنبیة بخلافه فی
العدة جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہو جانے
عورت مطلقہ کے بعد انقضای عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت میں مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اسکے قبضہ میں ہوگا تو عورت ہی

بسبب ولادت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر وتنقطع الرجعة اذا طهرت من الحیض الاخیر لتمام عشرة
ایام مطلقا وان لم تغتسل ورجعت منقطع ہوتی ہے جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو کہ حاجت
اگرچہ عورت نے غسل نکیا ہو اور طہارت حیض اخیر سے لوٹ آنے کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوة یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تب بھی بعد دس روز کے عدت
منقضی ہوگی ولاقل لا تنقطع حتی تغتسل وتو بسور حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تتزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے
کم مین تو عدت منقطع نہوگی یہان تک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے
بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاے عدت کے حق مین لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نکرے بنابر احتیاط کے او یمضی جمیع وقت صلوة
فتصیر دینا فی ذمتها یا کہ گذر جاے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہوجاے عورت کے ذمے مین مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض مین عورت طاہر ہوئی
اور غسل نکیا تو عصر کے وقت اسکی عدت منقضی ہوگی ولو عاد ولم یجاوز العشرة فله الرجعة اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس دن سے تجاوز
نکیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہین ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء وتصلی ولو نفلا
صلوة تامة فی الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح مین یعنی اقل حیض مین
عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہین سواسطے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکتابیة بمجرد الانقطاع لعدم الخطاب قلت مفاده
ان المجنونة والمعتوهة کذلک اور مطلقہ کتابیہ مین مجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونے کے یعنی بحکم
شرعی کی وہ مخاطب نہین شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسیطرح ہے یعنی انکی عدت بھی مجرد انقطاع حیض کے
منقضی ہوگی اسواسطے کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہین ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو
تیقنت عدم الوصول وترکه عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا جیسے ایک
انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی بواسطے احتمال جلد خشک ہوجانے کے اور اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اس ٹکڑے مین یقین ہو یا اسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع نہ
ہوگی ولو نسیت عضوا لا تنقطع اور اگر غسل مین پورے عضو کا پانی پہونچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پانو کے تو عدت منقطع نہوگی وکل واحد من المضمضة والاستنشاق
کما اقل من العضو وهما عضو علی الصحیح اور ہر ایک مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ یہ دونون ملکر ایک عضو ہین بنابر قول صحیح کے تو اگر کوئی کرنا
بھولگئی غسل مین تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منکرا وطیها فراجعها فان جاءت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق او لستة اشهر فصاعدا
من وقت النکاح صحت رجعته لسابقة طلاق دی حاملہ کو اسکی وطی سے منکر ہو کر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی
چھ مہینے سے کم مین طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت مین جنی نکاح کے وقت سے تو زوج کی اسکی رجعت صحیح ہوگی ہم
جبکہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کم مدت مین حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ انکار زوج ہی کا تھا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی
ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ عین صحت مین واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کم مین جنی تو شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی مین ثابت نہوگی اسواسطے کہ لڑکا
نکاح کے بعد ہوا تو رجعت بھی صحیح ہوگی کذا فی حاشیة المسکین بیان درالمختار کے نسخون مین اختلاف ہے بعضے نسخون مین بعد فان جاءت بولد لاقل من ستة اشهر فصاعدا من وقت
النکاح ہے تو ظاہر یہ نسخہ صحیح نہین اسواسطے کہ وقت نکاح سے کم چھ مہینے مین ولادت ہونے سے شرعا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مسکین کا اختیار کیا
فهو صحیحا علی الوضع السابق حکم قبله ... فی کلام الوقایة اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل وضع
حمل کے مخالف نہین تو کچھ تساہل اور بے تامل وقایة الروایة کے کلام مین نہین ہے شارح نے جواب یا اس اعتراض کا جو صدر الشریعة نے شرح وقایہ مین

عورت تین طلاق کرولد ثالث کے سبب کلام کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلام مقتضی ہو عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنیوالی عورتون مین داخل ہو جبتک کہ وہ ناامیدی کے سن مین نہ داخل ہو پھر جب حمل بڑھاپے مین داخل ہوگی تو اسکی عدت مہینون سے ہوگی ولو کانوا ببطنین یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکون سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت کے اسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوئے ہون خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفات لزوجہا الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل کرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہو سنگار کرنا طلاق بائن میں اور زوج کی وفات مین مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہو سو غائب مین حاصل نہین سنگار اسوقت مستحب ہو جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نہ کرے چنانچہ مسکین نے اسکو مذکور کیا ہو ولا یخرج بہا من بیتہا ولو لما دون سفر للنہی المطلق ما لم یشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو اسکے گھر سے نہ نکال لیجائے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید مین مطلقہ کا مطلقاً اخراج ممنوع ہو بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو گھر سے نہ نکالے جب تک گواہ نہ کرے اسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت کا رجعت نہونا اسوقت ہو جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر مین مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہو باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر مین بدلیل مصرح ہو اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو مسلم رکھا ہو والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا للشافعی فلو وطی لا عقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہین کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعیؒ کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہو یعنی حرام نہین اگرچہ مکروہ ہو اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہو لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ والا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہو بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہین ویثبت القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہو اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہین تو اسکی باری بھی نہین کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہو کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہو اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت تا عدت منقطع نہین وینکح مبانتہ بما دون الثلاث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کم مین یعنی اگر ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہو اور بعد عدت کے بھی جائز ہو ہم لفظ بالاجماع متعلق ہو فی العدۃ کا تو بہتر یون تھا کہ بلا فصل اسی کے قریب ہوتا اور یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہو کہ حق تعالی فرماتا ہو ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ یعنی نکاح کا قصد نکرو تاوقتیکہ عدت نہ تمام ہوا اور یہ خطاب شامل ہو زوج اور غیر زوج دونون کو پھر زوج کو عدت مین نکاح کرنے کی کیا وجہ ہو خلاصہ جواب یہ ہو کہ زوج اس عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدرر والمنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت مین نکاح کرنے سے بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ مین نکاح جائز ہوتا اور بعد اسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہو یا ثانی کا ہم یہ تعلیل صغیرہ اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہو تو یون کہنا بہتر ہو کہ نص قرآنی سے عدت مین نکاح کرنا عموماً منع ہو اور زوج اس سے بالاجماع مخصوص ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب مین بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

من فرق بینہما لظہار اولعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکہا لم تحل لہ ابدًا اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ مین تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوگئی پھر زوجہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام مین گرفتار ہو آئی پھر زوج اُسکا مالک ہوگیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال نہوگی یعنی ظہار مین بدون کفارہ کے اور لعان مین بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی تو شارح کے کلام مین یعنی حرمت موبدہ کے ذکر مین مسامحت ہے اس اعتبار سے کہ باب ظہار اور لعان مین قیود مقررہ مذکور ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن بہ فلو کانت صغیرۃ لا یوطأ مثلہا لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص مین وطی واقع ہونے کا یقین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہین اور اُسکی وطی شرعًا معتبر نہین تو وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والا حلت وان افضاہا بزازیۃ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوگی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیۃ مفضاۃ اُس عورت کو کہتے ہین جسکے قبل اور دبر کے درمیان کا پردہ پھٹکر ایک ہو جاوین فلو مفضاۃ لاتحل لہ الا اذا حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلہا حسب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہوگی مگر جب کہ وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو جاے کہ وطی اُسکی قبل ہی مین ہوئی نہ دبر مین اور بدون حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ دونون مکان ملکر ایک ہو گئے ہین بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہان قبل کی وطی مین شبہہ نہین اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے اسکی یہ حالت ہوگئی تو دونون صورتون مین فرق ظاہر ہوگیا کما لو تزوجت بمجبوب فانہا لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب فتح فالاقتصار علی الوطی قصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہوگی تا وقتیکہ حاملہ نہوا اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنے ہر چند یہان دخول حقیقی متصور نہین اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلۂ تناسل مطلق باقی نہین لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع مین یہ حمل زوج ہی کی طرف سے منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اس دخول حکمی کے اُس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر مین فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی مین داخل رہیگا والایلاج فی محل البکارۃ یحلہا والموت عنہا لا کما فی القنیۃ واستشکلہ المصنف اور ادخال محل بکارت مین حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کیواسطے اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑکر حلال نہین کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیۃ اور مشکل جانا ہے اس احلال کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ مین کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت مین سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہین اور تحلیل مین وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہین وفی النہر وکانہ ضعیف لما فی التبیین لیشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وہو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین مین یون ثابت ہے کہ تحلیل مین شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونون شرمگاہون کا ہے بدون حائل ہونے اُس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد مین محال ہے تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہ عن قوۃ نفسہ فلا یحلہا من لا یقدر علیہ الا بمساعدۃ الید الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس احرام وان کان حرامًا وان لم تنزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نہ کریگا وہ شخص جو قادر نہین ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اُسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد

صورت سے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل میں رکھا یعنی زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملیگا بسبب قصد اصلاح کے کہ بعد از الۂ حرمت کے دو بچھڑے مسلمان کو ملادیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہے جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ھبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا وارادحلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی یقضی ببطلان النکاح ای فی القائم والآن لافی المنقضی بزازیۃ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر زوج اول کا نکاح صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلوں کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہوں کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح میں کرے جو قائم دراب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ میں کذا فی البزازیۃ حم شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہیں اسواسطے کہ یہ تعبیر اسکو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی و بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب میں صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو عبارت میں قصور ہے یوں کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہو اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ میں تو شافعی کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہیں کہ اس میں مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے علاوہ اسکے تین طلاق کا وجود گا ہے متحقق نہ ہوسکیگا اسواسطے کہ جب شافعیؒ نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہے اسواسطے کہ عدالت بشرط نزدیک شافعیؒ کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو وہاں آپس در کار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا اولم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول فالقول لہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یوں کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو لم یدخل لم یہدم اتفاقا قنیہ مادون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمدؒ اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اس نے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گرادیگا بخلاف امام محمدؒ کے کہ انکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہیں گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہیں کی تو بالاتفاق نہ گرادیگا کذا فی القنیۃ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وثنتین لو امۃ وعند محمدؒ وباقی الائمۃ بالبقی وہو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو طلاق وہ پہلے زوج کے نکاح میں پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرادیا یعنی نیست ونابود کردیا اور نزدیک محمدؒ اور باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمدؒ کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علما نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے مع شیخ محقق نے کہا کہ قول امام کا علی الاطلاق ماخوذ ہے اور ابو یوسفؒ کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہے ترجیح کا اور اسیواسطے متون میں یہی ثابت ہے اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کی مخالف متون کے معتبر نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب علیٰ

ذلک لا لیصدقان علی المذہب المفتی یہ کما لو لم تصدقہ ہی وقیل یصدقان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے مین نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اُسکی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہو کہ تا مجھکو اُس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس حال مین تو مرد اور عورت کی تصدیق نہوگی بنا بر مذہب مفتی بہ کے جیسا کہ اس صورت مین جبکہ عورت اسکی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہ ہو کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے لو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا ثنتیں واحدۃ فرد انفذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ مین اسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دیچکا ہون غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاوین سو اسواسطے کہ پہلے ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق کر اسواسطے کہ اقرار زوج کا دو طلاق پر لغو کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

یہ باب ہی ایلا کا مناسبتہ البینونۃ مآلا مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہو یعنی جیسے طلاق رجعی مین عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہو ویسے ہی ایلا مین بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہو لہذا دونون باب متصل مذکور ہوئے ہو لغۃ الیمین شرعاً الحلف علی ترک قربانہا مدۃ و ذہنیا ایلا لغت مین بمعنی قسم کے ہو اور شرع مین ایلا وہ قسم ہو جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ ذمی ہو جیسا کہ ایلا ذمی کا بیان متن مین آگے مذکور ہوگا والمولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امراتہ الا بشیئ شاق یلزمہ الا المانع کفراً اور مولی بضم میم و کسر لام اسکو کہتے ہین جسکو ممکن نہین اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ یہ لازم ہوتی ہو اُسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہین کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہین آتا یعنی کافر اگر ایلا کریگا تو اسکو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہو بدون لزوم کفارہ کے و رکنہ الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہو خواہ قسم اللہ تعالی کے نام کی ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطہ محلیۃ المراۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہ ہو کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہو ومنہ ان نکحتک فو اللہ لا اقربک ای ایلا مذکور سے یہ مثال ہو کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول مین وقت ایلا کے منکوحہ نہین لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہو تو گویا اُسنے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو زاد و انت طالق تم تزوجہا لزم کفارۃ و بالقربان یقع بائن بترکہ اور اگر مثال مذکور مین وانت طالق زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ (ان تزوجتک فو اللہ لا اقربک وانت طالق) یعنی اگر مین تجھسے نکاح کرون تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہوگی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہوگی وطی چھوڑنے سے ہم اس مثال مین کفارہ لازم آویگا وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہو اور طلاق واقع ہوگی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہو کہ اسمین تعلیق ہو طلاق کی نکاح پر تو مجرد نکاح کے طلاق واقع ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہو کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکے دوسری بار اس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی واہلیتہ الزوج للطلاق وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہو اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہو اسکو ایلا کی بھی لیاقت ہو اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہو ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ تو صحیح ہو ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بغیر عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہو طلاق کا تو اسکا ایلا بھی صحیح ہو لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہین اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہو ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہو یعنی بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہو تیسرے مین اختلاف ہو یعنی بنام خدا قسم کھانے مین کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہوا تو امام کے نزدیک اُسکی ایلا کا کیا فائدہ ہوا تو اس نے اسکے قول میں اسکا جواب دیا

کر دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروبگاہ سے طلوع کرے فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ فنی الحلف
باللہ وجبت الکفارۃ وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین ضروج نے وطی کی اگرچہ مدت کے اندر اگرچہ اس وقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا
پھر جسوقت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اسکے سوا یمین یعنی تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ عتاق خواہ سوا اسکے
اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہو گی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نہ رہیگا یعنی بعد چار مہینے گذرنے کے طلاق واقع
ہوگی والا یقربہا بانت بواحدۃ بمضیہا اور اگر مدت میں کسی وجہ سے وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے ولو ادعاہ بعد مضیہا
لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہوں کے وسقط الحلف لو کان مؤقتا ولو مؤبدا
بمضی الثانیۃ تبین ثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت ہوئی یمین ہوگی اگرچہ توقیت مدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے
عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے آخر مہینے صحبت نکرونگا پھر چار مہینے اس سے صحبت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر زوج
نے اس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نکی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب قسم کا اثر باقی رہیگا یعنی اگر تیسری مرتبہ عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے
تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے لو کان صحیحا اور کلامنا جاریۃ کما مر اور قسم ساقط ہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی و ابدی ہوگی اور یہ
ظاہر ہوگی یعنی بشرطیکہ حائض ہو عورت قسم کھانے کیوقت چنانچہ ذکر اسکا گذر گیا وفرع علیہ قولہ فلو نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فیء بانت
باخریین اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن واقع ہوئی پھر دوسری اور تیسری
بار نکاح کیا اور دو مدتیں بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت پر دو بار طلاق بائن اور پڑیگی یعنی زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت
نکی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے
بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار نکاح کیوقت سے یعنی اگر
دائمی قسم کھائی اور بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے اس سے نکاح نہ کیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری طلاق نہوگی اسواسطے کہ
منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں فلو نکحہا بعد زوج آخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک سو اگر ایلا کرنیوالے نے اس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے
بعد تو اب پھر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی
اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت
نہ کی تو اب پھر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت ثانی نئی ہے تو طلاق کیونکر
واقع ہو بخلاف ما لو بانت بالایلاء بدون ثلاث او ابانہا بتنجیز الطلاق ثم عادت بثلاث تقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہدم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا
ہوگئی بسبب ایلا کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور شیخین
کے نزدیک زوج اول کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمدؒ کے کہ انکے نزدیک بعد باقی طلاق واقع
ہوگی چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ کے اندر مسئلہ ہدم میں ہو چکی یعنی اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت
نکرونگا اور چار مہینے تک قربت نکی تو پھر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دو بار طلاق بائن ہوگئی پھر عورت نے دوسرے
زوج سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج
ثانی نے طلاق سابق کو منہدم کردیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق بائن

کہ ممکن ہو کہ عورت کو مکر سے بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے آلی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ وبطل بمضی المدۃ ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہی
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذرجانے مدت ایلا کے یعنی چار مہینے گذرگئے اور ہنوز عدت رجعی
کی باقی ہو بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ للمدنی اقلا عن النہر
مع بعضے نسخون میں بمضی العدۃ ہو بجائے بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا اسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانۃ او اجنبیۃ
نکحہا بعدہ ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لا یصح لفوات محلہ ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے
بعد ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک نہ کیا یعنی نکاح پر تعلیق نہ کی جیسا کہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی
نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہر چند ایلا نہو لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہو
ولو آلی فابانہا ان مضت مدتہ وہی فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیۃ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ
عورت ہنوز عدت میں ہو تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہوگئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیۃ عجز عجزا حقیقیا لا
حکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطیہا لمرض احدہما او صغرہا او رتقہا او جبہ او عنۃ او بمسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ او لم یقدر علی وطیہا
فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ وقولہ لا بحق لم ارہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی کر نہ حکمی کر جیسا کہ بسبب احرام باندھنے کے یا
اعتکاف کے اسواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہو نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے
یا بسبب قطوع الذکر یا نامرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اسکو قطع نہیں کر سکتا اور پہونچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے
زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر نہو عورت کی وطی پر قید خانے میں کما فی البحر الرائق عن الغایۃ شارح کہتا ہو جس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو
اسکے دریافت کرنے کو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوے عالمگیری میں اسکو پایا منقول غایۃ السروجی سے
کہ حبس ناحق میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہو اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا ولکرہہا
ونشوزہا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاہا بالمنع فیرضیہا بالوعد اور اسی طرح عاجز ہوا وطی
سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہو جیسا کہ یون کہنا کہ میں نے رجوع
کیا زوجہ کی طرف یا یون کہا کہ میں پھرا تیری طرف یا یون کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کر دیا یا یون کہا کہ جو میں نے کہا تھا اس سے میں پھرا اور مانند ان
اقوال کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکر سکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی
بسبب منع وطی کے تو اسکو اب راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہا لا یکون
فیئا پھر بعد رجوع قول کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ یہی اصل ہو سو اگر غیر
فرج میں وطی کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی آلی وہو
صحیح ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہو قول مصنف سے یعنی (فان قدر علی الجماع) سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلا کے وقت
سے اسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کر دیا ہو ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یون ہو کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہو گیا تو اسکا رجوع
کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفیء باللسان
فلو ابانہا ثم قال بلسانہ بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہو اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث کو

حرام ہی یہ ہر زوجہ کو شامل ہی تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین مین ہی
نہ کہ (انت علی حرام) مین اسواسطے کہ خطاب صریحا مانع ہی عموم کا اور نہ (امرأتی علی حرام) مین ہی اور ظاہر نظر مین بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہ گفتگو (انت علی حرام) مین ہی
لہذا شارح نے اگلے قول مین اسکا استدراک کیا لکن فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسألۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدۃ کما فی المتن
بل یجب فیہ ان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ تحصیل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر الفائق مین ہی کہ واجب ہی
کہ ہون معنی اس قول زیلعی کے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہی یعنی فقط تحریم مین مثل مسئلہ سابقہ کے ہی نہ کہ بقید خطاب زوجہ واحدہ کے جیسا کہ متن مین ہی کہ
یعنے کنز مین بلکہ یہ واجب ہی انت علی حرام مین کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہی کہ مین کہتا ہون یعنی بخلاف
حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہی چارون عورتون کو شامل ہی اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح
کلام فقہا مین اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنے جو کہتا ہی کہ سب عورتون پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہی کہ حلال اللہ
یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہی کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہی کہ (انت علی حرام) اور شارح کا یہ مطلب نہین کہ نہر الفائق کی تصریح
سے متن تنویر الابصار کے دونون قولون مین اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ ان دونون قولون کا اختلاف (امرأتی علی حرام) پر مبنی ہی سو جو فقہا کہ عموم کے قائل
ہین سو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہین اور جو خصوص کے قائل ہین وہ اضافت عہدی کہتے ہین خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہین قسم اول حلال اللہ یا
حلال المسلمین تو یہ عام ہی اور یہی مراد ہی اصحاب فتاوی کی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح مین قسم ثانی انت علی حرام یہ خاص ہی مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علی
حرام اسمین اختلاف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی حرام الف مرۃ تقع واحدۃ زوجہ نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی ہزار بار تو ایک طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شی واحد ہی اسمین تعدد کی گنجایش نہین بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت
کو ایک طلاق دی پھر کہا کہ تو حرام ہی دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کررہ مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دو بار
کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہی قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ
حلال خدا کا حرام ہی اسپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی یعنی
وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتون سے کہ تم دونون مجھپر حرام ہو اور ایک عورت مین تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری مین ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا
جیسا کہ اُسنے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہی اور پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہی قال انتما علی حرام حنث بوطی کل لو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا
یخفی کہا کہ تم دونون مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یون کہا کہ واللہ تم دونون سے مین قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونون کی وطی
سے یعنی ایک وطی سے قسم نہ ٹوٹیگی اور وجہ فرق دونون مسئلون کی مخفی نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت
مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت مین دونون کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہی کہ پہلی صورت
مین ایلا معنوی ہی باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک مین جدی ہی جدا ہی جو ہی بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال من البحر فی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربہا
ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلاث ان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ مین ہی کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
اسکو تین بار ایک مجلس مین مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہوا یعنی اگر
چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہونگے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلسین متعدد ہونگی یعنی ہر مجلس مین
ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک بے قربت رہیگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہی یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین وصفتہ ما ذکر بقولہ ہو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس الی مجلسہ ویقتصر قبولہا علی مجلس علمہا اور خلع
یمین ہی مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہی طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہین زوج
کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنی اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہی قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر
یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ مجلس مین نہ قبول کرے اٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فتصح رجوعہا قبل قبولہ ویصح
شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہو عوض مال دینے کے تو صحیح ہی عورت کا رجوع کرنا قبل
قبول کرلے زوج کے اور صحیح ہی عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہی صحت خلع
کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ
شرط ہی عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہندی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان مین کرادے تو قول
صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہی اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ انمین علم ہونا
ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہی اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہوجاتا ہی یعنی فقط قضاءً صحیح ہی نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی
وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہی طلاق مین یعنی اگر
غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہی اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہین سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیئے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق
والمبارأۃ بعت نفسک او طلاقک وطلقتک علی کذا وابرأتک ای فارقتک قبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہی بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے
چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یون کہا کہ مباراۃ کی مین نے
تجھسے یعنی تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا اور خلع بلفظ شرا کی یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما یجیء
اور حکم خلع یہ ہی کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہی سو طلاق بائن ہی اگرچہ خلع بدون مال کے ہو اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اسصورت
مین ظاہر ہوتا ہی جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہی یعنی جبکہ بدل خلع مین مال باطل
مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہی تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہی تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر
فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہی تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات مین اعتبار ہوتا ہی یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی مین ہی کہ مال مقرر کرنا خلع مین
یہ بھی قرینہ ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہی اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہی نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجایش ہی اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہی اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہی کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق
قضاء فی العقود الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اسسے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کرچکا ہی تو قضاء

طلاق کا واقع ہونا صفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کو ہذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمہر ان لم یعلم والا لاشئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا تو زوج مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین بلکہ شراب ہے تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورت مین کچھ لعنی علی ما فی یدی ای ما تحتہ ولا شئ فی یدہا لعدم التسمیۃ چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اُس صورت مین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف وکذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس مین مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اُسمین کچھ نہین لکن لو کان فی یدہ جوہرۃ لہا فقبلت ہی لہ علمت اولا لاضرارہا نفسہا بالقبول لہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ مین جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اُسکے قبول کر لینے سے وان زادت من مال او دراہم ردت علیہ فی الاولی مہرہا ان قبضتہ والا لاشئ علیہا جوہرۃ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور مین مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین تو پہلی صورت مین یعنی در صورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہین یعنی اگر مہر مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت مین یعنی در صورت ذکر دراہم کے کذا فی الجوہرہ ہم ہاتھ سے مراد ان دونون صورتون مین ظاہری ہاتھ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہے ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھ مین تین درم سے کم ہون یعنی ایک درم ہو یا دو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت کے ہاتھ مین درم نہین بلکہ دینار ہین شارح کہتا ہے کہ مین نے اُسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا مگر صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم ہی واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین صریح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبیت والصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ وبطن الغنم وثمر الشجر کالید فذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کمتر مین نہ جنی ہو اور پھر بکری کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم مین مانند ہاتھ کے ہین تو ذکر ہاتھ کا مسئلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہے کذا فی بحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اُسکی کوٹھری اور صندوق مین اور لونڈی اور بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھ نہین تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت مین جنے گی تو مرد اُسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنے گی تو مرد اُسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بالعدم الملک فقال لو علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا ولا یلزمہا شئ لانہا لم تطمعہ فلم یصر مغرورا ولو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدمہ ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مسائل مذکورہ مین مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یون کہا ہے کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا خلع بعوض مہر مین زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اُسپر کچھ مہر نہین تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہین دکھلایا تو زوج کو عورت نے کچھ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اُسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہین ہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کو دھوکا ہوا اور طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آیندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ للا ترتی

ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہو کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول لہ بیمینہ بخلاف لبعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لہا وکذا لو قال العبد کذلک کقولہ لغیرہ بعت منک ہذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بالمال یمین من جانبہ فہی تدعی حنثہ وہو ینکر اما البیع فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع فلو برہنا اخذ ببینتہا تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہو یعنی اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے بیچا تھا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہو کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہو جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہو اور زوجہ مدعی ہو زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہو اور قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہو کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہو قبول کا اسواسطے کہ بیع عبارت ہو ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کرکے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہو بیع سے تو مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہو اور زوج نافی تو گواہ اثبات کے اولی ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا فیکون القول لہا لانہا تنکر وعکسہ لا یقع کیف ما کان بزازیہ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہو تو طلاق واقع ہو جاویگی بسبب اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہو سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہو اور اسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع کرنے کی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیہ یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلاعوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضہ من دینہ او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول للزوج نے خلع سے انکار یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اسکے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنے زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونون مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین زوجہ کہتی ہو کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہو کہ اُسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہونگے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لہا اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلاعوض تھا اور زوج کہتا ہو کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ادعت المہر ونفقۃ العدۃ وانہ طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر لا فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا

عدت مگر جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کرلیا یون بولی کہ مین دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنے مملوک کے گھر مین رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہین ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقۂ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہین ہو جیسا ہمارے بیان سے یعنی (قولہ ثابت وقتہا بعد قول المصنف کل حق کی) اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہین وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد اُنکے واجب ہوتے ہین یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگاتا جیسی شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہین ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہین کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی مین یون ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول لیسقط سے مفہوم ہوتی ہے اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقۃ العدۃ استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال مسقط للمہر کالخلع والمعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول نامعتمد یہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط نہین کرتا کذا ذکرہ البزازی لولا ابرأ ابراک اللہ ذکرہ البہنسی اور زوج بری نہین ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر کیا ہے اور اُسکا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسی کے قائل ہین لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور مگا ذرونی اسکا تابع ہوگیا ہے اپنے فتاوے مین اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے مین یہ رائج ہے کہ مرد عورت سے برات چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھکو بری کرے اور مین نے لکھدیا ہے کہ یہ برات صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسقاطی شرط البراۃ من نفقۃ الولد ان وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع مین اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونون نے کوئی برات کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور اسمین منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط برات کی صحیح ہوگی اگرچہ دونون نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلاوے دو برس اسواسطے کہ شیر خوار مین قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اُس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اُسکی پرورش مین مدت مقرر نہین ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجہا او ہربت او ماتت او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برات نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اُس عورت سے نکاح کیا کہ عورت نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو درصورت نکاح کر لینے مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہان آکر لڑکے کو بھی اُسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر مدت بعد عدت باقی رہی ہوگی اُتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور درصورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نہ کیا ہرب سے یا مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے کذا فی البحر الرائق اور درصورت مرجانے عورت کے اُسکے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھر لے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا شرطت براتہا درصورت مرنے عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اُسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برات شرط کرلی ہو یعنی خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کرلی ہو کہ مین مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو مین بری الذمہ ہون نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو نظیما فیصح کالطعام اور جس صورت مین خلع بعوض نفقہ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اُسکے باپ سے طلب کرے مگر اسصورت مین مطالبہ نہ ہوگا جبکہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیر خوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اُسکے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ الی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے ہرچند یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث

طلقت بلا شئ لعدم اھلیۃ الغرامۃ وان لم یقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط
کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اُسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہو کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے
مال جاتا ہو تو اُسپر طلاق واقع ہو گی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہین اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اُسکو اتنا فہم نہین کہ
نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے نقصان ہوتا ہو تو اُسپر طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ اُسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اُسکی طرف سے قول اصح مین کذا فی شرح الز
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہو ئی اور اُسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہو گا کذا فی فتح القدیر اور منتقی مین کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہو گا اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہو کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے
کذا فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خالعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المهر المؤجل لو کان علیہ والا
لم یکن علیہ من المؤجل شئ ردت علیہ ما ساق الیها من المهر المعجل لما مر انه معاوضة فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مین نے تجھسے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہو گی بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہو گا مہر مؤجل سے
اگر مہر مؤجل ہنوز اُسپر ہو گا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہو گا تو عورت پھیر دے اُسکا جسقدر کہ مہر معجل زوج اُسکو دے چکا ہو اسواسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہو کہ خلع
معاوضہ ہو عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہو گا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فله الاقل من ارثه وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا
فالاقل من ارثه والثلث ان ماتت فی العدۃ ولو بعدها او قبل الدخول فله البدل ان خرج من الثلث وتمامه فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہو
اُسکے تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہو اور تبرع صحیح نہین مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین جو کمتر ہو گا سو زوج اُسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث نہ زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہو گا زوج
کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اُس صورت مین ہو جبکہ عورت عدت مین مر گئی
ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مر گئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مر گئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو
تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہو اختلعت المکاتبۃ لزمها المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرها عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہو گا اُسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اُسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال
دیکر اُسنے اپنی گلو خلاصی نہین کی لہذا اُسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہین ولو امة وام الولد ان باذن المولی لزمها المال للحال فتباع الامة
وتسعی ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہو تو ان دونون پر فی الحال مال لازم
ہو گا تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہو
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا اُنپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاها علی رقبتها ان زوجها حرا صح الخلع مجانا وان زوجها مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امة للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اُسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہو تو خلع صحیح ہو گا مفت اور اگر اُسکا زوج مکاتب ہو یا غلام ہو یا مدبر ہو تو خلع صحیح ہو اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہو تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہو مگر مکاتب مالک ہو گا زوجہ کا لیکن اُسکی ملکیت تام نہین تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد
ہو گی اور اگر اولاد نہو گی نکاح فسخ ہو کر اُسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہو کہ لونڈی زوج کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ اُس صورت مین ہو جبتک

اختلاع سے پیدا ہو جدائی کا اور یہی قوی ہی یا ہی امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ طلاق رجعی ہی اسواسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہی نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے
بلفظ صریح طلاق دی ہی تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہی قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا
رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہذہ بائنا لکن لیتبع غدا بغیر شئ ان لم یتجدد ملکہ اور قنیہ میں کہ کوئی روایت
نہیں اس صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اسکو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت
میں بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یوں ہی کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہی
اور کل دوسری رجعی طلاق ہی عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونوں طلاق کا ہوگا اور دونوں طلاق بائن ہونگی لیکن آج یک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی
اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نہ کیا تو عورت
پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب باقی نہ رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا عوض کے ہوا ہاں اگر بعد طلاق کے دوسری بار
نکاح کرلیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف الفی کے البتہ واقع ہوگی مع زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہی تو وہ جو قنیہ میں
کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال للصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان
تبرئنی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی، در مختار وہی ظہیریہ میں ہی کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر میں غائب رہوں
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہی بعد اس امر کے کہ مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے تک زوج غائب رہا سو
صغیرہ نے اسکو مہر سے بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر
جب مہر ساقط نہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازیۃ اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما او کذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء
لان الخلع اوسع من البیع اور بزازیہ میں ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اسکو بیس درم دے یا اتنے من چانول
دے تو یہ خلع صحیح ہی اور شرط نہیں مکان معین کرنا واسطے درم اور چانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہی بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم میں مکان
جنس لینے دینے کا شرط ہی ویسا خلع میں شرط نہیں قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کتاب ہی میں کہتا ہوں کہ روایت بزازیہ سے
یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن
یہ اس صورت میں ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ مستثنا ہوگا بدل خلع سے نہ کہ
زوج پر بدل خلع کا واجب ہو فالمختلف فیہ ہی نہ سامین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا امتعتہا فقبل لم یحرم ویشترط
کتبۃ الصک ورد الامتعۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنی لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ ہی یا اس
شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس و اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کرلیا تو مجرد قبول کرنے سے عورت پر حرام نہ ہوجاویگی بلکہ حرام ہونے میں لکھدینا
زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس میں مشروط ہی طحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہی حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

باب الظہار

یہ باب ہی ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں غالبا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہیں اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہی
بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہی ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہی ظاہر کا
عرب (ظاہر من امرأتہ) اسوقت بولتے ہیں جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسے میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہی واسطے حرمت کے یعنی

اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے م
خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ میں بھی ظہار ہوتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہوسکتے ہیں جواب
اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان امور سے انکی عبارت
ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع میں ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں
ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول انکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیہ
المدنی فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمین روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت
نکریگا تو ایلا ہے اور اگر طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق
ہے بدائع کے واللہ اعلم کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرها وزیادة ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اُسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ
تشبیہ ہوئی تو اسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی ملک وسببہ کان نکحتک فکذا
حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائة مرة فعلیہ لکل مرة کفارة تاتارخانیہ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک
کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت میں ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح تعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ
یوں کہنا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو ایسا ایسا ہے تک کہ اگر یوں کہیگا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے
ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارها منہ لغو فلا حرمة ولا کفارة بہ یفتی جوہرہ ورجح ابن الشحنة ایجاب کفارة یمین اور ظہار کرنا عورت
کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یوں کہے کہ تو مجھپر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یوں کہے کہ میں تجھپر ایسی ہوں جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنی اگر عورت ظہار کرے
تو اسپر کفارہ یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیة المدنی وفی انت علی کظہر
امی وکذا لو حذف علی کما فی النہر راسک کظہر امی ونحوہ کالرقبة مما یعبر بہ عن الکل ونصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی وکبطنہا او کفخذها او کفرجها
او کظہر اختی او عمتی وفرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن وفرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت رده اور
یہ یعنے ظہار کی مثالیں چنانچہ یوں کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ
علی کا محذوف ہوجاوے کذا فی النہر الفائق یا یوں کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام
بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یوں کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند
اُسکے پیٹ کے ہے یا مانند اُسکی ران کے ہے یا مانند اُسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی
شرمگاہ کے مانند شارح نے کہا کہ اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخوں میں واقع ہے اور اسمین جو تکرار ہے سو مخفی نہیں اور جو متن کے نسخوں میں ہے سو بجا
فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہے اور تجھکو اسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے نقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہیں خلاصہ
یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دوسے محرمات ابدیہ کی اُن اعضا سے جنکو دیکھنا اُسکو جائز نہیں تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم
نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے لیصیر بہ مظاہرا بالنیة لانہ صریح فیحرم وطیها علیہ و

برا او طلاقا او ظہارا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے یا بمثل امی کے کاف بولا اور سیطرح
ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اسکی
اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ واقع نہ ہوگی اور طلاق کی نیت
سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار وان لا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی
سے کچھ نیت نہ کریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یوں کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم و تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق
نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہے زوج کو یوں کہنا اپنی
زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہیں اسواسطے
کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق وتمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت الادنی وھو الظہار
فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا
بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمیں تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح میں
وبانت علی کظہر امی ثبت الظہار لا غیر لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے
کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من امتہ اور ظہار صحیح نہیں
اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف میں نساء رجل کی
زوجات کو کہتے ہیں نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحھا بلا امرھا ثم ظاہر منھا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ اور ظہار
صحیح نہیں اس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اسکے امر کے پھر اس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار
کے وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کر دیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منھن اجماعا وتعدد الکفارۃ خلافا لمالک واحمد
یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہا کے اور
کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک رح اور امام احمد بن حنبل رح نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارہ
ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ میں اپنی عورتوں سے صحبت نہ کرونگا پھر اسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاوینگی
ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار دون التاکید فان فی مجلس صدق قضاء والا لا علی المعتمد [illegible] کما فی
التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس میں تو واجب ہے اسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو
اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس میں کہا تو باعتبار قضا کے اسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چند بار ظہار کر چکا ہے تو قضاء اسکی تصدیق نہ ہوگی لیکن دیانۃ
البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے ابن عابدین
نے ذکر کی ہے جسکا حاصل یہ ہے مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اسکے استاد کی روایت کے
مخالف ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ
لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق

خود بخود یا بنیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہیں بلکہ عتق ہی اور تحریر رقبہ عبارت ہی اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہی اگرچہ غلام صغیر شیرخوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہوگیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص میں اُسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالک نے کفارۂ
ظہار میں اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کر دیا تو اُسکے جواز اعتاق میں اختلاف ہی فتح القدیر اور نہایہ میں کہا ہی کہ یہ جائز نہیں اور شرح
مبسوط میں کرخی سے منقول ہی کہ یہ اعتاق جائز ہی واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اُسکا آزاد کرنا کفارہ
ظہار میں درست ہی لیکن جسقدر مال پر رہن ہوگا اُتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی او آبقا علم حیوتہ او مرتدا او مرتدۃ یا غلام فرار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہی یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد والحربی خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی میں جسکو مالک نے مطلق العنان
کر دیا اختلاف ہی فقہا کا فتح القدیر میں ہی کہ غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب میں مطلق العنان
کر دیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سُنتا ہو تو اُسکے آزاد کرنے
سے کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سُنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو یا مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو
جسکی شرمگاہ میں ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارۂ ظہار میں جائز ہی او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونون
کان کٹے ہون او ذاہب الحاجبین وشعر لحیۃ وراس یا غلام کے دونون ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع انف او شفتین ان قدر علی
الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اُسکے دونون لب کٹے ہون بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہیں او اعور او اعمش او مقطوع احدی
یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چندھا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن یا
بایان ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤن کٹا ہوگا تو اُسکا اعتاق کفارہ میں جائز نہیں چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا
لم یؤد شیئا واعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہیں کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے
وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مرگیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بنیت کفارہ آزاد کر دیا تو
جائز نہیں وکذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہی کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بنیت کفارہ
مثلاً ظاہر کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہی بخلاف ارث
کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ورثہ میں پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہ
اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجئ اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہی کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہوگئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤن سے
چلنے کی اور عقل کی فوت ہوگئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ درحکم میت ہی اور مراد فوت منفعت سے یہ ہی کہ بالکل منفعت فوت
ہو تو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ میں ضرر نہ کریگا الاعمی والمجنون الذی لا یعقل فمن لیس یجوز فی حال افاقۃ و مریض لا یرجی برءہ وساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کبھی ہوش میں آجاتا ہو تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہی ہوشیاری کی حالت میں اور ایسا بیمار
جسکی صحت کی امید نہ ہو اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ یہ بلا جائز ہے نادرۃ ومقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید ورجل من جانب
اور جائز نہین وہ غلام جسکے دونون ہاتھ یا دونون ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونون پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف سے کٹا ہو او کان

ون کا ہو تو انتالیس دن کے روزے کفایت کرتے ہین اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہین کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر آخر
الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہوگیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن مین تو لازم ہوگا اُسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال
ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہی صوم کی سو ہیان پایا نہ گیا تو یہ صوم اُسکا نفل ہوگیا اُسپر واجب ہی کہ غلام خرید
کر آزاد کرے وان اتم یومہ ذلک باولا افتقار لو افطر وان صار نفلا اور مستحب ہی کہ صوم کو پورا کرنے استحباب کی راہ سے اور وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے
تو اُسپر قضا واجب نہین اگرچہ یہ صوم نفل ہوگیا یعنی ہرچند افطار صوم نفل سے قضا واجب ہوتی لیکن اس صورت مین باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہین اسواسطے
کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا اسکی قضا واجب ہونا تمام لیکن یہ اُس صورت مین ہی جبکہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت اعتاق
کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہوگیا اب اُسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم مین گذر چکا
کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان وایام منہی عنہا دو مہینے پے درپے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو
جنمین رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہی نہ ہون اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان مین آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان مین کفارہ کی نیت
سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ مین تتابع نہ باانقطاع ہوگیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح
ہوگا اور جسطرح درمیان مین آنا رمضان کا مانع ہی تتابع کا اسیطرح ایام منہیہ کا درمیان مین پڑنا مانع ہی تتابع کو وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسیطرح ہر
صوم مین لگاتار روزہ رکھنا شرط ہی رمضان وایام خمسہ کا درمیان مین آنا مانع ہی تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل مین اور کفارہ افطار مین اور کفارہ یمین مین اور نذر معین مین تتابع
مشروط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر بعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض لا آئسۃ سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس
کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہین کفارہ قتل اور کفارہ افطار مین اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہین پا سکتی جو حیض سے خالی ہون مگر جبکہ عورت کا
بسبب پیری کے حیض منقطع ہوگیا ہو اور اُسنے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اُسکو سر نو سے روزہ رکھنا پڑیگا
ہم کفارہ ظہار مین حیض اور نفاس کا ذکر بیجا خود نہین اسواسطے کہ یہ کفارہ سوا مرد کے عورت پر واجب نہین ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اُسکو بھی ذکر کر دیا او نحوہ او
وطیہا ای المظاہر منہا اما او وطی غیرہا وطیا غیر مفطر لم یفسد اتفاقا کالوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اُسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہی وطی کرے لیکن اگر
اُس عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات مین یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کی کفارہ کو مضر نہین باتفاق جانبین اور
ابی یوسف کے نزدیک جیسے کہ وطی کرنا کفارہ قتل مین مضر نہین فیہا ای الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک اللیل بالعمد
غلط بحر لکن فی القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسی طرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھولکر چنانچہ یہ اطلاق مصرح ہی مختار وغیرہ
مین اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب مین ساتھ عمد کے غلط ہی یعنی یہ جو ابن ملک نے کہا ہی کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہی اور سہواً مضر نہین سو یہ
قول غلط ہی بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مضر ہی اور جن کتابون مین وطی لیل مین عمد کی قید ہی سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ مین
تصریح ہی کہ یہ قید اتفاقی ہی کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی مین وہ قول ہی جو مخالف ہی بحر الرائق کے تو خبردار رہنا قہستانی نے یون کہا ہی کہ اگر مظاہر منہا سے
شب کو عمداً وطی کرے تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ مین اور انکے سوا اور کتابون مین یون ہی ہی اور خلاف
اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی مین یون کہا گیا ہی کہ وطی لیل مین عمداً اور نسیان برابر ہی لائق نہین کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام مین قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ
صاحب کفایہ اور اُسکے تابعین نے کیا ہی حالانکہ صاحب نہایہ نے اسکی طرف التفات نہین کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی مین ابن ملک کے
موافق ہوگیا اور جن کتب کی عبارتین قید اتفاقی پر محمول ہین اُنسے استدلال کرتا ہی ورحالانکہ کتب معتبرہ مین مصرح ہی کہ عمد اور نسیان دونون برابر ہین چنانچہ مختار اور

محتاجون کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلا دے یا دن چڑھتے انکو کھلا دے اور دن ڈھلتے
وقت کھانے کی قیمت دے یا اُسکے بالعکس کرے یعنی اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلا دے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلا دے یا دو روز دن
ڈھلتے کھلا دے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلا دے اور پیٹ انکا بھر دے خلاصہ یہ ہو کہ اگر ساٹھ محتاجون کو دو وقت آسودہ کر کے کھلا دے تو جائز ہو بشرطیکہ
سالن ہو جوا ور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہون کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہین کہ اُسین بدون سالن بھی آسودگی ہوتی
ہو بخلاف جوا ور جوار کے کہ انمین بدون سالن کے پیٹ نہین بھرتا تمام تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہ فرق ہو کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہو طعام کا جو چاہے
سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچھ اُسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کھانے کا اُسکو اختیار ہو اور اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھ مقرر
نہین نصف صاع مین آسودہ ہو جائے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ چنانچہ یہ بھی جائز ہو کہ اگر
طعام دیا ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہو بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہو تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب بیان کو ہو چکا
ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کریگا ایکدن مین تو فقط اسی ایک
ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنے مظاہر پر ساٹھ محتاج کا طعام دینا ور واجب ہو ولو ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی
لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چند بار ایکدن مین بنابر قول اصح کے ذکر کیا ہو اُسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص
کو ساٹھ بار دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے کہ نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان
لیطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک صح وہل یرجع ان قال علی ان ترجع رجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذہب امر کیا
مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیدے سو غیر آدمی نے بموجب اُسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہو یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا
اور یہ غیر آدمی لبقدر اطعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہو یا نہین جواب یہ ہو کہ اگر مظاہر نے دلانے کیوقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر
چپ ہو رہا تھا تو دین مین یعنی ادائے قرض مین بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ لے بنابر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط الشبع فی طعام الکفارات
سوی القتل وفی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہو مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوا کفارہ قتل کے اسواسطے کہ کفارہ قتل مین طعام
کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہو فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین ہم فدیہ صوم شیخ فانی پر ہو عوض صوم کے لبقدر نصف صاع کے حالت تملیک مین اور لبقدر سیری کے حالت
اباحت مین اور جسنے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اُسکو پیٹ بھر کھلا دے
یا تین روز رکھے وجاز الجمع بین اباحۃ وتملیک اور جائز ہو جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلا دے اور دوسرے وقت کے
کھانے کی قیمت دے یا تیس محتاجون کو بطور اباحت کے کھلا دے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون تملیک کرے دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر مین
یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک انمین ضرور ہو والضابط ان ما شرع بلفظ الاطعام والطعام جاز فیہ الاباحۃ وما شرع بلفظ الایتاء والاداء شرط فیہ
التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت کا یہ ہو کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہو تو اُسمین اباحت جائز ہو اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہو تو اُسمین
تملیک مشروط ہو تو کفارۂ ظہار اور کفارہ یمین مین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہو اور اطعام عبارت ہو تمکین سے یعنے
طعام پر محتاج کو قادر کر دینا خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہو اور ایتا اور ادا معنی دینے کے ہو لہذا انمین تملیک
شرط ہو اباحت کافی نہین حرر عبدین عن ظہارین من امراۃ او امراتین ولم یعین صح عنہما ومثلہ فی الصحۃ الصیام اربعۃ اشہر والاطعام مائۃ وعشرین
فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونون ظہار ایک عورت سے کیے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے معین ور مقرر نہ کیا

اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہی یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ کفارہ دینے کیوقت مقدور ہی تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس
تھا اور اگر کفارہ دینے کیوقت مفلس ہی تو روزہ رکھنا درست ہی اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اسکو مقدور تھا اطعم مائۃ وعشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین
منہم غداء وعشاء او لغی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت نہ کریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا
کھلادے انہین مین سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلادے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلا دے توبھی درست ہی اعادہ اطعام ضرور ہی بسبب لازم ہونے
شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام مین ساٹھ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھانے کی مقدار لازم ہی تو ساٹھ محتاجون کا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو
پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ کھانا نہین جائز نہین کھانا کھانا
اُس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہی اور شکم سیر کا یہ مضمون مکرر ہوگیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہوچکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو آہین دودھ
چھوڑنے والا لڑکا بھی داخل تھا اور یہ بھی مذکور ہوچکا ہی کہ محتاجون کا پیٹ بھر دینا شرط ہی حالانکہ شکم سیر مین یہ حاصل نہین تو اسکا کھلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

یہ باب ہی لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد سمی بہ لا بالغضب للعنہ لنفسہ قبلہا والسبق من اسباب الترجیح لعان
باعتبار لغت کے مصدر ہی لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہی یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہی لعن سے مشتق ہی اور لعن عبارت ہی ہانکنے اور پھٹکارنے
اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونون لعان مین مذکور
ہوتے ہین وبسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہی حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اترا حقتعالی فرماتا ہی
سورۂ نور مین کہ جولوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاتے ہین اور کوئی گواہ نہ ہو سوا انکی ذاتون کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہی
اور پانچوین باریون کہے کہ اللہ کی لعنت اسپر اگر وہ جھوٹا ہی اور عورت سے یہ یون ٹلتی ہی کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اُسکا زوج جھوٹا ہی اور پانچوین
باریون کہے کہ اللہ کا غضب اسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعًا شہادات اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہی چار
گواہیون سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیان جو موکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدۂ یقینی اور قسم پر مخصوص ہی چنانچہ اسکو فقہا نے کتاب الشہادۃ مین مذکور
کیا ہی اور درر المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا
بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہی اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بہ غضب ہی عورت کو
لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہی کہ جس چیز کی عادت ہوئی اُس سے وحشت اور
خوف کم ہوجاتا ہی تو غضب کا لفظ اُنکے واسطے زیادہ ترزجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہادتہ مقام حد القذف فی حقہ وشہادتہا مقام حد الزنا فی حقہا
ای اذا تلاعنا سقط عنہ حد القذف وعنہا حد الزنا لان الاستشہاد باللہ مہلک کالحد بل اشد مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اُسکے حق مین اور عورت
کی گواہیان قائم مقام حد زنا کے اسکے حق مین یعنی جبکہ دونون نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت زنا لگانے کی ساقط ہوگئی اور عورت
سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہی مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہی اسواسطے کہ صحیح حدیث مین ثابت ہی کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑتی ہی بلکہ حد سے
بھی زیادہ سخت تر ہی اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہی اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونون مین تکلیف ہی وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح
صحیحًا لا فاسدًا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہی اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ بائنہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین
بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ خصت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فتعتبر لہا شرائط الاحصان اور سبب

نوات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعده لانه المدعی فلو بدأ
لعانها عادت فلو فرق قبل الاعادة صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے تو اسکی تقدیم چاہیے
پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرا دے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تا کہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کر دے
دونون مین قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنے تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار والاجنبیت حتی تلاعن او
تصدقه فيندفع به اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق
کریگی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقته اربعا لانه ليس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار
تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہین قصداً بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہے کہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے ولا ينتفي النسب لانه حق الولد فلا
يصدقان في ابطاله اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب لڑکے کی نفی نہ ہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین
کی تصدیق نہوگی اسکے ابطال حق مین تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحمله في البحر على ما اذا لم تعف المرأة اور اگر بعد نالش کے زوجین نے
لعان سے انکار کیا تو دونون قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق مین اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بمعانی
کے دونون محبوس ہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہو چکا واستشکل في النهر حبسها بعد امتناعه لعدم وجوبه عليها حينئذ اور مشکل جانا ہے نہر الفائق مین
حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب نہ واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت مین یعنی جب زوج نے لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہین تو اسوقت
مین اسکی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ مین مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمین حبس زوجہ کی کیا وجہ
اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہین شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یون جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہین کہ دونون نے آن واحد
مین امتناع کیا تا دونون کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر ہر واحد عند الطلب لعان نہ کریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے
بعد قذف کے ہے اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم يصلح الزوج شاهدا لرقه او كفره وكان اهلا للقذف اي بالغا عاقلا ناطقا حد الاصل ان اللعان اذا سقط
لمعنى من جهته فلو القذف صحيحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو گواہ ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل
اور بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اسکی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شروط قذف کی جامع ہے تو مرد پر حد
ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہین چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو حد ہے نہ لعان وان صلح شاهدا والحال انها ممن لا تصلح وممن لا يحد
قاذفها فلا حد عليه كما لو قذفها اجنبي ولا لعان لانه خلفه لكنه يعزر حسما لهذا الباب وهذا التصريح بما فهم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور
حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہین یعنی صغیرہ ہے یا دیوانی ہے یا عیب لگانے کی مار کھا چکی ہے اور ایسی زوجہ نہین جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے
یعنی عفیفہ نہین زانیہ ہے تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہین چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اسپر بھی حد نہین اور زوج پر جیسا کہ حد
نہین ویسی لعان بھی نہین اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہین تو اسکا قائم مقام بھی نہین لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے
یعنی تعزیر اسواسطے ہے تا کہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہے اسکی جو اسکے قول سابق سے مفہوم
ہو چکا تھا يعني من قذف زوجته العفيفة ويعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفها وهي امة او كافرة ثم اسلمت او عتقت فلا حد ولا لعان لطعن اور معتبر ہے محصنہ
ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہو گئی اور لونڈی آزاد ہو گئی تو زوج پر نہ حد ہے
نہ لعان لذا ذكره الزيلعي اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونیکے زوج سے قذف صادر نہین ہوا کہ حد ہو یا لعان ويسقط اللعان

درست نہیں اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبله الحاکم الثانی خلافا لمحمد غیاثیہ پھر اگر بعد لعان کے
حاکم نے تفریق نہ کی یہانتک کہ حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کراوے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق
کرنا جائز نہیں بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہیں تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینهما بعد وجود
الاکثر من کل منهما صح ولو بعد الاقل ای مرۃ او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اسنے تفریق کر دی دونوں میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین
لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اسنے کر دی تو یہ
تفریق صحیح نہیں اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانه قبل لعانها نفذ لانه مجتهد فیه تاتارخانیة وقیده فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما هو فلا ینفذ اور اگر تفریق کر دی
حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہو گی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ اس مقام میں اختلاف مجتہدین ہے لیکن یہ قید
امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر یہ قید لگائی
ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہو گی خواہ زوجین حنفی ہوں یا شافعی
اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہو گی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں ثم حرم وطیها بعد اللعان قبل التفریق لامرد
انها انفقة العدة اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اس حدیث کے جو مذکور ہو گئی یعنی متلاعنین میں اجتماع نہیں اور نفقہ عورت کی عدت
کا مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد نفی الحاکم نسبه عن ابیه والحقه بامه بشرط صحة النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیه
اللعان حتی لو علق وهی امة او کتابیة فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زنا ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو
اسکے باپ سے نفی کرے اور اسکی ماں سے اسکو ملاوے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال میں جسمیں لعان جاری ہو سکتا ہے یہانتک
کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہو گئی یا مسلمان ہو گئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہو گی بسبب عدم تلاعن کے کیونکہ صحت
نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطیں ہیں نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہو گا اور نسب کی بھی نفی نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن النهر والبحر واما شروط النفی فستة مبسوطة مذکورة فی البدائع وستجیء اور نفی ولد کی شرطیں تو چھ ہیں جو تفصیل مذکور ہیں بدائع میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی اسی
باب میں عنقریب آوینگی ہم شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحةً یا دلالةً چوتھی حیات ولد
چنانچہ مسئلہ سابقہ میں اسکی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل میں دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً حکم ہو گیا ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی فان اکذب نفسه ولو دلالة بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبه حد القذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحةً تکذیب کی
یا دلالةً کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو مال چھوڑ کر مر گیا تھا اسکے نسب کا اسنے دعوی کیا تو اسکو حد قذف کی ماری جاویگی وله ان ینکحها
حد او لا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کر لے اس عورت سے کہ حد قذف کی اسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے
لعان باقی نہیں تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی ہو کذا ان قذف غیرها فحد او صدقته او زنت فحدت لزوال العفة
والحاصل ان له تزوجها اذا خرجا او احدهما عن اهلیة اللعان اور اسیطرح نکاح کر لینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اسپر حد قذف کی
ماری گئی یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اسپر حد زنا نہ لی ہو یہ نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح
کر لینا بعد لعان کے جائز ہے جبکہ دونوں یا ایک اہلیت لعان کی نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدهما وکذا لو طرأ ذلک بعد اللعان
قبل التفریق فلا تفریق ولا حد لانه بالشبهة تسقط [illegible] بلفظ الشهادة ولا [illegible] بالکتابة اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک انمیں سے

سے رجوع کرنا اسکا اس قول سے مسقط حد نہین اور اسیواسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور درر اور منح الغفار اور شرح ملتقی مین اس قید کو ذکر نہین کیا شاید

کہ یہ لفظ کاتب کے اغلاط سے ہو انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی و ان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہ نافیا اور اگر سابق کے برعکس کیا یعنی اول توام کے نسب

کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنی جب

اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہے کہ والنسب ثابت فیہما لانہما من ماء واحد اور نسب

دونون لڑکونکا دونون صورتون مین ثابت ہو اسواسطے کہ دونون ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہین ولو جاءت بثلثۃ فی

بطن واحد فنفی الثانی واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث لڑکے

نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کے نفی ولد سے اور وہ تینون لڑکے بیٹے ہین مرد کے بحر الرائق مین نوادر سے بروایت فتح القدیر یہان لعان ہی کو ثابت کیا ہے

اور نہر الفائق مین جو کہا ہے کہ یہی حق ہے سو لائق اعتماد کے نہین کیونکہ قول مذہب کے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی یحد و ہم بنوہ

لکون احدہم ضمنی اور اگر ولد اول اور ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اسپر حد مارینگے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اسکے

بیٹے ہین مانند مرجانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ الشمنی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مر جاوے تو اسکا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ نفی مین حیات

شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا بھی ثابت ہوگا مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ الملاعن ان لد اللعان ذکرا ثبت نسبہ اجماعا وان کان

انثی لا لاستغنائہ بنسب ابیہ خلافا لہما ابن ملک مر گیا ولد لعان کا اور اسکا ایک لڑکا ہے یا لڑکی ہے پھر ملاعن نے بعد نفی کے بیٹے وارث اول ولد لعان کے

نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اسکا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہر چند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اسکا لڑکا البتہ محتاج

ہے نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے اثبات نسب لڑکے کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے

باپ کے نسب کے یعنی ہر چند ماں انکی ثابت النسب نہین لیکن انکا باپ ثابت النسب ہے تو انکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اعتبار نسب

کا باپ ہی سے ہے اور ان سے بخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک اس صورت مین بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فی فروع مسائل

المختار ہے کہ الاقرار بالولد الذی لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ بحر اقرار کرنا اس لڑکے کے نسب کا جو اسکے نطفہ سے نہین حرام ہے مانند سکوت

کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہین تو اسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اسکو اسکا بیٹا کہنے لگین تو یہ اقرار اور سکوت حرام

ہے واسطے ملا دینے نسب اس شخص کے جو اسکے نطفہ سے نہین کذا فی البحر الرائق یعنی نسب کا خلط ملط جائز نہین تو جو اپنے نطفہ سے نہو اسکی صاف نفی کرے تاکہ

خلط نسب نہ ہو جاوے ہم سنن ابی داؤد مین ابو ہریرہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم مین اسکو ملاویگی جو اس

قوم سے نہیں یعنی ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کریگی اسکو خدا بہشت مین نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کریگا خدا اسکو اولین و آخرین مین فضیحت کریگا

وفیہ متی سقط اللعان بوجہ ما او ثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدا اور بحر الرائق مین ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو

نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل مین اسکا نسب کبھی نفی نہین ہو سکتا فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد

ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلک سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہین کیا یہان تک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کے

لڑکے کو عیب لگایا یعنی یون کہا کہ یہ لڑکا اسکے زوج کا نہین سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب لڑکا عورت کے زوج سے ثابت ہو گیا شرعا تو اب

بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اس لڑکے کا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنا ثابت ہو گیا ام یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوامین

ثم مات احدہما عن توام وام واخ لام فالارث اثلاثا فرضا ورد الام اسدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم و علم ان نفیہما یخرجہ عن کونہ عصبۃ اور

عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التاجیل ومجیئ الولد اور بحر الرائق مین ہی کہ مجبوب مانند عنین کے ہی مگر دو مسئلون مین ایک تاجیل مین یعنے عنین کی فرقت مین مدت ہی اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونے مین یعنی مجبوب کی زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہوگی اور عنین مین تفریق باطل ہوجاویگی ہم بحر الرائق مین یہ بھی مذکور ہی کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب شرط نہین بخلاف عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کروا دے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اُسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اُس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اُسکو نہین بلکہ اُسکے مالک کو ہی اور اگر صغیرہ ہی تو تا بلوغ تفریق نہ ہوگی کہ شاید وہ راضی ہوجاوے اور اگر اُسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی طرف سے ہی تو اُسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اُسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اُسکی زوجہ مین حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کراوے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنے کے بعد اُسکے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہوگیا عورت سے ایکبار جماع کرنے کے بعد تو دونون صورت مین تفریق نہ کیجاویگی بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہی نہ قضاءً کذا فی البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیہ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اُس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہوجاویگا نسب اُسکا اُسکے بعد اُسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اُسکو جدائی مین اختیار ہی کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہی بسبب بقاے مجبوبیت کے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کردی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اُسکی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال اُسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اُسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہی تفریق گواہون سے یعنی گواہون نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کرچکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا امام زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہی پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین جواب اس اعتراض کا یہ ہی کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہی اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہی بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہی اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اُسمین عورت پر تہمت ہی ابطال قضا کی یعنی احتمال ہی کہ

حیضہا منہا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقا وبہ یفتی ولوالجیہ اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی میں داخل ہیں اور اسی طرح مرد کے ایام حج اور اُسکے سفر کرنے کے ایام بھی سال میں داخل ہیں نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اُسکے سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقاً خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسی طرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ویؤجل من وقت الخصومۃ ان لم یکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر کیجاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہرا لا یقدر علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد کرنے پر نہ قادر ہو تو اُسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ ان میں روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے ہے نہیں فان وطی مرۃ فبہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا لطلبہا تتعلق بالجمیع فیعم امراۃ المجبوب کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ تقاضائے عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت میں ایکبار بھی وطی نہ کرسکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اُسکے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب میں قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے م درصورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اسپر تسریح بالاحسان واجب ہے پھر جب اُسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اُسکا نائب ہو جاویگا دفع ظلم کے واسطے ولو مجنونۃ لطلب ولیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اُسکے ولی کی طلب سے یا اُس شخص کی طلب سے جسکو قاضی مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار لمولاہا لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اُسکے مالک کو ہے لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اُسکے مالک کی مملوک ہے وہو ای ہذا الخیار علی التراخی لا الفور ولو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل حقہا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیہ اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اُس سے جھگڑا نہ کیا تو اس درنگی سے اُس عورت کا حق باطل نہیں ہے اور اسیطرح اگر جھگڑا کرکے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اُسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنوں میں زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس وغیرہ سے دونوں منزل بھی ہو جاتے ہوں کذا فی الخانیہ والبحر کما لو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زمانا زیلعی چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کسی قاضی کے پاس کی اور قاضی نے ایکسال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اُسنے مطالبہ نہ کیا تو بھی عورت کا اختیار باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امراۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا بیضۃ خیرت فی مجلسہا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اُسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتوں کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اُسکی ران پر بہے تو وہ باکرہ نہیں یا اُسکی شرمگاہ میں زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہیں اور داخل نہ ہو تو باکرہ ہے پس صورت جب باکرہ ہونا ثابت ہوا تو عورت کو اختیار دیا جاوے اسی مجلس میں وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوج سے یا کھڑی ہو گئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہو گیا م یہ مسئلہ

امساک بمعروف یعنی اچھی طرح پر رکھنا یا چھوڑ دینا احسان کے ساتھ

محشی نے کہا کہ فتح القدیر میں ہمنے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہو کاتبون کی بلکہ صواب یہ ہو کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی لو تراضیا
اسی العنین وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونون یعنی عنین اور اسکی عورت راضی ہو گئے دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح
ہو یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہین جو دائمی حرمت ہو جاوے وله شق رتق امته وکذا زوجته وبل یجبر الظاهر نعم لان التسلیم الواجب علیها لا یمکن بدونه
اور مالک کو جائز ہو اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہو اور اسیطرح زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہو اور
اگر زوجہ نہ مانے تو نہین کیا زبردستی کرنا درست ہو ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہو کہ درست ہو واللہ اعلم اسواسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہو وہ بدون اسکے ممکن نہین کذا فی

النہر الفائق قلت وافادہ البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار
فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ بہنسی نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہو یا سنی مذہب ہو یا قادر ہو مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اسکے برخلاف
ہو یعنی غلام ہو یا رافضی یا خارجی ہو یا محتاج کہ اسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہین یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان بن فلان ہو اور نا گہان وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت
کو ان مسائل مین اختیار ہو فرقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہین پڑا ہوا ور والدین اسکے نہ معلوم ہون ۱۲ عورت کو ان مسائل مین اختیار فسخ ہو بسبب
نقدان کفاءت کے اول مین رقیت کے سبب سے غلام ہونا اور ثانی مین کفاءت دینی نہین اور ثالث مین کفاءت مالی نہین اور رابع مین کفاءت نسبی نہین

باب العدۃ

یہ باب ہو احکام عدت کے بیان مین ہی لغۃ بالکسر الاحصار وبالضم الاستعداد للامر لغت مین عدت بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہو اور بضم اول اور
تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہین اور اس مال اور ہتھیار کو بھی کہتے ہین جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص یلزم المراۃ او الرجل عند
وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع مین اس توقف اور انتظار کو کہتے ہین جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مرد کے اسباب انتظار سے
وہ مواضع مراد ہین جو موانع ہین وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہو لیکن اصطلاح فقہا مین عدت مخصوص ہو عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی
فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی ان من امتنع نکاحہا علیہ لمانع لزوم زوالہ کنکاح اختہا واربع سواہا اور مواضع انتظار مرد
کے بیس ہین خزانۃ الفقہ مین مذکور ہین اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرتا ہو اس قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی
مانع شرعی کے تو لازم ہو انتظار کرنا مرد کو اس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت مین یا چار عورتون سے نکاح کرنا سوا
اپنی زوجہ کے ہم فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین بیس مواضع کو یون ضبط کیا ہو کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اسکی عمہ اور خالہ اور اسکی بھانجی اور بھتیجی سے
نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچوین عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کرکے پھر اسکی بہن سے
نکاح کرنا یا عورت سے بشبہہ نکاح وطی کرکے پھر اسکی بہن سے نکاح کرنا چاہے یا چوتھی عورت سے نکاح بنکاح فاسد یا بشبہہ نکاح وطی کرکے پانچوین سے نکاح کرنا بدون
گذرنے عدت کے جائز نہین اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہہ نکاح مین بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہو اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ
ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبراء کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کرکے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اس حربیہ سے جو دار الحرب مین مسلمان
ہو کر دار الاسلام مین حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اس حربیہ سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہین بدون ایکبار حیض ہو جانے کے
یا ایک مہینہ گذرنے کے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجز ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت
بت پرست اور مرتدہ اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتون مین نکاح یا وطی جائز نہین بدون گذرنے عدت اور رفع موانع کے
کذا فی منح الغفار اور اکیسوین صورت ایک یہ ہو کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہین ہو اصطلاحا تربص المراۃ او ولی الصغیرۃ زوال النکاح

میں اسباب فسخ کے تفصیل مذکور ہوچکے اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہی جو عورت کو حاصل ہوتی ہی اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر منح الغفار میں
مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق رکھا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل رہے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین اور عدم کفاءت
کو بعد الدخول حقیقۃ او حکما اسقطہ فی الشرح وجزم بان قولہ الآتی ان وطئت راجع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی
چنانچہ خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں حقیقۃ او حکما کو ساقط کردیا ہی اور یقین کیا ہی کہ اُسکا آئندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہی یعنے
عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو یہان حقیقۃ اور حکما کہنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہی ثلث حیض کوامل لعدم تجزی الحیضۃ
حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہین بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جب عدت کے تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے
اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اُسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیجاوے لیکن چونکہ اصول مین ثابت ہوچکا ہی کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہین لہذا کل حیض
رابع عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہی فالاولی لتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح والثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ جب معلوم ہوا کہ عدت
تین حیض ہین تو اب اُسکے مشروع ہونے کی حکمت دریافت کرنا چاہیے تو پہلا حیض اسواسطے دریافت ہو صفائی رحم کے ہی اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا
حیض اسواسطے تعظیم نکاح کے یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اُسکو حاصل تھی اور کھانے کپڑے کا کچھ اُسکو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے
اسواسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہین تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہی کہ واسطے احتیاط سب کے تین حیض کو
مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اسواسطے کہ استحاضہ حمل مین بھی ہوتا ہی اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہی احتمال کا کذا عدۃ ام ولد مات مولاہا او اعتقہا
لان لہا فراشا کالحرۃ مالم تکن حاملا او آئسۃ او محرمۃ علیہ اور اسیطرح عدت اس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہین جسکا مالک مرگیا یا اسکو اُسنے آزاد کردیا اسواسطے کہ ام ولد
کو بھی ہمبستری ثابت ہی مانند حرہ کے یہ عدت ام ولد کی اُسوقت تک ہی جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل اُسکی
عدت ہی اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اُسکی عدت ہی اور اگر مالک پر حرام ہوگئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہین اور مالک پر حرام ہونے کی یہ صورت ہی کہ غیر کے نکاح
یا عدت مین ہو یا مولی کے فرزند نے بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ولو مات مولاہا وزوجہا ولم یدر الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر او بالبعد
الاجلین بحر اور اگر مرے ام ولد کا اور زوج اُسکا مرگیا اور معلوم نہین کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتون مین بعید تر ہی اسکو
عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق ہم اگر معلوم ہو کہ مولی پہلے مرگیا تو ام ولد پر عدت نہین اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اُسکے دو مہینے پانچ دن عدت
ہین اور اگر مولی زوج کی عدت مین مرگیا تو کچھ عدت نہین اور اگر مولی بعد عدت زوج کے مرگیا تو تین حیض کامل اُسکی عدت ہی اور اگر مولی اور زوج کی موت
کا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اُسکی تفصیل بحر الرائق مین یون ہی کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونون کی موت مین دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہی تو اس
صورت مین ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن کی ہی احتیاطاً بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونون کی موت مین دو مہینے اور پانچدن کی مدت یا
زیادہ گذر گئی ہی تو اسکی عدت چار مہینے اور دس دن ہین باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونون کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور یہ معلوم ہو کہ کون پہلے گیا
تو امام کے نزدیک چار مہینے دس دن کی عدت ہی بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہی یعنی چار مہینے اور دس دن باستکمال حیض اور ابعد
الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترث من زوجہا لعدم تحقق حریتہا یوم موتہ اور ام ولد وارث نہوگی اپنے زوج کی سب صورتون مین
بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ ومدبرۃ کان یطاہا لعدم فراش جوہرہ اور عدت نہین لونڈی پر اور
مدبرہ پر جس سے مولے وطی کرتا تھا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ ولہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا بدون اقرار
مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اُسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہی یہانتک کہ اُسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت ہی بدون اقرار کے بھی وکذا موطوءۃ لشبہۃ

اعتقاد کرتا ہو اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہین بلکہ فقہا نے تصریح کردی ہو کہ تقلید مفضول کی جائز ہو باوجود فاضل کے حالانکہ
مفضول کی خطا زیادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مین اسکو بیان کیا ہو اور اسیواسطے حموی نے کہا ہو کہ صاحب نہر الفائق
نے جو خاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہو وہ مسلم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال لممتدۃ طہر بتسعۃ اشہر تنقضی وعدۃ
بان مالکی یقرر ۔ ومن بعدہ لاوجہ للنقض ہکذا ۔ یقال بلا نقض علیہ ینظر ۔ شارح کہتا ہو اور البتہ نظم کیا ہو اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو
یون فرمایا ہو کہ واسطے اُس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہو اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرکے ثابت کردے اور بعد حکم قاضی مالکی کے
کوئی وجہ نہین اس حکم توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہین اُٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا ہو وقاعدۃ اصل مین
وفارعدۃ ہو لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کردیا اور بعضے نسخون مین یقدر بجاے یقرر کے ہو طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذکور
ہوچکا یعنی اکثر ملکون مین مالکی قاضی میسر نہین تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر
للاطہار وثلثۃ للحیض بشہر احتیاطاً اور جب عورت کا حیض دراز ہوجاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول
مفتی بہ جو فتح القدیر کے باب الحیض مین مذکور ہو یہ ہو کہ اُسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہین تو اس حساب سے کل عدت اُسکی سات مہینے ہین چھ مہینے تین طہر کے اور
ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے ۔ م اور یہ قول حکم کا ہو اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہو کہ اُسکے نزدیک اُس عورت کی عدت تین مہینے ہین اور اگر عورت
کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اُسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجاے ممتدۃ الحیض کے مستحاضہ کا لفظ
کہتا تو خوب تھا اسواسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر
حائضہ کے حق مین تین مہینے کی عدت ہو اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر
مہینے کا دنون سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی
ہو جمیع مسائل مذکور مین اگرچہ وطی حقیقی نہین بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین ہوچکا شارح نے خلوت کو مطلق
کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون سے عدت لازم ہوتی ہو اور یہی قول صحیح ہو اور ابتداے باب العدۃ مین فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کیا موافق قدوری کے
قول کے جو غیر صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو صبیا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیرخوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور
امام محمد کے نزدیک مہر واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیرخوار کی یہ ہو کہ شیرخوار کے باپ نے اُسکا نکاح فاسد کردیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی و عدۃ الموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی
موت کی چار مہینے ہین بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہوچکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہو بشرط باقی رہنے
نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد مین مرد کی موت سے عدت وفات کی نہین اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کرکے مرگیا تو اسکی زوجہ پر
عدت وفات نہین اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہین بسبب آزاد ہونے مکاتب کے اداے بدل کتابت سے پھر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور
حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہین رہتا مطلقاً وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقاً واجب ہو
عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت مین کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن
سے خالی نہین سواے حاملہ کے کہ اسکی عدت بعد وضع حمل ہو قلت وعم کلامہ ممتدۃ الطہر لم تحض وہی واقعۃ الفتوی لم ارہا فلان فراجعہ شارح کہتا ہو کہ کلام مصنف کا
بیان عدت وفات مین ممتدۃ الطہر کو بھی شامل ہو ممتدۃ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اسکو اکثر حیض نہین ہوتا عادت تک ورین مسئلہ کا فتوی ہو طلب ہوا اور

ولو مات فی بطنہا ینبغی بقاء عدتہا الی ان ینزل او تبلغ حد الایاس نہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ میں مرگیا تو اسکی بقاے عدت اُسکے گرنے تک سزاوار ہے
یا کہ عورت ناامیدی تک پہونچے کذا فی النہر الفائق م یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہیں یہ تجویز ہے صاحب نہر کی شیخ رحمتی نے کہا کہ جب عورت
ناامیدی کی عمر کو پہونچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ مخالف ہے عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیون کی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق
نے حد ایاس سے دو برس پورے کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں ٹھہرتا نر اور مادہ دونوں کو
شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ﴿و﴾ فی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن ان مات وہی فی العدۃ ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطاً

بان تتربص اربعۃ اشہر وعشراً من وقت الموت فیہا ثلث حیض من وقت الطلاق قہستانی وفیہ قصور لانہا لو لم ترفیہا حیضاً تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد
طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح اور زوجۂ فار کے حق میں طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت میں تو ابعد الاجلین ہے یعنے عدت
وفات اور عدت طلاق میں جو بعید تر ہو وہ عدت کرنا لازم ہے بنا بر احتیاط کے اسطرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی
چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جائیں شروع طلاق سے کذا ذکرہ القہستانی اور اس بیان میں قصور ہے یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو قہستانی نے کی پوری
نہیں کہ سب صورتوں کو شامل نہیں اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت
کرے جتنے دنون میں ہو یہانتک کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اسکی عدت باقی رہیگی ناامیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس
برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی م تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضیخان کے یون ہے کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاوین
تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکین اور تین حیض نہ ہو چکین تو جبتک تین بار حیض نہ ہوگا عدت آخر نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے
ہو چکین تو بدون تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہوگی فائدہ عدت ابعد الاجلین چار صورتون میں ہوتی ہے ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی ہوا
دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتین ہین اور اُسنے ایک کو معین کر کے طلاق دی بشرطیکہ دونون سے وطی کر چکا ہو اور دونون حیض والیان ہون پھر زوج مرگیا
اور یاد نرہا کہ دونون میں سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہے ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتون میں سے ایک کو بلا تعیین تین بار طلاق دی اپنی
صحت میں پھر مرگیا بدون بیان کئے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی یہ صورت کہ دو عورتون میں سے ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت میں پھر
اپنے مرض الموت میں بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضاے عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہے گی کذا فی فتاوی قاضیخان اور
پانچوین صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی باب میں مذکور کر چکا یعنی جس ام ولد کا مولی اور زوج دونون مرجاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا ﴿و﴾ قید
بالبائن لان المطلقۃ الرجعی بالموت اجماعاً اور فار کے زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہے دوسرے میں مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اسواسطے کہ اسکی مطلقہ رجعی
کی عدت وہی ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اسمین تین حیض ہون یا نہون ﴿و﴾ العدۃ فیمن عتقت فی عدۃ رجعی
لا عدۃ البائن ولا الموت ان تتم کعدۃ حرۃ اور عدت اُس لونڈی کے حق میں جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور
نہ موت کی عدت میں یہ ہے کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کی عدت کے یعنی لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق رجعی دی تو اسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ لیکن ہنوز
اسکی عدت منقضی نہوئی تھی کہ اُسکے مولی نے اسکو آزاد کر دیا تو اب اُسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین
مہینے کی عدت ﴿و﴾ عتقت فی احدہما ای البائن او الموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا
زوج کی موت میں تو اسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنی چونکہ رجعی میں نکاح
قائم ہے لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے ﴿و﴾ قد تنتقل العدۃ سنا کما یتہ صغیرۃ منکوحۃ طلقت رجعیا فتعتد بشہر ونصف

کا حکم اسواسطے ہوا تاکہ جمع ہو جانے اصل اور بدل سے بچاؤ رہے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہی تو کچھ عدت اصل ہو اور کچھ بدل جائز نہین **والایاس سنتہ لا رومیۃ وغیرہا خمس وخمسون عندالجمہور وعلیہ الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نہر** اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ ورکسی ملک کی پچپن برس ہی نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہی اور قول ضعیف یہ ہو کہ پچاس برس پر فتوی ہی کذا فی النہر الفائق امام محمد سے روایت ہی کہ روم کی عورت مین حد ایاس پچپن برس اور اسکے سوا مین ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہین کذا فی البحر الرائق **وفی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغت ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا** اور بحر الرائق مین جامع سے منقول ہو کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اسکو حیض نہ آیا تو اسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا **وعدۃ المنکوحۃ نکاحاً فاسداً فلا عدۃ فی باطلہ وکذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ والنسب بحر** اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہی تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اسمین عدت نہین نکاح باطل یہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسی طرح نکاح موقوف مین قبل اجازت کے عدت نہین کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہو کہ نکاح موقوف مین عدت اور نسب ولد کا ثابت ہو کذا فی البحر الرائق **والموطوۃ لشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر غیر عالم بحالہا کما سیجئ والموطوۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما وانما حرم الوطی حتی تلزمہ نفقتہا وکسوتہا بحر یعنی اذا لم تکن عالمۃ راضیۃ کما سیجئ** اور عدت اس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہو نادانستہ چنانچہ آخر باب مین آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہین صریح زنا ہو تو اسمین عدت نہین اور جسکی وطی بشبہہ ہو گئی اسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہو اور نکلنا گھر سے اسکی اجازت سے عدت مین لازم ہو بسبب قائم رہنے نکاح کے دونون مین اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہو عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہو کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہو کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہو نفقہ زوج اول پر اسوقت لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنی دونون قیدین یا ایک قید ضرور ہو وجوب نفقہ مین چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہین لیکن بجبر اسکو مرد کے پاس شب زفاف مین کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہو اور وقت وطی کے ہر چند عورت نے کہا ہو کہ مین غیر کی زوجہ ہون لیکن اُسنے اعتبار نہ کیا ہو اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت مین کسی پر حد نہین مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر الآئسۃ والحامل فان عدتہا بالاشہر والوضع** اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہین درانحالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی دو مہینون سے ہو اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہی **الحیض للموت ای موت الواطی وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ لان عدۃ ہولاء لتعرف براءۃ الرحم وہو بالحیض ولم یکتف بحیضۃ احتیاطاً** یعنی عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہین وطی کرنے والی کی عدت مین بھی حیض کی عدت ہو نہ مہینون کی اور غیر موت مین بھی تین حیض ہی کی عدت ہو غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد مین فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتون کی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض اسواسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہو اور یہ دریافت نہین ہو سکتا مگر حیض سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہو لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنابر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے **ولا اعتداد بحیض طلقت فیہ اجماعاً** اور اس حیض کا جسمین طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہین عدت مین بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت مین تین حیض اور حدیث سے لونڈی کی عدت مین دو حیض ثابت ہین تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہی یعنی اسکے سوا تین اور حیض حرہ مین اور دو حیض لونڈی مین لازم ہونگے **واذا وطئت المعتدۃ لشبہۃ ولو من المطلق وجبت عدۃ اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض منہما**

کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے۔ مثلاً رجب مین کہا کہ مین نے محرم مین طلاق دی تھی تو فتوی اسپر ہی کہ ابتداے عدت اقرار کے وقت سے
ہو گی مطلقاً خواہ عورت اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہین یہ فتوی ہوا تاکہ موافقت و جس کی تہمت دور ہوجاوے یعنی احتمال ہی کہ خلاف
واقع اظہار انقضاے عدت مین زوج اور زوجہ موافق ہو گئے ہون کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض
ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے مندفع ہونے کے واسطے فتوی یہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبتہ فی
الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولہا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ ان وطیہا لزمہ مہران اختیار ولا نفقۃ
ولا سکنی ولا کسوۃ لہا لقبول قولہا بسقوطہ لنفسہا لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسنادین کی یعنی زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کی طرف
منسوب کیا تھا اُسکی تکذیب کی یا یہ کہ عورت نے کہا کہ مین نہین جانتی تو عدت واجب ہو گی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنی مرد پر لازم ہوگا اور اگر
عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسی طرح عدت واجب ہو گی وقت اقرار سے سواے اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہو گی
بعد اسوقت کے جس مین ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہی تو دوسرا مہر اسپر لازم ہو گا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنی اور
نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اُسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر چکی تو اُسکا حق ساقط
ہو گیا وفیہا ابانہا ثم اقام معہا زمانا ان مقرا بطلاقہا تنقضی عدتہا لا ان منکرا اور خانیہ مین ہی کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اُسکے پاس رہا کیا مدت تک
اگر مقر تھا اُسکی طلاق کا تو عدت اُسکی منقضی ہو گی اور اگر منکر ہی طلاق کا تو عدت نہ آخر ہو گی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی ابانہا واقام معہا فان اشتہر
طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا وکذا لو خالعہا ان بین الناس واشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجرا انتہی وحینئذ
فمبدأہا من وقت الثبوت والظہور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق مین یون ہی کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اُسکے ساتھ رہا کیا
سو اگر اُسکا طلاق دینا لوگون مین مشہور ہو گیا تو عدت اُسکی منقضی ہو گئی اور اگر طلاق مشہور نہین تو انقضاے عدت نہین اور اسی طرح اگر خلع کیا
عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا لوگون مین اور گواہ کیا لوگون کو اُسپر تو عدت منقضی ہو گئی اور نہین تو نہین یہی قول صحیح ہی اور اسی طرح اگر مرد نے
عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہو گی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہی کہ اسوقت یعنی عدم شہرت طلاق مین ابتداے
عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہو گی ومبدأہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما ثم لو وطیہا حد جوہرہ وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثا بکونہ
بعد العدۃ لعدم الحد بوطی المعتدۃ اور ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد تفریق کر دینے قاضی کے ہی دونون مین پھر اگر مرد وطی اُس عورت سے کریگا تو اُسکو
حد ماری جاویگی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق مین دلیل بیان کر کے مخصوص کیا ہی وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اس صورت
مین لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی مین حد نہین او المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک
ونحوہ یا ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد متارکت کے ہی یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ مین نے تجھکو چھوڑا
یا اسیطرح کچھ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار النکاح لو بحضرتہا والا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ ولو لا فیکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہی طلاق دینا یا نکاح
فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہو گی اگر منکوحہ بنکاح فاسدہ
مدخولہ ہی تو اب فقط عزم ترک سے متارکت نہ جائز ہو گی اور اگر مدخولہ نہین ہی تو فقط تفرق ابدان کافی ہی یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اُسکے پاس آنے کا ارادہ نہو والخلوۃ
فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد مین خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہین والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرہ ولا تعتد
فی بیت الزوج بزازیہ اور نکاح فاسد مین طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہین کرتا یعنی اگر دوسری بار اُس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہی اسواسطے کہ نکاح

۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ نارض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک عورت سے نکاح کیا پھر بعد دخول کے اُسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت مین زوج نے اُس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اُس سے عدت مین نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اُسنے اپنی ذات کو اختیار کر کے نکاح فسخ کیا پھر عدت مین اُس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ آزاد ہوگئی اور اُسنے فسخ نکاح کر دیا قبل دخول کے سو ان مسائل عشرہ مین دخول نکاح اول بجاے دخول نکاح ثانی کے ہے امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وقول زفر لا عدۃ علیہا اصلا ابطلہ المصنف بالطول وجزم بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو قضی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشہور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وہذا لم یقع بل الواقع خلافہ فلیحفظ اور زفر کا یہ قول ہے کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اُسپر عدت واجب نہین سو اُس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے بکلام طویل اور یقین کیا ہے اُسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنے مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اسکا حکم جاری نہوگا قول اصح مین چنانچہ اگر رشوت لیکر حکم کریگا جاری نہوگا مگر یہ کہ سلطان تصریح کر دے سند قضا مین غیر مشہور پر عمل کرنے کی تو حکم جاری ہو جاویگا تو اسوقت مین وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز واقع نہین ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہے یعنے قول راجح پر عمل کرنے کا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مرگیا تو اُسپر عدت نہین نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہون اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہین اُنسے اور اُنکے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین ولو کانت الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا وقید الولوالجی بما اذا اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام و صاحبین کے اسواسطے کہ اُسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہون اور یہ قول ضعیف ہے اور یہ اصح ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اُسکو زندہ چھوڑ کر مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد والا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب اور اسیطرح مثل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نہ کرے جو دارالاسلام مین گرفتار ہو کر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہان کہین واجب ہوئی ہے تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سواے حاملہ حربیہ کے اس سے نکاح کرلینا صحیح نہین یہ عدم صحت اسوجہ سے نہین کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اُسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کمہاجرۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر یا امان لیکر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ حربی جانور اور پتھر مین داخل ہے سواے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنے ہر چند اُسپر عدت نہین لیکن بخیال ولد ثابت النسب اُس سے نکاح کرنا صحیح نہین وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطئہا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل بہا ولا بد منہ وبہ یفتی ولہذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا وفی شرح الوہبانیۃ لو زنت المرأۃ لا یقربہا

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہون سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہی تو یہ گواہی مقبول نہو گی کذا فی
البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہون سے نہین ہو سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبر بالثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق
ان اکبر رأیہا انہ حق فلا باس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہی کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اسکے غائب زوج نے اسکو طلاق دی تین بار
یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر اور خط حق ہی تو کچھ مضائقہ نہین کہ
عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتہا لا باس ان ینکحہا اور اسی طرح اگر کسی عورت نے
کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھکو طلاق دی ہی اور اسکی عدت منقضی ہو گئی تو کچھ مضائقہ نہین کہ مرد اُس سے نکاح کرے م لا باس کی قید سے معلوم ہوا
کہ نکاح نہ کرنا اولی ہی یا تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق مین کافی حاکم سے منقول ہی کہ اگر عورت کو
شک پڑے زوج کی موت کے وقت مین تو عدت کرے اُس وقت سے کہ جسمین یقین ہو جاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبتہ فی مدۃ تحتملہ
لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبریہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا فی الاصح فترثہ لو مات دون
المدۃ اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضاے عدت کی خبر دے چکی ہی اور عورت اُسکی تکذیب کرتی ہی
اُس مدت مین جو انقضاے عدت کی محتمل ہی تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کر لینا اُسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے
دونون کی خبرون پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ مین عورتون کی خبر پر عمل کیا اور اُسکی بہن کے جواز نکاح مین مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ
جنی چھ مہینہ سے زیادہ مدت مین تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح مین تو اُسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مر گیا نہ عورت معتدہ

فصل فی الحداد

یہ فصل ہی حداد مین یعنی سوگ مین حا سن باب اعتد و مد و فرو وسی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہی تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی مروی ہی
بجاے حاے مہملہ جنی قطع یعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہی الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت مین
چنانچہ قاموس مین ہی عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی اعم ہی معنی شرعی سے
وشرعا ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع مین حداد عبارت ہی ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے محدد
بضم الحاء وکسرہا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ لو موت وان امرہا المطلق والمیت بترکہ لانہ حق الشرع
اظہار التاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اُسکی وطی کر چکا ہو سوگ اُسوقت واجب
ہی جبکہ زوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت مین ہو یعنی قطع نکاح عبارت ہی تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع
نکاح اور موت سے سوگ واجب ہی اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کر گیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہی شرع کا واسطے ظاہر کرنے
افسوس کے نعمت نکاح کے فوت ہو جانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم
نہین شارح کہتا ہی کہ نکاح مین دخول کی قید لگا دی ہمنے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہی کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب
نہین مگر بعد دخول کے م حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہی لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہی اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک
زینت واجب ہی مدخولہ ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا
کسب الا فیہ والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

فتخطب اذا لم تخطبها غیرہ و رضی به فلو سکتت فقولان تحرم خطبتها بالکسر و الضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی
ہو کذا فی العینی تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہے اُسوقت جبکہ دوسرے
نے اُسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمین دو قول ہیں ایک قول یہ ہے
کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہیں ہے اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا
کہ لایخطب احدکم علی خطبة اخیه یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول معنی پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول
بھی قائل ہیں وصح التعریض کاریدا لتزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعاً لافضائه الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق و نکاح فاسد
و وطی بشبهة نهر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھول کر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں
یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالی مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہیں تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے
کے عداوت کی نوبت پہونچی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بالشبہہ کے اسواسطے
کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینے والا نہیں جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القهستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لکن قہستانی
مین مضمرات سے یون منقول ہے کہ بناء تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض درست نہین اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ
کا گھر سے نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نفقہ سب عدت والیون کا مرد پر فرض ہے سوائے معتدہ وفات کے پھر جب نکلنا اور عدت والیون کو جائز نہوا تعریض کرنا
کیونکر ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقة کانت علی ما فی الظهیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقة عدتها فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمها ان تکتری
بیت الزوج معراج لو حرۃ او امۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائن کسیطرح سے جدائی ہو گئی ہو کذا فی الظہیریہ اگرچہ عورت
نے اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح مین کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اسصورت مین
زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہے جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے
مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نکلے اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو معین کر دیا ہو تو اسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ
وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مسکنة من بیتها اصلا لا لیلا ولا نهارا ولا
الی صحن دار فیها منازل لغیرہ ولو باذنه لانه حق الله تعالی بخلاف نحو امة لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مسکنہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی
اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اُس صحن مین نکلے جسمین غیر زوج کے مکانات ہوں اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے
کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اسکو باطل نہین کرسکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لا تخرجوهن من بیوتهن و لا یخرجن یعنی عدت والیون کو اُنکے گھرون
سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف لونڈی کے کہ اسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج
فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها الخروج فتح اور موت زوج
کی عدت والی نکلے دن مین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اسکا اسی پر ہے نہ وارثون پر تو ضرورت ہوئی
اسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہان تک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کے مانند ہو جاویگی پھر اسکو بھی باہر نکلنا
جائز نہ ہوگا کذا فی فتح القدیر مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجها لاصلاح
ما لا بد لها منه کزراعة ولا وکیل لها اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کے واسطے جیسے کھیتی کی خبرگیری کے واسطے

ان یسکنا بعد الثلاث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبیٰ مین یون ہی کہ بہتر یہ ہی کہ آڑ کردی جاوے پردہ سے
اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت معتبر کیجاوے کہ وہ حائل رہے دونون مین کہا مجتبیٰ کے مصنف نے کہ جائز ہی مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر مین بعد عدت
کے بشرطیکہ دونون زوج اور زوجہ کی طرح نہ ملتے ہون مثلاً عورت سر اور ہاتھون کو برہنہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونون کے ایک جا رہنے
مین کچھ فساد کا خوف نہ ہو انتہی کلامہ وسُئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد وتتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان
فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب مین جنمین طلاق وغیرہ سے
جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہی اور دونون کے اولاد ہی کہ انکا چھوڑنا دونون پر سخت مشکل ہی سو دونون اولاد
والے گھر مین رہتے ہین اور ایک فرش پر جمع نہین ہوتے اور آپسمین جورو خاوند کی طرح نہین ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو درست ہی شیخ الاسلام نے کہا کہ
ہان درست ہی اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا
مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل مصنف طلاق بائن دی عورت کو یا اسکو چھوڑکر سفر مین مر گیا اگرچہ راہ مین نہین بلکہ
کسی شہر مین طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہ ہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ نہو تو عورت
لوٹ آوے اپنے شہر مین اور اپنے گھر مین عدت منقضی کرلے اور اگر عورت کے شہر مین اور اس جگہ مین تین دن کی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی انکی مسافت
وہان سے تین منزل سے کم ہو تو وہین چلی جاوے وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کان فی مفازۃ
خیرت بین رجوع ومضی معہا ولی او لا فی الصور تین اور اگر اس جگہ سے دونون طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہان سے وطن بھی تین منزل ہو یا
زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہو یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہی وطن کے پھر آنے مین اور مکان مقصود
کی طرف چلے جانے مین اور دا ہنے بائین اگر کوئی شہر قریب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہین عورت کے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو یا نہو دونون صورتون مین
جب وطن تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہی اسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونون طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھرنے اور پہلے
جانے مین اختیار ہی خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جب کہ دونون طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہی لیکن وطن مین پھر آنا
مستحب ہی تاکہ عدت کو زوج کے گھر مین منقضی کرے ولکن ان مرت بالصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر وبینہ وبین مقصدہ سفر او کانت
فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمہ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان لیکن اگر عورت کا
جانے یا پھرنے مین ایسے مقام پر گذر ہو جو رہنے کے لائق ہی یعنی شہر ہو یا گاؤن نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق مین اتنی قید اور زیادہ کی کہ
اُس محل اقامت مین جہان گذر ہو اور عورت کے مکان مقصود مین سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کیوقت کسی شہر یا گاؤن مین ہو جو
لائق رہنے کے ہی وہین عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک
امام کے پھر بعد عدت کے وہانسے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہی یہانتک کہ اسکا محرم آوے
یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اُس شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو
عدت وہین کرنا واجب نہین بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتنتقل المعتدۃ المطلقۃ بالبادیۃ فتح مع اہل الکلام
فی محفۃ او خیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا بہ فلا ان یتحول بہا والا لا اور نقل مکان کرلی رہنے وہ عدت والی
جسپر طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنے جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو انکا دستور ہی کہ ایک جگہ نہین ٹھہرتے جہان جہان

چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ اسمیں کسیکو خلاف نہیں حق تعالی نے فرمایا (حملہ وفصالہ ثلثون شہرا) یعنی حمل ولدکا اور فصال اُسکا ہو تیس مہینے بیان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت دو برس ہیں تو معلوم ہو گیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہیں اور یہ جو علما نے آیت مذکورہ سے باب الرضاع میں امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہی کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہی لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہیں ہوتی سو یہ استدلال صحیح نہیں اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد میں رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہی حالانکہ یہ صحیح نہیں علاوہ اسکے تحقیق یہ ہی کہ عدد میں گنجایش مجازیت کی نہیں کذا فی فتح القدیر فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی بالاشہر لایاسہا بدائع وفاسد النکاح فی ذلک تصحیح قہستانی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا وعلوقہا فی العدۃ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولدکا اگرچہ عدت اُسکی مہینوں کے حساب سے ہو بسبب یاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب میں بمنزلہ نکاح صحیح کے ہی کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا بسبب احتمال دراز ہونے اُسکے طہر کے اور باحتمال اُسکے حاملہ ہونے کے عدت میں یعنی احتمال ہی کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اُسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہی پھر عدت میں زوج نے وطی کی اور حمل رہگیا اور دو برس میں لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہی یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا ما لم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اُسی صورت میں ہوگا جبکہ عورت اقرار نہ کرتی ہو انقضاے عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کر چکی تھی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہیں اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہیں اور اگر انقضاے عدت کا اُسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی محتمل نہیں تو شرعاً عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں لڑکا پیدا نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت میں حمل رہا تھا ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ میں یہی روایت مصرح ہی کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر میں عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہی اور یہ جو شرح وقایہ میں بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہی سو غلط کاتب سے ہی کذا فی الدرر وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما ولو لتمامہما لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک وان ثبت نسبہ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال میں جنی بسبب حمل رہنے کے عدت میں اور دو سال سے کمتر مدت میں جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر میں بھی ثابت ہوگا کیونکہ ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہی تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال میں ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت میں حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے میں مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہی کہ حمل قبل طلاق کے ہوا اور محتمل ہی کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہیں ہو سکتی لیکن نسب بہر صورت ثابت ہی کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ چنانچہ ثابت ہوتا ہی نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ میں یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ میں جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر میں طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنے جب مبتوتہ دو سال سے کم میں جنی تو یہ احتمال ہو سکتا ہی کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب میں شارع کو اہتمام زیادہ ہی تاکہ لڑکا ضائع نہ ہو لہذا اُسکے ثبوت میں احتمال بھی کافی ہی یقین ہونا کچھ ضرور نہیں بخلاف ثبوت رجعت کے اسمیں احتمال کافی نہیں یقین چاہیے ولم تقر بمضیہا ام لا یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے میں اُسوقت ثابت ہوگا جبکہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کر چکی ہو بشرط احتمال عدت چنانچہ تحریر شقوق اُنکی عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال

کم ہو تو اُسکی ولادت متصور نہین اسواسطے کہ اتنی نطفہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی غیر المقرۃ بانقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لاقل من وقت الاقرار اذا لم تدع
حبلا فلو ادعتہ فکبالغۃ جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاء عدت کا اقرار نہین کیا اُسکا ولد ثابت النسب ہی اور اسی طرح اور مقرہ کا ولد ثابت النسب ہی جو چھ مہینے
سے کمتر مین جنی اقرار کے وقت سے یہ اُسوقت مین ہی جبکہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونیکا دعوی نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہی لاقل
من تسعۃ اشہر من طلاقہا لکون العلوق فی النکاح او العدۃ و الا لا یکون لبعدہ لانہا لا یسترہا الحبل سکوتہا کاقرار یعنی عدتہا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب
ہی جبکہ جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت مین بواسطے حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر مین جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ مین
جنے تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اُسکا سکوت بجائے اقرار انقضاء عدت قرار دیا جاویگا
ہم یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہی کہ اُسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور
مسئلہ مفروض ہی عدم اقرار کا ہان اگر اقرار انقضاء عدت کرتی اور اُسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتا البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہی جو حکم
انقضاء عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ہی بیک ہی طور پر تھا یعنی فقط مہینون پر نہ حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذرجانا اور بسبب کم عمری کے اُسکا سکوت
کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہی تو جبکہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب ثابت نہوگا فلو ادعت
حبلا فہی ککبیرۃ فی بعض الاحکام لاعترافہا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے کہ ہم بحرالرائق
مین کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس مہینے سے کمتر مین جنی تو اُسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی
غایۃ البیان مراہقہ اس حکم مین تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن دوسرے احکام مین برابر نہین مثلاً طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے مین یا زیادہ مین جنے گی تو
نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اُسکے ولد کا نسب ایاس تک ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ
ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا اور ثابت ہوتا ہی نسب معتدہ موت کا اگر ابتداء موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ
فراش عقد سے ثابت ہوتا ہی نہ دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا اور معتدہ موت کی
اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاء عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے
دس دن عدت کے ہوئے اور باقی اقل مدت حمل ہی اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنے تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث
ہوا ولو اقرت بمضیہا بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاء عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی
پورے چھ مہینے مین تو نسب ثابت نہوگا واما الآیسۃ فکالحائض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل زیلعی اور عدت موت مین آئسہ برابر حائضہ کے ہی اسواسطے
کہ عدت موت کی مہینون کے حساب سے ہی ہر معتدہ کیواسطے سوائے حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولو لہا فکالاکثر
بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداء موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اسکا حکم
مثل اکثر دو سال کے ہی کذا فی البحر بحثاً بحث یہ ہی کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیہا الولاقل من
اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البینونۃ للتیقن بکذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہی نسب اُس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا ہی
اپنی عدت کے گذرجانیکا اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین اقرار کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت مین وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا
بسبب یقین ہوجانے دروغگوئی عورت کے یعنی جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنی تو معلوم ہوا کہ اُسوقت اُسکے رحم مین نطفہ تھا اور اُسکا اقرار انقضاء عدت کا محض غلط تھا اسواسطے
کہ چھ مہینے سے کمتر مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی اقرار سے دوسری شرط یہ کہ

قد طلقہا

اللھم الا ان یقال لاجل الشراتیۃ فتامل ولیراجع اور نقل کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہی اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت ضرور ہی پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنی صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب نہین مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین ہو اسواسطے کہ روایت زیلعی کی مخالف ہی شارح کہتا ہی کہ اشتراط عدالت مین بحث ہی اور کیونکر مشروط ہو گی عدالت اقرار کرنے والے مین یعنی مقر کا اقرار بہر صورت اُسپر حجت ہی خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہی کہ عدالت مشروط ہی غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سواس مطلب کو غور کرا در اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیے عم حلبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہی جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہی لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لھا بلا یمین وقالا تحلف وبہ یفتی کما سیجی فی الدعوی اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تونے مجھسے نکاح کیا ہی چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہو گا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا وھو ای الولد ابنہ لشہادۃ الظاہر لھا بالولادۃ من نکاح حملا لھا علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اُسی مرد کا بیٹا ہی اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہی بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کر کے قال ان نکحتھا فھی طالق فنکحھا فولدت لنصف حول منذ نکحھا لزمہ نسبہ احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اُس عورت سے تو اسکو طلاق ہی پھر نکاح کیا اُس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین ابتدائے نکاح سے جنی تو لازم ہو گا مرد پر نسب لڑکا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب اور قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور اختتام نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہو گا اسواسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہر گیا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہو گا اگر چھ مہینے سے زیادہ مین عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہی اور اسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہی فتح القدیر مین کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہی تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا مخالف ہی احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہی نہایت بعید ہی اسواسطے کہ حادث اکثر ولادت کے نو مہینے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی ولزمہ مہرھا بالحمل وطیا حکما ولا یکون بہ محصنا نہایہ اور لازم ہو گا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہو گا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ محصن وہ مرد ہی جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہی ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہی قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اسپر صادق نہین علق طلاقھا بولادتھا لم تطلق بشہادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لھما کہا معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اُسکی ولادت پر تو طلاق واقع ہو گی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہو گی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلک بالحبل او کان ظاہرا طلقت بالولادۃ بلا شہادۃ لاقرارہ بذلک واما النسب ولوازمہ کامومیۃ الولد فلا یثبت بدون شہادۃ القابلۃ اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنے والے زوج نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہو گی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اُسکے جیسے اُس عورت کا ماں ہونا اُس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہو گا بدون دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر قال لامتہ ان کان فی بطنک ولد او ان کان بک حبل فھو منی فشہدت امرأۃ ظاہرہ لیعم غیر القابلۃ بالولادۃ فھی ام ولدہ اجماعا ان جاءت بہ لاقل من نصف حول من وقت مقالتہ وان لاکثر منہ لا لاحتمال علوقہ بعد مقالتہ قید بالتعلیق لانہ لو قال ھذہ حامل منی ثبت نسبہ الی

ثابت النسب ہو لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اُسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہو اور اُسکی نفی نہیں ہو سکتی
بدون لعان کے چوتھا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اُسکا ولد ثابت النسب ہو بلا دعوی اور اُسکے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہو
لعان پر اور لعان کی شرط ہو قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہیں اور اسیطرح منکوحہ فاسد اور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہین ہو سکتی بسبب عدم ہونے شرط
لعان کے یعنی صحیح اور حریت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر مذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ و استخداما
فتح اور البتہ کفایت کی ہو فقہا نے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہو ملت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی
اور حکمی کچھ بھی نہوا ہو جیسے نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد منتہاے مغرب مین اور عورت منتہای مشرق مین اتنے فاصلہ سے رہتے ہون کہ دونون
کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھ مہینے مین جنی ابتداے نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہو بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت
یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہو کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہو کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت مین ولادت فرض کیجاوے تاکہ اُس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس پہنچنا محتمل اور متصور ہو لیکن
فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاولی تبعا بالمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت
تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ ولا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ
وبادعائہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ ؎ ومن لولی قال طی مسافۃ ٭ یجوز جہول ثم بعض یکفر ٭ واثباتہا فی کل ما کان
خارقا عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول بنص محمد انا نومن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہو کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہ یعنی
استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہو اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل مین کرامات مین داخل نہین شامی کہتا ہو لیکن شرح عقائد نسفی مین ملا سعد الدین
تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہو یعنی طی مسافت کو کرامت مین داخل کیا ہو باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے
سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہو کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہو یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق
کرامت کے اہل ولایت کے واسطے جائز ہو اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہین کرامت مین ساتھ معجزے کے یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونون
خارق عادت ہین تو کیا فرق ہو کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعاے رسالت سے فورا کافر ہوتا ہو ولی
پھر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہو اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہو کہ جو ولی کیواسطے طی مسافت کو
جائز کہے وہ جاہل ہو پھر بعض علما اُسکو کافر کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکی نجم الدین عمر نسفی سے منقول
اور منصور ہو یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہو کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے
ہاتھ پر ہو وہ معجزہ ہو اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہو اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہو تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے
اشتباہ نہین شرح وہبانیہ مین ہو کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل مین ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہین رکھتے اور اسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضے کافر اور اسیطرح
ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کر کے پانی بہنا انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق
کرامت کے ناجائز جانتے ہین اور حق یہ ہو کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہو اور اسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہو کہ خوارق عادات
بطریق کرامت کے جائز ہین سوا اُس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہو جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بالا انصاف امام نسفی کا کلام ہو جو مذکور ہو چکا
انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امراتہ فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ الامام

چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ہین تو نسب ثابت ہو اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت ہین تو نسب ثابت نہین اور
اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق ہین دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہو اور اگر
ولادت اور خرید مین پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو مرد پر اُسکا نسب لازم نہین بلکہ ولادت اور طلاق ہین پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور
اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیون نہو ہر صورت نسب ثابت ہو
کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے
کمتر مدت مین جنی خرید کیوقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی
فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل مذ باعہا فادعاہ ہل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو خرید کیا پھر اُسکو بیچ ڈالا پھر وہ
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین ابتداے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت مین تصدیق مشتری کی حاجت ہو یا نہین بابت اسکے دو قول ہین
ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہو بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہین اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہوگیا اور
محمدؒ کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتین لزمہ لاکثر لا الا ان یدعیہ مولی مر گیا اپنی ام ولد کو
چھوڑ کر یا اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم مین بعد موت یا آزادی کے تو نسب لڑکا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اُسکا
مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لستتین من عتقہ او موتہ ولنصف حول لاکثر مذ تزوجت و
ادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا لکونہا معتدۃ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقاً اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق مین پھر جنی پورے دو
برس مین آزاد کرنے مولی سے یا اُسکے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ ہین ابتداے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھی مولی کہتا ہو یہ میرا ولد ہو اور
زوج ام ولد کا کہتا ہو کہ میرا ہو تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہو بخلاف اسصورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی
کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی ابتداے نکاح سے پھر ولد مین مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا م شارح کے قول مین
موت کا ذکر بے معنی ہو اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہو ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فالولد
للاول لفساد نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت مین ابتداے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر مین ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ ولد
زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت مین ہوا ولو لاکثر منہا مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح
کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے مین ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول
کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہو ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول
ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتداے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج
ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب نہ لازم ہوا کہ نسبت اسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہو اور زوج
ثانی کیطرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہو اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت مین
ولادت ہونا دلیل ہو کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ مین نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منہا ولنصفہ فقی
عدۃ البحر بحثا انہ للاول لکن نقل ہنا عن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول ان
امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین مذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداے طلاق بائن سے اور

چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنے لگی اسکو خوف لگی گی اور گھر میں نہ ٹھہرے گی تو لڑکا تباہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ جواہر کو تحقیق طلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ یہی مذہب شافعی بھی ہے کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اسکو حق پرورش نہیں اور قنیہ میں ہے کہ ماں سزاوار تر ہے پرورش ولد میں اگرچہ وہ بدطریق مشہور الفسق ہو جبتک کہ لڑکے کو بدکاری کا شعور ہو انتہیٰ کلام المصنف م اکثر کتب فقہ میں وارد ہے کہ فاجرہ کو حق پرورش نہیں صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش لد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوٰۃ کو اسواسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولیٰ ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ میں فرق کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیون نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور الفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت میں کچھ مفید نہیں مفتی ابو السعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہیں تاوقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا نہو غنی زادہ نے کہا کہ بہاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اسپر اطمینان نہو مجتبی مین تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہے کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشنکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالہن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا کان الحق لانہ للمولی مجتبی یا کہ ماں ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہے بسبب مشغول رہنے ان عورتوں کے خدمت مولی میں تو انکو پرورش ولد کی فرصت کہاں لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتیں اُس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہیں اسواسطے کہ وہ ولد مولی کا ہے تو اسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہے کذا فی المجتبی ثم تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہیں آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہیں تو نفی حضانت کی یون علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہیں تو غیر پر بطریق اولیٰ ولایت نہوگی او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا ولد کی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اسکی ماں نے اسکے محرم کے ساتھ نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہیں اور محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی او قابت ان تربیۃ مجانا والحال ان الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیۃ مجانا ولاتمنعہ عن الام قیل للام اما ان تسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ حکی المذہب وبل یرجع العم والعمۃ علی الاب اذا السیر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست لتقیید فیا لنظر یا کہ ماں انکار کرے ولد کے مفت پلے لینے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہیں اور عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہے اور ماں کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں تو اس صورت میں اسکی ماں سے کہا جاوے کہ یا لڑکے کو مفت اپنے پاس رکھے یا کہ اسکی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش میں صرف ہوا ہے اسکو باپ سے پھیر لینا جبکہ باپ کو مقدور ہو درست ہے یا نہیں بعضے علما نے جواب دیا کہ ہاں پھیر لینا ہو سکتا ہے کذا فی المجتبی اور ظاہر اذکر عمہ کا اس مسئلہ میں کچھ قید نہیں بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہے کہ اجنبی پلے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف النتائج علی حاشیۃ الدرر تو توقف شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے میں اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیۃ بلا النفقۃ مقدرۃ واراد وصیہ تربیۃ بما یدفع الیہا لا الیہ البقاۃ لمالہ اور قنیہ میں ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف مقرری کے اسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کرا دے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاویگا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا باقی رہے وفی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیۃ بنفقۃ والتزم ابن عمۃ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی میں ہے اگر نکاح کیا صغیر کی ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اسکی مفت اور حالانکہ

صغیر کو ساتھ لیکر رہے تو جواب میں کہا باپ پر دونوں کے واسطے مکان دینا واجب ہو اور شیخ الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہو کہ باپ پر مکان کا دینا ایام پرورش میں
واجب ہو اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جائیگا و فی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لو لہ مال والا فعلی من تلزمہ نفقتہ
قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم حرران الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ میں ہو کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اسکو مال وراثت سے
ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہ ہو تو حضانت کا صرف اسپر واجب ہو جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہو شارح کہتا ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیوں کے
قواعد بھی اسی کو مقتضی ہیں تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہو کہ حضانت مانند رضاعت کے ہو یعنی بنابر قول ارجح کے
جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثوں پر واجب ہو ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہو خلاصہ یہ ہو کہ اسمیں تصریح روایت کی نہیں ہے لیکن نظیر فقہی
اسکو مقتضی ہو کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثوں پر واجب ہولے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی
خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اہلیۃ القربی پھر بعد ماں کے اسطرح
کہ ماں مرگئی یا وہ فاجرہ غیر امونہ ہو یا اُسنے حضانت قبول نہ کی یا اُسنے اپنے حق کو ساقط کردیا یا اجنبی سے نکاح کرلیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہو اگرچہ بجہت واسطہ
نانی بعیدہ ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی غیر کی مثلاً منکوحہ ہوگی تو اسصورت میں
حق پرورش صغیر کا نانی کو نہ پہونچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہو اگرچہ دادی بجہت واسطہ بعیدہ ہو بشرط
مذکور یعنی دادی بعیدہ کو درصورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام اب الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کیجاوے
بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق ثم الاخت لاب وام ثم لام لان ہذہ الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہو پھر مادری بہن مقدم ہو سوتیلی بہن سے
اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہو ماں کی قرابت والیوں کو ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہو
پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو اور سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہیں بنابر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان
و بحر الرائق یہ روایت غیر صحیح ہو جو شارح نے یہاں ذکر کی چنانچہ قول آیندہ میں خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای
لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے رتبہ میں اسیطرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہو پھر مادری
خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیاں ثم العمات کذلک پھر بھتیجیوں کے بعد پھوپھیاں اسیطرح ہیں یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی
پھوپھی ثم خالۃ الام کذلک پھر پھوپھیوں کے بعد ماں کی خالہ اسیطرح ہے یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اسکے بعد سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر
ماں کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اسیطرح ہو یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامہات والآباء بہذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں
کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہو پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری
پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ہکذا الفہم من فتح القدیر اس ترتیب کی وجہ یہ ہو کہ ولایت پرورش کی اسی مستفاد ہو ماں کی جانب سے لہذا در باب حضانت قرابت ماں
مقدم ہو باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابوداؤد میں عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہو کہ ایک عورت نے کہا کہ یارسول اللہ صلعم یہ میرا بیٹا ہو میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری
چھاتی اسکے دودھ کی مشک تھی اور میری گود اسکا گہوارہ اور جھولا تھا اور اسکے باپ نے مجھے طلاق دی ہو اور چاہتا ہو کہ [illegible] تو فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکے رکھنے میں تو احق ہو جبتک کہ تو دوسرا نکاح کرلے اور مختار شرح مختار میں سعید بن مسیب سے مروی ہو کہ عمر فاروق رضہ نے اپنی زوجہ ام عاصم
کو طلاق دی اور لڑکے کو لینا چاہا تو دونوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر سکی ال لڑکے کیواسطے
بہتر ہو تیرے شہد سے پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور [illegible] کی امام مالک نے مؤطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہو کذا فی فتح القدیر اور سنن ابوداؤد

بائنہ کے زوج اجنبی سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال
مانع عود کر آویگا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لھا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے
مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کر لیا ہی تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہی اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہین تو اسصورت مین عورت کا قول
مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لان حینئذ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اسنے زوج
ثانی کو مبہم بیان کیا نہ متعین ہی کا قول عورت کا اگر اسکو معین کر دیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا اس نے مجھے طلاق دی تو اسصورت مین اسکا
قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا اسوقت مجھکو طلاق دی تو اسصورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہون
کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ بیان صاحب حق ایک شخص متعین ہی والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ اے بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ
الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہی لڑکا رکھنے مین یہانتک کہ اسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت
سات برس کی مقرر ہوئی ہی اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ تقریبا سات برس کی حصول استغنا مین غالب ہی اور یہ تقدیر خصاف کی ہی اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا
اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کرے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور در واقع مین دونون قولون مین کچھ تفاوت
نہین اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہی اور استنجا کر لیتا ہی ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا
اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہی اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہی تو قاضی کسی کی قسم نہ لے بلکہ لڑکے کا حال دریافت
کرے سو اگر لڑکا خود کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ قبول نکرے تو حاکم زبردستی سے دے
اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم و تادیب اور نماز سکھانا واجب ہی اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس و استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکر سکتا ہو تو باپ
کو نہ دلایا جائیگا ماں یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام اولاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ
کے رکھنے مین سزاوار تر ہین یہانتک کہ اسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہی کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ
ہی اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتون کے آداب دریافت کرنے کی محتاج ہی جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہے ہی
اور جبکہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہی سو اسپر باپ زیادہ تر قوی و قادر ہی بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول
للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم بسنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین ماں کہتی ہو کہ ہنوز اسکو حیض نہین آیا اور باپ
کہتا ہی کہ ہوتا ہی تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنابر بحث کے نہ بنابر روایت کے بحث یہ ہی کہ عورت منکر ہی اور قول منکر ہی کا مانا جاتا ہی شارح کہتا ہی مین
کہتا ہون کہ اختلاف والدین مین یون لائق ہی کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہونچی ہی کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ
کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہونچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہی یہ قول ہی صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز
علما کی کچھ حاجت نہین بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہی کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ مین تو صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار
کرین تو انکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین اس امر مین ماں باپ کو انکی کیا اطلاع ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ
ویدخل بہا الزوج عینی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین اپنے پاس رکھنے مین یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اسکی
وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا
اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہی صغیرہ کی پرورش مین یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہی مشتہاۃ کی یہ تقدیر ہی

سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اُس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے
حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اُس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ
ہی کا ہے اور اسیطرح صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اُسنے نانی ہونے کا انکار کیا تو اُسکے حق حضانت کا
بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کر چکی اُسکا بیٹا کہکر آخر ہوگیا بیان تک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر والاخیار للولد عندنا مطلقا
ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وہذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان اراد الانفراد فلہ ذلک مؤیدزادہ معزیا للمنیۃ اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے
نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہے چاہے ان کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس
رہے شارح کہتا ہے کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونے کے تو اسکو اختیار ہے ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا
رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤیدزادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کیطرف منسوب کر کے تنہا رہنا مشروط ہے اُسکے رشید ہونے پر اور اگر اُسکی تنہائی میں خوف
ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیۃ اور امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے
لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئین سے پانی بھر لاتا ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ
ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑے جسکا تو چاہے تو اُسنے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اُسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ
سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بالغ ہوگیا تھا اسواسطے کہ کنوئین سے پانی بھر لانا دلیل ہے بلوغ کی ورنا بالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا انہین کا
رہنا اختیار کریگا جہان کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکون کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الامداد وحاشیۃ
المدنی وافادہ بقولہ بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمہا الاب الی نفسہ الا اذا دخلت فی السن واجتمع لہا رای فتسکن حیث احبت حیث لاخوف علیہا اور حکم
بلوغ کا مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ پہونچی لڑکی عورتون کی حد پر یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہے تو اسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اسکو
فاسق مردون کے مکر و فریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہوجاوے اور عقل کامل ہوچکے تو رہے جہان اُسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسباب خوف
باقی نہیں رہا مع دخول فی السن سے مراد یہ ہے کہ مسنہ اور بڑھی ہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الوجیز وکفایۃ المستوفی وان ثیبا لایضمہا الا اذا لم
تکن مامونۃ علی نفسہا فللاب والجد ولایۃ الضم لا لغیرہما کما فی الابتداء بحر عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اُسکا نکاح ہوچکا ہو تو باپ کو ولایت اُسکو
پاس رکھنے کی نہیں مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنی خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا
کو ابتدا میں پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ والغلام اذا عقل واستغنی برایہ لیس
للاب ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن مامونا علی نفسہ فلہ ضمہ لدفع فتنۃ او عار وتادیبہ اذا وقع منہ شیء ولا نفقۃ علیہ الا ان یتبرع بحر اور لڑکا جبکہ عاقل
ہو اور ایسا ہوشیار ہوجاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سکھانے کا تو باپ کو اسپر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اُسپر اطمینان اور اعتماد نہو
یعنی مرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت میں باپ کو اختیار ہے اُسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار و ننگ کے اور باپ کو ولد بالغ
کی تادیب کا اختیار ہے اگر اس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اُسکا نفقہ واجب نہیں اگرچہ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ
بحر الرائق والحاشیۃ المدنی والجد بمنزلۃ الاب فیہ فیما ذکر اور دادا باپ کے برابر ہے اسمین جو مذکور ہوچکا فان لم یکن لہا اب ولا جد ولکن لہا اخ
او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لایمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا اور اگر بالغہ کا باپ
اور دادا نہو اور اُسکا بھائی یا چچا ہو تو اُسکو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہ ہو مراد مفسد سے فاسق ہے نہ مفسد مال

اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہی باپ کو سفر مین ساتھ لیجانا صغیر کا یہانتک کہ عود کر آوے حق اسکی مان کا یعنی جب صغیر کی مان
کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر مین صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ مان کے پاس پہونچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہوگیا حق حضانت نے عود کیا کذا فی
السراجیۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہی اس شرط سے کہ جب بعد مان کے حق حضانت نے کسیطرف انتقال نکیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہی متأمل تردد
اسمین نہین یعنی مان کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہوگی تو سفر مین لیجانا نہ جائز ہوگا اسیلئے
کہ بعد مان کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہی مصنف شرنبلالیہ مین برہان سے وہ روایت منقول ہی جو سراجیہ کے مخالف ہی کہ باپ کو صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغناء
صغیر کے جائز نہین اگرچہ مان کی حضانت نرہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہوجانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان
تبصر ولدہا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی مین ہی کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ کو صغیر کا لیجانا شہر سے اس مکان تک درست ہی کہ ممکن ہو مان کو دیکھ آنا اپنے لڑکے
ہر روز چنانچہ ایک شہر کے دوسرے کنارے مین لیجانا بھی اسی شرط کر مشروط ہی یعنی ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانۃ
الام واخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہ لہا بل ہی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک انتہی وافتی شیخنا الرملی بان یسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات مثلہ لا
وغیرہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہی اور سراجیہ مین ہی کہ جب ساقط ہولی حضانت مان کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر
کو مان کے پاس بلکہ مان جب صغیر کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاویگی اور فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے
باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بھی دیا ہی کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکھتے ہین مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکھ سکتا کذا فی
الخلاصۃ والتاتارخانیۃ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا خرج بالولد ثم طلقہا فطالبتہ بردہ ان اخراجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردہا ثم طلقہا
فعلیہ ردہ بحر بحر الرائق مین ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہی کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پھر عورت کو طلاق دی
پھر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اسکو بصرہ مین عورت کے پاس پہونچا دینا لازم نہین بلکہ
عورت سے کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اسکے لیگیا تھا تو صغیر کو پہونچا دینا مان کے پاس لازم ہوگا یا پدر جیسا بچہ
کو ساتھ اسکی مان کے لیگیا تھا پھر مان کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہی پہونچا دینا صغیر کا مان کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی

باب النفقۃ

ہی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہی نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر و شرعاً
ہی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع مین نفقہ عبارت ہی طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی محمد سے منقول ہین کذا فی منح الغفار
اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہی اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہی کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شے کا عبارت ہی اس خرچ مین
کرنے سے جس سے وہ شی باقی رہے تو اسمین بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہوگیا و عرفاً ہی الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہین لہذا اکثر
کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین اسواسطے کہ عطف مقتضی ہی مغایرت کا اور وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہی
حق تعالی نے آیت مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہی دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکھو عورتون
کو جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اسکو دیا ہی اتنا
صرف کرے حقتعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر
یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تم پر رزق واجب ہی موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہوگیا ہی کذا فی فتح القدیر و نفقۃ

جبکہ زوج اور زوجہ دونون بہ نیابت صغیر ہون ہرچند صغیرین مین دونون طرف سے مانع موجود ہو لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہو اور مانع صغیرہ کا قائم ہو تو باوجود
قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہ ہو گی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ ہم مصنف کو مناسب تھا کہ بجاے ولو کانت مسلمہ کے سوار کانت کہتا کما لا
یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ لو کانہ کیا فقیرۃ او غنیۃ موطورۃ او لا کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقا او قرنا خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار
مدخولہ ہو یا نہو اسیطرح بر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب یا رتقی ہڈی یا گوشت زائد کے
لائق جماع کے نہوے تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ اسکا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہین کہ
زوج ایسی صورت مین تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہو اور نفقہ واجب ہوتا ہو احتباس یا منفعت سے مطلقا نہ بالخصوص احتباس یا وطی سے او معتوہۃ
او کبیرۃ لا توطا ہو کذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ مدہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور
اسیطرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہو جو لائق خدمتگذاری اور موانست کے ہو اگر زوج اسکو اپنے گھر مین رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو
پسند کیا ہو صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق و لو منعت نفسہا للمہر دخل بہا او لا و لو کلہ موجلا عند الثانی و علیہ الفتوی کما فی البحر والنہر والتقاہ
محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہو اگرچہ اسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہ ہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے
باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہین اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہین ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو
موجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اسنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہو چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہو
اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہو اسی لیے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہو تو باوجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہو گی بقدر حالہما یفتی ویخاطب
بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ و لو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہو موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہو کذا فی
الہدایۃ تو اگر زوج اور زوجہ دونون مقدور والے ہین تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہو اور اگر دونون مفلس ہین تو تنگی نفقہ کی لازم ہو اور اگر زوج کم مقدور ہو
اور زوجہ مقدور والی ہو تو زوج مخاطب ہو بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہو گا بوقت قدرت اسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہو اور
زوجہ محتاج ہو تو لازم نہین کہ زوج پر کہ کھلاوے اسکو جس سے آپ کھاتا ہو بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہو خلاصہ یہ ہو کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب
مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو دونون متوسط نفقہ واجب ہو یعنی مالدار عورتون سے کم اور محتاجون سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال
زوجین خصاف کا قول ہو اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ مین زوج کا حال معتبر ہو نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایۃ ہو اور یہی مذہب ہو امام شافعی کا ظاہر الروایۃ کی
دلیل نص قرآنی ہو کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اسکے موافق دے ہدایہ مین قول مفتی بہ کیواسطے اس حدیث سے استدلال
کیا ہو جو صحیح بخاری مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہو کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہو مجھکو اسقدر نہین دیتا جو مجھکو اور میرے لڑ
کو کفایت کرے لیکن اگر اسکی نادانستگی مین لے لون تو مجھکو کفایت کر سکتا ہو حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھکو اور تیرے لڑکو کفایت کرے موافق دستور
کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث مین حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہو کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت
کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہو اسکے مقدور سے وہ اسپر دین رہیگا جب مقدور ہو گا تب ادا کریگا و لو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ
زوجہ کا واجب ہو اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر مین ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نہ کیا ہو اور سسرال مین استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی
البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر مین اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال مین دونون مین خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہو گا بسبب عدم تسلیم کے و کذا اذا
طلبہا و لم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس و کذا او مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت و لنفسہا ما منعت

اور نفیر النفقۃ عن الامرۃ لاتنقی اور اسی طرح نفقہ واجب ہے جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور وہ آنے سے انکار کرتی ہو یا انکار کیا ہو مہر کے سبب
کہ مہر معجل نہ دیا ہو تو زوجہ کے حق میں بسبب ظلم زوج کے ناشزہ نہیں ہے اور اگر زوجہ کا نفقہ بسبب نشوز کے ساقط ہوا ہو تو تمام ہوسکے
حقاص سے اور مثال اسکی یہ ہے کہ ہدایہ میں ہے اور اسی طرح واجب ہے نفقہ اگر جاوے اپنے گھر میں بغیر زوج کے گھر میں آنا چاہے
اور منع کیا ہو زوج کو اپنے پاس آنے سے لیکن شوہر نے اسی طرح روایت ہے چنانچہ تحقیق اس مقام میں ہمکو تحریر کیا ہے فتاویٰ میں حضرت نے
ہدایہ اور انکے قول فلا نفقۃ لہا حتی تعود الی منزلہ والا الکافی اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ زوج کے پاس سے پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں چھوڑ کر
اپنے گھر میں بلایا تو زوج نے ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہ ہو اسکا لانا کہ ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر محمل میں آسکتی ہے ورنہ نفقہ نہ
پاوے گی اور زوجہ پر زوج کی مواضعت کرنا واجب نہیں اور مراجعت طبیب اور فصد کی واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ لا نفقۃ لاحد عشر مرتدۃ و مقبلۃ ابن
زوجہا و معتدۃ موت و منکوحۃ فاسدۃ و عدتہ و امۃ لم تبوأ و صغیرۃ لم توطأ و خارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ و نادر تالفتۃ حق
زوج پر نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتوں کا زوجہ مرتدہ کا اور اس عورت کا جس نے زوجہ کے لڑکے کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہے تمام اصول و فروع زوج کی
تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اسکے واسطے علیحدہ مکان نہیں دیا اور
زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہیں اور نفقہ واجب نہیں اس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت
کو شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہاں تک کہ زوج کے گھر میں پھر آوے تو ناشزہ نہ ہوگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے
اسکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر میں آئی تو نفقہ اسکا واجب ہوگا تاوقتیکہ زوج گھر
میں نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت میں عبارت ہے ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے خروج ناحق
اور منع نفس سے اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر والقول لہا فی عدم النشوز بیمینہا وتسقط بہ المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا
معتبر ہے عدم خروج میں ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعویٰ کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور پھر قسم کھالی ہے تو زوجہ ہی کا
قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہے بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مقروضہ قول اصح میں مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا
ہو اور چند ماہ اسپر گذر گئے اور گذشتہ نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہو گیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اسنے نفقہ قرض لیا
ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہ ہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہے موت کا خواہ زوج مر گیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن الذخیرۃ تقیید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر میں
وطی سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہ ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر بزبردستی کذا فی الزیلعی
وشمل الخروج الحکمی کان کان المنزل لہا فمنعتہ من الدخول علیہا فہی کالخارجۃ مالم تکن سألتہ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ اگر مکان
عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت بمنزلہ خارجہ کے ہے اسکا نفقہ زوج پر لازم نہ ہوگا جب تک کہ زوجہ نے زوج سے نقل
مکان کا سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر میں رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان میں لے چل میں یہاں نہ رہونگی اور اگر زوج نے اب تک نقل
کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اسکا ساقط نہ ہوگا ولو کان فیہ شبہۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فہی ناشزۃ لعدم
اعتبار الشبہۃ فی زماننا بخلاف مالو خرجت من بیت الغصب او ابت الذہاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی بعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ اور اگر اس گھر میں جس میں
زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہے شبہہ ہو معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہاں جانے سے

انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہے بسبب نہ معتبر ہونے شبہات کے ہمارے زمانہ میں یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام
خالص سے بچنا البتہ ضرور ہے علاوہ اسکے اجتناب شبہات مستحب ہے اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے زبون ہے بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کے
گھر میں رہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہے سو وہ وہاں سے نکلگئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر میں رہتا ہے اور وہاں زوجہ کو بلایا اور وہان
جانے سے اُسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر میں ساتھ لیجاوے اور اُسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہیں ہے اُسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اسواسطے کہ سفر میں لیجانا
بدون رضی زوجہ کے زوج کو جائز نہیں یا زوج سفر میں ہے اور اُسنے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اُسنے اُسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ
نہیں اور اُسکا نفقہ زوج پر لازم ہے اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہیں اور اگر سفر سے کم مدت ہے یعنی ایک دو منزل ہے اور نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کریگی
تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا للارضاع صبی مع زوجہا شریف لم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر اُسنے نوکری کرلی
لڑکے کے دودھ پلانے کی اور زوج اسکا شریف ہے کہ اُسکو عار آتی ہے دودھ پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہیں نکلی بلکہ وہین دودھ پلاتی ہے تو ناشزہ
نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورت بھی ناشزہ ہے اور اسی قول کو جسکو شارح نے ضعیف کیا ہے محشیون نے قوی کہا ہے اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے پھر کیون وہ ننگ
و عار شریف زوج کو لگاتی ہے ولو سلمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی بہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا بانہ لو تزوج من المحترفات التی تکون
بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہے
اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہے یا بالعکس ہے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی ہے اور رات کو اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہے تو اسکا نفقہ زوج پر لازم نہیں بسبب
نقصان تسلیم کے اور مجتبی میں ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوگیا جواب اس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ میں پیش ہے اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا رنگریز
یا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون میں رہتی ہین اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہین تو انکا نفقہ ازواج پر نہ لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق میں کہا کہ
اس جواب میں اعتراض ہے مگر شارح نے اعتراض کو بیان نہیں کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب میں معذور رہتی ہین بخلاف اسکے جو بلا عذر رات
یا دن کو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اسکا جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہیں اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کرسکتا ہے طحطاوی نے کہا
کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونے کے بھی ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہیں ہوسکتی ومحبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا
ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرۃ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ وحبسہ مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہین اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کے
احتباس اور قابو میں نہیں مگر جبکہ زوج ہی نے اُسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اُسکو نفقہ ملیگا قول اصح میں کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ
نفقہ پاویگی اگر زوج قید خانہ میں اُس تک پہونچکر اُسپر قادر رہتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے میں نفقہ اُسپر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو
یا حق پر عورت اُس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورت کیطرف سے نہیں علاوہ اسکے زوج کے گھر میں وہ موجود بھی ہے اور وہ
نکل جانے سے راضی بھی نہوگا تو فی الحقیقۃ احتباس قائم ہے لکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری میں یون ہے کہ اگر زوج
قید خانہ سلطانی میں ہوگا تو قول صحیح یہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے طحطاوی اور مدنی محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری میں یہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہے حالانکہ
فتاوی ہندی یعنی عالمگیری میں اسکے مخالف ہے تو خطا نقل میں یا صاحب تصحیح قدوری سے ہے یا صاحب نہر سے جہانسے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے
مخالف ہے کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورت کیطرف سے مانع تسلیم نہیں تو محبوس سلطانی میں بطریق اولی واجب ہے گا کلام فتاوی قاضیخان اور
عالمگیری کو مین نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہے عبارت قاضیخان کی یہ ہے وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج
محبوس ہو قید خانہ سلطانی میں بظلم تو اسمین فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری میں یہی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم فی البحر عن الفتاوی انہ لو

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیان اور چارپائیان اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے
جیسے کنگھی اور اشنان جو مدینہ مین گھاس ہو بال صاف ہو جاتے ہین اُس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہو جو عورت کی بغل
گندگی کو دور کردے اور زوجہ کے پاؤن کی جوتیان واجب ہین اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحرالرائق مین ہو حاشیہ مدنی ہو۔ باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول ہو
کہ تلذذ اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہین اسکا اختیار ہو چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب
نہین مگر اسقدر کہ لبابہ بو کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہین اور اتنا پانی دینا واجب ہو جس سے عورت
اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر اور بحرالرائق کا باقی مضمون یہ ہو کہ زوج پر واجب ہین لکڑیان جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی
غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہو کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہ جو خلاصہ مین ہو کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہین سو ضعیف روایت ہو وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من
استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحرالرائق مین ہو کہ اُجرت دائی جنائی کی اُسپر ہو جسنے اسکو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج
نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی دونون پر اسکی مزدوری محتمل ہو وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا وبردا اور فرض ہو عورت
کو پوشاک دینا ہر نصف سال مین ایکبار یعنی سال مین دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہین بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے
مین کام نہین آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی مین کام آتی ہو لہذا سال بھر مین دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی م اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر
اُسنے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی
پوشاک دینا واجب نہین کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ ولو بعد فرض القاضی خلاصہ الا ان یظہر للقاضی عدم
انفاقہ فیفرض ای یقدر لہا لیطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا
اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصہ وغیرہا اور زوج کو جائز ہو نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اُسکی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو بازار
نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے
نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ کہ بوقت حاضر
ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہین اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر
شکایت کرے عورت اُسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہو کہ بہت لوگ اُسکی کشادہ چشمی
کے سبب سے اُسکے دستارخوان پر کھاتے ہین تو قاضی کو نفقہ دینے کا اسپر حکم کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہو کہ اُسکے کھانے مین سے کھالے اور اسکے
کپڑون مین سے کپڑا لے لیا کرے بے اُسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنے جود اور سخاوت کے غیرون کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ
واجب مین کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم اتفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اُسکو قید کرے اُس قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے
نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا قولہ فی کل شہر ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کردے مراد اسکی یہ ہو
کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہرا دے جو مناسب ہو اس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایکدن کی مدت ٹھہرا دے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہرا دے اسواسطے
کہ پیشہ ور جیسے لُہار اور بڑھئی اور مزدور ہر روز محنت کرکے کماتے ہین سو کھاتے ہین تو قاضی ایسے لوگون پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کرین اسواسطے
کہ ان پیشہ ورون سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہین ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہو اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد
مہینے کے تنخواہ ملتی ہو ہر مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہو نہ احترازی ولہا الدفع کل یوم ثلثہ

لہا خوفا علیہا من الہزال فانہ یفرہ کما لہ ان یرفعہا للقاضی للبس الثوب لان الزینۃ حقہ اور بحر الرائق مین یہ ہی جبکہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کر دیا
پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر خست کرے اور جمع کرنے کی طمع سے کم کھاوے تو زوج کو جائز ہی کہ اسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح
کھایا کرے انہین سے جو اسکے لیے مقرر ہو گیا ہی مبادا کہ نہایت ضعیف اور دُبلی نہو جائے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی زوج کیواسطے مضر ہی کہ لائق رغبت اور
شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہی زوج کو کہ اسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور کیون میلی کچیلی رہتی ہی
اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہی ہم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کے واسطے لازم ہی ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہی یعنی حجامت
بنوانا اور موچھہ کتروانا اور ریوے زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہی اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو
دوسرے کو خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرون کی طرف نظر جانے لگے گی پھر وہ فساد ہونگے کہ خدا اپناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرائیل مین مردون کے زینت ترک کرنے
سے انواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہی کہ مرد بسرعت انزال سے آپ کو بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورت کو اکثر بعد زوج کے انزال
ہوتا ہی عبداللہ بن عباس سے مروی ہی کہ مجھکو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہی جیسا کہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہی اور یہ مطالب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حقتعالی نے
فرمایا کہ لہن مثل الذی علیہن بالمعروف کہ عورتون کا حق مردون پر ویسا ہی جیسا کہ مردون کا حق عورتون پر ہی بطریق شرع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی تزاد فی الشتاء جبۃ
سراویلا اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ اور پاجامہ ہم یہ اُن عورتون کے حق مین ہی جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین
اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہی چنانچہ شرفاے ہند مین تو انکو سرما اور گرما مین پاجامہ دینا لازم ہی اور ظہیریہ مین منقول ہی کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال
بھر کی یون بیان کی ہی کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہی بعضے کہتے ہین وہ
بڑی چادر ہی جس سے تمام بدن لپیٹکر عورت باہر نکلتی ہی اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہی درع اور قمیص
حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہی فرق اتنا ہی کہ درع وہ ہی جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا دونون مونڈھون کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور
فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہی کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہی موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب ہی باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے
مختلف ہی تو ہر ملک مین ویسا ہی دینا لازم ہوگا البتہ بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ لباس شیطانی جو لکھنو وغیرہ مین بالفعل رائج ہی کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہی حقتعالی انکو
حیا نصیب کرے وما یدفع بہ اذی حر و برد اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو ولحافا وفراشا وحدہا لانہا ربما تعتزل عنہ ایام حیضہا ومرضہا
زیادہ دیا جاوے جاڑے مین لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سواے اس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے چاہیے کہ گاہے
عورت جدا رہتی ہی زوج سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دنون مین صحیح حدیث مین وارد ہی کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور
چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہی ان طلبتہ لباس کے ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کردے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہی زوجہ کا بدون اسکی نالش
اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم ہی نہین ویختلف ذلک یسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہی یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور
افلاس کے اور بنابر موسم اور ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہی اور مفلس پر اسکے موافق اور گرمی مین گرمی
کے موافق اور سردی مین اسکے موافق جیسے جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو ولیس علیہ خفہا بل خف امتہا مجتبی اور واجب نہین مرد
پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اسکی لونڈی کا موزہ واجب ہی اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہی نہ زوجہ کذا فی المجتبی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ
المدنی وفی البحر قد یستفید من ہذا انہ لو کان لہا امتعۃ من فرش ونحوہا لا یسقط عن الزوج ذلک بل یجب علیہ قدر اینا ہا من ما مر بالفرش امتعتہا لہ ولا ضیفہا فہا جبر علیہا ذکر
حرام کتمع کسوتہا انتہی اور بحر الرائق مین ہی کہ مستفاد ہوا اُس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان و اسباب ہوا ز قسم فرش و ظروف

کذا فی الزیلعی الاختیار اور عنقریب یہ واضح ہوگا فروع میں امام زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار میں ہے کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہے اور اسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہے
یا بھائی مالدار ہے تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہے اور حکم کیا جاویگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب سکے زوج کو مقدور ہو تو اس سے اپنا قرض
بھر لے جتنا کہ عورت کو دیا ہے اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال میں بطور قرض دینا ہے اور مشہور ہے تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ
قرض دینا عورت کے نفقہ کیواسطے جبکہ عورت اور اسکا زوج مفلس ہوں واجب ہے اس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس
کی اولاد صغیر ہو اور اسکو انکے خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر انکا باپ نہوتا جیسے ماں اور بھائی اور چچا پھر جب
صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر انکو کھلایا پہنایا ہو اس سے بھرے کذا فی حاشیۃ المدنی فقضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم لھا نفقۃ الیسار ای فی المستقبل قاضی نے
حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پھر بعد مدت کے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس تھی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ میں تو پورا کردے
قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آیندہ کیواسطے نہ زمان گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہاں نفقہ متوسط ہے اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بر حسب
قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہے اور اگر مصنف یوں کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہے جیسا کہ قول آیندہ میں ہے تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی بالعکس وجب
الوسط کما مر یا اسکے بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونوں مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کر دیا تھا پھر زوج مفلس ہوگیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سے
کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب میں اسکا بیان گذر گیا صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شھر علی
دراھم ثم قالت لاتکفینی زیدت صالحہ کرلیا عورت نے اپنے زوج سے عوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھکو یہ مقدار درم کفایت نہیں کرتے ہیں تو زیادہ دلائے
جاوینگے ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ بمجرد دعوی کے بدون ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ میں زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم تخمینا
ہوں تو اسکے دعوی کو نہ سنے الا بقدر کفایت زیادہ کردے چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اسکو کفایت نہیں کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھر جانا
اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہے اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کردیا پھر غلہ گران ہوگیا یا سستا ہوگیا تو قاضی اسکو بدل دیوے کذا فی
حاشیۃ المدنی ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فھو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم دینے
کی طاقت نہیں تو یہ صلح لازم ہے اور کچھ التفات نکیا جاویگا اسکے قول پر کسی حال میں اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہے اسکے قادر ہونے پر الا اذا تغیر
سعر الطعام وعلم القاضی ان مادون ذلک الصلح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا قالہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان تبرمت القاضی عن حالہ
بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جبکہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہے اس سے کم نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہے تو اسوقت میں
قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کردے نقل کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں خانیہ سے اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہے مگر جبکہ حاکم
کرلے قاضی زوج کی حالت دریافت لوگوں سے پوچھکر تب ٹھہراوے نفقہ کو بقدر اسکی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شھر علی مائۃ درھم والزوج محتاج
لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ میں ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینے کے نفقہ میں سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہے تو لازم نہ ہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا
یعنے عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا والنفقۃ لا یصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین
اصناف او دراہم فقبل ذلک لا یلزمہ شیء اور نفقہ زوجہ کا دین نہیں ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضاء طرفین یعنی دونوں کے مصالحہ کر لینے سے قدر معین پر خواہ
درموں پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسموں پر مثلاً گیہوں اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند مدت بدون نفقہ
گذر گئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کردیا یا دونوں قدر معین پر راضی ہوگئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا
بلا امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اسکو زوج سے پھر لیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے ولو اختلفا فی المدۃ فالقول

تو لڑکا بھی مکاتب ہی اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہی یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اُسکا مولے پر ہی اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہی مولی کا ولو مکاتبین سعی لامہ و نفقتہ علی ابیہ
جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اُسکے کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہی اور
نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی کذا فی الجوہرہ و ہم عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں
کے ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اُسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا
انتہی مضمون الجوہرۃ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہی کہ نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی سو غلط ہی اسواسطے کہ مخالف ہی جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ ایک مرد نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کردیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ
پر تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہوگئی ہی مرۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا
کذا المشتری الثالث و ہلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال ثم فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر
غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اُس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اُسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اُسنے جانا اور راضی ہوگیا یعنی یہ نقصان
جانکر دبیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسی طرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا
جاویگا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہی یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہی تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اُسکے دینے سے عاجز ہوگا تو
اُتنی بار ادائے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون میں ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسی طرح مذکور کیا ہی
کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصطلاح میں سو جو کہ درر میں باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہی سو سہو اور غلط ہی ہم شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ
کے کلام کا حاصل یہ ہی کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اُسکا نفقہ غلام پر مقرر کردیا سو اُسپر ہزار درم جمع ہوگئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا
اور یہی اُسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اُسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہی تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی
سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر غرر میں ہی تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ بیع ثانی
غلام کی واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ دین نفقہ میں جو غلام بار بار بیچا جاتا ہی اُسکی
علت یہ ہی کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہی مشتری کے پاس اور حالانکہ پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو اُنکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اسکے ادا
کیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح الغفار و حاشیۃ المدنی و تسقط بموتہ و قتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح میں و
یباع فی دین غیرہا مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں
ہوتا جاتا ہی بلکہ یکبارگی ہوتا ہی تو اُسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی و سیجی فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ و مفادہ ان لہا استسعاءہ ولو نفقۃ کل یوم بحر اور آویگا احکام عبد
ماذون میں کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اُسکی اجرت لینا درست ہی اپنے دین میں تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اُس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا
جائز ہی اگرچہ ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہی قال وہل یباع فی کفنہا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام
زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہی یا نہیں جیسے یا کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہی ہم یہ جواب تو روایت مذہب
نہیں بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہی صاحب بحر نے استخراج کیا ہی اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی و نفقۃ الامۃ المنکوحۃ
ولو مدبرۃ او ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ ان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہیں واجب
ہوتا ہی زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اسکو سپرد کردے مالک اور اُس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاروبار میں رکھیگا

اسواسطے کہ جسقدر عورت کو سوت کے پاس رہنے سے تکلیف ہوتی ہے اتنی سسرال دیور سے نہین ہوتی ہم علی الخصوص ہندوستان کی عورتین کہ سوت سے نہایت رنج مین ہوتی ہین
بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان مین دو یا تین یا چار سوتون کو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علحدہ علحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہے **ولا یلزمہ اتیانہا**
بمؤنسة ویامر الزوج بان یسکنہا بین جیران الصالحین بحیث لا تستوحش سراجیة اور واجب نہین زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضاء سے
حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گھبرائے اور اسکو وحشت نہو کذا فی السراجیة ہم یہان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہے نہ وہ فتاوی
کو سراجیہ کر کے مشہور ہے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو انکو پکار سکے یا تنہائی کے وقت
ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہین کذا فی حاشیة المدنی ومفاده ان البیت بلا جیران لیس
مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین اسواسطے کہ اسمین عورت کو امن نہین کذا فی البحر الرائق
وفی النہر وظاہره وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لا سیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ شرنبلالی بان ما لا جیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق مین
ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون
سے خصوصا جبکہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسمین اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس
مکان کے پڑوسی نہون اسکو شرع مین مکان ہی نہین کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیون کا اعتبار ہے تو جہان
پڑوسی نیکبخت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا موانست کیواسطے لازم نہین **ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی**
کل جمعة ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختاره فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا واحتاجہا فعلیہا تعاہده ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو
ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی سات دن مین ایکبار بشرطیکہ والدین اسکے پاس نہ آسکتے ہون یہ حکم بنا بر اس روایت کے ہے جسکو اختیار مین مختار کیا ہے
اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اسکو ہو اور وہ اسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اسکی خبر گیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ
زوج اسکی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اسپر خبر گیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اسکا نفقہ
زوج پر واجب ہے کذا فی حاشیة المدنی **ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعة وغیرہما من المحارم فی کل سنة لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی** اور زوج منع نکرے
زوجہ کے والدین کو اسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عم خالہ ہین کو ہر سال مین ایکبار آنے سے منع نکرے تو
عورت کو انکے پاس جانا اور انکو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی **ویمنعہم من الکینونة وفی نسخة البیتوتة لکن عبارة ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیة**
اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے گاہے زوج کو ضرر پہونچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیة اور متن کے
ایک نسخہ مین بیتوتت ہے بجاے کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار
کی لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا ہم فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور خزانہ سروجی سے منقول ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور انکو اسکے پاس
آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر مین ایکبار مفتی بہ ہے ہاں البتہ زوج کو اختیار ہے کہ انکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار
شرح مختار مین مصرح ہے کہ محارم کو ہر وقت اختیار رہے کہ عورت سے باتین کرین اور اسکو دیکھین بشرطیکہ گھر مین داخل نہون زوج کو انکا منع کرنا نہین پہونچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح
حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا اور بحر الرائق مین ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایکبار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال مین ایکبار با اجازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین ہے کہ
زوج کو جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور انکی بیمار پرسی کو اور انکی ماتم پرسی کو یا ان دونون سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک کی

عن قاضی خان المحیط و طفلہ ومثلہ کبیر زمن جامع انثی مطلقاً اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کیواسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہی جو لنگڑا ہو اور بیٹیاں صغیرہ ہوں
یا کبیرہ وابویہ فقط فلا یفرض لمملوکہ واخیہ ولا یقضی عنہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کیواسطے فقط تو اسکے غلام اور بھائی کیواسطے مقرر
ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اسکی طرف سے دین ادا کردانا یہ غائب پر حکم کرنا ہی اور قضا علی الغائب جائز نہیں فی مال لہ من جنس حقہم
کتبر وطعام املاکہ فیفتقر للبیع ولا یباع مال الغائب اتفاقاً غائب کے اس مال میں نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور
اناج یا کپڑا ہو انکے لباس کے مناسب ورجو مال کہ انکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین تو انہیں بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ انکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا بالاتفاق
امام اور صاحبین کے جائز نہیں عندہم او علی من یقربہ عند الامانۃ وعلی الدین فیبدا بالاول اور غائب کے اس مال سے نفقہ مقرر ہوگا جو ان لوگوں کے پاس یا اس شخص پر ہو جو
امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو اتن کے کلام میں لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہی اسواسطے کہ امانت کا مال بعینہ ان کے پاس رہتا ہی اور مدیون کے پاس دین
بعینہ نہیں ہوتا بلکہ دین عبارت ہی امر معنوی سے کہ اسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہی پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہی اور دوسرے شخص پہ دین ہی تو نفقہ زوجہ
وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت میں ہلاکی متصور ہی بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہی غائب کا تو اسپر لازم ہوا
کہ پہلے امانت کو صرف کرادے بعد اسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر میں تو بہتر یہ ہی کہ قاضی اول اسی کو صرف کرادے پھر
امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور اگر غائب کے امانتدار مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا فرض کرنے قاضی
کے تو دونوں ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے ویقبل قول المودع فی الدفع للنفقۃ لا المدیون الا ببینۃ او اقرارہا بحر یعنی
بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ میں نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول امین مقبول نہوگا بدون گواہوں
کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا وبالزوجیۃ وبقرابۃ الولاد اور زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانتدار یا مدیون یعنی
فرض نفقہ کی دو شرطیں ہیں ایک یہ ہی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کریں دوسری شرط یہ کہ اقرار کریں اسکا کہ یہ عورت غائب کی زوجہ ہی یا یہ طفل غائب
کا بیٹا ہی یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہیں وکذا الحکم ثابت اذا علم قاض بذلک ای بالمال و زوجیۃ ونسب اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہی جبکہ قاضی کو
اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین ولا بینۃ ہنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیزوں میں سے ایک چیز کو جانتا ہو
تو دوسرے امر کیواسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو اور وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے
اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہوں کا یہاں کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کیواسطے
بسبب نہونے خصم کے یعنی غائب یا اسکا وکیل نہیں جو قسم یا گواہ سے کام نکلے ویکفلہا ای اخذ منہا الکفیل بما اخذتہ وجوبا فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اس مال کا جسکو
زوجہ سے نفقہ میں لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح میں مع قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہی سرخسی کے قول سے اور مستحب ہی خصاف کے قول سے اور صدر شہید نے
وجوب کی تصحیح کی ہی کذا فی حاشیۃ لا فی ویحلفہا معدی مع الکفیل احتیاطا وکذا کل اخذ نفقۃ فاو ذکر الضمیر کابن الکمال لعما اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونوں سے قسم
لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لنگڑے ولدسے اور جوان بیٹوں سے سوائے صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجائے مؤنث کے
یعنی بجائے کفلہا ویحلفہا کے کفلہ ویحلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے مذکر ضمیر کو مذکور کیا ہی ایضاح الاصلاح میں تو بہتر ہوتا ہر اخذ یعنی ہر لینے والے کو شامل ہوتا اور ماتن کے
کلام میں فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ان الغائب لم یعطہا النفقۃ ولا کانت ناشزۃ ولا مطلقۃ مضت عدتہا زوجہ اور کفیل سے قاضی قسم
لے کہ زوج غائب نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہی جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو مع واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہیں جو کوئی تحلیف کو بعد
فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یوں ہی کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا من ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرہن انہ ادفاہا النفقۃ

اسکے دعوی امتداد طہر کا مسموع نہوگا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا تاوقتیکہ حمل کی مدعی نہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اُسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک
ابتداے طلاق سے مم یہ ترکیب اُسکو مقتضی ہو کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضاے عدت کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثبوت نسب
کے باب مین مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضاے عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل مین پھر لڑکا جنے گی تو ولد ثابت النسب نہوگا پھر جب نسب ہی ثابت نہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا
تو اگر شارح وادعا طلقہ لا تا یعنی یون کہتا وما لم تدع الحبل تو یہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعاے حمل کا مسئلہ جدا ٹھہرتا ما قبل سے متعلق نرہتا کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی فلو
مضا ثم تبین ان لا حبل فلا رجوع علیہا ولو شرط لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو عورت سے نفقہ
پھیر لینا نہین ہوسکیگا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بھی کرلیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹ نکلا تو مین نفقہ پھیر لونگا اسواسطے کہ یہ شرط باطل ہو کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا
علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض لا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کرلی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کرلیے تو اگر عدت اسکی مہینون کے حساب سے
ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اسکی حیض سے ہوگی تو یہ صلح صحیح نہین بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اسکی مدت
معین نہین ہوسکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا واجب نہین تینون قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدہ
موت کا زوج کے گھر مین باعتبار حق زوج کے نہین بلکہ باعتبار حق شرع کے ہو اور عدت موت مین معرفت صفائی رحم ملحوظ نہین لہذا اسکی عدت حیض سے
نہین اور نفقہ جو واجب ہوتا ہو تو اندک اندک زوج کی ملک مین واجب ہوتا ہو اور بعد موت زوج کے اسکی ملک باقی نہین اور وارثون پر واجب کرنا ممکن نہین کذا فی منح الغفار
لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہو کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اسکا نفقہ واجب ہو اور قہستانی مین بھی مضمرات سے قول ضعیف اسمین منقول ہو تو معلوم ہوا کہ اسمین
اختلاف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرہ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہین مگر جبکہ ام ولد حاملہ
ہو اپنے مولی سے تو اسکے واسطے نفقہ واجب ہو کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا وتجب السکنی
فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایۃ کردۃ او تقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ
تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہو فقط سکنی اُس عدت والی کیواسطے جسکی معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جبکہ زوج کے گھر سے
نکلگئی تو اسکے واسطے سکنی بھی نہوگا اس جدائی مین کذا فی القہستانی والکفایۃ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتد ہو جانا یا زوج کے ولد کا بوسہ شہوت
لینا سواے سکنے کے طعام اور لباس نہ واجب ہوگا فرقت معصیت مین اور وجہ فرق کی یہ ہو کہ سکنے حق ہو اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور طعام اور لباس
حق ہو عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہو گیا م خلاصہ مین ہو کہ جب جدائی زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت
کیطرف سے ہو اگر بلا معصیت ہو جیسا کہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور بعدم کفارت مین تو نفقہ واجب ہو اور اگر جدائی معصیت ہو جیسا کہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصول یا فروع کی
تو نہین نفقہ ساقط ہو تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج مین اور اسیطرح خوشدامن کی وطی مین نفقہ عورت کا واجب ہو اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہو نہ زوجہ کیطرف سے
کذا فی العالمگیریہ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد البت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہو عورت کے مرتد ہونے سے بعد طلاق بائن
کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکلگئی اور اگر گھر مین موجود ہو تو نفقہ واجب ہو کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت مین مرتد ہوگئی تو اسکا نفقہ
ساقط ہوگیا فقط ارتداد کے سبب سے نہین بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہو نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گھر
مین رہیگی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اُس ارتداد کے جو قبل طلاق ہو کہ اسمین مطلقا نفقہ ساقط ہو لا تمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا النفقۃ نہ
ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کردیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اسکا نفقہ نہ ساقط
ہوگا بسبب نہ محبوس ہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اُسکا مقید ہونا لازم نہین جو اسکا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

پیٹ سے ہوں بلکہ انکی ماں پر نفقہ لازم ہے اور ہر کافر باپ پر اسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر وهم به وعده اعاده ذکر نفقة ولد المسلم کا صاحب بحر کا ہی
اپنی کتاب میں نہ شارح کا کذا فی حاشیة المدنی وکذا تجب لولده الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقه العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی
والعینی اور اسیطرح سے واجب ہے نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہے کمائی سے چنانچہ بانٹوں سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقاً واجب ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اُس ولد کا
نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند ابنیاء کرام کے اور اُس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فراغت نہ ہوتی ہو
پیشہ وری کیواسطے کذا فی الزیلعی والعینی م یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اور اولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہے اسواسطے کہ صحابہ اور اہلبیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ انکی عمدگی
خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور انکو نوکر نہ رکھتے ہوں مزدوری میں نہ لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر ولد ابنیاء کرام سے ہو اور لوگ اُسکو مزدوری
میں نہ لگاتے ہوں تو وہ عاجز ہے اُسکے باپ پر نفقہ اُسکا واجب ہے کذا فی العالمگیریة ناقلاً عن الوجیز وہکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصة وافتی ابو حامد بعدمها لطلبة زماننا
کما بسطه فی القنیة وکذا قیده فی الخلاصة بذی رشد اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کیواسطے بسبب فسق اور عدم تمیز
کے چنانچہ اسکو خوب واضح بیان کیا ہے قنیہ میں اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ میں نیک الہمت کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طالب علم میں
آخرت مطلوب ہو نہ منصب دنیاسی ناپائدار اسکا نفقہ باپ پر واجب ہے م فتاوی عالمگیری میں وجیز سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہوں بسبب اشتغال علم کے کسب
کرنے سے تو انکا نفقہ اُنکے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات رکیکہ اور ہزیان فلاسفہ میں اور انمیں آثار صلاح اور تقوی کے معلوم ہوتے
ہوں اور اگر ایسے نہوں تو انکا نفقہ بھی واجب نہیں لا یشارکه ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقة ابویه وعرسه به یفتی مالم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب
علی غیره فلا رجوع علیه علی الصحیح من المذهب الا الام موسرة بحر نہیں مشارک ہے کوئی باپ کا اس امر میں اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیوں کے نفقات
میں باپ کا کوئی شریک نہیں اسی پر واجب ہے نہ اسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہے نہ اُسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور
اسی پر فتوی ہے یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام وکمال باپ پر ہے تا وقتیکہ نہایت تنگدست نہ ہو اور جب کہ تنگدست ہوگا تو وہ میت میں داخل ہے تو اس صورت میں
باپ کے سوا اُس قرابت والے پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہوتا درصورت نہ باپ ہونے کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہے بدون اسکے کہ باپ سے پھیر
لے بنابر صحیح مذہب کے مگر مالدار ماں ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق قال وعلیه فلا بد من اصلاح المتون جوہرة
صاحب بحر نے کہا بنابر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرہ یعنی جب مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت
والے پر طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ میں اسپر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شرح
کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے انکی اولاد کے
نفقہ میں کوئی شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی میں انکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیر لے متون
اور شرح میں اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہے اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں اسواسطے کہ نقل مذہب
کیواسطے متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر
اسکی عادت ہے اور زیادہ تر تعجب اسپر آتا ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اُسکے استاد خیر الدین رملی نے اُسکے خلل پر آگاہ کردیا ہے اور دوسرا خلل صریح شارح
کی عبارت میں یہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ درالمختار میں موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ
غلط ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اُسکا یہ مطلب خلاف متبادر کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ
سے یہ روایت کی ہو سو بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ بحر میں یہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ درالمختار کا دیکھا جسکو

کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھکو چھڑا لے سو اس مامور نے اپنا مال دیا سو اسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھڑایا تو بعضون نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیر لے اور
بعضون نے کہا نہ پھیرے بنابر قول صحیح کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی نہ پھیر لینے پر ولیس علی امہ ارضاعہ قضاء بل دیانۃ اور واجب نہین صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اسکا بنابر قضاء کے بلکہ
واجب ہے باعتبار دیانت کے ہم ماں بسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلوتہی نہین کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اسپر
جبر نہین کرسکتا اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدھا یعنی والدہ کو اسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نچاہیے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقیناً ضرر رسانی ہے لیکن
باعتبار دیانت کے البتہ اسپر واجب ہے اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا کہ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین یعنی مائین دودھ پلاتی ہین اپنی اولاد کو دو برس پورے تو
دودھ پلانا ایسا ہی جیسے اور گھر کے کام ہین چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہین نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھسے نہین ہوسکتا تو اسپر
کوئی زبردستی نہین کرسکتا کہ شاید عاجزی سے اقبال نکرتی ہو الا اذا تعینت فتجبر کما مر فی الحضانۃ مگر جبکہ ماں ہی متعین ہوجاوے دودھ پلانے کیواسطے اسطرح پر کہ بچہ
کسی عورت کا دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلائی نملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نپلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونون محتاج ہین مال نہین تو ایسی
صورتون مین ماں پر دودھ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا لیسے قاضی اسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ مین مذکور ہوچکا و کذا الظئر
تجبر علی ابقاء الاجارۃ بزازیۃ اور ایسیطرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلاً دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اسنے
نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہین ملتی یا لڑکا اُس سے ہنایت ہلگیا ہے تو نوکری باقی رکھنے مین اسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ویستاجر الاب من ترضعہ
عندھا لان الحضانۃ لھا والنفقۃ علیہ اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر کرے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اسکی ماں
کا باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہو تو جسکو حق حضانت پہونچتا ہو اسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عندالام مالم یشترط فی العقد اور لازم نہین دائی کا قیام کرنا
ماں کے پاس جبتک اسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ مین اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گھر لیجاوے یا گھر مین داخل ہو ڈیوڑھی مین دودھ
پلا جایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اسصورت مین اسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا یستاجر الاب امہ
لو منکوحۃ ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اسکو صغیر کے مال سے نوکری دے نہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ
اور مجتبی کے کہ انہین مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ ماں کا جائز رکھا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ منوہی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانے
کیواسطے جائز ہے طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبی کا قول مفتی بہ ٹھہر اکذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اسکو نوکر نہ رکھے و
جاز فی البائن فی الاصح جوہرۃ واستیجار منکوحتہ لولدہ من غیرھا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن مین نوکر رکھنا جائز ہے قول اصح مین یعنی اگر صغیر کے باپ نے اسکو طلاق بائن
دی ہو اور وہ عدت مین ہو تو اسکا نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اس لڑکے کے دودھ پلانے کیواسطے جائز ہے جو اس منکوحہ کے
پیٹ سے نہین چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اسکی دوسری زوجہ کریمہ ہے تو کریمہ کو نوکر رکھنا حلیمہ کے لڑکے کیواسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ کو اسکا دودھ پلانا واجب
نہین جو نوکری درست نہو وہی احق بارضاع ولدھا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منھا زیلعی ای
فی الارضاع اور ماں سزاوار تر ہے اپنے ولد کے دودھ پلانے کی نوکری مین بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ ماں زیادہ نہ مانگتی ہو اُس اجرت سے جسکو اجنبی عورت پاتی ہے اگرچہ وہ اجرت
مثل سے کم پاتی ہو اور ماں اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ تر سزاوار ہے دودھ پلانے مین اُس ماں سے جو بدون اجرت کے نہین پلاتی کذا فی شرح الزیلعی ای الاجرۃ
الحضانۃ فلالام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ مین مذکور ہوچکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ
کا حق پرورش ہنوز باقی ہے ساقط نہین اسکی اجرت وہی پاویگی ولا رضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط
دودھ صغیر کو کفایت نہین کرتا بلکہ چٹانے کیواسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کھچڑی مثلاً تو قاضی اسکو بھی مقرر کرے سوائے اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کہ ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اُسکی چھ سہم سے ہی ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی
اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنیں مفلس محتاج ہیں اُنکو بعد دریافت کرنیکے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو اُنکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہ حکم ہوا
کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہی اور سگی بہن پر تین ربع سو یہ مطلب ہی شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ مالداروں پر لازم ہوگا **والمعتبر**
اہلیۃ الارث لا حقیقتہ اذ لا یتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم میں ارث کی لیاقت ہی یعنی کہ جو وارث ہوتا ہو محروم محض نہو نہ کہ حقیقت ارث
معتبر اسواسطے کہ حقیقت ارث ثابت نہیں ہوتی مگر بعد موت کے **فنفقۃ من لہ خال وابن عم علی الخال لانہ محرم** سو نفقہ اس فقیر عاجز کا جسکا ایک ماموں ہی اور چچا کا بیٹا
ماموں پر ہی اسواسطے کہ وہ محرم ہی بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہی نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہی نہ محض وراثت پر **واذا استویا فی**
المحرمیۃ کعم وخال رجح الوارث للحال الا من بہ سر المحیل کا ایت. دو دیگر دو شخص محرمیت میں برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو
یعنی چچا کو نہ وقتیکہ وارث فی الحال مفلس ہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار میں ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر **وفی القنیۃ**
یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ میں ہی کہ محرم البعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے میں جبکہ محرم اقرب حاضر نہو صورت اسکی یہ ہی کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہی اور دوسرا
سوتیلا اور سگا بھائی کہیں چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلا دیگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہی اُتنا اس سے پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی
عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولزوجتہ اخ موسر اجبر اخوہا علی نفقتہا ویرجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج میں ہی کہ ایک مفلس کے زوجہ ہی اور اُس زوجہ کا ایک
بھائی ہی مالدار تو جبر اُس سے اُسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اُسکا زوج مقدور والا ہو تو اُس سے پھیر لے انتہی **کلام وفیہ النفقۃ انما ہی علی من لہ حرمۃ کاملۃ ولذا قال**
القہستانی قولہم وابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافہم اور سراج میں یہ بھی ہی کہ وجوب نفقہ کا تو اُسی پر منحصر ہی جسکی قرابت کامل ہی یعنی
قرابت یا محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول میں کہ نفقہ ماموں پر ہی نہ چچا کے بیٹے پر اسمیں اعتراض ہی اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہیں اور بیان
گفتگو ہی قریب محرم کی ترجیح میں سو اُسکو سمجھ لے یعنے جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اُسکو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہیں **ولا نفقۃ مع الاختلاف دینا**
الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا وسفلوا اور نفقہ واجب نہیں ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی
کے بھی واجب ہی عالی ہوں اصول جیسا کہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع جیسا کہ بیٹا پوتا پڑپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں اور نہ مسلم کا کافر پر اسواسطے
کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہی اور حالانکہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ میں وجوب نفقہ کی علت
احتباس ہی اور اصول اور فروع میں وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہی اور حالانکہ احتباس اور جزئیت میں بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہیں ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف
دین علت عدم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سُنی کا نفقہ شیعی لا دار یا شیعی کا سُنی مالدار پر مثلاً لازم ہوگا بشرطیکہ تفضیلیہ شیعہ ہو اور اگر غالی شیعہ ہی یعنی اصحاب کبار علی الخصوص
شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہی اگر اُسکا تبرا ثابت ہو تو حاکم اُسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی **الذمیین لا الحربیین ولو مستامنین** ان اصول اور فروع کا نفقہ واجب
ہی جو کافر ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیوں کا نفقہ اسواسطے واجب نہیں کہ اُنکے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہیں **لانقطاع**
الارث اختلاف دین میں نفقہ واجب نہیں بسبب انقطاع ارث کے یہ تعلیل ہی نفقہ واختلاف دینی کی تو اسکا بلا فاصلہ ذکر کرنا یہیں مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لا
نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی المدنی **ویبیع الاب لا الام لانہ لا ولایۃ التصرف الا الام ولا لبقیۃ اقاربہ والا القاضی اجماعا عرض**
ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر بیچے باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اسکا مال نہ بیچیں باجماع
امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اُسکو ولایت ہی تصرف کی نہ غیر کو **لا عقارہ فیبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا** نہ بیچے اُسکے عقار کو
یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون ولد کے عقار کو بیچے بالاتفاق **للنفقۃ**

تقصیر دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہوجاتا ہے قاضی کے حکم سے م مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے
کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے مین نفقہ کا حکم دیتا ہے تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول آتی
مین مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین غیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہے
مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہوجاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو انکو
رجوع کرنے کا اختیار نہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل اطفالہ من سؤال الناس فلا رجوع لامھم بلکہ ذخیرہ مین ہے کہ اگر غائب کے اطفال نے
لوگون سے سوال کرکے کھایا یا بحکم استدانت کے تو انکی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا انکے باپ سے جائز نہین اسواسطے کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اعطوا شیئا واستدانت شیئا وانفقتہ من
الولد رجعت بما ادانت خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ انکی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی اپنے مال سے انپر خرچ کیا تو انکے باپ سے پھیر لے جسقدر (قرض لیا تھا)
زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ وینبغی منہا عزاہ فی البحر للمبسوط لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا اثر لانفاقہا بالاستدانۃ حتی لو استدانت وانفق من غیرہ رجع بما استدانہ
یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا اسوقت دین ہوتا ہے جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق مین اس شرط
انفاق کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے لیکن نہر الفائق مین اس شرط مین گفتگو کی ہے کہ مال مقروض کے صرف کرنے کا کچھ اثر نہین یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور
غیر قرض سے صرف کرے اور اسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلامہ م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہین کہ وہ محرم کا مال ہے یا کسی
اجنبی کا اگر اسیکا مال ہے تو نفقہ ساقط ہو بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہے تو اسیکا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کرنا اسپر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض
صاحب نہر کا محض بیجا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو مات الاب وعن علیہ النفقۃ بعدہا ای الاستدانۃ المذکورۃ فھی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ فی الصحیح
بحر نقل عن البزازیۃ تصحیح ما یخالفہ ونقلہ المصنف عن الخلاصۃ قائلا ولو لم ترجع حتی مات لم تاخذہا من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مرجاے یا
وہ شخص مرے جسپر نفقہ دینا واجب ہے بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال مین بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر نے
اسکے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار مین خلاصہ سے نقل کیا یون بیان
کرکے کہ اگر مان نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اسکو اسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اسکا باپ مرگیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکیگی یہی قول
صحیح ہے انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے م حلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنے کا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب دو قولون مین تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور
تامل کرے جسمین آسانی خلق پر ہو اُس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب مین اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہے وفی البدائع الممتنع من نفقۃ القریب المحرم
یضرب ولا یحبس لفواتہا بمضی الزمن فیستدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بحثا بما فوق الشہر لعدم سقوط ما دونہ کما مر اور بدائع مین ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو
نفقہ نہ دے تو اسپر مار پڑیگی اور قید نہوگا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مارنے سے ہے اور بحر الرائق مین بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت
کے عدم حبس کو مقید کیا ہے بقید مافوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہین ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہو چکا م عدم حبس سے یہ
مراد نہین کہ حبس اسکا مطلقاً جائز نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہین اسواسطے کہ فصل حبس مین اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہے اگر وہ
اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہین تاکہ مان قرض لیکر
اسکو کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اس شہر مین
نہو دوسری صورت یہ ہے کہ جسپر صغیر کا نفقہ واجب ہے وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعہا لمملوکہ منفعتہ وان لم یملک رقبتہ کموصی بخدمتہ اور
واجب ہے تینون قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اسکی ذات کا مالک نہ ہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیواسطے

تنازعا فی عبد او دابة فی ایدیہما یجبران علی نفقته اور مجتبی مین ہی کہ دو شخصون نے جھگڑا کیا غلام یا جانور مین جو اُن دونون کے قبضے مین ہی تو اُنپر جبر کیا جاویگا اُسکے
نفقہ مین یعنی دونون سے زبردستی اُسکا قوت دلایا جاویگا تا وقتیکہ ایک کا دعوی ثابت ہو نفقة العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ
غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہی یہانتک کہ اُسکے مالک کے پاس اُسکو پہونچاوے فان طلب الغاصب من القاضی الامر بالنفقة او البیع
لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب کرے
غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت مین قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت مانگے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب
پر تاوان ہر صورت ثابت ہی خواہ غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اُسکو قاضی بیچڈالے نہ غاصب اور اُسکی قیمت کو
قاضی اُسکے مالک کیواسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اُسکو دے طلب المودع او اخذ الآبق او احد شریکی عبد غاب احدہما من القاضی الامر بالنفقة علی
عبد الودیعة ونحوہا لا یجیبہ لما تاکل النفقة بل یوجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے غلام کے پکڑنے
والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت مین طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اُسکے یعنی غلام
گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی اُن غلامون کے نفقات کیواسطے نہ دے تا کہ نفقہ نہ اُسکو کھا جاوے یعنی کثرت
قرض سے غلام کی قیمت اُسمین مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اُس غلام کو اجارہ دے اور اُسکی مزدوری سے اُسکو کھلاوے یا اُسکو بیچڈالے اور اُسکی قیمت کو اُسکے مولی کیواسطے
رکھ چھوڑے تا کہ مولی کا ضرر نہو اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہی صاحب نہر کی نزدیک مذہب کی تو شارح پر اُسکا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیة المدنی والنفقة علی الآجر
والراہن والمستعیر والاکسوة فعلی المعیر وتسقط النفقة ولو زمنا وتلزم بیت المال خلاصة اور نفقہ غلام کا اجارہ دینیوالے پر ہی نہ مستاجر پر اور گرو کرنیوالے پر ہی نہ مرتہن پر اور عاریت
مانگنیوالے پر ہی نہ عاریت دینیوالے پر اور لباس تو عاریت دینیوالے پر واجب ہی اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کا اُسکے آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا
نفقہ مسلمین کے بیت المال مین لازم ہی کذا فی الخلاصة اور اسیطرح شیخ کبیر اور مریض کا نفقہ بیت المال مین ہی اگر اُسکے پاس مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی العالمگیریة عن المفید
دابة مشترکة بین اثنین امتنع احدہما من الانفاق اجبرہ القاضی للا تضرر شریکہ جوہرة جانور چارپایہ مشترک ہی دو مالکون مین ایک مالک اُسپر کچھ صرف نہین کرتا تو قاضی اُسپر
زبردستی کرے اور اُس سے بھی صرف کراوے تا کہ اُسکے شریک کو ضرر نہ پہونچے کذا فی الجوہرة وفیہا ویومر دیانة لا بالبیع الا بالانفاق علی بہائمہ دیانة لا قضاء علی ظاہر المذہب
للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعة المال اور جوہرہ مین ہی کہ جانور رکھنے والے مالک سے کہا جاوے کہ یا انکو بیچڈالے یا اپنے چوپایون کو چارہ پانی دے یہ امر دیانة کیا جاوے یعنی اگر کوئی
فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہ قضاء یعنی بحکومت جبر نہ کرے بنا بر ظاہر مذہب کے ہدایہ مین کہا کہ عدم جبر صحیح ہی انفاق کا امر اسواسطے کرے کہ حدیث
مین نہی وارد ہی جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور جو انکو نفقہ نہ دینے مین دونون ممنوع کام مجتمع ہین تعذیب بھی اور ضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ
الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمة الثلثة اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ جانور کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہی طحاوی اور کمال الدین نے
فتح القدیر مین کہ اگرچہ یہان کوئی مدعی نہین لیکن مالک کے ترک واجب مین تامل نہین تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہی اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی
حق ہی کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر الحیوان وان کرہ تضییع المال ما لم یکن لہ شریک اور نہ جبر کیا جاوے سوا جاندار کے اور مال پر صرف کرنے کا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ
کی مرمت مین اگرچہ مکروہ ہی مال کا ضائع کرنا جب تک کہ اُسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اُسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان مین بھی جبر
ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا مسئلہ مذکور ہو چکا قلت وفی الجوہرة فان کان العبد مشترکا فامتنع احدہما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصة انفق
الشریک علی العبد فی غیبة شریکہ بلا اذن الشریک او القاضی فہو متطوع وکذا النخیل والزرع والودیعة واللقطة والدار المشترکة اذا استرمت شارح
کہتا ہی اور جوہرہ مین ہی کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور ایک شریک اُسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اُسکو نفقہ دے اور اپنے شریک سے

الا لفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب و دخول حربی اشتری مسلمًا دار الحرب اور رکن عتق کا وہ لفظ ہی جو ارادے پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اسکے جیسے قریب
کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دار الاسلام مین یا ہان پھر غلام مسلمان خریدکر کے دار الحرب مین لیجانا تو بمجرد داخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا بدون آزاد
کرنے کے نزدیک امام کے اور اسی طرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آ ویگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر حربی غلام دار الحرب مین مسلمان ہوگا تو بالاتفاق امام اور
صاحبین کے آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفتہ واجب لکفارۃ ومباح بلا نیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق
الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہے کہ وہ واجب ہے اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہے جو کفارۂ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم مین آزاد کرے اور
عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق مین نیت شرط نہین ہے سو اسواسطے کہ وہ عبادت نہین یہانتک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہین ہان اگر مسلمان
واسطے رضائے حقتعالی کے آزاد کریگا تو اسوقت عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب وہ ہے جو حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے ہو موجب اُس حدیث کے جسمین عتق اعضا کا ذکر ہے صحاح
ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حقتعالی اسکے ہر عضو کے عوض مین آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا
کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یحصل فی ذلک بتدبیر و شراء قریب الظاہر نعم اور کیا یہ ثواب یعنی عتق اعضا مدبر کرنے مین اور اپنے قریب کے مول لینے مین حاصل ہوگا یا نہین ظاہر
جواب یہ ہے کہ ہان انہین بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہے اعتاق ہے اگرچہ بعد موت مالک کے ہے اور شراء قریب مین دو ثواب ہین ایک اعتاق
کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ یہ ہے جو کسی رئیس کی خاطر سے ہو مکروہ اسواسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحر الرائق مین بروایت محیط اسکو مباح مین
شمار کیا ہے تو ظاہر کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق
سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم منظور ہو تو صاف کفر ہے بہر صورت شیطانی کام ہے اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دار الحرب
مین چلا جاویگا یا مرتد ہو جاویگا یا چوری یا قطع الطریق کریگا تو اسکا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حر مکلف ولو سکران او مکرہا او مخطئًا او ہازلًا
او لا یعلم بانہ ملکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ہذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ وہ مست یا زبردستی
کسی نے آزاد کروایا ہو اس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اسطرح پر کہ مثلًا اسکے غلام کا نام صالح تھا سو اسنے چاہا کہ یون پکارے کہ یا صالح سو اسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی او آزاد
یا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نجانتا ہو کہ یہ میرا غلام ہے چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردے اور اشارہ کیا
مبیع کیطرف مشتری نے اور مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر
سو مالک نے نادانستہ اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردے
حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہین کہ یہ میرا غلام ہے سو بائع نے اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کیجانب سے اور مشتری اسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اسکو لازم ہوگا
کذا فی المنح عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع عتق کی نہین اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ
قصد اور دانستگی اسمین ضرور نہین چنانچہ اسکی تصریح کتاب النکاح اور کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی لا من صبی ومدہوش ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ومجنون و
نائم کما لا یصح طلاقہم صحیح نہین آزاد کرنا صغیر کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نہ ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور
مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہین ولو اسندہ لحالۃ منافیۃ کقال وانا حربی فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب
کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یون کہا کہ مین نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی مین آزاد کیا تھا یا یون کہا کہ جب مین نے آزاد کیا تھا تو مین حربی تھا دار الحرب
مین اور یہ حال لوگون کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب وخرج عتق الحمل وان
ولدتہ لستۃ اشہر او اکثر ولو لاقل صح صحیح ہے عتق حر مکلف کا اپنی ملک مین اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جب کہ

پکارا کہ یا مولاے یا لونڈی کو یون پکارا کہ یا مولاتی ہم مولا کا لفظ مشترک ہو معانی کثیرہ مین چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہین از انجملہ ناصر اور
ابن عم اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہین ہوتے سوا آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی
المنح عن الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اس قول سے عتق نہین ہوتا قول اصح مین اسواسطے کہ
یہ کلمہ تلطف اور مہربانی کا ہو نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حریتہ من العمل دین یا غلام کو یون پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ مین نے
اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہو الا
اذا سماہ بہ واشہد وقت تسمیۃ خانیۃ فلا یعتق الم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہو مگر جبکہ مالک نے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور
نام رکھنے کے وقت لوگون کو اسکا شاہد بھی کردے کذا فی الخانیۃ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہوگا جب تک کہ ایجاد عتق کا ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی
حکم یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہون تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق کا ارادہ نکریگا ثم لعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بآزاد فہ
بالعجمیۃ کیا آزاد او عکس بان سماہ بآزاد وناداہ بالعربیۃ بیا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو یا حر کرنے کے بعد جب اسکو زبان عجمی مین بلفظ مترادف پکاریگا چنانچہ یا
آزاد یا اسکے بالعکس کرے یعنی اسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی مین اسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت
مین اسکا حر نام ہو نہ آزاد اور دوسری صورت مین اسکا آزاد نام ہو نہ حر وکذا راسک حر ووجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسیطرح غلام آزاد ہوگا
یون کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہو یا تیرا چہرہ آزاد ہو اور مانند ان اعضا کے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہو چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق مین گذر گیا ولو اضافہ بجزء شائع کثلثک عتق
ذلک القدر لتجزیہ عند الامام کما سیجی اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلاً یون کہا کہ ثلث آزاد ہو یا نصف آزاد ہو تو اسیقدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنی
اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب قسمت پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصریح قولہ لعبدہ
انت حرۃ ولامتہ انت حر خانیۃ اور عتق صریح کی قسم سے یون کہنا ہو مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہو یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہو اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے
مقامون مین اعراب اور تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہین ومنہ وہبتک او بعتک نفسک فیعتق مطلقا او یزاد بکذا اتوقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہو یون کہنا مولی
کا اپنے غلام سے کہ مین نے تیری ذات تجھکو بخشی اور مین نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیچ کی تو اس قول سے غلام آزاد ہوجاویگا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا
نکرے اگرچہ اسنے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولی نے یون زیادہ کرکے کہا کہ مین نے تیری ذات تجھکو بخشی دس درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا
اسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ہم ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر مین ملحق بصریح کہا ہو نہ صریح اور عالمگیری مین حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہو
اور شارح نے اسکو صریحا صریح مین داخل کیا ہو اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہو کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہو کہ یہ صریح ہو لیکن مترجم نے جو فتح القدیر
کو دیکھا تو یہ عبارت تھی وملحق بالصریح قولہ العبدہ وہبتک لنفسک وبعتک نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی وعتیق بالنیۃ ولو زاد واجب
لم یعتق لجواز وجوبہ الکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہو مصدر چنانچہ یون کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہو یا تیرا عتق مجھپر ثابت ہو اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یون
کہے کہ تیرا عتق مجھپر واجب ہو تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجایش ہوئی
تو صریح نہ باقی رہا و فی البدائع قیل لہ اعتقت عبدک فاومی براسہ ان نعم لم یعتق اور بدائع مین ہو مولی سے کسی نے کہا کہ تونے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اسنے سر سے
اشارہ کیا کہ ہان اسطرح سے غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ اسنے عتق کا لفظ نہین کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اسکا اشارہ کافی ہو عتق مین ولو زاد
من ہذا العمل عتق قضاءً اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یون کہیگا کہ تو آزاد ہو اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاءً نہ دیانۃً ثم یہ عبارت
شارح کی مسئلہ ایا ء اس سے متعلق نہین کما ہو المتبادر بلکہ اس کلام کیطرف راجع ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مع المدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

اذا كبر وكذا هذا ابي او جدي او هذه امي وان لم يصلحوا لذلك ولم ينوا العتق لانها صرائح لا كنايات وهذا جار على ما سيأتي آخر الباب بالتفصيل اور یہی صحیح ہے عتق مملوک
یون کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور لونڈی کو یون کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر مین چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح سے یون کہنا غلام کو کہ یہ میرا باپ ہے یا دادا یا
لونڈی سے یون کہنا کہ یہ میری مان ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونے کی یا بیٹی اور مان ہونے کی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہون یا مالک نے اس
قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہین نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہون لہذا متن ان الفاظ پر باب صریح جاری لایا ہے تاکہ کنایات پر ان الفاظ
کا عطف ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا ہے اسواسطے کہ تفصیل احکام کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہے کہ انکو صریح کے ساتھ نہ ذکر کیا
شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام مین تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو موخر لانا مناسب ہے اور مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہے اور ملزوم
بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہے اور اسیطرح باپ یا دادا یا مان کہنے مین عتق بطریق مجاز ہے فان صلحوا وجهل نسبهم في مولدهم وليس للقائل ابن معروف ثبت النسب ايضا الا ام الغلام في
من الزنا والعتق فقط پس اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہون مولی کا بیٹا ہونے کی اور غلامون کا نسب بھی نہ کھلا ہو جس مین مجہول ہے اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ
کہا ہے اسکا باپ معلوم اور مشہور نہین کہ کون ہے تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یہ نہ کہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یون کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے زنا
سے تو نسب اسکا ثابت نہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور ایک غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب جو
زید نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو
اور غلام چالیس برس کا تو اسصورت مین بیٹا کہنے سے نسب ثابت نہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریہ عن قاضیخان
اور اسی طرح کی تفصیل ہے [illegible] مین یا لونڈی کو مان کہنے مین لیکن ثبوت نسب مین اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہے چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے وہل
يشترط تصديقه فيما سوى دعوى البنوة قولان اور کیا مشروط ہے ثبوت نسب مین تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ تصدیق غلام
کی شرط نہین اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہے بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا مین تصدیق مملوک کی شرط ہے اسواسطے
کہ اسمین تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے کہ اسمین غیر کا تحمیل نسب ہے اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصير امه ام ولد اور نہین ہو جاتی ہان غلام کی
ام ولد یعنی جب غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اسکی مان مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبده هذه بنتي او لامته هذا ابني فتعتق للنية اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہے اور
اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو عتق مین احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے نہین تذکیر اور تانیث مین
کذا فی الہدایہ وفتح القدیر وفي هذا خالي او عمي عتق هذا اخي لا الا بنية من النسب اور مولی کے یون کہنے مین کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہے غلام آزاد ہوگا اور یون کہنے مین کہ
یہ میرا بھائی ہے آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبی اور دینی مین قال اللہ تعالی (انما المومنون اخوة) اور مشترک بدون نیت کے
متعین نہین ہو سکتا بخلاف عم اور خال کے لا العتق بيا ابني ويا اخي ويا اختي ويا ابي غلام آزاد نہین ہوتا یون کہنے سے کہ ای میرے بیٹے اور ای میرے بھائی اور ای
میری بہن اور ای میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنے سے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر کو اسواسطے کہ یا حر عتق صریح ہے اسمین معنی قصد کرنے کی حاجت نہین
کذا فی منح الغفار ولا سلطان لي عليك اور غلام کو یون کہنے مین بھی عتق نہین کہ میری قدرت نہین تجھپر اسواسطے کہ باوجود بقاے ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف بیع
مین متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب مین ولا بالفاظ الطلاق صريحه وكنايته بخلاف عكسه كما مر اور عتق واقع نہین ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق
واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اسکی تصریح باب الطلاق مین گذر چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجھکو طلاق ہے یا تو مجھپر حرام ہے تو آزاد نہوگی وان نوى قيد للاخير
لتوهم في المنار عليه النية كما نقله ابن الكمال وكذا نفي السلطان كما رجحه الكمال واقره في البحر الفاظ طلاق سے عتق نہین ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے
اسواسطے کہ نیت ان مغیرہ ہوتی ہے جہان لفظ مین مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اسمین معنی عتق کی صلاحیت نہین شارح کہتا ہے باوجود نیت کے عتق نہونا یہ عبارت

صحیح ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے لو تقسما العتق بقدره عنده
او حملاً کشراء زوجة ابيه الحامل منه اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسیقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک
ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہو اُسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر لڑکے یعنی بیٹے نے اس حاملہ کو خرید
کیا تو یہ لونڈی مملوکہ ہو گی لیکن قبل ولادت اُسکا بیچنا جائز نہو گا اور جب جنے گی تو ولد اُسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو المالك صبيا او مجنونا او كافرا
في دارنا حتى لو عتق المسلم اما الحربي عنده في دار الحرب لا يعتق بل بالتخلية خلافا للثاني محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا
کافر جو دار الاسلام میں ہے اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد ملک کے آزاد نہو گا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہاں جاری نہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا
حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اُسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ اُسکے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور
محمد کے نزدیک مالک کیواسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ تخلی بالشیع کرنے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک اُنکے ولا مولی کو ثابت
ہے کیونکہ اُنکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبده مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیته للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب
میں مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی وصح ایضا تحریر لوجه الله
تعالی والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے
آزاد کرنے سے وہ گنہگار ہوگا صنم اُس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو تصویر سے ہو اُسکو وثن کہتے ہیں کذا فی غایۃ البیان وکفر به
ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارة الجوهرة ولو قال للشیطان وللصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاویگا نزدیک قصد
کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہیگا کہ میں نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا وصح ایضا
بکره ولو غیر ملجئ اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نہ کی ہو جس میں جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہر چند اکراہ
میں رضائے مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے
پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور یعنی ان حصل سکر حرام فلا یخرج الاشربة المضطر فانه کالاغماء اور صحیح ہے عتق اُس مستی اور
نشے میں جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہو گا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا
استعمال بقصد قوت اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے ہوں کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور
ہوگا کہ جو مسکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہیں یعنی سبب مسکر محرم صادق آتا ہے سوائے
شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اُسوقت لقمہ اُتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہیں ہو اگر اُسکے
بعد نشہ ہوگا تو مانند بیہوشی کے اس مستی سے بھی عتق صحیح نہو گا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی
مزاجوں کو نشہ ہو جاتا ہے تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہو گا وصح ایضا مع هزل هو عدم قصده حقیقة ولا مجازا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت
ہے عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہوں وہ ہزل ہے چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا
وان علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا جب
گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اُسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر اُسکو مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے
بار گھر میں غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبده وهو في ملكه ان ملكتك فانت حر

اسکا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولاء ولد کے انجرار (کھینچنا) مین ہی اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی وراثت اسکے مال کی اسکے ماں کے مالکون کو ملیگی اسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال نہ کریگی اور اگر ولد بالطبع آزاد ہوا تو اسکے مال کی وراثت اسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کر جاویگی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہی کہ زید کے غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی وراثت اسکی ماں کے مالکون کو جنھون نے اسکو آزاد کیا تھا پہونچیگی پھر جب زید نے اس غلام کو آزاد کر دیگا تو یہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچکر اپنے مولا کو پہونچا دیگا پھر اگر اپنے مولی کی زندگی مین غلام آزاد مر گیا اور اسکے بعد اسکا ولد مریگا تو ولد کے مال کا اسکا مولی یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وحسن الچلپی علی شرح الوقایہ ولو حررہ ولو بلفظ علقۃ ومضغۃ او ان جاءت بولد فهو حر عتق فقط ولم یجز بیع الام وجاز هبتها اور اگر مولی نے اپنے لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ اور مضغہ آزاد کیا یعنی یون کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ مین ہی سو آزاد ہی یا یون کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین بچہ ہو تو وہ آزاد ہی تو یون کہنے مین فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اسکی ماں اور بیع ماں کی جائز نہین جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اسکا جائز ہی اسواسطے کہ بیع مین مستثنا کر لینا حمل کا جائز نہین اور ہبہ مین جائز ہی لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہوا لیکن اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بطلان ثابت نہوگا تاوقتیکہ اقل مدت حمل مین نہ جنے گی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم یجز هبتها فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کریگا یعنی یون کہے کہ میری موت کے بعد یہ حمل آزاد ہی تو اس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح مین صحیح نہین اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کے مانند ہی اسواسطے کہ مدبر کرنے مین ملک مولی کی حمل سے زائل نہین ہوتی پھر جب بعد مدبر کرنے کے لونڈی کسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو ہمین ہبہ مشاع کے معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز مین درست نہین ویبطل شرط المال علیہ وکذا علی امہ لکن یشترط قبولها للعتق اور باطل ہی شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مالی کے قابل نہین اور اسیطرح اسکی ماں پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کیواسطے باطل ہی لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اسکی ماں کا قبول کر لینا شرط ہی واسطے عتق حمل کے اگرچہ اسکو مال کا دینا لازم نہوگا وفی الظهیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادیت الی الفا فتعلیق اور ظهیریہ مین ہی کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہی سو آزاد ہی جبکہ وہ مجھکو ہزار درم دیدے تو یہ قول تعلیق ہی عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل مین وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسی طرح سے ہزار درم ادا کیے تو اسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفیها اوصی بہ ومات فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظهیریہ مین ہی کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلاً زید کیواسطے وصیت کی اور مولی مر گیا پھر وارثون نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کے وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اسکی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دین طحطاوی نے کہا اعتاق حمل سے مراد یہ ہی کہ اسکی ماں کو آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہو گیا اور یہ ظاہر مطلب نہین ہو سکتا کہ حمل کو وارثون نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثون کا مملوک نہ تھا ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدتهما لدیتی ولها خروجا اکبر اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہی پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلے گا وہ بڑا ہی سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط والولد (جنینا) یتبع الام ولو بهیمۃ فیکون لصاحب الانثی ولو کل وصفی بہ لو امہ کذلک اور بچہ جب تک کہ ماں کے پیٹ مین ہی تو احکام مین اپنی ماں کا تابع ہی بالاجماع نہ باپ کا اسواسطے کہ باپ کا نطفہ مین مستهلک ہی تو ماں ہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہین اور ماں کے نطفہ مین کچھ تردد نہین بالیقین ثابت ہی و لہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا نسب فقط ماں کو ثابت ہی کہ ماں اسکی وارث ہی اور وہ ماں کا وارث کذا فی البحر بالجملہ بچہ ماں کا تابع ہی اگرچہ ماں جانور ہو تو بچہ مادہ کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اسکا مالک خالد ہی نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہی اگر اسکی ماں ماکول اللحم ہی اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اسکی ماں قربانی کے لائق ہو بحر الرائق مین ہی کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اسکا کھانا درست ہی اگر ماں اسکی ماکول اللحم ہو اور قربانی بھی درست ہی اگر ماں قربانی کے لائق ہی مثلاً اگر گورخر اور گاے سے بچہ پیدا ہو یا بیل گاو اور گاے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اسکی جائز ہی اور یہی قول معتمد ہی اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل ہوئے ہین سو قول ضعیف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور بچہ تابع ہی اپنی ماں کا ملک مین جمیع اسباب ملک کے

وہ حاملہ تھی تو اسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہ بارہ مسئلے ہیں جنمیں حمل تابع یعنی ماں کا ہوتا ہو یعنی ملک
رق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن بیع حق اضحیہ استرادبیع سریان ملک لا تبیہا الی کفایۃ اور جنمیں تابع نہیں ہوتا ہو ان کا گنانت ہیں یعنی اگر حرہ حاملہ نے
یا لونڈی نے باجازت مولی الضامنی یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ اگر لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ لڑ ضمانت میں ماں کا کچھ نہیں ہوا اجارۃ اور
اجارہ میں ماں کا تابع نہیں یعنی دیکھ اس حاملہ کو اجارت لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ میں داخل نہیں تو ماں کیطرح خدمت کرنا اسکو لازم ہوگا وجنایۃ اور جنایت میں تابع ماں کا
ہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو لی جنایت کو ماں کے ساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر میں
کہا کہ جنایت ماں کیطرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد وقود اور حد اور قصاص میں تابع ماں کا ہوگا تو حاملہ پر حد ماری جاویگی مگر بعد
ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے وزکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانوروں میں بچہ تابع ماں کا نہیں ورجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھیر لینے میں بچہ تابع ماں کا نہیں
یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہان حاملہ ہوئی اور واہب نے اسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل میں رجوع کرنا جائز نہیں کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہو چنانچہ اسکا ذکر
کتاب الہبہ میں آویگا والیصار بخدمتہا اور اسکی خدمت کی وصیت میں یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اسکا بچہ وصیت میں تابع ماں
کا نہیں ولا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہیں ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بنگیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اسکے پیٹ سے زندہ بچہ
نکلا تو اسکے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہیں کرتا اسکو بھی ذبح کرنا چاہیئے اور یہ جو حدیث میں آیا ہو کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہو یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح
کرنے اسکی ماں کے ہو بدلیل حدیث نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیئے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہوچکا ہو
تو اسکا کھانا حلال ہو بسبب ذبح ہونے اسکی ماں کے فہی تسع کما بسط فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہیں جنمیں تابع ماں کا نہیں چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مصرح بیان کیا ہو
اشباہ کے باب البیوع میں وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امۃ فولد ہاشمی کا بیہ قیق کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق میں مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ
کیا ہو کہ ولد تابع نہیں اپنی ماں کا نسب میں تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے
اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے کہ جب تو اسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب میں ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب
واسطے تعریف اور شناخت کے ہو تو مرد کی جانب اسمیں غالب ہوئی اسواسطے کہ مردون کا حال کشوف ہوتا ہو نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ نص
صریح ہو کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہو اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہو کہ جسکا باپ سید نہو
اور ماں سیدہ ہو تو اسکا ولد سید شریف ہو اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور مشرف کی ابتدا سے ماں کیطرف سے آئی ہو یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ میں نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اسنے کہا میں نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے
کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حقتعالی نے قرآن مجید میں عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی
عمر جنیز میں ہو کہ جسکی ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہو کہ ولد سید ہو اور جامع الفتاوی میں ہو کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اسکے سید ہونے میں اختلاف ہو شمس الائمہ حلوائی
نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہو کہ وہ سید ہو اور بعضے علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہو اسکو شرافت نسبی حاصل ہو تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کیواسطے صالح
ہو تو جسنے کہا کہ وہ سید نہیں تو مطلب اسکا یہ ہو کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو اسکی شرافت اسکے برابر نہیں جسکا باپ سید ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یتبعہا بعد الولادۃ

الا فی مسئلتین اذا استحقت الام ببینۃ واذا بیعت البہیمۃ معہا ولدہا وقتہ اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہیں ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلون میں ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق
ٹھہری بسبب گواہون کے اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاوے اور اسکا بچہ ہو بیع کیوقت تو وہ بھی بیع میں تابع اپنی ماں کا ہو جاویگا بشرطیکہ بایع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور
اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ میں ہو کہ شیر خوار بچہ گائے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع میں تابع ہو ماں کا نو

من المضرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہوجاویگا تو سعایت اُسپر لازم نہ ہوگی) اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کذا فی القہستانی
من المضمرات تمام صحیحین میں ہے موافق مذہب امام کے عبد اللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ ایک غلام میں
سے آزاد کرے اور اُسکے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اُسکی معتدل قیمت ٹھہرا لیجاوے تو اور شریکوں کے حصے آزاد کرنیوالا ادا کرے اور غلام اُسکی طرف سے آزاد ہوجائیگا
اور اگر اسکو مقدور نہو تو غلام سے اُسیقدر آزاد ہوگا جتنا اُسنے آزاد کیا اب حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق یوجب زوال
الملک عنده وهو متجز وعندهما زوال الرق وهو غیر متجز اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا یہ ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک
بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر نہیں تو عتق بھی قسمت پذیر نہیں ہم
معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصۂ دلیل امام کے مذہب کی یہ ہے کہ اعتاق ازالہ رق سے عبارت نہیں جیسا کہ صاحبین کہتے ہیں بلکہ اعتاق
عبارت ہے ازالہ ملک سے ہے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہیں مگر اپنے ازالہ ملک میں اور ملک بالاتفاق تجزی ہے تو اسیطرح اُسکا ازالہ بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا ثبت
ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالہ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ہذا الخلاف التدبیر والاستیلاد ولا خلاف فی عدم تجزی العتق والرق
اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہے نہ صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو مولی مدبر کریگا تو بعد موت مولی کے
نصف باقی کیواسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہے اور مشترک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے
مالک ہوگا اور امام اور صاحبین میں اختلاف نہیں عتق اور رق کی قسمت پذیری میں سواسطے کہ عتق عبارت ہے اُس قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت
اور تصرفات مالیہ کے ہو اور یہ قوت حاصل نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ اسکی ضد زائل نہو یعنی رق عبارت ہے اُس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات
مالیہ کے نرہے تو معلوم ہوا کہ ایک انسان میں عتق اور رق جمع نہیں ہوسکتے کہ آدھا آزاد ہو اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق
ہے ویسے ہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر اعتاق کی قسمت پذیری میں ومن الغریب ما فی البدائع من تجزیہما عند الامام لان الامام لو ظہر علی جماعة من
الکفرة وضرب الرق علی انصافهم دون علی الانصاف جاز ویکون حکمہ بقاءً کالمعتق البعض اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع میں ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہیں اسواسطے
کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافروں کے کسی گروہ پر اور اُنمیں سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے یعنی آزاد کرنے کے تو یہ جائز ہے اور
ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس فعل کے مانند معتق البعض کے چاہے امام اُنکو آزاد کردے اور چاہے باقی کیواسطے سعی کرادے ہم اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق
اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہے حالانکہ احسان امام کا عتق نہیں بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہیں کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا
فتح القدیر میں اسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبہ فلشریکہ ست خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبہ منجزا او مضافا والمدة کمدة الاستسعاء فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہوں
اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر میں اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کردے مانند مدت سعی کرانے
کے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کی طرف اضافت نہ کرے نہیں تو وہ تدبیر کے مساوی ہوجاویگی بلکہ یوں کہے کہ برس یا دو برس میں تو آزاد ہوگا
نہایت یہ ہے کہ جتنی مدت میں وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کرسکے اتنی مدت کی حزانا اُسکے عتق کو مضاف کرے او یصالح او یکاتب لا علی اکثر من نصف قیمتہ
لو من النقدین ولو عجز استسعی فان امتنع اجرہ جبرا یا شریک صلح کرے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اُسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت
چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین میں زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اس سے سعایت کراوے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اس سے
مزدوری کرادے او یدبرہ ویلزمہ السعایة للحال فلو مات المولی فلا سعایة ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنے سے فی الحال اُسکو سعایت لازم
ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد ہوجاویگا سو اگر مولی یعنی شریک مرگیا تو غلام پر سعایت لازم نہیں اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہوسکے او

کا استرقاق حرام ہے اسواسطے کہ عتق البعض ہمارے نزدیک جب تک استرقاق صحیح نہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا کما فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو حلف کل واحد منہما انہ ما اعتق
اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اسکے واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو قسم
کھانے والا سعایت کرائیگا ولو مات قبل ان یتفقا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مر گیا قبل اس بات کے کہ دونوں ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہوں تو غلام کی ولایت بیت المال
کی ہوگی نہ مالکوں کی اسواسطے کہ ہنوز کسی کا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا ورنہ امام کے
مذہب میں اسکے ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہو گیا مطلقا ولو موسرین او مختلفین والولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونوں شریک مالدار ہوں یا مفلس یا
ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولاء دونوں کا حق ہے وقالا لا یسعی للموسرین لانکار الموسرین ولو تخالفا فیسار ای الموسر للمعسر لانکار الصدق وہو المعسر والولاء موقوف حتی یتصادقا کذا فی البحر
والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رأیت محشیا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکوں کے واسطے سعایت کرے نہ
مالداروں کیواسطے اور اگر دونوں مقدور میں مختلف ہوں یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس بسبب
انکاری نے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولاء یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر
ڈالتا ہے کہ یہانتک کہ دونوں شریک متفق ہوں ایک شخص کے اعتاق پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مر گیا تو اسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام
اور صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہے بحر الرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ درر ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں شارح کہتا ہے تو متن میں خلط مذہبین ہو گیا ہے کہ مخفی نہیں سو اسکے ملاحظہ کرنے
والے کو ہوشیار رہنا چاہیے سو پھر میں نے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اُسنے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین سے اسیطرح سے آگاہ کر دیا ہے مترجم کہتا ہے فی الحقیقت ماتن
سے خلط دونوں مذہب کا ہو گیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو ذکر کر دیا یعنی تخالف یسار میں مالدار کے واسطے سعایت ہے نہ مفلس کیواسطے اسلیے کہ امام کے نزدیک مطلقا
سعایت لازم ہے اور ولاء غلام کی شریکوں کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اسی مقام میں دو
خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ صورت حلف قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ اسمیں ہرگز استرقاق نہیں اور ثانی خطا یہ کہ خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا
پھر اسمیں آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب ہے صاحبین کا اسکو امام کے مذہب کے ساتھ خلط ملط کر کے بلا تنبیہ مذکور کر دیا انسان ہر چند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا
اور نسیان سے خالی نہیں لہذا ماخوذ اور معاتب نہیں م ع مسئلہ المجتبیٰ شارح کا قال احد الشریکین للآخر بعت منک نصیبی ان لم اکن بعتہ منک فہو حر وقال الآخر ما اشتریتہ وان کنت
اشتریتہ منک فہو حر فالقول لمنکر الشراء بیمینہ فان حلف ولا بینۃ للبائع عتق بلا سعایۃ لمدعی البیع بل للآخر فی حظہ بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہیں سو ایک شریک
نے دوسرے شریک سے کہا کہ میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا اگر قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے
شریک نے کہا کہ میں نے تیرا حصہ نہیں خریدا اور اگر میں نے تم کو تجھسے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت میں جو شریک کہ منکر ہے خرید کا اُسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر
اگر اُسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہو جاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اُسپر سعایت کرنا لازم نہ آئیگا مدعی سے کہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے
کہ اُسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہو گئی بلکہ دوسرے شریک کیواسطے بقدر اسکے حصہ کے سعایت کریگا ہر حال میں
خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا عندہما لو البائع معسرا ولو موسرا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسی طرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شراء کے واسطے ثابت
ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نہ کریگا قول اصح میں اسواسطے کہ صاحبین
کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت میں سعایت نہیں اور تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدہما عتقہ بفعل غدا مثلا کان
دخل زید الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجہل شرطہ ادخل ام لا عتق نصفہ لحنث احدہما بیقین وسعی
فی نصفہ لہما مطلقا والولاء لہما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلاً یوں کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر میں

ہو اور چاہے غلام سے سعایت کراوے یہ مسئلہ متن کے نسخوں میں داخل ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے وان اشتری نصف قریبہ ممن یملکہ کلہ لا یضمن لبائعہ
مطلقاً المشارکتہ فی العلۃ اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اس شخص سے جو اسکا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقاً خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک
کر لینے بائع کے علت میں یعنی ملک مشتری میں دخول بیع کی علت ایجاب اور قبول ہے سو اسمیں بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بتملکہ لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین لزمہ
الضمان اجماعاً للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک
شریک سے خرید کریگا تو اسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کیواسطے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا
شریک نہیں کر لیا ضمان مشتری پر اسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کرا دیگا کذا فی العالمگیریۃ عبد لموسرین ثلثۃ دبرہ واحد و بعدہ
اعتقہ آخر وہما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمتہ قنا ورجع بہا علی العبد لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وہو الاصل ایک غلام ہے
جسکے تین مالک ہیں انمیں سے ایک مالک نے اس غلام کو مدبر کیا اور بعد اسکے دوسرے مالک نے اسکو آزاد کر دیا اور وہ دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جسنے
نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اسقدر غلام سے بھر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے
سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان
واقع ہو گیا تو ہر ایک کو اپنے حصے میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اسپر
تیسرے شریک کیواسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان تدبیر ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک ہونیکا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف
ہے اسواسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعادہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہو گیا نہ آزاد کرنیوالے
سے کذا فی حاشیۃ المدنی وضمن المدبر للمعتق ثلثہ مدبرا لا ماضمنہ المدبر من ثلثہ قنا لنقصہ بتدبیرہ اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر
کی نہ ضمان لے مدبر کرنیوالا اسقدر جتنا اسنے ضمان دیکر ہے یعنے خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے اسکے مدبر کرنے سے ویجئی ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمتہ قنا اور باب
التدبیر میں آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع
کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہو گئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنے سے نو درم ضمان لیگا اور
مدبر کرنیوالا آزاد کرنیوالے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہو کر اٹھارہ درم ہونگے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر
والثلث للمعتق لکونہ اعتق [illegible] اور میراث غلام کی آزاد کرنے والے اور مدبر کرنے والے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے
کی بواسطے آزاد ہونے غلام کے [illegible] ان دونوں کی ملک پر آزاد کرنے والا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک
تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال ہی ام ولد شریکی انکر شریکہ ولا بینۃ تخدمہ یوما و
تتوقف یوما لخدمتہ ابو حنیفہ اعتبارا باقرارہ اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور اسکے شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اس دعوی
کے نہیں تو یہ لونڈی شریک منکر کی ایکدن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے یہ اسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اسکی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے
سقوط حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اسکا حق موجود ہے ونفقتہا فی کسبہا والا
فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اسکی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نہ کر سکے تو شریک منکر پر اسکا پورا نفقہ ہے کذا فی المختلف من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہے کہ
نصف نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واما جنایتہا موقوفۃ اور جنایت لونڈی
کی موقوف رہیگی تا وقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مر جاوے تو

ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے
جیسے ثابت غلام یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہین پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ مین
صاحبین تجزی عتق کے قائل ہین نہ اسکے سوا اور مسائل مین اسکا جواب شارح نے اپنے اس قول مین بیان کیا الثبوتہ بطریق التوزیع والضرورۃ فلم یتعد یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس
مسئلہ مین بطور تقسیم اور ضرورت کے ہوگیا ہے تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل مین تعدی اور متجاوز نہوگا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو مین منقسم ہوگیا تو سوائے
اپنے محل کے اور محل مین متجاوز نہین ہو سکتا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرح ابی المکارم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم تجزہ الورثۃ وقیمتہم
سواء قسم الثلث بینہم کما مر بان جعل کل عبد سبعۃ اسہم سہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لہ نصف وربع واقلہ اربعۃ فنقول لسبعۃ ہے ثلث المال اور اگر یہی دونون قول مذکور
صادر ہون مالک سے اسکی بیماری مین اور بلا بیان وہ مر گیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکین اسلیے کہ سوائے تین غلامون کے کچھ اور متروکہ میت کا نہین
اور وارث میت کے اسقدر آزاد ہونے کو جائز نہین رکھتے اور حالانکہ قیمت تینون غلامون کی برابر ہے تو اسصورت مخصوص مین بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان
تینون غلامون مین منقسم کیا جاویگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیے جاوین بنا بر سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور
دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہام اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم مین ہمکو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جسمین نصف
اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہین اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہین اور ربع ایک اور چونکہ چار مین گنجائش سات سہم کی نہین لہذا چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات
سہم ثلث مال ہے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث مین جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کردی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہین ہوتی اسکا
جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض مین اجتماع دو نصف اور ربع کا نہین ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہوئے تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہین بھی جائز نہین اسیطرح
مصرح کیا ہے شارح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدرر وعتق من ثبت ثلثۃ من سبعۃ ای فی اربعۃ وعتق من کل من غیرہ سہمان ای فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام
الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونون ایجاب مین یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم مین اور ثابت
کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم مین وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ مین کوشش
کرے تو سعایت کے سہام تینون غلامون مین چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام
ہوئے انمین سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ وان طلق نسوتہ الثلث کذلک ومہرہن سواء اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتون کو اسیطرح
یعنی ایک شخص کے تین عورتین ہین سو ایکدن اسکے پاس دو عورتین حاضر تھین سو اُسنے کہا کہ تم دو مین سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک اُنمین سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اُسنے دوبارہ کہا کہ تم دو
مین سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینون کے برابر ہین مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہین شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا درصورت تفاوت
مہر کے بھی یکسان ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی ابی سعود قبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تا کہ ایجاب اول مفید
ہو جدائی کا اسلیے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہنچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نہ رہی تو اس امر مین طلاق عتق
کے مانند ہوگئی کذا فی شرح الوقایہ والدرر ہم اس مسئلہ مفروضہ مین تین طرح کے احکام ہین ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اُس صورت
مین متلبس ہین جبکہ زوج یہ طلاق مبہم یکے بلا بیان مر گیا اور اگر زوج بیان کریگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا
لے گی اور دوسری عورت کہ بوقت خطاب موجود تھی وہ نکاح مین ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاویگی اور
عدت وفات اُسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلثۃ اثمان مہر من ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ
منصفا بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کے مہر

اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر مین آویگا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کرنا اور اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہین ہوتا مگر ملک مین جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا اور خیرات مین دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم حکم بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی بیان ہونے مین کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض مین ایجاب اور قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانے کے فی حق عتق مبہم کقوله احدکما حر فقتل او ذکر تعیین الآخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق مین بیان ہین چنانچہ مالک نے اپنے دو غلامون سے یا دو لونڈیون سے کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہین کہ کسکی آزادی مراد ہے پھر امور مذکورہ مین سے کوئی امر کیا یعنی دو غلامون مین ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مرگیا یا دیک کو آزاد کیا معین کر کے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کہا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ مین دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کیواسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسیکو ہبہ کر دیا یا خیرات مین دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور مصرح ہوگیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اسکا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی وقیل لہ ایہما نویت فقال لم اعن ہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک تم مین سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کیطرف اشارہ کر کے کہ اسکو مین نے نہین آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہوگیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کی طرف جسکا عتق متعین ہوگیا اشارہ کر کے کہا کہ اسکی آزادی کا مین نے ارادہ نہین کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا یعنے دونون غلام آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم مین یعنی زوج نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو مین نے ارادہ نہین کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکو بھی مین نے ارادہ نہین کیا تو دونون مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہین ہوتی چنانچہ اگر یون کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے ہزار درم مجھپر ہین سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کیواسطے کچھ واجب نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق مین کسی شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت وجوب کے بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہین اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہین آتا کہ جبر کرنا جائز ہو تو اقرار مین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر لو الجیہ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسی کو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہو جاویگا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی اسواسطے متعین ہوگئی تا کہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی وو دواعیہ بیانا فیہ وقالا ہو بیان حبلت او لا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہوگی وطی اور اسکی دواعی بیان عتق مبہم مین یعنی اگر ایک لونڈیسی سے مولے نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم مین لونڈی اس وطی سے حاملہ ہو یا نہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہین مگر ملک مین اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا ہوگا وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدہما لا یتعین الباقی للعتق ولا الاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح موت بھی بیان نہین ہوتی خبر دینے مین باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیون سے کہا کہ تم مین سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مرگئی تو باقی غلام عتق کے واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہونگے اسلیے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونون مین صحیح ہوسکتا ہے لہذا موت بیان نہین ہوسکتی اخبار مین بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ مین صحیح نہین لہذا انشاء مین موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت حرۃ فولدت ذکرا

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان مین حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانیکے اور حلف بمعنی عہد بیان سے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد بیان تعلیق ہے عتق
کی اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض مین اسواسطے مذکور ہوا کہ در صورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی النہر قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ
حر عتق من له حین دخوله ولیلا سواء ملکه بعد حلفه او قبله لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکه وقت دخوله کہ اگر قائل نے کسی مخاطب سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو جو میرا مملوک
ہوگا اُسدن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونے کے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر مین داخل ہوا ہے خواہ متکلم مملوک کا بعد
تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے بیان یہ ہین کہ جس روز کہ تو گھر مین داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یون متکلم نے کہا کہ وقت
دخول کے جس غلام اور لونڈی کا مین مالک ہونگا وہ آزاد ہے مملوک لونڈی اور غلام دونون کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال مین بمعنی مطلق وقت کے
ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله کل عبد لی او املکه حر بعد غد او بعد شہر اعتبر وقت حلفه لان
الملک للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفه لغی یمینه اور چونکہ مثال سابق یومئذ دخول سے ملک معتبر ہوگی لہذا اگر مولی یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی
فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولے کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسون آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہون وہ پرسون یا بعد مہینے کے آزاد
ہے تو اس مثال مین معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اسلیے کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور وہ
ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول مین مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کیواسطے ہے اور صیغہ افعل کا اگرچہ حال اور استقبال دونون مین مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفا اور
شرعا اور لغۃ زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اسکی تعلیق لغو ہو جاویگی اور جس غلام کو
کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا و دبر کل عبد لی او املکه حر بعد موتی من کان له مملوکا یوم قال ہذا القول اور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا مین
مالک ہون وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اسکا مملوک ہوگا اُسدن جسدن یہ قول اسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کیواسطے ہے لا یکون
مدبرا مطلقا بل مقیدا من ملکه بعده لکن ان مات عتقا من الثلث لتعلیقه بالموت فیصیر وصیته اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا
بلکہ مدبر مقید ہوگا لیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مر جاویگا تو دونون غلام یعنی جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاوینگے طرفین کے نزدیک
ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہو گئی اور وصیت نہین واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ
حال کے آزاد ہو گیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہین ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے واسطے ثلث
مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال و استقبال دونون کو شامل ہے لہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کریگا اور حالانکہ وہ مفلس ہو اور بعد وصیت کے وہ مالدار ہو اور مر جا
تو وصیت اُسمین جاری ہوگی کذا فی الدرر و حاشیۃ المدنی المملوک لا یتناول الحمل لانه تبع لامه لفظ مملوک کا شامل نہین حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی مان کا یعنی مملوک
سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہوا اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریۃ من قال کل مملوک لی ذکر فهو حر ولو لم یقل ذکر دخل الحامل فعتق
الحمل تبعا تو وہ آزاد ہوگا حمل اُس مولی کی لونڈی کا جسنے یون کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہین اور اگر مولی لفظ ذکر کا نہ کہتا یعنے
فقط اسیقدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق مین داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی مان کا ہوکر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا
کہ لفظ مملوک کا لونڈیون کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب والمشترک ویتناول المدبر والمرہون
والماذون علی الصواب اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہین مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنا بر قول درست کے شارح نے
قول درست کے کہنے سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا اُسمین کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہین لونڈی الذکور اولم ینو المدبر رقبۃ اگر مولی کہا کہ ہر مملوک میرا

حاصل نہین ہوتا تو گویا اُسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہی یا نہین اسکے جواب
مین بحرالرائق مین تردد کیا ہی نہ اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اسمین قول فیصل نہین ذکر کیا واللہ اعلم لا مکاتبا
لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وہو یخالف المکاتب فی عشرین مسئلۃ ذکر منہا تسعۃ اداے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول کہ مین اداے
مال پر تعلیق عتق کی صریح ہی بخلاف کتابت کے کہ اسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہی کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلاً اور وہ جیسے
جس غلام کا عتق اداے مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہی مکاتب سے بیس مسئلون مین جنمین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے
ساتھ ملا جلا بمناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شمار مسائل کیواسطے ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا واسطے اختصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سو ماتن نے کہا ۱
تو موقوف نہین عتق غلام مذکور کا اسکے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اسکا قبول کرنا شرط ہی ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے
رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ وہو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہی بیع کرنا اس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور وہ شرط کیا ہو اداے مال ہی بخلاف
مکاتب کے کہ بدون عجز اداے بدل کتابت کے اُسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجب قبول ما یاتی بہ خلاف ۴ اور اگر مولی اُسکو بیچے پھر اُسکو خرید کرے
کیا واجب ہی قبول کرنا اُس مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہی ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہی اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا
تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار وعتق بالتخلیۃ بحیث لو مدیدہ لنال اخذہ ۵ اور آزاد ہوگا غلام مذکور
مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھاوے تو مال کو تھام لے ھ مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہی کذا فی الزیلعی تو دونون مین کچھ فرق نہوا تو اُسکا ذکر
یہان بے موقع ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط ادائہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراہم فادی دنانیر
او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او بہذا الشہر فدفع فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ۷ یا غلام نے غیر شخص کو اداے مال
کا امر کیا سو اُسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نہ گیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولی نے اداے مال مین دراہم
کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کیے ۹ یا مولی نے مثلاً ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دیے ۱۰ یا مولی نے اس مہینے
مین ادا کرنیکی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شروط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ
چارون صورتون مین آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط عنہ البعض بطلبہ وادی الباقی ۱۱ یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست
سے اور باقی مال کو اُسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابراہ ۱۲ اور اسی
طرح غلام آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہی ھ اس مسئلہ کا ذکر بھی یہان بے موقع ہی اسواسطے کہ ابرا مین تمتبا
مکروہین مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہی جو ابرا کی گنجائش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی فاداہ الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد بکسابہ للورثۃ ۱۳
یا مولی مر گیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا
مال وارثون کا مملوک ہی تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کما لو مات العبد قبل الاداء فترکتہ لمولاہ ۱۴ چنانچہ اگر غلام مر جاوے قبل ادا کرنے مال معین کے
تو متروکہ اُسکا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونے کے واسطے نہ ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ وانفصل عندہ من
کسبہ ۱۵ بلکہ مولے کو جائز ہی کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین
سے اُسکے پاس اُسکا لینا بھی جائز ہی بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثلہ علیہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا
اُس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اتنا مال غلام سے مولے پھیر لیگا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے کمائی سے وہ آزاد نہ ہوگا

للمعاوضۃ اور مولی کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہ ہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یکسالہ
سو اگر غلام مولے کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولے نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے
تو تو آزاد ہے پھر اسکی اولاد سے کوئی مر گیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کیواسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کیواسطے اور تعلیق مین بدون
وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ مین سیاذلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمۃ الخدمۃ المعروفۃ بین
الناس مدۃ ایا کانت اور جب خدمت پر عتق ٹھہرے تو غلام مولے کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان
جہلت او مات ہو او حکما کعمی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مر جاوے اگرچہ موت حکمی ہو جیسے اندھا ہو جانا یا مولے
مر جاوے ھم اندھے کو بجاے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نزد یہ مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدم بعضہا
فبحسابہ اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کر کے مر گیا تو اسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلا چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایکسال خدمت کر کے مر گیا تو شیخین
کے نزدیک چہارم وضع کر کے یون قیمت غلام کی اسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اسپر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب
قیمتہ فتؤخذ منہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مر گیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام
کی واجب ہوگی سو اگر مولی مر گیا ہے تو غلام سے اسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاوے اور یا غلام مر گیا ہے تو اسکے متروکہ سے مولی کیواسطے قیمت مذکورہ لیجاوے
اور محمد کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت ماخوذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی وہل نفقۃ عیالہ لو فقیرا علی مولاہ
فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولے کالمعسر بحث فی البحر الثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج
ہون خدمت کی مدت مین اسکے مولے پر ہے جیسے اس غلام کا نفقہ مولے پر ہے جسکو مولے نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کے یا غلام اول کسب کرے عیال
کی نفقہ رسانی کے واسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نہ رہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے
تک اسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو
تجویز کیا ہے یعنی مولی پر اسکا اور اسکے عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس وصیت خدمت کے محشی حلبی نے کہا کہ ظاہرا قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم
رکھا ہے اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اسکا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہان مولی کی خدمت
بعوض اپنی گلو خلاصی کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہے والبیع عبد عنہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت تجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچا خود
غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلا سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی
یا لونڈی ہلاک ہو گئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل
لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شی لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق
لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کر دے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اسکا نکاح کر دینا اگر مولے
نے اسکو آزاد کر دیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہو جاویگی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا
شرط کرنا طلاق یعنے خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین ھم اگر عورت اس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اسکی قیمت اور اسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے در
ہونگے وہ ساقط ہو جاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے
یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتہا ومہر مثلہا فتقسمہا

ہوا اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اسپر لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لیکر آزاد کر دیا تو یہ آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے
بھی آزاد نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ اور سوے کے اس قول مین کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہو سو اُسنے عمدہ غلام لا دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے
کہ عمدہ غلام کو اُسنے مولی کے ملک مین داخل کر دیا تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اُسکو ملک مولے سے نکالنا ہو اسواسطے کہ
غلام مخاطب کسب مملوک ہو مولی کا تو مال جید کے اخراج سے مولی کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہ باب ہو تدبیر کے احکام مین یعنی غلام کے مدبر کرنے کے احکام مین زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم
کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہو بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہو ہو لغۃ الاعتاق عن دبر ہو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر
لغت مین عبارت ہو اعتاق عن دبر سے یعنے بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہو اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بضمتین ضد ہو قبل کی یا قبل آگا اور دبر پیچھا
لہذا مدبر اُس غلام کو کہتے ہین جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہو اور چونکہ یہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب تھے اسیواسطے اکثر فقہا اسیکو بیان کرتے ہین اور
معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہین کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی معروف ہین اور بعضے فقہانے اسی کو پسند کیا ہو مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور
وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہو کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو و شرعاً تعلیق العتق
بمطلق موتہ و لو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع مین تدبیر عبارت ہو تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت مولے کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین
سو برس تک مرون تو تو آزاد ہو حصر تدبیر دو قسم ہو ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہو نہ مطلق تدبیر کی کہ دونون قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہو کہ
جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اُسکو تدبیر مطلق کہتے ہین اور اگر مولی کی عمر اسّی برس کی تھی اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک مر جاؤن تو تو آزاد
ہو ہر چند ظاہر مین یہ کلام مقید ہو لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہو اسواسطے غالب حال یہ ہو کہ اسّی برس کا آدمی سو برس ورے کا ہے کو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقیید مین اطلاق
ہو بخلاف نکاح کے کہ اُسمین توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہین اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہو تو تابید معنوی بنظر نہی کے وہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ
کوئی مانع شرعی نہین لہذا تابید معنوی صحیح ہو اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہو درصورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق
التدبیر المقید کما یجئی وبموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکلگئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور
موے کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یون موے کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہو تو یہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہ تدبیر مطلق ہو نہ مقید بلکہ یہ
تعلیق ہو شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہو تو یہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی مین مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح
عن البحر کاذا مت او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او عتیق او معتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک زاد بعد موتی
او لا چنانچہ یون کہنا موے کا اپنے غلام سے کہ جب مین مرون یا جسوقت کہ مرون یا اگر مین مرون یا جب مجپر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہو یا عتیق یا معتق
ہو یا تو آزاد ہو میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہو یا مین نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ معنی موت کے
مدبر اور تدبیر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونون برابر ہو حصر عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت مین
مستعمل ہین اسواسطے کہ اُنمین معنی کا اعتبار ہو نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور اول منزل کو پہونچنا اسی طرح ہوگا او انت
حر یوم اموت ان یرید بہ مطلق الوقت لقرانہ بالا یمتد فان نوی النہار صح و کان مقیدا یا سوے نے یون کہا کہ تو حر ہو جس دن کہ مین مرون یوم سے مراد
اس مثال مین مطلق وقت ہو بسبب متصل ہونے یوم کے اُس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہو یعنے موت سے اور قاعدہ یہ ہو کہ جب لیل یا یوم امر غیر

کی ہو اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہو اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہین تو ممنوعیت اسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہین تو بالضرور محمول ہو سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہین اول یہ کہ ابتداے اسلام مین بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولی جائز ہو گی جواب ثانی یہ ہو کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی نے روایت کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنے اجارہ اسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہو کہ حدیث جابر کی حدیث قولی نہین جو عام ہو بلکہ واقعہ ہو حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہین بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہو تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے معارض نہین ہو سکتی چوتھا جواب یہ ہو کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہو نہ مدبر مطلق پر جمعاً بین الاحادیث اور اسیطرح موطا کی حدیث کے جوابون کو قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصاً فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا نافع ہو اختلاف مذہب کا وہل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہو بعضے علما نے کہا ہو کہ ہان قضاے قاضی مبطل تدبیر ہو مگر شارح نے لبطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضاے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہین بلکہ منصوص ہو اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ مین مصرح ہو کہ اگر مولی نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہو گئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر موے کی ملک مین کسی نہ کسی وجہ سے آ جاویگا پھر بعد اسکے مولی مریگا تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہان اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہو جاویگا یعنی بالاتفاق اسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہو گی اور یہ مطلب نہین کہ اسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا یوہب ولا یرہن کالوقف فشرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرہن یہ بحر اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہین تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہو یعنی وقف کرنے والا ان شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابین باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہو اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے کے ہاتھ مین بطور امانت کے ہو اور امانت مین بدون تعدی کے ضمان نہین تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا استیفا نہین ہو سکتا کذا فی البحر الرائق صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف مین جائز نہین اور رہن لغوی البتہ جائز ہو یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کیواسطے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ وستتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اسکو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب مین کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنی جب موے نے غلام کو مدبر کیا تو اب سواے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اسکو اپنی ملک سے نہین نکال سکتا یہان تک کہ کسی کے واسطے وصیت نہین کر سکتا اور بدل صلح مین نہین دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یباع بہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان بقیت بعد موتی فانت حر اور حیلہ اس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ سکے یہ ہو کہ اسکو مدبر مطلق نہ کرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر مین مرون اور تو میری ملکیت مین ہو تو تو آزاد ہو یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہو ویستخدم المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطا وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اسکا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہو اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اسکا نکاح بجبر کر دینا درست ہو والمولی احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولی مدبر کے کسب کا اور اسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہو بسبب بقاے ملک مولے کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسی کا خون کریگا تو موے پر اسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخون مین بجاے ارش کے ارث کا لفظ ہو سو غلط ہو اسواسطے کہ مدبر آزاد نہین مگر بعد موت مولے کے اور مولے کی حیات مین جو اسکے پاس ہو وہ مولی کی ملک ہو پھر مولی کا وارث ہونا بے معنی ہو و موت

لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ اپنے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام ولد اسکی ہو اور اُسکی تدبیر باطل ہو گئی اسواسطے کہ تدبیر
مین عتق ثلث مال سے ہوتا ہو اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہو تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہو وبیع و وہب ای المدبر
المقید کان قال لہ ان مت من سفری او مرضی ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے
مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولے نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤن تو تو آزاد ہو یا اب سے بیس سال تک مثلاً مرون ایسی مدت
مذکور کرے جسمین غالباً موت واقع ہو سکے خلاصہ یہ ہو کہ مدبر مقید وہ ہو جسکا عتق فقط موت پر نہ ہو بلکہ موت مین کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلاً اس
سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید مین التصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوے کہ مولی کی
موت ان مدتون مین محتمل ہو یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہو او ان مت وغسلت او کفنت یا یہ کہ مولی نے یون کہا کہ اگر
مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن تو تو آزاد ہو او ان مت او قتلت خلافا لزفر ورجحہ الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر
مین مرون یا مقتول ہون تو تو آزاد ہو تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہین اور موت اور قتل مترادف اور متساوی نہین
اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہو اور موت کو قتل لازم نہین تو یہ مدبر مقید ہو بخلاف زفر کے کہ اُنکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہو اور اسی قول کی ترجیح دی ہو کمال الدین نے
فتح القدیر مین اس تقریر سے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہو مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہو گی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہو
کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی او موت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولی نے یون کہا کہ تو آزاد ہو میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلاً
زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہو جبتک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق
کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہو گئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا حتی لو مات فلان
والمولی حی عتق من کل المال وان مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہو مثلاً زید کی موت کے بعد یہ مثال ہو مدبر مقید کی چنانچہ
درر اور کنز مین مذکور ہو اور رد کیا ہو اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہین نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہو عتق
کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلاً مرے اور مولے زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولے پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہو گی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط
بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولے اپنے اُسی
سفر یا اُسی مرض مین مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور
مدبر مقید کا حکم برابر ہو گیا قال ان مت من مرضی ہذا فہو حر فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی نفرق بین من و فی مولی نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری
سے مرگیا تو وہ آزاد ہو سو مولی کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مرگیا تو تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہو درمیان من اور
فی کے حکم مجتبی مین اُسکے مصنف نے من مرضی او فی مرضی مین یون فرق بیان کیا ہو کہ من مفید ہو تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون
تو قتل دوسرا سبب ہوا اسواسطے بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی اور لفظ فی کا مقید ہو ظرفیت کا یعنی موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولہ حمی فتحول
صداعا او بعکسہ قال محمد ہو مرض احد کذا فی المجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر مین اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہو اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر دردسر کی بیماری ہو گئی یا
دردسر تھا سو تپ ہو گئی محمد نے کہا کہ تپ اور دردسر ایک ہی بیماری ہو کذا فی المجتبی ہر چند تپ اور دردسر جدا جدا دو مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونون باہم متلازم
ہین لہذا اُنکو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اُسکی قیمت کی ہو اگر وہ خالص غلام ہوتا ہو اسی قول پر فتوی ہو یعنی

اُسکو آزاد کر دیا یا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی موسلے کی تو اب مدبرہ نہ ہوگی م یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے
تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہے یعنے ام ولد ہونا اُسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے موسلے کے آزاد ہوتی ہے طحطاوی
نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اسکا ماقبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ تدبیرا وام ولد کا
حکم مدبرہ کے مانند ہے چنانچہ اُسکا بیان ہو چکا یعنی اُسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد
مثل مدبرہ کے ہے مگر تیرہ مسئلوں میں فرق ہے جنکا ذکر اشباہ کے فرقوں کی بحث میں اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد میں مصرح ہے انمیں سے ماتن اور
شارح نے چار صورتوں کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی اُن تیرہ مسئلوں میں سے ایک یہ ہے
کہ ام ولد موسلے کی موت سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ
سعایت کرکے آزاد ہوتی ہے م ام ولد بعد موت موسلے کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے اُسکی بیع جائز نہیں اور سعایت اُسپر لازم نہیں اگرچہ موسلے قرضدار مرا ہو
اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف انمیں قائل ہیں سو لائق اعتماد کے نہیں کذا فی
فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اُسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء وابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ کما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے
حکم پر جائز رکھنے میں اور باطل کرنے میں یعنے مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہاء کے
مخالف ہے لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضاء پر موقوف ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے
حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اُسکی
بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع میں ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نہ رہیگا اسواسطے کہ
مدبرہ کے جواز بیع میں مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہیں چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہیں وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم
تحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد
ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اُسکا نسب بدون دعوی موسلے کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے موسلے پر حرام نہ ہو گئی ہو کسی
وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن موسلے کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے موسلے کے ام ولد کی ماں سے
تو اسوقت میں اگر ام ولد محرمہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو اُسکے ولد کا نسب موسلے سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت
ہوگا مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اُسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ موسلے کے دعوی کرنے سے ولد اُسکا
موسلے پر آزاد ہو جاویگا بسبب ولی کے اقرار کے ولو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ فسد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق وثبوت
النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اُسکے ولد کا نسب موسلے سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا
اور درصورت نکاح کر دینے کے اُسکا نکاح فاسد ہو جاویگا واسطے مستحب ہونے استبراء کے لونڈی کے حق میں قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہے کہ جب
ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبراء کر کے نکاح کر دے کذا فی البحر شارح کہتا ہے اور ہمنے استبراء کے استحباب کو غلام کے
نکاح اور ثبوت نسب میں اول بیان کر دیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش ایہ ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وقوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار موسلے پر موقوف نہیں

لیکن اسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو بلا توقف کے لعان پر یعنی بدون لعان کے بمجرد نفی کرنیکے نفی ہو جاتا ہو اسواسطے کہ فراش جو ام ولد کا ہو ضعیف
ضعیف ہو نفی کو کہ بدون لعان ہونے کے اسکا ولد ثابت النسب نہین ہوتا اور سرا فراش جو ہو سو ضعیف ہو تو نفی ہو جاتا اور اسکا حکم معلوم ہوا کہ اسکا ولد بدون اقرار مولی کے
بھی ثابت النسب ہو لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو تیسرا فراش قوی ہو منکوحہ کا کہ اسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہین اور اسکے نسب کی نفی نہین ہو سکتا بدون لعان سے
اور جو مختار اسکی ذمی زوجہ کا کہ اسکے ولد کا نسب نفی صرف نفی نہین ہو سکتا بسبب ہونے لعان کے دو لعان اسواسطے نہین ہو سکتا کہ زوجیت قائم نہین اور نہ ذاتی
ہو قاضی نفی پر حکم لگا سکتا ہو مراد انقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہین ہوتا صرف اسکی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا دوسرے مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین
نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہو جاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول از زمان وہو ساکت کما فی اللعان وہ دلیل
دربارہ اقرار ہو اسلئے بنفیہ فی اتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت
دراز تک دلیل ہو رضامندی کی تو اب اسکی نفی کرنے سے ان دونون صورتون مین اسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی اسکے اقرار سے ہو گئین عرض علیہ
الاسلام جب مسلمان ہو گئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونون کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہو گئی لیکن ذکر مسکین تو کافر
پر اسلام عرض کیا جاوے اسواسطے کہ مسلم کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہین فان اسلم فھی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسے
تھی ویسی ہی اسکی رہی والا سعت نظر اللجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد کے واسطے
سعایت کرے لحاظا دونون جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہو گئی اور ذمی کی جانب مین سعایت سے یہ
رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہو مسلم کی خصومت
سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہو کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم
پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اس سے توقع عفو کی نہین اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہین مل سکتے اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور
کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمین تامل ہو پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہو اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشناک
ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اللھم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتھا قنۃ وعتقت بعد ادائھا اے القیمۃ التی قدرھا القاضی ام ولد سعایت
کرے اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونے کی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو جو اسکی قیمت تھی اسکا ثلث دینا ہو تو ام
کا کما دینا اسپر لازم ہو اور آزاد ہو جاویگی بعد ادا کرنے اس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کردیا ہو ثلث قیمت کی سعایت نہایۃ البیان مین مذکور ہو کذا فی منح الغفار
وہی مکاتبۃ فی حال سعایتھا الا فے صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذا لو ورثت لا تحیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام ولد یا مدبرہ مکاتبہ کے ہو سعایت کی
حالت مین مگر دو صورتون مین مکاتبہ کے برابر نہین پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہو جاوے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے
کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اسپر ثابت ہوگی تو مسلم کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعا یہ جائز نہین ولو مات قبل
سعایتھا واما ولدہ ولدتہ فی سعایتھا سعے فیما علیھا والا عتقت مجانا لانھا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولی مر گیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ
اسکا ایک لڑکا ہو جسکو سعایت کی مدت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت مین سعایت کرے اور اگر لڑکا نہ ہو تو وہ مفت آزاد ہو گی اسواسطے
کہ وہ ام ولد ہو اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہو مگر سعایت ولد کی قیمت مین در صورت ام ولد کی موت مین ہو نہ اسکے مولے
کی موت مین تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو ہٹا کر بیان نہ کرتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم بعد اسکے بیان کرتا چنانچہ
در المنتقی کی یون عبارت ہو ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی وعنھا ولد ولدتہ فی سعایتھا سعی فیما علیھا یعنی اگر ام ولد کا مولے مر گیا تو بلا سعایت

اُسکو آزاد کر دیا یا پھر وہ مرتد ہو کر دارالحرب مین گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی موسلے کی تو اب مدبرہ نہوگی ھ یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہی
تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہی یعنے ام ولد ہونا اُسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے موسلے کے آزاد ہوتی ہی طحطاوی
نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اِس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اِسکا ماقبل سے مناسب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور اُم ولد کا
حکم مدبرہ کے مانند ہی چنانچہ اُسکا بیان ہو چکا یعنی اُسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہین الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من الحرام ولد
مثل مدبرہ کے ہی مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہی جنکا ذکر اشباہ کے فرقون کی بحث مین اور بحرالرائق کے باب بیع فاسد مین مصرح ہی اُمین سے ماتن اور
شارح نے چار صورتون کو مذکور کیا منہا انہا لتعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعے اُن تیرہ مسئلون مین سے ایک یہ ہی
کہ ام ولد موسلے کی موت سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہی اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہی اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہی اور مدبرہ
سعایت کرکے آزاد ہوتی ہی ھ ام ولد بعد موت موسلے کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہی اُسکی بیع جائز نہین اور سعایت اُسپر لازم نہین اگرچہ موسلے قرضدار مرا ہو
اور یہی مذہب ہی جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اُسمین قائل ہین سو لائق اعتماد کے نہین کذا فے
فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اُسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فے
حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء وابطالا ذخیرہ وینفذ فے المدبرۃ کما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے
حکم پر جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنے مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہا کے
مخالف ہی لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہی تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے
حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹیگی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اُسکی
بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نہ رہیگا اسواسطے کہ
مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم
تحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الافی المزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد
ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اُسکا نسب بدون دعوی موسلے کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے موسلے پر حرام نہ ہو گئی ہو کسی
وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن موسلے کے ولی سے یا بسبب وطی کرنے موسلے کے ام ولد کی ماں سے
تو اسوقت مین اگر ام ولد محرمہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب موسلے سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت
ہوگا مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اُسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہی بلکہ موسلے کے دعوی کرنے سے ولد اُسکا
مولی پر آزاد ہو جاویگا بسبب مولی کے اقرار کے ولو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ لفساد النکاح لعدم الاستبراء لہا قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق وثبوت
النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب موسلے سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا
اور درصورت نکاح کر دینے کے اُسکا نکاح فاسد ہو جاویگا واسطے مستحب ہونے استبراء کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہی جب
ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبراء کر واکر نکاح کر دے کذا فی البحر شارح کہتا ہی اور ہمنے استبراء کے استحباب کو غلام کے
نکاح اور ثبوت نسب مین اول بیان کر دیا ہی لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش ایضا ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وعلم حکمہا وقوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان پھر جبکہ ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار موسلے پر موقوف نہین

لیکن اسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو یا توقف کے لعان ہی سے بدون لعان کے مجرد نفی کرنیکے نفی ہو جاتا ہو اسواسطے کہ فراش جو قسم دوم کا ہے وہ ش
ضعیف ہو حتی کہ بدون اقرار صریح کے ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط ضعیف سے قوی ہے کہ ام ولد کا حکم معلوم ہوا کہ اسکے فرزند ولد بدون اقرار مولی کے
بھی ثابت النسب ہو لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا فراش قوی ہے منکوحہ کا کہ اسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اسکا نسب نفی نہیں ہو سکتا بدون لعان کے
اور چونکہ ام ولد ذمی ہو تو معتبر ہوگا کہ اسکے ولد کا نسب کسی طرح نفی نہیں ہو سکتا بسبب نہ ہونے لعان کے درمیان ان کے اسواسطے نہیں ہو سکتا کہ زوجیت قائم نہیں انتہی
یہ قاضی غیر حنفی پر ہی الا انہ لیس بالقضاء ام ولد کے فرزند کا نسب نفی نہیں ہوتا مولی کی نفی سے کہ جب حنفی مذہب کے سوائے اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب میں
نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہو جاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وہو ساکت کذا فی اللعان لانہ دلیل
الرضا بجر فانہ ینبغی فی ہاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان میں گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت
دراز تک دلیل ہو رضامندی کی تو اب اسکی نفی کرنے سے ان دونوں صورتوں میں اسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر والمراد بہ مسکین عرض علیہ
الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونوں کو حکم شامل رہے یا مرد ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر
پر اسلام عرض کیا جاوے اسواسطے کہ مسلم کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں فان اسلم فہی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد بدستور
تھی ویسی ہی اسکی رہی والا سعت نظرا للجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اسکے واسطے
سعایت کرے بلحاظ دونوں جانبوں کے ام ولد کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہو گئی اور ذمی کی جانب میں سعایت سے یہ
رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع میں اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت
سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت میں امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض میں ملیں یا مظلوم کا وبال ظالم
پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اس سے توقع عفو کی نہیں اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہیں مل سکتے اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہیں
کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمیں تامل ہے پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشناک
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اللہم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادائہا ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت
کرے اپنی ثلث قیمت میں خالص لونڈی ہونے کی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلا اسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم
کا کما دینا اسپر لازم ہے اور آزاد ہو جاویگی بعد ادا کرنے اس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کردیا ہے ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان میں مذکور ہے وکذا فی فتح القدیر
وہی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذا لو ورثت لاعیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام ولد بمنزلہ مکاتبہ کے ہے سعایت کی
حالت میں مگر دو صورتوں میں مکاتبہ کے برابر نہیں پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہو ادائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے
کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اسپر ثابت ہوگی تو مسلم کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعا یہ جائز نہیں ولو مات قبل
سعایتہا وامادولدہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولی مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ
اسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت میں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے اور اگر لڑکا نہ ہو تو مفت آزاد ہو گی اسواسطے
کہ وہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے حکم سعایت ولد کی قیمت میں درصورت ام ولد کی موت میں ہے نہ اسکے مولے
کی موت میں تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کہنے سے اپنے کلام کو بیان نہ ملاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ
در المنتقی کی یوں عبارت ہے ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی وسعا ولدہا ولدہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنی اگر ام ولد کا مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت

منفعت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مر گئی اور اسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت میں جنی تو وہ اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے بخلاف مکاتبہ
کے کہ اگر اسکا مولی مر گیا تو وہ منفعت تو آزاد ہو گی بلکہ اسکے وارثوں کیواسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا حکم المدبرۃ فیسعی فی ثلثی قیمتہ اور اسیطرح ہے حکم
مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہو جاوے اور اسکا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت میں سعایت کرے یعنی جو خالص غلام کی
قیمت ہو اسکے دو ثلث میں سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا امر ببیعہ تخلصا من ید الکافر کذا ذکرہ مسکین
اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہو گیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہے وہ اسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق میں تھا اور اگر اسنے
اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو
مع ابنہ ثبت نسبہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لانہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ شرکت
اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب لڑکا اس مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر اداے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اسکو
بیچنا لونڈی کا جائز ہے اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہے مدعی کی وضمن لزم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لان العلوق حر الاصل وضمان
دے مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے تملک نہ ضمان عتق
کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اسیوقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث لڑکا ملک مدعی میں
ہوا نہ شریک کی ملک میں اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اسپر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال میں فان ادعیاہ معا او جہل
السابق فلو استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونوں شریکوں نے زمانہ واحد میں ساتھ ہی دعوے کیا
یا ایک نے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہیں کہ کس نے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونوں اسلام وغیرہ
اوصاف آیندہ میں برابر ہیں دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کیوقت تو وہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے ہم یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑکا دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اسواسطے کہ یہ
متصور نہیں بلکہ جب دونوں مالکوں نے برابر دعوی کیا اور دونوں جمیع اوصاف مرجحہ میں متساوی ہیں تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں ہوسکتی لہذا ولد کو دونوں
کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اسکا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہیں کیونکہ قیافہ شناسی کی فقط
اٹکل ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان میں اسی کی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی حمل سے کاہے کو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نہ کیا اور قاضی
شریح کو لکھ بھیجا کہ دونوں شریکوں نے تلبیس کی لہذا اسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ
بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی رض اور ابن عباس رض اور زید بن ثابت رض کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم یستویا قدم من العلوق فی
ملکہ ولو بنکاح سیجیٔ اگر دونوں شریک برابر نہ ہوں زمانہ مالکیت میں یعنے ایک زمانہ سابق میں مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اسکے تو وہ شریک مقدم
ہوگا جسکی ملک میں نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر میں ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کے ملک میں پھر مالک نے نصف لونڈی
دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے میں بعد اس بیع کے جنی یا دونوں شریکوں نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ
نطفہ اسی کی ملک میں رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یوں کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کم میں جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک میں علوق
ثابت ہو اور اگر پورے چھ مہینے میں جنے گی تو دونوں کی ملک میں علوق کا احتمال ہے کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اسنے اور
دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کم مدت میں جنی بعد خریدنے کے پھر دونوں نے اسکے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے
کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب ومسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہے

سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہی کہ اگر ایک لڑکے مین دو عورتون نے تنازع کیا
تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک وہ لڑکا دونون کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک لڑکے مین دو مردون اور دو عورتون نے تنازع
کیا ہر مرد یہ کہتا ہی کہ یہ لڑکا میرا ہی اس عورت سے اور عورت اُسکی تصدیق کرتی ہی تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون مردون اور دونون عورتون کا ہوگا اور
صاحبین کے نزدیک فقط دو مردون کا ہوگا نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدہما او اعتقا عتقت بلا شئ قلت فالعتق انما یتجزی فی القنۃ لا فی ام الولد
بل یعتق بعضہا بعتق کلہا اتفاقا مجتبی فلیحفظ اور بحر الرائق مین ہی کہ اگر ایک شریک مر گیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایت
آزاد ہو جاویگی شارح کہتا ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی ہی
بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہی اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہی
جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی مشترک ہی
دو مردون مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اُسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور یہ دونون کلام دونون سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام
دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہی بواسطہ مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق
کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہی تو گویا آزاد کرنے والے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہین کذا فی المنح ادعی ولد امۃ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب لزم النسب بتصادقہما
کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبۃ فلا یشترط تصدیقہا کما یجئ دعوی کیا مولی نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اُسکی تو مولی کو
نسب ولد کا لازم ہوگا دونون کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہی جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے
ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ کی تصدیق شروط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد لزم ولد اور لازم ہوگا مولی مدعی
پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدایش کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولی سے بسبب شبہہ حاجت کے ولم تصر ام ولدہ لعدم ملکہ اور
لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہوگی اسواسطے کہ اسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لتحجرہ علی نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب
کی دعوی ولد مین تو نسب ولد کا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے
کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نہ ہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ غیرہ فقال احلہا لی مولاہا والولد
ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اُسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے
اُسکو مجھپر حلال کر دیا اور اُسکا ولد میرا ولد ہی اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین اور تکذیب کی اُسکی نسب مین تو نسب نہ ثابت ہوگا مراد احلال سے
مراد احلال بالتزویج ہی نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اُسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا ثبت
حلال کرنا نکاح سے ۱۲
والا لا وقال رد قول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد ثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونون امرون مین
یعنی احلال اور نسب مین تو نسب ولد کا ثابت ہوگا اور اگر دونون امر کی یا ایک امر کی تصدیق نہ کی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ
اگر مولی مدعی کے ولد مین تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوتا ہی یعنی تصدیق ولد کی ساتھ تصدیق احلال کے مثبت ہی نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ
مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہی تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولے
ولو مکاتبۃ یوما من الدہر ثبت النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اُسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب
مولی کے اگرچہ مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا در صورت ملک ولد کے اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی جبکہ اُسکا مالک ہوگا واسطے

اوقی بسبب اقرار مولیٰ کے دعوا مستولد جاریۃ ابنہ او ابیہ او جدہ او امرأتہ وقال احلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہا اگر کسی شخص
نے دعویٰ کیا اپنے بیٹے یا باپ یا دادا کی لونڈی یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اسنے کہ انہوں نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے کیا ان کی تھی
تو نہیں حد لازم آویگی بسبب شبہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہ ہوگا شارح نے کہا مگر اسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولی دونوں امر مین اسکی تصدیق
کرے حموی نے کہا شرح مین محشی رد المحتار کے مخالف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ شرح فیہا کی دو صورتین ہین یعنی جاریہ اصول و جاریہ زوجہ و شیخ محقق
وغیرہ نے کہا کہ جمع امرنا اعنی حلت اور تصدیق ولد ہو لیکن ہر صورت سب محشی التحریر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہا یا الکل یا اوقی دو مسئلے کہ
لیکن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور مراد شارح زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابونکی طرف
رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے ولم یکن
امہ ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ یثبت النسب لبقاء
الاقرار وہو الاوجہ اور اگر مستولد ولد کی مان کا مالک ہوگا تو وہ اسکی ام ولد نہ ہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح مین اتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اسکی مان کا کسی دن مالک ہوا
بعد تکذیب مولے کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سوا اسکو غور کرو شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونے کا
اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہے شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر کلام مصنف مین تناقض نہین ہے اسلیے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک
یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد مین کہا کہ مولے نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کر دی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنی مسئلہ دعاے احلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنی دعاے ظن حلت مین اور عدم
ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین ذکر کیا ہے تو تناقض نہ ثابت ہوا اور منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم وفی الخانیۃ رجل زنی بامۃ فولدت
لم تصر ام ولد وان ملک الولد عتق ہان خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک
ہوگا تو وہ آزاد ہو جاویگا اس روایت سے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لابیہ من الزنا عتقت ولو اختہ لامہ لا اور اشباہ مین ہے کہ اگر کوئی
اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ مالک ہوا مملوک ایک پیٹ سے پیدا مین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا
سے ہے تو وہ لونڈی ہے نکی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کے ہے اور حالانکہ نسب لڑکا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد
نہو گی اور چونکہ زنا سے نسب ان کا منقطع نہین تو اسکا بہن ہونا ثابت ہے اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل شتی شارح کے۔ ارادہ وطی
امۃ ولا تصیر ام ولدہ ملکہا الطفل ثم تزوجہا ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اسکا مالک کر دے پھر
لونڈی سے نکاح کرے تو اسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی جنی ہے نکی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ تھا کہ اسکو نکاح کر لینے کا اختیار رہا ہے اقر بانہا ام ولدہ فی مرضہ ان
ہناک ولد او حبل لعتق من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للورثۃ الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیص ومقنعۃ ولا شئ للمدبرۃ
اقرار کیا مولے نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونے کا اگر اسوقت لونڈی کا ولد ہو یا اسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے
اور اگر ولد اور حمل نہ ہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اسکے پاس مال ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اسکے مالک ہونگے مگر اسوقت وارث نہ ہونگے
جبکہ مولے نے اس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کر دی ہو ہان مجتبی مین یون ہے کہ محمد نے مستحب کہا ہے اسکو کہ اس مال سے ام ولد کے واسطے چادر
اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلی العظیم لی الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت
کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی لیے جیسے ہزل اور اکراہ عتاق کا سبب نہیں ہے ویسے ہی یمین کا بھی سبب نہیں دونوں بابوں کا
متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط
نکاح سے ایسے ہی عتاق عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق دینے کا کل عورت میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں
پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق و اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی المجتبی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے
تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تھا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب میں
بمعنے قوت کے ہے ہر چند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنے اسواسطے ذکر کیے کہ قوت مناسب تھی یعنی شرعی یمین سے غرض یمین
مذکور یہ ہے کہ حالف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حالف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے و
شرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فیدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق
اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل
ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے
پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب
تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا بتعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نہ
کھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا حیض آنے کی تعلیق سے اس عورت میں جسکی عادت معلوم ہے یا تعلیق [illegible] کرنے
سے یا یوں کہنے میں اپنے غلام سے کہ اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یوں کہے زوجہ سے کہ اگر مجھکو [illegible] حیض آیا تو
ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی یہ دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک
یہ کہ آباو اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف
ہو سو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات کر حلف کرے اسطرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات
کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا جیسے یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع
وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور
اسیطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق
نہ ہوگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد
ہو جاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ مفصل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب ہے اور کہاں
مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے وہل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنہی وعامتہم لا
وبہ افتوا لاسیما فی زماننا وحملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی
قسم بعض علما نے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں

ماضی کی قید لگائی ہو سو اتفاقی ہو چنانچہ بدائع میں مصرح ہو کہ لغو ماضی اور حال دونون مین ہوتا ہو کذا فی النہر و اما فی المستقبل فالمنعقدة اور جو قسم کہ
زمان مستقبل مین ہوتی ہو وہ یمین منعقدہ ہو مع جلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہو کہ نہین ہوتی ہو مستقبل مین مگر منعقدہ حالانکہ گاہے مستقبل مین غموس بھی ہوتی
ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اما المنعقدة ففی المستقبل وخصہ الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ بلی واللہ ولو لآت ؟؟ اور
امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہو اُس قسم پر جو لوگون کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہو چنانچہ یون کہنا لا واللہ و بلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد
تو بھی لغو ہو تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا اُس قسم مین ظاہر ہوتا ہو جو زمان مستقبل مین بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہین بلکہ منعقدہ ہو اور اسمین
کفارہ لازم ہو اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہو اور اُسمین کفارہ نہین کذا فی النہر فلذا قال ویرجی عفوہ او تو ضعا و تادبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی مین
مختلف فیہ ہو لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو مین امید ہو عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور آداب کے عفو بصیغۂ جزم نہین بولا شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ
لغو کا قرآن مین منصوص ہو سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا وکا اللغو حلفہ علی ماض صادقا کو اللہ انی لقائم وکان فی حال قیاما اور لغو کے حکم کے
مانند ہو ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین ابھی قائم ہون یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثہا منعقدة وہی حلفہ علی مستقبل آت یمکنہ فنحو
واللہ لا اموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہو کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آیندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ
مین نہ مرونگا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس یمین داخل ہو کہ خارج از امکان بشر ہو وہذا القسم فیہ الکفارة لآیة واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظ الا فی
المستقبل فقط اور اسی قسم مین یعنے منعقدہ مین کفارہ ہو بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہین محافظت مگر مستقبل مین فقط اسواسطے
کہ ماضی موجود نہین اور حال کو قیام نہین وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس مین بھی کفارہ دے ان حنث یمین
منعقدہ مین کفارہ ہو اگر قسم کو توڑے وہی اے الکفارة ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبة عنہا معہا ای مع الکفارة سراجیة اور وہ یعنی کفارہ
اُٹھا دیتا ہو گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیة ولو الحالف مکرہا او مخطئا او ذاہلا او ساہیا اگرچہ قسم کھانے والے
پر یمین یا حنث مین جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اُسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہو کہ کہا چاہتا تھا کہ مجھکو پانی پلا سو مُنہ سے نکل گیا کہ واللہ
مین پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہو کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہین آتا سو اُسکے مُنہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ مین نہ آؤنگا کذا فی المنح
اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہین اسواسطے کہ لغت مین دونون ذہول سے عبارت ہین بلا فرق اگرچہ دونون کے درمیان یون تفرقہ کیا ہو
کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہو اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونون سے زائل ہو تو نسیان ہو تو سہو مین کسب جدید کی حاجت نہین بخلاف
نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرة لحنثہ واخری اذا فعل المحلوف علیہ علینی لحدیث ثلث جدہن جد منہا الیمین یا بھول
گیا ہو اسطرح پر کہ اُسنے قسم کھائی کہ قسم نکھاؤنگا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اُسنے قسم کھائی کہ مثلاً زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنیکا
یعنی قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنیکا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان مین یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہو
کہ تین چیزین ہزل اور جد برابر ہو طلاق اور عتاق اور یمین مین صاحب نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہو اسواسطے کہ نسیان حقیقی مین
متصور نہین لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنے پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور شیخ عینی کا یہ تتبع ہو کذا فی النہر فی الیمین او
فی الحنث یحنث بفعل المحلوف علیہ مکرہا خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث مین تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے باکراہ
مثلاً قسم کھائی کہ مین زید کے گھر مین داخل ہونگا اور کوئی اُسکو جبر سے گھر مین لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے
نزدیک جبر سے حانث نہین ہوتا ولذا یحنث لو فعلہ وہو مغمی علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت

کلام اللہ کا سوا اسکا مدار عرف پر ہی یعنے اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہی اور نہین تو نہین اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہی خصوصاً ہمارے زمانہ
مین جسمین جھوٹی قسمین بہت رائج ہین کذا فی النہر اور تینون اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور
کلام اللہ یمین ہی احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ نبی بھی یمین ہی و لو تبرأ من احدہا فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان تبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من سورۃ فیہ البسملۃ کان علیا ادم
اگر برأت کرے انمین سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہی مگر برأت مصحف سے بالاجماع یمین نہین بلکہ
جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہی اسکے نزدیک برأت بھی یمین ہی اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اسکے نزدیک برأت بھی یمین نہین اسواسطے
کہ مصحف عبارت ہی اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اسوقت برأت مصحف کی یمین ہی جب اس چیز سے برأت کرے جو مضمون
اسکے اندر مرقوم ہی بلکہ اگر برأت کریگا اس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہی تو یمین ہوگی ہم برأت اسطرح پر ہوتی ہی کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہی
یعنی بیزار ہی قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے و لو تبرأ من کل آیۃ فیہا ومن الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ و لو کرر البرأۃ فایمان لعددہا اور اگر برأت کرے ہر آیت
سے جو قرآن مین ہی یا برأت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہ ایک ہی یمین ہی اور اگر برأت مکرر کریگا تو بشمار برأت کے چند یمین ہونگی یعنے اگر یون کہے
کہ وہ شخص بری ہی توریت سے اور بری ہی انجیل سے اور بری ہی زبور سے اور بری ہی قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہی جیسے قبلہ
اور صوم اور صلوۃ تو اسکی برأت یمین ہی کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ و بری من اللہ بری من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہی
اللہ سے اور بری ہی رسول اسکے سے تو یہ دو یمین ہین یعنے اگر قسم توڑیگا دو بار کفارہ لازم ہوگا و لو زاد و اللہ و رسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق
پر یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اسکا رسول بری ہین اس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا و بری من اللہ الف مرۃ یمین
واحدۃ اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہی و بری من الاسلام او صوم رمضان او الصلوۃ او من المؤمنین او عبد الصلیب
یمین لانہ کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا مین ایسا کرون تو چلیپا یا بت کو پوجون تو یمین ہی اسواسطے
کہ برأت اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہی و تعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہی یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہی و یکفر بہ انہ
ان اعتقد الکفر بہ یکفر و الا لا یکفر و عنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہی تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہین تو وہ شخص کافر
نہین یعنے اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہی تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہی
قول مختار یہ ہی کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہو گا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہو گیا اور کفارہ اسکا یہ ہی کہ یون
کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرہ و فی البحر عن الخلاصۃ
والتجرید و تعدد الکفارۃ لتعدد الیمین و المجلس و المجالس سواء و لو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل و بحجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق مین
خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہی کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہی اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمین برابر ہین اور اگر حالف
نے کہا کہ مین نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنے واسطے تاکید کے ذکر کیا ہی تو اگر اللہ کی قسم ہی تو اسکا یہ قول مقبول نہ ہوگا
اور حج اور عمرہ کی قسم مین اسکا قول مقبول ہوگا و فیہ معزیا للاصل ہو یہودی و ہو نصرانی یمینان و کذا و اللہ و اللہ او و اللہ و الرحمن فی
الاصح و الفتوی ان و اللہ و الرحمن یمینان و بلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق مین ہی اصل سے منقول کر کے یہ قول کہ وہ یہودی ہی وہ نصرانی
ہی یہ دو یمین ہین اور اسی طرح و اللہ و اللہ یا و اللہ و الرحمن اقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہی فقہا نے کہ و اللہ اور و الرحمن دو
یمین ہین اور بدون عطف کے یعنی و اللہ الرحمن ایک یمین ہی و فیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی و حیاتک و حیوتہ

بہ سبب انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر وان کان الماء یقول ... ونقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ
کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہو کہ امام رازی نے ذکر کیا ہو کہ مین ڈرتا ہون کہ جو شخص
ہونے سے یون کہتا ہو قسم ہو مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہو تیری زندگی کی اور قسم ہو تیرے سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم کہانا ہو جب بر ہونا واجب جانتا ہو
وہی قسم کہاتا ہو اگر نا اور نہ توڑنا ضرور رکہے تو وہ کافر ہو جاویگا اور اگر عوام خلق اسکو کہتی ہیں تو نادانستگی سے تو مین کہتا ہون کہ جان نکل ہو اور حضرت عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ اگر مین جھوٹی قسم کہاؤن اللہ کی میرے نزدیک بہت بہتر ہو اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کہاؤن یعنی اللہ
کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہو اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہو کفر کا والقسم بصفة لم يتعارف الحلف بها من صفاته تعالى
كرحمته وعلمه ورضائه وغضبه وسخطه وعذابه ولعنته وشريعته ودينه وحدوده وصفته كسبحان الله ونحو ذلك لعدم العرف اور قسم
کہائی جاوے صفات الٰہی سے اس صفت کی جسکی قسم کہانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اسکا اور رضا اسکی اور غضب اور
قہر اور عذاب اسکا اور لعنت اسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اسکی اور سبحان اللہ اور مانند اسکے یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی
العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے اور عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر ... اور حق
ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوٰۃ اور اسی طرح نفس عبادت اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریہ والقسم ایضا بقولہ
لعمر اللہ ای لبقاءہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی بہ قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت ہوتی ہو
حالف کے اس قول سے لعمر اللہ یعنی قسم ہو بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنی قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنی ذات خدا اور سلطان
اللہ سے یمین ہوتی ہو اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہو عمر اللہ بفتح عین یمین ہو اور بضم عین
اگرچہ بمعنے بقا ہو لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم او احلف او اعزم او اشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی
کاقسمت وحلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بشرط اور قسم ہوتی ہو اس قول سے بھی یعنی اقسم اور احلف اور اعزم
اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے
یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہو بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یون کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کہاتا ہون
کہ ضرور ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کہاتا ہون یا مجکو قسم ہو تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ مین ہو کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہو سہو غلط ہو
کذا فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربة لزمتہ والا لزمتہ الکفارة ولیستضح اور اس قول مین کہ علے نذر یعنی مجپر نذر ہو تو اگر لفظ نذر سے
عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوٰۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نہ کیا تو یہ قول یمین ہو کفارہ لازم
آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا ہم جب یون کہیگا کہ علے نذر لافعلن کذا تو یہ یمین ہو اور اگر محلوف علیہ کو ذکر کریگا تو قسم ثابت ہوگی
کذا فی النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بشرط یعنی اور یمین ثابت ہوتی ہو اس قول سے کہ مجپر یمین اور عہد لازم ہو کہ مین
فلانا کام کرونگا اگرچہ اسکو خدا کی طرف نسبت نہ کرے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ مجپر خدا کا عہد لازم ہو تو بھی یمین ہو بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی
العینی والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیة او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثہ لو
فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت ان کان عندہ
فی اعتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فی الحلف بالغموس وبمباشرة الشرط فی المستقبل یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف

الکافر فلا یصیر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسطہ المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ یہودی یا نصرانی
ہے یا ایسا کرے تو تم اُسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافرون کا یا وہ شخص کافر ہے تو ایسے قول سے اُسپر کفارہ ہوگا قسم
توڑنے سے اگر زمانِ مستقبل کی قسم ہو اور زمانِ ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یمین غموس ہے اور اُسکے کفر مین اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے
کہ قسم کھانے والا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اُس نے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اُسکے نزدیک یعنے اُسکے اعتقاد مین یہ تو
یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اُسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہے اور اُسکے اعتقاد مین یہ ہے کہ موس قسم شکستہ سے
اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہوجاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہوجاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلیے کہ رضا بالکفر کفر ہے بخلاف کافر
کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنے اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا جیسا مسلمان تعلیق
کفر سے کافر ہوتا ہے اسواسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اُسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرحاً بیان کیا ہے
اپنے فتاوی مین وہکذا فی النہر وفی منح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا ولم یفعل کذا کافر اقال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد
ترویج الکذب دون الکفر وکذا الوطی المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ اللہ جانتا ہے یا یون کہا کہ
جانتا ہے اللہ کہ اُسنے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اُسنے یہ نہین کیا یعنی نماز نہین پڑھی اُسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ان
وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اُس نے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر
کا اور اسی طرح اگر اُس نے مصحف کو روندا ایسی قول کہتے ہوئے تو کافر نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اُسکا ترویج کذب کیواسطے ہے نہ واسطے اہانت
مصحف کے کذا فی المجتبیٰ م اگرچہ یہ کفر نہ ہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل استغفر اللہ
ولا کفارۃ وکذا اشہدک و اشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہے کہ اِس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا نہ کرونگا استغفار اور توبہ
کرنا چاہیے اور کفارہ آئین نہین اور اسی طرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجھ کو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا نہ کرونگا یہ بھی یمین نہین بسبب
عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا الٰہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہے کہ یہ قول یعنے اگر مین ایسا کرون تو آسمان مین معبود
نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہ ہوگا وفی انا بریٔ من الشفاعۃ لیس یمینا لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اِس قول مین کہ مین بری ہون شفاعت
سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی لہذا
الکافر اما فصومی للیہود فیمین ان ارادبہ القربۃ لا ان ارادبہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور
روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا روزہ یہودیون کے واسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت
مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہ ہوگی م
ظاہر امثال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہے کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وقولہ مبتدا خبرہ قولہ الآتی لا وحقا لا
او ارادبہ اسم اللہ تعالیٰ وحق اللہ واختار فی الاختیار انہ یمین للعرف ولو بالبار یمین اتفاقا بحر وبحرمتہ بحرمۃ شہد اللہ وبحرمۃ لا الٰہ الا اللہ
وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ وعذابہ وثوابہ ورضاہ ولعنۃ اللہ وامانتہ لکن فی الخانیۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہران نوی العبادات
فلیس یمین وان فعلہ فعلیہ غضبہ او سخطہ ولعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور
یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمتہ اللہ اور بحرمتہ شہد اللہ اور بحرمتہ لا الٰہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان

فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لا لبعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو ماتن نے اپنے اس قول مین کھول کر کہدیا کہ قسم
عربی زبان مین اثبات مین نہین ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہی مضارع مثبت مین چنانچہ (واللہ لافعلن کذا) اور ماضی مین حرف
تاکید لقد ہی چنانچہ (واللہ لقد فعلت کذا) مقرون بکلمہ تاکید اور نفی مین حرف نفی ہوتا ہی چنانچہ (واللہ لا افعل کذا و واللہ ما فعلت کذا) یہان تک
کہ اگر اثبات مین بلا حرف تاکید یون کہے گا کہ (واللہ افعل کذا الیوم) تو اسکی یہ قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا درمیان مضمر ہوگا گویا یون کہا کہ واللہ لا افعل
کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات مین ممتنع ہی اسواسطے کہ عرب کلام مین پورا کلمہ حذف کرتے ہین نہ بعض کلمہ تو
لفظ لا پورا کلمہ ہی بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط م بنابر اس تحقیق کے اگر کوئی یون قسم کھاوے کہ (واللہ اضرب الیوم زیدا) تو عدم ضرب
سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر مین مثبت ہی اور واقع مین منفی کما لا یخفی وکفارتہ ہذا اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم
شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہی اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے
نزدیک حنث ہی کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہی گردن کا یا دس محتاجون کو کھانا دینا چنانچہ
اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار مین مذکور ہو چکی یعنے اعتاق مین رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہی اور مفقود المنفعت
اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کرچکا ہی جائز نہین اور اطعام مین تملیک اور اباحت دونون کافی ہین تو تملیک مین نصف
صاع گیہون اور ایک صاع کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت مین دن اور رات دونون وقت پیٹ بھر کے کھلاوے سو اگر گیہون کی روٹی کھلاوے
تو دال اور گوشت کی حاجت نہین والا سالن ضرور ہی بموجب تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہی جو مصرف ہی زکوٰۃ کا تو اپنے اصول و فروع اور
غنی اور سید کو دینا جائز نہین او کسوتہم بما یصلح للاوساط و ینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ویستر عامۃ البدن فلم تجز السراویل الا باعتبار قیمۃ الاطعام
یا کفارہ قسم کا دس محتاجون کو لباس دینا ہی ایسی پوشاک جو متوسط لوگون کے مناسب حال ہو یعنے اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی
پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اسکو استعمال کرسکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پاجامہ دینا جائز نہین
اور اسیطرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پاجامہ دینا جائز ہی یعنے اگر قیمت اسکی بقدر نصف صاع گیہون کے ہو تو اسکا دینا کفایت کریگا نہ بنابر
لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین اداے کفارہ مین حالف کو عتاق یا لباس یا اطعام مین اختیار دیا ہی ان
تینون چیزون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الا بعد تمامہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحد اہو
اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ مین یعنے اعتاق اور کسوۃ اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا بترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد انکی تمامی
کے تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینون مین سے وہ ایک جو قیمت مین سب سے اعلی ہی اعتبار نیت کا ہوا بسبب لزوم نیت کیواسطے صحت کفارہ
ادا کرنے کے یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہین کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ
مین سب تینون چیزون کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اس چیز سے جو قیمت مین سب سے ادنی ہی بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنی سے بھی فان عجز عنہا
کلہا وقت الاداء عندنا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبتہ اجزاہ الصوم مجتبی قلت وہذا مستثنی من ذلک الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل سو اگر عاجز
ہو کفارہ سے سب تینون چیزون سے کفارہ ادا کرنے کے وقت ہم حنفیون کے نزدیک یہان تک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کردیا پھر اسنے روزہ
رکھا پھر اسنے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت اداے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوت یا اطعام سے کذا فی المجتبی
شارح کہتا ہی اور یہ مسئلہ مستثنی ہی فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہی اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نہ کرتا

مسلمان ہوکر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ (انہم لا ایمان لہم) یعنی کافرون کے واسطے قسمین نہین ہین لہذا اول کتاب یمین مین مذکور
ہوچکا کہ شرط صحت یمین سے اسلام ہو اسواسطے کہ یمین عبادت ہو اور کافر اہل عبادت کا نہین اور یہ جو دوسری آیت مین وارد ہو (وان نکثوا ایمانہم) کہ
اگر وے اپنی قسمین توڑین تو مراد اس سے یمین ظاہری ہو جسکو کفار اپنے صدق کیواسطے ظاہر کرتے ہین نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے
کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہوجاوے اور اگرچہ کافر کے حق مین یمین شرعی ثابت نہین لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد مین نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی
قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح و ہو اے الکفر یبطلہا اذا عرض بعدہا فلو حلف
مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح
اور وہ یعنے کفر باطل کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام مین پھر معاذ اللہ کافر ہوگیا بعد اسکے مسلمان ہوا
پھر قسم توڑی تو اسپر ہرگز کفارہ نہین اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہین محل کی طرف انمین ابتدا اور بقا دونون برابر
ہین جیسے وصف محرمیت کا نکاح مین ہم بیان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانے والا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے
چنانچہ نکاح مین محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونون برابر ہین تو زانی پر بسبب مزنیہ حرام ہے جیسے اسکی زوجہ حرام ہوجاتی ہے
زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا النذر الکافر ما ہو قربۃ لا یلزمہ شئی اور اسی طرح مانند یمین کے اگر نذر ماننے کافر اس چیز کی جو از قسم عبادت ہو چنانچہ صوم
یا صدقہ تو اسپر کچھ لازم نہین امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے نہ
صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین مین عمر فاروق سے مروی ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی
سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام مین عبادت جداگانہ کر قطع نظر جاہلیت کی نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف
علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اذ المطلقۃ یحنث فی آخر حیاتہ
فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایتہ وجب الحنث و التکفیر لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ
اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت مین قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑکر کفارہ
دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسی کی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل ست و کفارہ یمین سہل اور ماتن نے
قتل مین آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہین ہوسکتا مگر موقت قسم مین اور مطلق قسم مین تو حنث حالف کی آخر حیات مین ہوتا ہے
اسواسطے کہ تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہین ہوسکتی تو وصیت کیجاوے کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کر جاوے کفارہ دینے کی اور
حالف اپنی حیات مین کفارہ نہین دے سکتا اسواسطے کہ کفارہ قبل حنث کے صحیح نہین اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم
کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے کہ یمین مطلق مین حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہین ہوسکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ
عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی
وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ہو اولی من غیرہ او
غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا فبرہ اولی وآیۃ واحفظوا ایمانکم
تفید وجوبہ فتح وسیجئ عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ کے یہ ہے کہ محلوف علیہ یعنے جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے
خالی نہین کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہوچکا تو معصیت کی قسم مین حنث واجب ہے

کھاوے کہ کلام نہ کریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دونون سے ایک کی یا یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیون سے نہ بولیگا اور زید کا ایک ہی
بھائی ہی تو اُسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ اس سے معلوم ہو گیا
اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اُسکی زوجہ کی اولاد اُسکے گھر کو جاویگی سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے
گھر کو جانا تو زوج حانث نہ ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہیں کذا فے
حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل او حلال اللہ او حلال المسلمین علی حرام نزاد الکمال او الحرام یلزمنی و نحوہ فھو علی الطعام والشراب ولکن الفتوی
فی زماننا علی انہ یمین امرأتہ تطلیقۃ و ان اکثر من جمیعا بلانیۃ وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا لم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال و لذا
لا یحلف بہ الا الرجال ظہیریۃ کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھپر حرام ہی یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہی کمال الدین نے اتنا اور
بھی زیادہ کیا ہی کہ یا حرام مجھکو لازم ہو گیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہی تو بعد اس قول کے
حانث نہ ہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوے اسپر ہی کہ قائل کی عورت بائن ہو جاویگی ایک طلاق کر اور اگر اُسکی زوجات
ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہو جاوینگی بلانیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی
اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم
حلال کی طلاق مین و لہذا اس لفظ سے قسم نہین کھاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظہیریۃ وان لم تکن لہ امرأۃ وقت الیمین سواء نکح
بعدہ او لا فیمین فیکفر باکلہ او شربہ لو یمینہ علی آت ولو باللہ علی ماض فغموس او لغو ولو کانت لہ امرأۃ وقتہا فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانصرافہا
الطلاق وقد مر فی الایلاء اور اگر اُسکی عورت نہ ہو یمین کے وقت خواہ اُس نے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہ ہوگی
بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اُسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جل شانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح
کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہی تو یہ یمین غموس ہی اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہی اگر اسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اُسکی ایک
عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہو گئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اُسنے کچھ کھایا پیا تو اس اکل اور شرب
سے اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سوا اکل اور شرب کے واسطے نہین ہو سکتی اور مسئلہ تحریم
حلال کا باب الایلاء مین مذکور ہو چکا **فائدہ ضروریہ** بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہی کہ نفس وجوب
مین دونون مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبادت ہی ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنی عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے
روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہی سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کے واسطے
ہی اور اُسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہی اُسکا ادا کرنا یعنے منت کا
اُتارنا لازم نہین اور اُسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہی اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درالبحار مین مصرح بیان کیا ہی کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے
ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبرون پر جاتے ہین یون کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا
ہو جاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپ کے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کیواسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہ نذر اور منت
باتفاق فقہا باجماع علما باطل ہی بچند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہین یعنے نذر مخصوص بخدائے علیم و قادر ہی اور دوسری دلیل بطلان کی
یہ ہی کہ جنکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہی کہ ایسی نذر کرنے والون کے گمان مین یہ ہی کہ سوا خدا کے میت بھی

کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلے اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصے ہو یعنی
اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا متابعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اُسکا ادا کرنا نذر پر لازم نہ ہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہین لیکن مجانس انکی کوئی فرض
مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ ہی لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدرر اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیارۃ فرض ہی اور وہ بدون داخل
ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اُسکا جواب یہ ہی کہ طواف فرض ہی نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو
واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سرائے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر مانے گا تو لازم نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی سر شرع مین
فرض نہین کذا فی النہر و فی البحر شرائطہ خمس فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ و ان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام
لم یلزمہ شیٔ غیرہا و ان لایکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالالف ولا یملک الا المائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصۃ انتہی اور بحر الرائق مین ہی
کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہین سو مصنف نے دو شرطون پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہی کہ وہ معصیت بالذات نہ ہو تو صحیح ہی نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے
کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہی یعنے اسواسطے ممنوع ہی صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہی اور اگر معصیت بالذات
کی نذر کریگا تو صحیح نہ ہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہی کہ وہ چیز اُسپر واجب نہ ہو قبل نذر کے تو اگر فرض
حج کی نذر کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا سوائے فرض حج کے اور پانچوین شرط نذر کی یہ ہی کہ وہ چیز زیادہ نہ ہو اُس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہی یا وہ چیز غیر کی
مملوک نہ ہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہین مگر سو درم کا تو اُسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام
البحر خلاصہ یہ ہی کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون اُنکے نذر صحیح نہین شرط اول یہ ہی کہ اُسکی جنس کا فرض ہو یعنے منذور کے فرائض شرعیہ
مین اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہ ہو چوتھے یہ کہ منذور اُسپر واجب نہ ہو قبل نذر کے پانچوین یہ کہ
منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہ ہو اور غیر کا مملوک نہ ہو قلت وزاد ما فی زواہر الجواہر و ان لایکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ
و فی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی
ہی جو زواہر الجواہر مین ہی وہ یہ ہی کہ منذور مستحیل الوجود نہ ہو تو اگر کل یعنے یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود نہین
اور قنیہ مین ہی کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنے کی تو صحیح نہین جب تک اغنیاء مسافرین کی نیت نہ کرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہین مصرف
نذر کا فقیر اور مساکین ہین نہ اغنیاء ہم یہ جو ہندوستان مین رواج ہی کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سب کو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو
خلاف شرع ہی غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہین ہوتی تو اُسکا اعادہ لازم ہی اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسی ہی سید کو بھی جائز نہین نہ زکوۃ
کے غنی سے مراد بیان وہ ہی جو صاحب نصاب ہو یعنے جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے
سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہین اسواسطے
کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان یصلی علی النبی صلعم کل یوم کذا لزمہ قیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنے سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ
نذر اسکو لازم الادا ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ لازم نہین ہم لزوم نذر کی یہ وجہ ہی کہ اگرچہ نماز مین درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود پڑھنا
فرض ہی چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اسکی جنس کی فرضیت ثابت ہی اور قول ثانی کی بنا یہ وجہ ہی کہ فرضیت درود
کی قطعی نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی
وجوبا ان وجد الشرط و ان علقہ بما لم یریدہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر

انتھی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین یعنی محض ذبح کوئی فرض نہین چنانچہ خود صاحب درر نے اسکو مصرح بیان کیا ہو تو اُسکے کلام مین تناقض
ہوا انتھی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین قاضیخان سے منقول ہو رجل قال ان برئت من مرضی ہذا
ذبحت شاۃ فبرئ لا یلزمہ شیٔ الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتھی) تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بہ تصریح صیغہ نذر لازم ہو اگرچہ محض نذر یعنی ذبیحہ نہ واجب ہو
نہ فرض تو ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہو جو مصطلح ہو فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا کہ جب منذور کی اصل فرض نہین ہوگی تب نذر لازم ہوگی سو فرض سے
مراد بیان وہ ہو جو واجب کو بھی شامل ہو انتھی قول الطحطاوی ملخصًا خلاصہ یہ ہو کہ شرط لزوم نذر یہ ہو کہ اُسکے جنس واجب ہو اور فرض ہونے مین بطریق اولی نذر لازم ہوگی
تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہو مصنف اور شارح کا ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع
النوازل ووجہہ لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہو ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اُسکے گوشت کا پھر اُسنے اونٹ کے عوض سات بکریان ذبح کین تو
جائز ہو کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اُسکی مخفی نہین یعنے قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ سات بکریون کے برابر ہو وفی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت
ثم عادت لا یلزمہ شیٔ اور قنیہ مین ہو کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہو سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اسکے پھر آئی تو اُسپر
اداے نذر لازم نہین اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ عود نہ کرے سو حاصل نہ ہوا نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا لما تقرر فی کتاب
الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیٔ نذر مانی فقراے مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہو صرف کرنا فقراء غیر مکہ کی طرف اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہو چکا ہو
کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنے خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اُسمین نہین اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہو تو خصوصیت
مکان کو اسمین دخل نہین کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درم کی
روٹیان تصدق کریگا سو اُسنے روٹیون کے سواے اور کھانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چانول تو جائز ہو اگر قیمت مین دونون برابر ہون جیسے روٹیون
کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہو اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہو طعام کی کچھ خصوصیت نہین اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہو فقیر کو کذا فی المنح
نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی
تو اُسپر پے در پے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اُس مہینے مین ایکدن روزہ نہ رکھے گا تو فقط اُسی دن کی قضا کرے اگرچہ اُسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو
تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنے ایک دن کے ترک صوم سے اُسپر سرے سے روزہ رکھنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہو استقبال
اُسمین متصور نہین ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اُسنے عذر سے کھایا تو فدیہ دے اور قید عذر کی اتفاقی ہو اگر بلا عذر کھاویگا تو بھی
فدیہ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد النذر فی الملک
ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنے کی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہو مثلاً چار سو کا تو اُسپر فقط اُسی قدر کی نذر لازم ہوگی
جسقدر کا کہ وہ مالک ہو یعنے چار سو کا مثلاً یہی قول مختار ہو اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ مضاف الی سبب الملک مین تو صحیح نہ ہوگی کما
لو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون مین صدقہ ہو اور حالانکہ اُسکا کچھ مال نہین تو یہ نذر صحیح نہین بالاتفاق
بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہو اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اُسپر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ قول مذکور
مین نذر کا صیغہ نہین نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر جاز لما تقرر فیما مر نذر کی
ان سو درمون کے خیرات کی فلانے دن زید پر سو اُسنے اور سو درم کو اُسدن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا سابق
مین کہ نذر غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہین نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت کی قال علی نذر لم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کہا کہ مجھپر نذر واجب

البتہ حانث ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کھانے والا گھر سے کڑی کا گھر اوہ کریگا تو البتہ اُسکے گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت میں بیت بولتے ہیں
ام جنکے نزدیک یمین میں لغت کا اعتبار ہو اگر یون قسم کھاوے کہ گھر گرا دیگا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جنکے نزدیک یمین میں استعمال قرآن معتبر ہو اگر گوشت نکھانے
کی قسم کھا دیگا تو مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت فرمایا ہی اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہی اسواسطے کہ عرف متکلم کا عرفی بول یہ ہی جو عام
مستعمل ہی نہ لغت اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف میں مشترک ہیں وہان لغت البتہ معتبر ہی بنا بر عرف کے فتح القدیر میں مذکور ہی کہ ایک شخص نے سفیان ثوری
سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نکھانیکی سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے جواب دیا کہ ہان حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت کہا ہی
قال تعالیٰ (لتاکلوا منہ لحما طریا) پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جا اُنکے پاس اور سوال کر کہ ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے
کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے کہا کہ حانث نہ ہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیون حانث نہو گا حالانکہ حقتعالیٰ نے زمین کو فرش کہا ہی
قال تعالیٰ (واللہ جعل لکم الارض بساطا) سفیان سے اسیطرح سوال کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تو ہی نے پوچھا تھا سائل نے کہا ہان سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے
سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی عرف کیطرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض قسمین مبنی ہین لفظون پر نہ اغراض
پر ہم غرض سے مراد یہان بنیت ہی یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہین بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہی تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجکو پلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق نہ واقع
ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہی اُس قاعدہ کا جو مذکور ہو چکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لا یشتری شیئا بفلس
فاشتری لہ بدرہم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب او لا یضربہ اسواطا او لیغدینہ الیوم بالف فخرج من السطح وضربہ بعصا
نہ تو اسے پر بخیف انتشراہ بالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہی نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص
پر اور قسم کھائی کہ اُسکو ایک پیسے کی چیز نہ خرید دیگا پھر اُسنے اُسکو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہ ہوگا مانند اُسکے جس نے قسم کھائی کہ
دروازہ سے نہ نکلے گا یا اُسکو کوڑے سے نہ مار یگا یا اُسکو اول روز ہزار درم کھلا دیگا پھر قسم کھانے والا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور اول
روز ایک روٹی کھلائی جسکو ہزار درم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہی نہ عموم غرض کا سو اگرچہ متکلم
کی غرض پہلی صورت میں رہنا ہی گھر کا اور دوسری صورت مین نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت مین کثیر القیمت غذا کھلانا ہی لیکن چونکہ یمین
مین لفظ معتبر ہی نہ غرض لہذا حانث نہ ہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینہ بغین معجمہ و دال مہملہ ہی اور بعضے نسخہ مین بذال معجمہ ہی غذا سے اور بعضے
نسخے مین بجاے لعصا کے لعبدہ ہی مگر نسخہ لعصا اظہر اور موافق ہی تلخیص جامع اور بحر الرائق کے الا فی مسائل حلف لا یشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر بخلاف
البیع اشباہ یمین مین اعتبار لفظ کا ہی نہ غرض کا مگر چند مسائل مین غرض معتبر ہی نہ لفظ جیسا کہ قسم کھائی کہ اُسکو دس درم سے نہ خرید یگا تو گیارہ درم سے
خرید کرنے مین حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہی کہ دس درم اور زیادہ سے نہ خریدکرے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنے اگر قسم کھائی کہ
دس درم سے نہ بیع کریگا پھر اُسنے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہ ہوگا اسلیے کہ غرض بائع کی یہ ہی کہ زیادہ دس درم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی
لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاریٰ والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ فی حلفہ
لا یدخل بیتا لانہا لم تبن للبیتوتۃ نہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ بیت مین نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاریٰ کے عبادت خانہ اور یہود کی
عبادتخانہ اور ڈیوڑھی اور چھتے کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ
مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع نہین اور بیت اُسکو کہتے ہین جو شب باشی کے واسطے موضوع ہو ہم اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جسمین شب باشی ہوتی ہو یا
چھتا گھر کے اندر لائق رہنے کے ہو تو اُسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری مین ہی کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہی جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

چنانچہ اسکی تفصیل سابق مین مذکور ہوچکی اور بحر الرائق مین معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہو لیکن انہین نہر الفائق مین اعتراض کیا ہو کہ بیت معین اور
غیر معین مین کچھ فرق نہین جبکہ وہ شب باشی کے لائق ہو قید بہذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ہذہ حنث بدخولہا علی ای صفۃ کانت کہذا المسجد فخرب لبقائہ مسجدا الی یوم
القیمۃ یعنی شارح کہتا ہو مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لیوے یعنی یون کہے
کہ اسمین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہووے اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بنگئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد مین یعنے قسم
کھائی کہ اس مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہو اگرچہ وہ ویران
ہوجاوے اور یہ قول ہو ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہو ولو زید فیہ حصۃ فدخلہا لم یحنث ما لم تقل مسجد ابنی فلان فیحنث وکذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی
الزیادۃ بدائع وبحر اور اگر مسجد مین کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کرادیا گیا تو اسکے دخول سے حانث نہ ہوگا جب تک یون نہ کہے کہ فلانے قوم کی مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر
جبکہ اسطرح کہیگا تو اسکی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہو دار کا درصورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہو اضافت پر
یعنے فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہو اس زیادتی مین جو مسجد مین داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی ہذہ الاسطوانۃ او الی ہذا الحائط
فہدما ثم بنیا ولو نقضہما او لا یرکب ہذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کی طرف نہ بیٹھیگا پھر دونو
منہدم ہوگئے بعد اسکے بنائے گئے اگرچہ انکو دوبارہ اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہ ہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اسی
کی لکڑیون سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی کما لو حلف لا یکتب بہذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم ومتی زال بطلت
الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غیر تراشے کا
نام قلم نہین ہوتا بلکہ اسکو نے کہتے ہین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی م طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدلگیا
کہ اسکو ٹوٹا قلم کہتے ہین تو نام زائل نہ ہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا والواقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص
کہ چھت پر کھڑا ہو وہ گھر کے اندر داخل ہو فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر
کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک وفی الکمال یحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر مین جمع
بین القولین کیا ہو حنث کو اس چھت پر محمول کرکے کہ جسکے گرد پردہ ہو دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہو یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہو تو اسپر قائم ہونے
سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اسپر پردہ نہین تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہو اس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہو اور
یہ امر نیچے اور اوپر دونون درجون مین حاصل ہو اور اگر چھت پر احاطہ نہین تو یہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ
الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانے والا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اسکو داخل دار نہین کہتے علامہ مسکین نے
کہا اور اسی قول پر فتوی ہو م حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا بے معنی ہو مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا
حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بہا اہل الدار اور بحر الرائق مین ہو کہ مصنف
کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث
نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہو سب صورتون مین اسلیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والیکو عرف مین داخل دار نہین کہتے چنانچہ
اگر گھر کے نیچے باہر سے تہخانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اسکے پانی سے اندر کی جانب منتفع نہوتے ہون تو اس تہخانہ اور

پرسقف کے ٹھنے سے گھر میں داخل ہونا نہیں گنتے وقال ولو قام المسجد فسکن فدخل لم یحنث ولو نسیِن مسجد بدائع صاحب بحرالرائق نے ذکر کیا کہ فقیہ
ابواللیث نے ذکر کیا کہ اشارات میں مسجد کو بھی قرار دیا ہے اگر مسجد پر رہنے کا مکان ہو سو اسمین جاوے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہیں کذا فی البدائع ولو نیتہ
الدخول بالباب حنث بالجانب ایضا ولا دخل من غیر الباب بالاتفاق بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار میں باب کی قید لگا لی یعنے یون کہا کہ اس
گھر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو سوائے دروازہ کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اسوقت حانث نہ ہوگا جبکہ دروازہ
کو دیانۃ معین کر دیا ہو کذا فی البدائع مع نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑ دی گئی ہو کذا فی الطحطاوی ولو وقف بقدمیہ علی طاق
الباب ای عتبتہ بحیث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بحیث لو اغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے
دونوں قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر
دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ گھر میں نہ داخل ہوگا مع طاق باب اور عتبہ اور اسکفۃ الباب آستانہ ہے جسکو دہلی ہند
دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہیں ولو کان الحالف علیہ الخروج انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کھائی کہ وہ اس
گھر سے باہر نہ جاویگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہ ہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ
نبیارجعال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط مین ہے قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نہ جاویگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو اس
حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت دار کے ہے مع شارح نے استدراک کیا حکم باب
کا یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کا کھڑا ہونے والا ابھی خارج نہیں مگر یہ کہ عرف کو فارق کیجیے کذا فی الطحطاوی وہذا الحکم المذکور اذا کان
الحالف واقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب
الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا ہو الصحیح ظہیریۃ لان الانفصال التام لا یکون الا
بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کھانے والا اپنے دونوں قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک قدم
سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونوں طرفین خارجی اور داخلی برابر ہوں یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہ ہوگا عدم
دخول کی قسم میں اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اور دوسرا
قول یہ ہے کہ کسی طرح حانث نہ ہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونوں قدم کے نہیں ہوتی
اور ایک قدم کے رکھنے میں اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگا رہتا ہے مع ودوام الرکوب واللبس والسکنی
کالانشاء فیحنث بمکث ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایکساعت کے توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر
سوار نہوگا اور حالانکہ اسپر سوار ہے یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہے یا قسم کھائی کہ اس حویلی میں نہ سکونت کریگا حالانکہ اسمین ساکن ہے
تو اگر بعد اس قسم کے ایکساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اتاریگا یا گھر سے باہر نکل نہ جاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجائے
انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابطۃ ان ما یمتد فلدوامہ حکم ابتدائہ
والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کے مانند نہیں اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب
اور لبس اور سکونت کے تو اسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہیں مانند دخول وغیرہ کے اسکے دوام کو ابتدا کا حکم نہیں تو
اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہوگا حالانکہ اسمین داخل ہے یا اس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہے یا اس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اسکی منکوحہ ہے

یا وضو نکریگا حالانکہ وہ با وضو ہو تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہو کہ ایکساعت بعد قسم کے انکی حالت پر باقی رہے کذا فی النہر

وہذا لو الیمین حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب دوام لزمتہ طلقۃ ودرہم ولو کان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرہم اور یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اس شرط پر ہو کہ حالت دوام مین قسم ہوا ور اگر قبل اسکے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اُسنے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہی یا مجھپر ایک درم واجب ہی تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اُسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اسپر ہر ایک ساعت مین جسمین سواری سے اُترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی النہر عن المجتبی قلت وفی عرفنا

لا یحنث الا بابتداء الفعل فے الفصول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا المجتبی صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتدا فعل سے سب افعال مذکورہ مین اگرچہ نیت نہ کرے اور اسی کی طرف ہمارے اُستاد نے میلان کیا ہو حم یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہ ہو بہر صورت دوام فعل کو ابتدا فعل کا حکم نہین تو عرفاً حانث نہوگا مگر ابتدا فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسکی مؤید ہو کذا فی النہر حلف لا یسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتی لو بقی وتد حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اس گھنے محلہ مین سکونت نہ کریگا سو خود حالف وہانسے نکل گیا اور اُسکا اسباب خواہ اُسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہانتک کہ اُسکے اسباب مین سے ایک منیخ بھی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہی بقار متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین رہتے ہین لیکن وہین کے کہلاتے ہین جہان اُنکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہو حم واہلہ کا واو بمعنی او ہی لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اسواسطے کہ بقائے متاع اور بقائے اہل ہر ایک علت مستقلہ ہو حنث کی کذا فی النہر واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنی وہو ارفق وعلیہ الفتوی قال العینی ولو انتقل الی سکۃ او مسجد علی الاوجہ قال الکمال واقرہ فی النہر اور اعتبار کیا ہو محمد رحمہ نے نقل اسباب خانگی مین اُسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہو اور اسی پر فتوی ہو بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اُٹھالیجانا بقول محمد ترک سکونت کیواسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہو کمال الدین نے اور قائم رکھا ہو اُسکو نہر الفائق مین حم نہر الفائق مین کہا کہ ہم مین کیواسطے نقل متاع اور اہل کافی ہی خواہ یہ نقل کسی حویلی کی طرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہی بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا لو الیمین بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ بر بخروجہ بنفسہ اور یہ یعنے بقائے متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہو کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلقۃ او لم یمکنہ الخروج ولو بدخول لیل او غلق باب او اشتغل لطلب دار اخری او دابۃ فان بقی ایاما او کان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آگئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اس تلاش مین اپنی گھر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اُسکے اُٹھالیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اُسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تھا ان سب صورتون مین حانث نہ ہوگا ولو نوی التحول بیدنہ دین وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے بدن کا اُٹھ جانا مراد لیا ہو تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث مین کافی ہی بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گانون مین

ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت تریدالمسجد ثم بدا لہا فذہبت لغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہ ہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گھر سے مگر جنازہ کی طرف
اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اسکی طرف ارادہ کر کے اپنے گھر کے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع
مین مصرح ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہی سو وہ مسجد کا ارادہ کر کے نکلی پھر بعد خروج کے اُسکے یہین آیا سو غیر
مسجد کی طرف چلی گئی تو مطلقہ نہوگی ہم اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازے سے جدا ہونے کیوقت اسکو غیر مسجد مقصود نتھا اگرچہ
بعد خروج کے کہین اور چلی گئی ثم اتی امرا آخر لان الشرط فی الخروج والذہاب والرواح والعیادۃ والزیارۃ النیۃ عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان کیسی نے
قسم کھائی کہ سوائے جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور
زیارت مین نیت شرط ہی دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہونچنا مقصود کیطرف شرط نہین مگر اتیان کی لفظ مین البتہ وصول مقصود شرط ہی انفصال
کیوقت نیت ہو یا نہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اکلام شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر عبادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہ ہوگا مریض کے گھر تک پہونچے یا نہ پہونچے
حالانکہ بحرالرائق سے یون مستفاد ہوتا ہی کہ اُسکے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہی فلو حلف لایخرج اولایذہب الا
الی مکۃ فخرج یریدہا ثم رجع منہا قصد غیرہا ام لا لم یحنث اذا جاوز عمران مصرہ علی قصدہا ان بینہ وبینہا مدۃ سفر والا حنث بمجرد انفصالہ
فتح بحثا سو اگر قسم کھائی کہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اُسکے قصد پر پھر اُسکی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا
فی النہر تو حانث ہوگا جبکہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اُس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی ہو یعنے تین منزل یا زیادہ اور اگر
دونون مین اتنا فاصلہ نہوگا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا
تجویز ہی صاحب بحر کی ہم صاحب بحرالرائق نے کہا کہ لفظ رواح مین مین نے اپنے علما کی تصریح نہین دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن
ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہی خواہ اول شب مین ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر مین اسکی رواح حکم لایذہب کے ہوگا
فتح القدیر مین ہی کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہی اسواسطے کہ مکہ کیطرف جانا بلاشبہہ سفر ہی لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی وفیہ حلف لیخرجن
مع فلان العالم الی مکۃ فخرج معہ حتی جاوز البیوت بر اور فتح القدیر مین ہی قسم کھائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اُسکے ساتھ نکلا
یہانتک کہ گھرون سے باہر ہو گیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک نجاوے اور پھر آوے وفی لایخرج من بغداد فخرج مع جنازۃ والمقابر خارج بغداد
حنث اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہی تو حانث ہوگا وفی لاایتہا لایحنث الا بالوصول
لما مر والفرق لایخفی اور یون قسم کھائے مین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان مین وصول شرط ہی
اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین ہم بحرالرائق مین ہی کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہی کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث
کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہی خروج کی اور اتیان عبارت ہی وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیۃ الحلبی
کما لایحنث لو حلف ان لاتاتی امراتہ عرس فلان فذہبت قبل العرس وکانت ثمہ حتی مضی العرس لانہا ما اتت العرس بل العرس اتاہا
ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کھاوے کہ اُسکی زوجہ مثلا زید کی شادی مین نہ آویگی سو اُسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے
گھر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہو گئی اسواسطے حانث نہ ہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اُسکے پاس آئی یعنی اُسکی موجودگی مین
شادی ہو گئی کذا فی الذخیرہ حلف لیاتینہ فہو ان یاتی منزلہ او حانوتہ لقیہ ام لا قسم کھائی کہ اُسکے پاس جاویگا تو یہ اتیان اُسکے گھر یا دوکان
جانے سے عبارت ہی خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہ ہو یعنے اگر اُسکے گھر یا دوکان مین گیا تو حانث ہوگا ملاقات اسمین شرط نہین ہو یا نہو ولو لم یاتہ

دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن
نکلنے سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک سقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے
کہا کہ جو بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجھکو اجازت دی ہی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہو جاتا ہی اور اگر بعد اس اذن عام کے اُسکو منع کریگا نکلنے
سے تو صحیح ہو امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الولوالجیہ ۔ فی الصیرفیہ حلف بالطلاق لا ینقل اہلہ لبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا باذنہ فنقل لم
لا یحنث اور صیرفیہ مین ہی کہ قسم کہائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر مین نہ لیجاویگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن خود بھیجا
بھیجا سو وہ اُسکی اہل کو اُسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہوگا اس لیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہین ہو جاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو
کذا فی النہر بخلاف قولہ الا ان اوحتی اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ مین تجھکو اذن دون یا نہ نکلیو تا انیکہ مین تجکو اذن
دون سو اسواسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہی و لا تخرجی الا باذنی مین ہر بار اجازت مشروط ہی اسواسطے کہ استثنا مفرغ ہی اور مستثنی اخروج مقرون
بالاذن ہی بخلاف لا تخرجی حتی اذن لک کے کہ اسمین اذن غایت ہی خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہی ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت
کو واسطے موضوع ہونا تو صریح ہی اور الا ان بمعنی حتی ہی مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی
نیت کریگا تو اُسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہی تعدد کا اور اسمین خود اُسکی ذات پر تشدید ہی کذا فی النہر حلف لا یدخل دار فلان
یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفا ولو تبعاً او باجارۃ قسم کہائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین مثلاً زید کے گھر مین تو مراد اُس سے سکونت کی نسبت ہی طرف زید کے بنا بر عرف کے
اگرچہ سکونت اُسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گھر مراد ہی جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا بکرایہ و سکونت
اُسکی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی مان کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہو نہ بالاصالت ہر صورت جس گھر مین
زید ساکن ہوگا اُس گھر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہی اور اسمین وہ نہین رہتا ہی تو اُسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار
عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فرداً من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار مسکونہ مراد ہی باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہی کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہی
افراد مجاز سے یعنی مجازی معنے ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اُسمین داخل ہو جاوین چنانچہ یہان دار مسکونہ مین دار مملوکہ داخل ہی شارح نے اشارہ کیا کہ یہان
جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم مجاز مراد ہی او حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث
بدخولہا مطلقاً ولو حافیاً او راکباً لما تقرر ان الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یون قسم کہائے کہ پانو
قدم نہ رکھیگا فلانے کے گہر مین تو حانث ہوگا اسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہو چکا ہی کہ جب حقیقت
متعذر یا متروک ہوتی ہی تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہی یہانتک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونون قدم گھر کے اندر رکھے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین
اگرچہ وضع قدمین ثابت ہی لیکن اسکو دخول نہین کہتے ہم خلاصہ یہ ہی جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار
ہو سکنے مین باوجود وضع قدم نہین لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت مین ہر چند وضع قدم ہی لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اسکے
باب مین معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلاً فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فوراً لان قصدہ
المنع عن ذلک الفعل عرفاً ومدار الایمان علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا وکانوا قبلہ یقولون مؤبدۃ او موقتۃ اور اس قول مین کہ اگر تو نکلے تو تو طالق ہی
یا تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہی یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرتے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہی حنث کی اسواسطے کہ قصد متکلم کا روکنا ہی
اسوقت کے فعل سے جسکے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہی باعتبار عرف کے اور مدار قسمون کا عرف پر ہی اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین امام اعظم ابو حنیفہ یمین فور کے اظہار مین

متقرر ہوئے اور کسی تجھ سے لگے تو حانث نہین کہ ان مسئلون مین عم جب وجہ سے منع کرتے تھے تا نفس کو ادب دے [illegible]
زوجہ مذکور کسی وقت تو زوج حانث ہوگا وجہ مختلف ہو جاتی ہے اور اگر زوجہ فورًا نکلی کیونکہ اس کو بہت تفریح ہو تو حنث ثابت ہوگا مین [illegible]
ہو حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور آئمہ ثلاثہ مین دوسری بات تھی ایک مین مطلق اور دوسری مین مقید اور مین فوری تفرقہ [illegible] مین مسئلہ [illegible]
مین مقید ہونے سے حکم حدیث جابر سے ثابت ہوا کسی سے روایت تھی انھون نے نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اسکے نصرت کی تو حانث ہونے کا [illegible] فتحسین
اور بحرالرائق مین [illegible] سے منقول ہو کہ امام اعظم سے پہلے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکھے اور اسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی [illegible] بعد کے مجتہدون نے
مخالفت کی تو سب علماء اس مسئلہ مین عیال ہین ابو حنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ مین عیال ہین امام اعظم کے کذا فی الفتح چنانچہ امام شافعی نے ارشاد فرمایا
ان الناس عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ وکذا فی [illegible] فان تغدیت [illegible] بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الغداء المدعو الیہ اور
اسی طرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کھانا کھاؤن تو ایسا ہے کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آمیرے ساتھ اول روز کا کھانا شرط ہو واسطے حنث کے
طالب کے ساتھ وہی طعام کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب سادہ سوال کا متضمن ہوتا ہو تو اسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا تاکہ مطابقت واقع ہو
سوال اور جواب مین وان ضم الیہ ان تغدیت الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادتہ علی الجواب فجعل مبتدیا اور اگر جواب مین لفظ
الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کھانا آج کھاؤن یا تیرے ساتھ کھاؤن تو میرا غلام آزاد ہو تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے
گھر مین کھاوے خواہ اسکے ساتھ دوسرے وقت کھاوے بہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ جز ملانے سے تو دوسرے سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا
کہ ماتن کو لازم تھا کہ ابتدا [illegible] کی کتاب جیسے صاحب کنز نے کہا ہو اسواسطے کہ جب لفظ مع کا سوال مین ہو اور مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی لازم
آتی فی [illegible] الاشباہ ان للتراخی الا بقرینۃ الفور [illegible] طلب جماعها فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ
کی کتاب الطلاق مین ہو کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہو مگر بقرینہ فور البستہ فور کے واسطے ہوتا ہو اور از قبیل فور کے یہ مثال ہو کہ زوج نے اپنی زوجہ
سے جماع کی خواہش کی سو اسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھ کوٹھری مین تو تجکو طلاق ہو پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی زوجہ
تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلاۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلاۃ المکتوبۃ
او اشتغلت بالصلاۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحرالرائق مین محیط سے منقول ہو دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسی طرح
اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع سرعت کا نہین
شرعا اور اسی طرح عرفا یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آوگی میرے ساتھ تو تجکو طلاق ہو سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین
مشغول رہی اور پھر اسکے بعد داخل ہوئی تو زوج حانث ہوگا اسنے توقف عذر ہی سے مرکب العبد الماذون والمکاتب لیس للمولی فی حق الیمین
الا اذا نوی [illegible] لکن دینہ مستغرق فلا [illegible] تحنیثہ سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اسکے مالک کی یمین مین اسکے حق مین گویا سواری
سے نہین ہو مگر [illegible] قرض مستغرق نہ ہو اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اسوقت مین حانث ہوگا لیکن اگر قسم کھائی کہ مثلا زید کی سواری پر سوار
نہوگا پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہو تو
حانث نہوگا اگرچہ اس سواری کی نیت کر چکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی الفتح حلف
لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیر او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ [illegible] قلت
وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الہند للتعارف قال المصنف قسم کہائی کہ سوار نہوگا تو یہ قسم اسپر محمول ہو جسپر لوگ باعتبار رواج کے

سوار ہوتے ہین گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہ ہوگا بنا بر استحسان کے
کہ یا اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہی اور لائق ہی حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام مین اور
ہاتھی کے سوار ہونے سے ہندوستان مین بسبب رواج کے ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہ گدھے پر سوار ہونے سے عرب مین حانث ہوگا لیکن
ہند مین حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہین لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہونگے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہین اور چونکہ گھوڑے اور
ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی وغیرہ پر ہند مین سوار ہونا رائج ہی تو عدم سواری کی قسم سے اگر ان سواریون پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی دابۃ

او حلف لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعم ہذا لو کلامہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال
اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہین جیسے اس قسم مین حنث نہین کہ سوار نہ ہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ
برذون پر سوار نہ ہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب مین فرس عربی گھوڑے کا نام ہی اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہی اور خیل کا لفظ دونون
کو عام ہی یہ عدم حنث اُس صورت مین ہی جب کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو اسطرح پر کہ براسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال مین
حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونون کو شامل ہی ہم فارسی کے مانند ہندی مین بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ مین نہین

ولو حلف لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی ویحنث بالو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا یا
مرکب پر سوار نہ ہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور کے باب مین قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ
حیوان یا دابہ پر سوار نہ ہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث ہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہی اکل اور شرب اور کلام کی قسم مین ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف کخبز وفاکہۃ مضغ اولا ہی وان ابتلعہ من غیر مضغ پھر
دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہی پیٹ مین پہونچانے سے اُسکو جو چبانے کے لائق ہی بواسطے اپنے منہ کے جیسا کہ پہونچانا روٹی اور میوہ کا خواہ
چباوے یا نہ چباوے یعنی اگرچہ بدون چبانے نگل جاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء وعسل اور شرب یعنی
پینا عبارت ہی پیٹ مین پہونچانے سے اسکو جو لائق چبانے کے نہین از قسم پتلی چیزون کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ مین پہونچانا بواسطے منہ کے یہ
حقیقت ہی شرب کی تو ناک سے پانی کھینچکر پیٹ مین لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ مین پہونچانا شرب نہین ففی حلفہ لا یاکل بیضۃ حنث ببلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو
اس قسم مین کہ انڈا نہ کھائیگا اُسکے نگلجانے سے حانث ہوگا ہم انڈے کے مانند بادام اور پستہ ہی طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہی اسواسطے کہ کچا
انڈا لائق چبانے کے نہین وفی لا یاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو مصہ ورمی ثفلہ حنث بدائع اور اس قسم مین کہ انگور نہ کھاویگا اُسکے
عرق چوسنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہی سوائے اکل اور شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اُسکے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع
اسواسطے کہ چھلکا چبانے کے لائق ہی لکن فی تہذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا لا یحنث بمصہ وفی عرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب مین ہی قسم کھائی کہ شکر نہ
کھائیگا تو اُسکے چوسنے سے یعنی اور اُس لعاب نگلنے سے حانث نہ ہوگا اور ہمارے عرف مین یعنی مصر کے رواج مین حانث ہوگا ہم اصل استدراک یہ ہی کہ بعضے
عرف مین چوسنے کو کھانا کہتے ہین تو بموجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق مین حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم لمجرد معرفۃ الطعم
وصل الی الجوف ام لا والاکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنی چکھنا تو عبارت ہی منہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کو واسطے خواہ پیٹ مین وہ چیز
جاوے یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہی اور اُسکو بالعکس نہین یعنے ہر ذوق اکل اور شرب نہین تو اکل اور شرب مین اور ذوق مین عموم خصوص مطلق

سے اور دوسری صورت مین خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت مین چکّا وہی کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی بسریت اور رطوبت اور لبنیت
باعث ہوتے ہین قسم کھانے کے باختلاف اسرجہ تو اُنہی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت مین کیونکر حانث ہوگا ھم شیراز عبارت ہی زائب سے
یعنی دودھ کو جوش کرکے اُسکا پانی نکالا جاے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر مین ترشی کا ہونا بھی شرط ہی لہذا مترجم
نے شیراز کا ترجمہ وہی کیا بخلاف لااکلم ہذا الصبی او ہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ اولا یاکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث
لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا اُسکے بڑھے ہونے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے
بچہ کو نہ کھاویگا پھر اُسکو کھایا جبکہ وہ جوان مینڈھا ہو گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہین ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم
شرعًا ممنوع ہی تو مانع ہی عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہین ہوسکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے
زیادہ تر مرغوب ہوتا ہی حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبے کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت
الیمین ومالا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہی کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہی
طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہی معرفہ اور نکرہ دونون مین تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاویگی اور جبکہ محلوف علیہ ایسی
صفت کے ساتھ ہی جسکو لیاقت نہین داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ مین ہوگا چنانچہ (لااکلم صبیا فکلم شابا) مین نہ معرفہ مین چنانچہ اشارہ سابقہ مین یعنے
لااکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لااکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لایحنث لانہا صفۃ داعیۃ الی الیمین اور مجتبی مین ہی قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا
پھر اُسکا جنون جاتا رہا اور حالف اُس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حالف اُس سے بولا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جنون اور
کفر ایسی صفت ہی کہ عدم تکلم کی باعث ہی تو اسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وفی لااکلم رجلا فکلم صبیا حنث وقیل لا کلااکلم صبیا وکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا و فتی
الی ثلثین فکہلا الی خمسین فشیخ اور اس قسم مین کہ مرد سے بات نہ کریگا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہی باعتبار لغت کے
کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہ ہی کہ حانث نہوگا اور یہی قول حق ہی اسواسطے کہ عرف مین رجل صبی کو شامل نہین کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال مین حانث نہین قسم
کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پھر اُس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہین تیس برس تک پھر تیس برس کے
بعد پچاس تک اُسکو کہل یعنے ادھیڑ بولتے ہین پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہین یعنے بڈھا ولا یاکل ہذا العنب فصار
زبیبا ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر ما لا یحنث بہ یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہو گیا تو اُسکے کھانے سے حانث
نہوگا شارح کہتا ہی کہ یہ مثال اور اُسکے بعد کی مثالین مصنف کے قول مین ہذا البسر پر عطف ہین جس سے حالف حانث نہین ہوتا ولا یاکل
ہذا اللبن فصار جبنا اولا یاکل من ہذہ البیضۃ فاکل فراریجہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ کھاویگا
پھر وہ پنیر ہو گیا یا اس انڈے کو نہ کھاویگا پھر اُسکے بچے کو کھایا شارح کہتا ہی مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون مین اسیطرح فراریجہا کا لفظ ہی
اور متن کے نسخون مین جو شرح سے مبرا ہین اُنمین فرخہا کا لفظ ہی اولا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا
او مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہو گئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زردآلو ہو گیا
تو اُسکو کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت وان ضم الیہ
شی من السمن او غیرہ بحر وفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شیء یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحلف علی کلہ
والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نہ کھاویگا سو اُس نے حیس کو کھایا یعنے کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ حیس

حالف کی واقع ہوئی ہو وفی الخانیۃ الراس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ میں ہو کہ سر اور پایے گوشت ہیں اکل کی یمین میں نہ مول
لینے کی یمین میں یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کلے پایے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدیگا تو اُنکے مول لینے سے حانث
نہوگا ومن لایاکل من ہذا الحمار تقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا تقع علی صیدہ اور اس قسم میں کہ اس گدھے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی کرایہ پر واقع ہوگی
یعنے اُسکا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع
ہوگی کذا فی النہر ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہیں گائے بھینس کو یعنے اگر قسم کھائی کہ گائے یا بیل کا گوشت نہ کھاویگا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث
نہوگا کروہ دوسری قسم ہے ولا یحنث بالاکل النی ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کچا گوشت
کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کھانے کی عادت نہیں اور نہر الفائق میں مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گائے چڑیوں کے
گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء
اتفاقا لا بما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم میں کہ چربی نہ کھاویگا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہ ہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین کہ
اُنکے نزدیک اُسکے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتونکی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانے
سے باتفاق حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ چربی نہیں کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری میں ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت مخلوط ہے اور اگر چربی کو گوشت
سے علیحدہ کیا تو اُسمیں امام سے روایت نہیں اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اُسکے کھانے سے حانث نہ ہو اور اگر فارسی زبان میں ہو تو حانث نہوگا اسواسطے
کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہیں والیمین علی شراء الشحم وبیعہ علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اُسکے کھانے کی یمین کے مانند ہے حکم
میں اور خلاف صاحبین میں کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خرید نہ کریگا تو اُس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنے
پیٹ اور انتڑیوں کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالیۃ فی حلفہ
لا یاکل اولا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم میں کہ چربی یا گوشت نہ کھاویگا یا خرید نہ کریگا دنبہ کی چکتی کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی اور
گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا لو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیۃ فلا
یحنث الا بالنیۃ فتح اور اس قسم میں کہ اس گیہوں کو نہ کھاویگا اُسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہ ہوگا مگر بعینہ گیہوں کے چبانے سے حانث ہوگا
اگر گیہوں بھونے ہوں جیسے اُبالے گیہوں چبانے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف میں اور کچے گیہوں چبانے تو حنث نہیں مگر کچے کی نیت سے کذا فی
فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسألۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ ویشیر بصبرۃ وہی مسألۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا
کیف کان ولو نیۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا نحو الخبز اور نہر الفائق میں کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ
یہ کہ کہے کہ اس گیہوں کو نہ کھاویگا اور اشارہ کرے گیہوں کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہے دوسری وجہ یہ کہ اسکو نہ کھاویگا بدون ذکر کرنے
گیہوں کے تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہوں کھاوے یا اُسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہوں نکھاویگا
بلا اسم اشارہ تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرع لم یحنث بالخارج اور اگر
محلوف علیہا نے گیہوں کو بویا تو اُسکے کھیت سے جو گیہوں پیدا ہونگے اُنکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ
کعصیدۃ وحلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق میں یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاویگا تو حانث ہوگا اُن چیزوں کے کھانے سے جو
آٹے سے تیار ہوتی ہیں چنانچہ روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح میں چنانچہ اُسکی وجہ بعینہ

کما مر والراس ما یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبارا للعرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر میں بکتا ہو باعتبار عرف کے تو قسم کھائی کہ سر نہ کھاویگا تو
اُس سر کھانے سے حانث ہوگا جو اُسکے شہر میں بکتا ہو امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے
کہ فقط بھیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے ہے یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہیں تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق
عادت ہر شہر کے فتویٰ دے کذا فی النہر والفاکہۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوہا اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اسکے جیسے انجیر اور شفتالو
اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ میوہ اسکا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہو کر بطریق
تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں آم اور جامن اور فالسہ اور [illegible] اور نارنگی اور شیرین لیموں اور گنا اور
بیر میوہ میں داخل ہیں کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہیں لا العنب والرمان والرطب خلافا لہما اختلاف عصر وزمان فالعبرۃ للعرف فیحنث باکل ما یعد فاکہۃ عرفا
ذکرہ الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور خرما میوہ نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہیں اور یہ اختلاف امام
اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہے اور قسم میں اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اُسکے کھانے سے جسکو عرف میں میوہ شمار کرتے ہوں یہ شمنی نے
مذکور کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مسلم رکھا ہے والحلوی ما لیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اُسکو کہتے ہیں جسکا
ہمجنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے جو اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور
شکر کی کوئی قسم ترش نہیں اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاویگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا ہوتا ہے خبیص اُس حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور اور
گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس ففی بلادنا لا حنث فی فانیذ وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت
میں لوگون کے عادات پر اعتماد ہے سو ہمارے شہرون میں تو فانیذ اور شکر کے کھانے سے حنث نہیں ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ظہیریہ سے نقل
کیا ہے جو اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن میں مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہے
لیکن حانث نہوگا اسواسطے کہ عرف میں شہد اور شکر کو حلوا نہیں کہتے ہیں فانیذ ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ کذا فی البحر الرائق میں ہے کہ حلوا اور حلاوا اور
حلوا ایک ہی چیز ہے لیکن ہمارے عرف میں حلوا شہد کو کہتے ہیں جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اسکو کہتے ہیں کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ
پر پکایا جاوے تا گاڑھا ہو جاوے کذا فی المنح ہم ہندوستان کے عرف میں حلوا عبارت اُس سے ہے کہ میدہ یا انڈے یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ
اُسمیں میوے مخلوط ہون یا نہ ہون والادام ما یصطبغ بالخبز ای اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے
جسمیں روٹی ڈوبے اصطباغ خبز اسوقت صادق ہوتا ہے جب روٹی کسی چیز سے بھگاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے کہ گھل جانے نمک کے
منہ میں تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے جو شارح نے یہ نمک داخل کیا ہے سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اسکا نام ہے جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک
چیز ہے اسمیں اختلاط کہاں جواب دیا یون کہ نمک منہ کے اندر گھل کر روٹی سے ملجاتا ہے تو سالن کہنا اُسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا
اور پنیر ادام نہیں امام اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز نہیں جسمین روٹی ڈوبے کذا فی المنح وقال محمد ما یوکل
مع الخبز غالبا وبہ یفتی کما فی البحر عن التہذیب اور محمدؒ نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہے جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہے یہی قول امام محمدؒ کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحر الرائق
میں تہذیب قلانسی سے منقول ہے اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ قول محمدؒ کا ماخوذ ہے اور محیط میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی کو لیا ہے اسواسطے
کہ ادام مواومت سے ہے اور مواومت بمعنی موافقت کے ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور [illegible]
اسکے تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام میں داخل ہیں کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ وبقل سائر الفواکہ

بقل

پھر اسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہی تو مصر مین اُنکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہی اور اسیطرح اہل شام لیطور اور غدا کا وقت جدا جدا
کہتے ہین م اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہین تو اہل ہند کا غدا اکثر
پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہی ثم لا بدان یکون مما یتغذی بہ اہل بلدہ عادۃ پھر تغذی مین یہ ضرور ہی کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت
کے کھاتے ہون و غدا کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا حتی لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری تملی اور ہر شہر مین اول روز کے کھانے سے
وہ کھانا مراد ہی جو وہانکے لوگون مین رائج ہو یہانتک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہو جاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی
شرح الزیلعی م اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیون کی غذا اکثر دودھ ہی اور وہانکے شہریون مین یہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کھجور سے پیٹ بھریگا
تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم عرف کے والتعشی منہا الی الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوۃ العصر قلت وہو فی عرف
مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنے آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہی آدھی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہی کہ
ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہی شارح کہتا ہی اور یہی مصر اور شام مین عادت ہی م اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات
گذرنے تک معمول ہی والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحر کہی اور سحری وہ کھانا ہی آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک
قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای
شئ اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل میاہ العالم حتی لا یحنث اصلا لبنیۃ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر مین کھاؤن یا پیون یا لکھ اگر
مین پہنون یا نکاح کرون اور مانند اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو تو میرا غلام آزاد ہی اور نیت کی قائل نے معین
چیز کی یعنے روٹی کی اکل مین اور دودھ کی شرب مین اور روئی کی لبس مین مثلا تو اُسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا ہر چیز کے
کھانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کھانے
اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تا کہ اصلا حانث نہ ہو تو صحیح ہی بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنے فعل مین عموم تو ثابت تھا اُسکو
اُسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم لان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال
عنیت شیا دون شئ لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنے یون
کہا کہ اگر مین طعام کو کھاؤن یا پینے کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی جب کہ قائل یون کہے کہ مین نے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ
کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اُسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہی تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہی سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ
سیاق نفی مین عام ہوگا م شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہی تو حالف کا یون کہنا کہ ان لبست ثوبا گویا یہ ہی لا البس ثوبا کی طرح لیکن یہ تاویل خلاف
ظاہر ہی لہذا قاضی اُسکو قبول نہ کریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص
الجنس کحبشیۃ او عربیۃ لا الصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورتین بدون
ملفوظ بھی نیت صحیح ہی تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی
یا بصری عورت کذا فی الفتح م یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکھون تو غلام آزاد ہی پھر اُسنے خروج سے سفر کی نیت اور
مساکنت سے ایک کوٹھری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہی اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہی سفر کے واسطے اور غیر سفر کیواسطے اور مساکنت بھی
کئی طرح کی ہوتی ہی یعنے ایک کوٹھری مین ساتھ رہنا یا ایک گھر مین یا ایک شہر مین اور فعل محتمل ہی تنویع کا تخصیص کا اور اسی طرح اگر اُسنے حلف کیا

پیے گا تو حانث نہ ہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے
منقول ہے کہ کرع متحقق نہیں ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی میں لیکن قہستانی میں کشف سے منقول ہے کہ کرع میں پانی کے اندر گھسنا شرط نہیں ہم کرع لغت
میں اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی سے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور میں ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال اپنے اکارع کے پانی میں نہیں پیتا
غالبا بعد اسکے کرع انسان میں مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی میں منہ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی میں پاؤں نہ ڈالے کذا فی المنح الاکارع جمع کراع بالضم
یعنے پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضا بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے میں
وفیما لا یتاتی فیہ الکرع کالبئر والحب یحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من البئر او من ماء البئر لتعین المجاز اور جسمیں منہ ڈال کر پانی پینا نہیں ہو سکتا جیسے
کنواں اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے میں ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا اشرب من البئر کہا ہو یا لا اشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہو جانے مجاز کے
ہم جب منہ لگا کر پانی پینا متصور نہ ہوا تو مجاز متعین ہو گیا یعنے برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہاں حقیقت حاصل ہے
یعنے منہ ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے حب بجائے مہملہ بڑا مٹکا ہے جسکو مٹھور اور گولی بھی بولتے ہیں اور فارسی میں خم کہتے ہیں
طحطاوی نے کہا کہ کنواں اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہ ہوں ورنہ منہ ڈال کر پانی پینا متصور ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لا یتاتی
فیہ ذلک ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے بتکلف منہ ڈال کر اسمیں سے پانی پیا جسمیں کرع نہیں حاصل ہوتا مثلا کنوئیں میں اتر کے
کرع کیا تو حانث نہ ہوگا قول اصح میں بسبب عدم عرف کے امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین ولو بطلاق وبقائھا اذ لا بد من
تصور الاصل لتنعقد فی حق الخلف وھو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل میں شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اسکے باقی رہنے کے
اگرچہ طلاق کی یمین ہو اس واسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق میں یعنی کفارہ کے حق میں بحر مصنف نے
اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول تفریع کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہیں ولہذا یمین غموس
اور یمین لغو میں کفارہ واجب نہیں اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اس واسطے
کہ ترک نہیں ہو سکتا مگر اسی چیز میں جسکا وجود ہو سکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی سے فی حلفہ لا اشربن ماء ھذا الکوز الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء
فصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل او اطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر وان
قسم میں کہ واللہ اس کوزہ کا پانی میں آج ضرور پیوں گا اور حالانکہ اسمیں پانی نہیں یا اسمیں پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگرچہ حالف کے فعل سے گرایا خود کوزہ کے ڈھلنے
سے گر گیا اسی دن میں رات سے پہلے یا یمین مطلق بولا یعنے اسمیں وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ میں پانی نہ تھا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم امکان
بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ میں پانی ہونے کا اسکو علم ہو یا نہ ہو قول اصح میں ہم جس صورت میں کہ کوزہ میں پانی نہیں تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا
سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت میں بقاء یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب
البر فی المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یوں قسم کھائی کہ واللہ
اس کوزہ کا پانی پیوں گا اور قسم کے وقت اسمیں پانی تھا سو اس نے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق میں بعد فراغت
ہونے کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہو گیا اور یمین موقت میں تو وجوب بر آخر وقت میں ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے
قبل از لیل یمین موقت میں حانث نہیں ہوتا وھذا الاصل فروعہ کثیرۃ منھا ان لم تصلی الصبح غدا فانت کذا لا یحنث بحیضھا بکرۃ فی الاصح اور اسکی یعنی
مکان بر میں کے بہت فروع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھے گی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو بقول صحیح حانث

حانث نہ ہوگا اور جبکہ طالق ہو نے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ طالق ہے نماز پڑھنا صبح کے وقت شرعاً ممکن نہیں ہے نشا ان لم تردی الدنیا الذی
حفرتیہ من لیلتی فانت طالق فاذا الدنیا من لیلۃ لم التلق بعد تصور البرای از نجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا اگر وہ دنیا نہ پھیر دی جسکو تو نے میری تھیلی
سے لیا ہی تو تو مطلقہ ہی اور وہ اٹھا دنیا زوج کی تھیلی میں ڈالدے تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی بسبب عدم تصور کے یعنی پھیرنا محال نہیں کہ خرچ ہوا ہو نہ ان لم تبیعی ہذا
الیوم فانت طالق وقال الرجل ان بعینہ ذلک طالق فانحیلۃ ان تشترے منہ بالثوب ملفوف وتقبضہ ثم ان یفسخ البیع بخیار الرویۃ وان العبد ابنۃ ولد اخرجت ابنۃ
من القبض منہ الثوب بسبب ذلک المہر الذی تم ادا بہ الرجوع بخیار الرویۃ والملک الی الزوج پھر زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو مہر آج مجھکو نہ ہبہ کرے
تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ماں مطلقہ ہے تو تدبیر اسکی خلاصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض
اپنے مہر کے اپنے زوج سے ایک کپڑا ملفوف لیکر اُسپر قبضہ کرے پھر جب وہ دن گذر جاوے تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ
زوج اُسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہو جانے مہر کے بیع سے یعنی جب اس نے بعوض مہر
کپڑا خرید کیا تو وہ اُسکی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی البطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار
رویت کے پھیر دے تو مہر اسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہو جاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنے کی قید اتفاقی ہی اسواسطے
کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہی اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہی تا پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کے ترجمہ نقل
کرتا ہوں از انجملہ یہ ہی کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا سو رات ہونے سے پہلے اسکو کوئی
کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ دیگا یا اُسکو نہ ماریگا یا اُس سے بات نہ کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو
حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہیں یا قسم کھائی کہ اس رات کو اس گھر میں سووے تو عورت اسکی مطلقہ ہی اور حالانکہ
وقت حلف صبح ہو چکی تھی اور اسکو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی تو ام ہی سو اب متصور نہیں کذا فی الطحطاوی
وعن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقت الیمین
لم یحنث مالم یمض ذلک الوقت اور اس قسم میں کہ واللہ مقرر چڑھیگا آسمان پر یا واللہ مقرر اس پتھر کو سونا کردیگا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن
ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود و تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت پر موقت کریگا تو جبتک وہ وقت
نہ گذر جاویگا حانث نہ ہوگا ہم آسمان کا پڑھنا فی نفسہ ممکن ہی اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہی اور اسیطرح پتھر کا سونا ہو جانا تحویل الٰہی ممکن ہی
متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہی لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ
کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہ ہونے کے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ میں ہو ممکن نہیں کذا فی منح الغفار وفی حیرۃ الفقہاء قال لامرأتہ ان لم اعرج
الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا ینصب سلما ثم یعرج الی سماء البیت لقولہ تعالے فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی ولانہ مخرج علی قاعدۃ
مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہاء میں مذکور ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں آج کی رات آسمان پر نہ چڑھوں تو تجھکو طلاق ہی
تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالی لیخنے
چاہیے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف میں گھر کی چھت ہی یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید میں چھت پر آیا ہی تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا
تو حانث نہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہی خروج اس حیلہ کا مبنی یمینوں کے قاعدے سے یعنی بنا یمین عرف پر ہی نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین میں
مذکور ہو چکا ہی ترجمہ یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اُسنے بنا یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسی طرح کا حکم ہے انعقاد اور حنث سے الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اُسکی موت کو جان کر اسواسطے کہ ممکن ہے قتل اُس میت کا بعد زندہ کردینے حق تعالی کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علے حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز دکقولہ ان ترکت مس السماء فعبدہ حر لان الترک لا یتصور من غیر المقدور اور اگر اُس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اُسکے قتل کی قسم کھانے سے اسواسطے کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اُس حیات پر جو اُسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہین بالفرض اگر حقتعالی نے اُسکو زندہ بھی کر دیا تو یہ زندگی وہ زندگی نہین جس پر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان مین مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر مین آسمان کا چھونا چھوڑ دون تو اُسکا غلام آزاد ہے اسواسطے کہ ترک متصور نہین امر غیر مقدور مین یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو ترک یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلاً زید سے کلام نہ کریگا پھر اُسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اُسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اُسکے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہ ہوگا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے یعنے الفاظ شرط نہین حنث کی ولو مستیقظا حنث لو بحیث یسمع بشرط انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق مالم یرد الاستیناف ولو قال اذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اُسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہے کہ اُسکی آواز کان لگاکے سُن سکے بشرطیکہ کلام ندا سے منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھسے کلام کرون تو تو طالق ہے سو تو جا یا یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تا وقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی کہیگا بدون فے اور واو کے تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جداگانہ ہے یمین سے متصل نہین ہم فاذہبی یا واذہبی بسبب فے اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام سے بلا نیت استیناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذہبی کے کہ اُسمین کوئی حرف وصل نہین تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد اسماع المحلوف علیہ لم یحنث زیلعی اور اگر کہا کہ اے دیوار سن یا ایسا ویسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الزیلعی اور اگر سنانے کا قصد نہو تو بطریق اولی حانث نہ ہوگا ہم حانث اسواسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہین ہوتا اور دلیل اُسکی وہ روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رض نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفان رض سے کلام نہ کرینگے تو جب عبدالرحمن اُنکی طرف ہو کر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یون کہتے تھے کہ اے دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہین بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہے عدم حنث مین چنانچہ بحرالرائق مین مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلا اپنے بھائی سے کریگی تو تجھکو طلاق ہے پھر جب اُسکا بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے پاس ایک لڑکے کا تھا نافہم تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کرکے کہ میرے زوج نے ایسا کیا یہانتک کہ اُسکی بھائی نے سُنا تو اُسپر طلاق نہوگی اسواسطے کہ اُسنے بھائی سے شکایت نہین کی کیونکہ اُسکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بھی تھا سو حانث ہوگا اور اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہو گی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ بائین طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ مین دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیہ سال محمد حال صغرہ اباحنیفۃ عمن قال لا واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابوحنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد رح وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابوحنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد رح احسنت فقال ابوحنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع لے قولہ احسنا او احسنت اور سراجیہ مین ہے کہ سوال کیا محمد رح بن حسن نے طفلی کی حالت مین امام ابوحنیفہ رح سے اُس شخص کے حق مین جسنے دوسرے سے کہا واللہ مین تجھسے کلام نہ کرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد رح نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد رح نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ لفظون مین سے

ہو نسا الفقہ میں ہو واسطے وہ ذکل ہو کہ حسنا کتنا یا ہسنت کنا ہم سوال محمد کا وہ در کو تحقیق تھا کہ قلت مرات یا ہمک سے تحقیق ہو یا قال عائرہ اصحاب سے
متعلق ہو تو یہ مطلب ہو کہ تجھے تین بار کلام نہ کرونگا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا کہ سمجھ گیا ہو یعنی حالف نے اگلی بار تین قسم کے بعد کلام کیا اور اگر تین مرت
کو قال سے متعلق سمجھے تو مطلب یہ ہوگا کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ خبردار کلام نہ کرونگا سوال سے غرض یہی مقصود تھا لہذا جواب میں کہا کہ قال کے ساتھ یہ
بیتیں پوچھنے کی کچھ حاجت نہیں پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار
کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار کہنے سے دوبار حنث ہوا اور اقتصر حسنا کہنا اسواسطے کہ گرچہ معلوم ہو کہ
عدم تامل کے سبب پر دلالت کرتا ہو اور حسنت کہنا اسواسطے کہ معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہو جیسے سائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کیواسطے سوال
کیا اور چونکہ حالت طفلی میں یہ گفتگو ہوئی تو امین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہیں ہوتی او حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن ولم یعلم
بالاذن لم یحنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کھائی کہ اس سے کلام نہ کرونگا مگر اسکے اذن سے سو اس نے اذن دیا اور حالف
کو اسکا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اس نے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنے اعلام ہو تو اذن میں علم شرط
ہوا مراشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہو کما فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر میں مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہو مصنف نے اپنی
شرح میں کہا یا اذن وقوع سے الاذن سے ماخوذ ہو ہر صورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہیں ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضے من
اعمال القلب فیتم بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کرونگا مگر اسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اسکے کلام سے اور حالف کو اسکی رضا کا علم نہ ہوا پھر اسنے
کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہو تو اسکا تحقیق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف امین شرط نہیں الکلام والتحدیث لا
یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہیں ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہ ہوگا اشارہ کرنے اور
لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کرونگا پھر اسکو خط لکھا یا اسکی طرف پیام بھیجا یا اسکی طرف آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث
نہ ہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول لہ کذا فکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام
خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ میں ہو قسم کھائی کہ اس سے نہ کہونگا ایسا پھر اسکی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام میں کہ
قول کتابت سے ثابت ہوتا ہو نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہو کہ قول مانند کلام کے ہو یعنی کتابت
سے قول بھی ثابت نہیں ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول میں تین قول ہیں جامع کا یہ قول ہو کہ کلام اور قول کتابت سے
ثابت نہیں ہوتے اور قاضیخان کے نزدیک تفریق ہو کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہو نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں کہا کہ کلام اور قول دونوں
کتابت سے ثابت ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا
اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہیں نہ اشارہ اور ایماء سے سید طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا
تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہو اور کلام سے بھی والاظہار والافشاء والاعلام یکون بالکتابۃ وبالاشارۃ ایضا
اور اظہار اور افشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہو اور اشارہ کرنے سے بھی سید طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح میں الافشاء نہیں ہو اور بحر الرائق میں
افشاء ہو فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے اشارہ کی نیت نہیں کی تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء یعنی اگر عدم اظہار وغیرہ
کی قسم کھائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفی ان لا یدعوہ او لا یبشرہ
یحنث بالکتابۃ اور اس قسم میں کہ اسکو نہ بلاویگا یا اسکو بشارت نہ دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی ان فلانا قدم

ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہی تو حانث ہوگا صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا **ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس** القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا مانند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ بار جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہی چنانچہ اصول کی کتاب مین ہم نے اسکو محقق کیا ہی بار جارہ کی بحث مین یعنی بار جارہ الصاق کے واسطے موضوع ہی تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہین ہو سکتا لہذا اخبار بالکذب اسمین مراد نہین ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم مین بار جارہ مقدر ہی اسواسطے کہ حذف جار کا ان کے ساتھ مطرد ہی تو چاہیے کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہو وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجئی فی الباب الاتی اور اسی طرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہی اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانے کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا وسال الرشید محمدا عمن حلف لا یکتب الی فلان فاومی بالکتابۃ ہل یحنث فقال نعم یا امیر المومنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمدؒ سے کہ جس نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھیگا پھر اُس نے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمدؒ نے کہا ہان یا امیر المومنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو کہ بادشاہ خود نہین لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہی کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہ ہی کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہین لا یکلمہ شہرا فمن حین حلفہ قسم کھائی کہ فلانے سے ایک مہینہ تمام کلام نہ کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس۳۰ دن تک ولو عرفہ ثبت فعلیٰ باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ مذکور کیا یعنی یون کہا لا یکلمہ الشہر تو اس مہینے کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلا پچیسوین۲۵ تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی مین اگر کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لاعتکفن او لاصومن شہرا فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ رکھونگا تو حالف کو تعیین کا اختیار ہی چاہے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے تم اور یہی حکم ہی سال اور دن کا اور بدائع مین ہی کہ اگر مثلا آدھا دن رہے قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے بہر دن تک اور یہی حکم ہی رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناول الابد لاخراج ما ورائہ وفیما لا یتناولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف مین یہ ہی کہ ذکر وقت کا اُس فعل مین جو شامل ہی دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہی اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین تو اُسمین ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہی اسوقت تک کذا فی زیلعی مثلا اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہی حلف لا یتکلم فقرا القرآن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقا قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا پھر اُسنے قرآن پڑھا نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسکو عرف اور شرع مین متکلم نہین کہتے کذا فی النہر **وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر** کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقراۃ الکتب فی عرفنا انتہی اوقراہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من اکثریۃ التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف ولقیاس علیہ القارئ درس ما للمن لیعکر علیہ ما فی النہ واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم استثنی غیر المنظوم اولی فتامل اور اگر قرات قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسی کو ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہی عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قرات اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج نماز خواہ یمین عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہی بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب فلان سے منقول ہی کہ حانث نہین

القرآن

بل للشرط لان الطلاق مما یحتمل التاقیت فلا تطلق بقدومہ بل بموتہ مصنف نے مثال مذکور کو مقید بتاخیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین جزا کو مقدم کرے
سو یون کہے کہ اسکی عورت مطلقہ ہے اگر نہ زید آوے تو اس صورت مین الا واسطے غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو
تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے ہم الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق
اسکا محتمل نہین لہذا یہان معنی شرط ہی تو گویا اُسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے
نہ واقع ہوگی بلکہ اسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہین ہو سکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ
لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من
الدین فالیمین ساقط والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجھ سے نہ
بولونگا یہان تک کہ مثلاً زید مجکو اذن دیوے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ مین تجھکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار نے قسم
کھائی کہ البتہ اسکا قرض آج ادا کریگا پھر زید مر گیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہو گیا قرض دار قرض معاف ہو جانے سے تو قسم ساقط ہو جائیگی اور اصل
سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہو گئی تو اُسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہو جاویگی امام اعظم
اور محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال وما دام وما کان غایۃ ینتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام
بنجاری فخرج منہا ثم رجع فعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ ما زال اور ما دام اور ما کان کا غایت کیواسطے ہے تو یمین اسی کے ساتھ آخر ہو جاویگی تو اگر قسم
کھائی کہ ایسا نہ کریگا ما دام اسکے بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہوگا بسبب منتہی
ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم کھائی
کہ اس طعام کو نہ کھاویگا جب تک کہ فلانے کی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اُس طعام سے کچھ بیچا تو باقی طعام کے کھانے سے حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے قسم
کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو
فارقہ بعدہ بحر اور اسی طرح قسم کھائی کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق دیوے آج کے دن یا یون کہا کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تجکو حاکم کے
پاس لیچلون آج کے دن تو حانث نہ ہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم
کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا اور اُسنے اسکو نہ چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ
حالف نے اُسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کیواسطے اُسیدن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو
حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ کما سیجی فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم
کھائی اسکی کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ تک کھینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پھر اقرار کیا اُسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہو گئے تو یمین ساقط ہو جاویگی بسبب مقید
ہونے یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین نے الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ
او صدیقہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی العبد
ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار اور اس قسم مین کہ فلانے
کے مثلاً زید کے غلام سے کلام نہ کریگا یا اسکی زوجہ یا اسکے دوست سے یا اُسکے گھر مین نہ داخل ہوگا یا اُسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اُسکا کھانا نہ کھاویگا
یا اُسکے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہو گئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ مین یا دشمنی ہونے

صورت نیت اسکی نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی وغرۃ الشهر وراس الشهر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرۂ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہی
واولہ الی ما دون النصف واخرہ اذا مضی خمسۃ عشر لوما فلو حلف ان یصوم اول یوم من اخر الشہر وآخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر
اول شہر نصف مہینہ سے کم تر تک ہی اور آخر شہر اسوقت سے ہی جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر
دن مین روزہ رکھیگا تو پندرھوین اور سولھوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولھوین آخر شہر کا پہلا روز ہی اور پندرھوین اول شہر کا پچھلا دن ہی طحطاوی نے
کہا کہ ماتن کو مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہی جیسا کہ قہستانی نے کہا ہی اسواسطے کہ پندرھوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہی
والصیف من حین القاء الحشو الی لبسہ صار الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اسوقت سے ہی جب روئی بھرا کپڑا اتار ڈالا جاوے یہانتک کہ پھر اسکے پہننے کی نوبت
آوے اور سردی کا موسم اسکے بالعکس ہی کذا فی البدائع ص فتاوے عالمگیری مین واقعات سے منقول ہی کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہی
اور قول مختار یہ ہی کہ اگر قسم کھانے والا اس شخص مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب معتبر ہی جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون
تو اسکی قسم مین وہی حساب معتبر ہی مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہ ہی جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اسکی بالعکس ہی
اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہی اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہی اول شتا تک وفی حلفہ لا یکلمہ الدھر والابد ھو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف
عند عدم النیۃ اور اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا اس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہی یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کیوقت یعنی درصورت
نیت اسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اسوقت ہی جب کہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودھر منکر لم یدر وقالا ھو
کالحین وغیر خاف انہ اذا لم یرد عن الامام شئی فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولہما اور دہر منکر کو امام اعظم نے نجانا کہ اسکی حد کیا ہی اور صاحبین نے کہا کہ وہ
مانند حین کے ہی یعنی چھ مہینے پر محمول ہی اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہین کسی مسئلہ مین تو انھین فتوی دینا صاحبین کے
قول پر واجب ہی کذا فی النہر الفائق ص امام اعظم نے دہر منکر مین یعنی جسپر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہی اسواسطے کہ استعمال دہر کا
انکا رنابتہ پر یعنے مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا ما نند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اسکی تقدیر کیجیے اور اقل زمان متیقن تھا لیکن اسکی
عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہی اسواسطے کہ لحظہ ولحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بھی متصور ہی لہذا انھین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہی امام
کی نتاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور انھین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی
کے حاشیہ مین ہی کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہ ہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل
کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیۂ اشباہ مین مصرح کہا ہی اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہی کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو
امام شافعی کی طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے
رضی اللہ عنہم اجمعین فی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن جبرئیل علیہ السلام ایضاً
اور سراج مین ہی کہ توقف کیا ہی امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون امامون سے منقول ہی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہی ص کرمانی مین مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہی فرمایا کہ
مین نہین جانتا جبرئیل سے دریافت کرونگا جبرئیل نے فرمایا کہ مین بھی نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جلشانہ نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہین اور
مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آئے والون مین برے لوگ وہ ہین جو سب سے پیچھے آتے ہین اور اول نکلجاتے ہین اور
تقالق ہین [illegible] ہی کہ اسمین تنبیہ ہی عالم اور مفتی کیواسطے کہ جو امر معلوم نہ ہو اسمین توقف کرنے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نکرے اسواسطے کہ درصورت عدم علم

جانکر واحد کو صیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا جانتا ہوگا تو حانث نہوگا کذا فی الواقعات سواسطے کہ اُسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہین کیا نہر الفائق مین زوجات اور اصدقا کو بھائیون کے ساتھ ملحق کیا ہو تفصیل مذکور مین شارح کہتا ہو یہ مسئلہ اُن چارون مسائل سے ہو جنمین صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہو کذا فی الاشباہ شباہ کی کتاب الیمین مین ایک مسئلہ بھائیون کا ہو جو مذکور ہوچکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہو یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اُسکا ایک ہی لڑکا ہو اور تیسرا مسئلہ یہ ہو کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر مین رہتے ہین اور نہین کوئی باقی رہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیان نہ کھاویگا اور اس اناج مین ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی و اما الاطعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعہد ان امکن والا فللجنس ولو نوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا در صورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہو واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کریگا تو صحیح ہو یعنی اگر قسم کھائی کہ لا اٰکل الاطعمہ تو جس طعام کی حالف کے شہر مین عادت ہوگی اُسی کے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر طعام احد کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد مین کافی ہوتا ہو اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یون کہا لا اٰکل اطعمۃ تو تین طعام سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہو طلاق اور عتاق کی یمین مین الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والوسط لفرد بین العددین المتساویین اس باب کے بعض مسائل مین قاعدہ یہ ہو کہ میت لڑکا اپنے غیر کے حق مین ولد ہو اور اپنی ذات کے حق مین لڑکا نہین اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہو اور اخیر فرد لاحق کا نام ہو اور وسط اُس فرد کا نام ہو جو برابر دو عددون کے درمیان مین واقع ہو مع ولد میت غیر کے حق مین ولد ہو یعنے اُسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہو حاملہ کی اور اُسکے تولد کے بعد کا خون نفاس ہو اور ماں اُسکی ام ولد ہو جاتی ہو اور اُسکے تولد سے طلاق معلق بالولادۃ واقع ہو جاتی ہو لیکن ولد میت اپنے حق مین ولد نہین یعنی اُسکا نام نہین رکھا جاتا اور اُسکو غسل نہین دیا جاتا اور اُسپر نماز جنازہ نہین پڑھی جاتی اور وہ وارث نہین ہوتا اور وصیت اُسکے حق مین نافذ نہین ہوتی اور آزاد نہین ہوتا اور اول کے مفہوم مین عدم تقدم غیر ضرور ہو لیکن وجود فرد متاخر لازم نہین اور اخیر کے مفہوم مین وجود فرد سابق لازم ہو تو اگر شارح اول کی تعریف یون کرتا کہ اول وہ ہو جسپر اُسکا غیر مقدم نہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان المتصف باحدہما لا یتصف بالاخر للتنافی ولا کذلک الفعل لعدمہ لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال اٰخر تزوج اتزوج فالتی اتزوجہا طالق طلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الاخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الاخر اور قاعدہ یہ ہو کہ جو ذات کہ موصوف ہو گی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہو گی یعنے جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف باٰخریت نہین ہوسکتی بسبب مخالفت کے اور نہین ہو ایسا فعل یعنے فعل البتہ موصوف باولیت واٰخریت ہوتا ہو بسبب عدم تخالف اور تنافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف باٰاخریت ہو وہ غیر ہو فعل اول کے جو موصوف باولیت ہو تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو مین کرون تو جس سے یہ پچھلا نکاح کرون وہ مطلقہ ہو تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اُسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہو تو پہلا نکاح عورت کا وہی آخر ہو جسم ایک عورت سے دوبار نکاح کرنے کی یہ صورت ہو کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف باٰخریت ہوا اور اگر یون کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہو بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دے پھر اُس سے نکاح کرے پھر زوج مر جاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہوچکی اب وہ پچھلی نہین ہوسکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مر ان الاول اسم لفرد سابق وقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کرون وہ آزاد ہو پھر اُسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ اول اُس فرد کا نام ہو جو سابق ہو اور وہ امر حاصل ہو اور قہستانی نے کہا کہ وجہ سابق مین بیان تامل ہو اور شاید وجہ تامل کی یہ ہو کہ سابق لاحق کا مقتضی ہو اور لاحق یہان موجود نہین تو اگر شارح یون کہتا کہ اول وہ فرد ہو جسپر کوئی مقدم نہو تو خوب

عدت اُسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اُسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی
عدت مین جو ابعد ہوگی وہ اُسپر واجب ہوگی کذا فی المنح واما الوسط ففی البدائع انہ لایکون الا فی وتر فثانی الثلثۃ وسط وکذا ثالث الخمسۃ وہکذا اور فرد وسط کا
بیان تو بدائع مین یون ہو کہ متوسط متحقق نہین ہوتا مگر طاق عدد مین تو تین کا دوسرا متوسط ہو اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہو وعلی ہذا
القیاس وہم جفت مین متوسط متحقق نہین ہوتا تو جب ایک غلام خریدا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہو پھر جب چوتھا خریدا تو دوسرا متوسط نرہا پھر جب
پانچوان خریدا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ بھی متوسط نرہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ مین متوسط ہونا ثابت
نہین ہوسکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو مین خرید کرون آزاد ہو تو بعد موت مولی کے تین مین دوسرا اور پانچ مین تیسرا آزاد ہوگا امام
کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھہ تو کوئی آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت
فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر تو جنی تو تو ایسی ہو تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا جسکے اعضا ظاہر ہوگئے
پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہون یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہوگا بخلاف فہو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق
بالموت بخلاف الولد والولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہو پھر لونڈی مردہ لڑکا جنے بعد اسکے زندہ لڑکا جنے تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل
ہوجانے رقیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہو تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے
کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہو البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس ببشارۃ عرفا ولغۃ وبہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف مین
اُس خبر کا نام ہو جو مسرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہین عرف مین بلکہ لغت مین اُسکو بھی بشارت کہتے ہین اور بنابر
لغت کے یہ قول ہو حقتعالی کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دردناک کی اور یمین مین عرف کا اعتبار ہو نہ لغت کا صدق خرج الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست ہو تو
اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہین یعنی جھوٹی خبر بشارت نہین لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت دی گئی وہ
اُسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنادی تو جسنے اول خبر دی اُسکی خبر کو بشارت کہینگے
نہ اُسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہوچکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فہو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی
نے کہا کہ جو غلام مجکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہو پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اُس وجہ سے جسکو ہم ابھی
بیان کرچکے ہین وتکون بکتابۃ ورسالۃ مالم ینو المشافہۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہو جبتک مولی نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نکی
ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسول اور
اگر مولے کے بعضے غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اُسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہین تو پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا یعنے
اگر پیام پہونچانیوالے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھسے پیام کہلا بھیجا ہو تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اُس نے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانے والا
آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققہا من کل بدلیل فبشروہ بغلام علیم اور اگر مولے کے سب غلامون نے ساتھی بشارت پہونچائی بلا تقدم
تاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم
علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت مین جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ مین فبشروہ کہا
مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید مین وبشروہ ہو والبشارۃ لا فرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہا بخلاف الخبر فانہ
یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کی لفظ مین کچھ فرق نہین درمیان ذکر کرنے باء جارہ کے اور اُسکے عدم ذکر مین یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو

یا سِر بمعنی جماع اور خفا سے ہی اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہین اور تحصین عبارت اس سے ہی کہ اُسکو علیحدہ مکان مین رکھے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی

ولو قال ان تسریت امة فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکه او من اشتراها بعد التعلیق طلقت وعتق افاد الفرق بقوله لوجود الشرط بلا مانع لصحة تعلیق طلاق المنکوحة بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر مین کسی لونڈی کو حرم بناؤن تو تو مطلقہ ہی یا میرا غلام آزاد ہی پھر اُسنے حرم بنایا اُس لونڈی کو جو اُسکی ملک مین تھی یا اُس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال مین اور مثال سابق مین اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے ہم ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہو گئی کہ اُسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امة فھی حرة کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امة فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہی اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین لہذا وہ لونڈی آزاد نہین ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اُسکی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہی شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے امر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے **کل مملوک لی حر عتق عبیده ومدبروه ومدبراته وامهات اولاده لملکه یدا ورقبة** اور ہر مملوک میرا آزاد ہی تو اس قول سے اُسکے سب غلام اور مدبر اور اُسکی سب لونڈیاں ام ولد آزاد ہو جاینگی بسبب اُنکے مملوک ہونیکے تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانة اُسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت مین نہ اناث کی نیت مین ہم یعنی اگر مولی کہے کہ مین نے اس قول سے غلامون کی آزادی کی نیت کی نہ لونڈیون کی تو دیانة اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانة صحیح ہی نہ قضاءً اور اگر کہے کہ مین نے اس قول سے لونڈیون کا عتق مراد لیا نہ غلامون کا تو مطلقاً تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہی نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہین لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہون تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہی بطریق تغلیب کے تو اسصورت مین اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی **لا مکاتبه الا بالنیة وعتق لبعض کالمکاتب لعدم الملک یدا** نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اُسکا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہی وہ مکاتب کے مانند ہی بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل مرقوق لی حر ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیة اور فتح القدیر مین ہی اس قول مین کہ ہر مرقوق میرا آزاد ہی لائق یہ ہی کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد مین رقیت کمتر ہی مکاتب سے **ہذه طالق او هذه وهذه طلقت الاخیرة وخیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار** لان او لاحد المذکورین وقد ادخلها بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع منهما فکان کاحدهما طالق وهذه کہا زوج نے اپنی تین عورتون سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہی یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اسکو اختیار رہیگا پہلی دو عورتون مین جسکو چاہے اُنمین سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہی عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی مین یا ترجمہ ہی دو امر مذکورین سے ایک امر کے واسطے ہی اور اُسکو زوج نے داخل کیا ہی پہلی دو عورتون کے درمیان مین اور عطف کیا تیسری عورت کو اُس مطلقہ پر جسپر اُن دونون مین سے طلاق واقع ہوئی ہی تو قول مذکور اس قول کے مانند ہو گیا کہ تم دو عورتون سے ایک مطلقہ ہی اور یہ مطلقہ ہی ہم اور عتق کی مثال یون ہی کہ مولی نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہی یا یہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلامون مین تعیین عتق کا مولی کو اختیار رہیگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہی کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو مین مقر کو بیان کا اختیار ہی چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یصح عطف هذه الثالثة علی هذه الثانیة للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہین اس تیسری عورت کا عطف کرنا دوسری عورت پر بسبب لزوم خبر دائے مفرد کے مثنی سے ہم یہ جواب ہی فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہی کہ هذه ثالثه کا عطف بالواو محتمل ہی کہ هذه ثانیه پر ہو تو اُسصورت مین تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان مین اور ثانیه اور ثالثه کے درمیان مین ساتھی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہی کہ عطف ثالثه کا ثانیه پر نہین ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہی یعنی هذه طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوگی کہ هذه طالق او هاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہین واقع ہوتی اور خبر کو

اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہیں جنمیں کچھ حقوق نہیں چنانچہ اعارہ اور ابرا اور قرضہ کذا فی النہر عن الخانیہ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان
ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ الہبۃ بعوض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرلے سے نہ امر کرنے سے جبکہ حالف اُس قسم کے لوگوں میں ہو جو بذات خود کرتے ہوں بیع میں اور بیع میں ہبہ
بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ ہم قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید فروخت کرنے والوں میں ہوگا تو بذات خود بیع یا ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اُسکی طرف سے وکیل نے
بیع کی تو حانث نہوگا اسیطرح عقود آیندہ میں سمجھنا چاہیے والشراء ومنہ السلم والاقالۃ وقیل والتعاطی شرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنے میں حانث ہوگا اور خرید میں سلم
اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ظہیریہ میں عدم شراء کے حلف میں اُس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو
اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولی ہے والاجارۃ والاستیجار فلو حلف لا یوجر و لہ مستغلات اجرتہا امرأتہ واعطتہ الاجر لم یحنث کمر کہا فی ایدی الناس لم
وکا خذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے میں حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اُسکے مکانات میں جنکو
اُسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور اُنکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہوگا چنانچہ اُن مکانات کو اُنکے رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑنے سے حانث نہیں ہوتا اور جیسے
اُس مہینے کے کرایہ لینے سے جسمیں لوگ سکونت کرچکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اُس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمیں اُنھوں نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اسلئے
کہ آیندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ لقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے میں
مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے ہم قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا
علیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہوگا اور اگر مدعا علیہ اُسکے دعوی کا منکر ہے تو اس
صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونوں طرح حانث ہوگا یہ حکم اُسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح
مدعی کی طرف سے ہے تو مطلقا حانث نہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ
فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنے کا باپ
مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اُسکے مارنے کا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل
کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف و لا
یباشر ہذہ الاشیاء بنفسہ حنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء
مذکورہ کو بذات خود نکرتے ہوں تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اُسکے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف
اشیاء مذکورہ میں یہ قصد کرے کہ نہ خود کریگا نہ اُسکا مامور کریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعۃ فلو مما یشتریہا
بنفسہ یشتریہا لا یحنث بالوکیل والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور گاہے دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو غلبہ معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت غلبہ ہوگی
تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض غلبہ ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا قماش اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہے کہ خود اُسکو خرید کرتا ہو
بسبب اُسکی عمدگی اور خوبی کے تو اُسمیں وکیل کے فعل سے حانث نہوگا اور اگر ذلیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ لم یقل وکیلہ لان من
ہذا النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی
داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں ہم توکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجکو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور
اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجھسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے توکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو
مامور کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں نہ نکاح کرا دینے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکرونگا تو اگر

ذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سوا اسکے عقد کیا دونون صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے نکاح کر دیا اجنبی کے تو اجازت قولی سے حانث
ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا یہی قول پر فتوی ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کو نکاح نکرونگا تو چاہئے کہ اپنی نفس سے حانث ہو کہ وکیل نفس سے
والطلاق والعتاق الواقعین بکلام وجد بعد الیمین لا بالتعلیق بدخول قبلہا اور حانث ہوگا طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئے ہون بسبب ایسی کلام کے جو بعد
یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الوہبانیہ طلاق اور عتاق مین قولی کی ہونے کی قید لی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین
ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہو کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اسکو باجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہو کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل
ہوئی تو تو طالق ہو یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہو بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا آزاد نہ کریگا بعد اسکے دخول دار سے طلاق
یا عتاق پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کما مر اور حانث ہوگا مطلقا خلع و کتابت و قتل عمد کی صلح کرنے سے
یا انکار کی صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین والہبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقا ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض
ہو یہ قول شارح کا منافی ہو قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہو اور حکم بیع کا یہ ہو کہ اپنے فعل سے
حانث ہوتا ہو نہ مامور کے فعل سے اور بیان وافق روایت نہر خیالی کے ہبہ بالعوض کو ان عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی
کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقا صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض
لینے قبول نہ ہو ہم نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور مابعد ہبہ کی طرف راجع ہو وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقا غلام کے مارنے مین اور بعضون
کے نزدیک زوجہ کے مارنے مین بھی ہم نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہو اور بعضون کے نزدیک ضرب لڑکے کے مانند ہو والبناء والخیاطۃ
وان لم یحسن ذلک خانیۃ اور حانث ہوگا مطلقا مکان کی تعمیر اور کپڑا سینے مین اگرچہ اسکو خوب نہ کر جانتا ہو کذا فی الخانیۃ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے
مین اور کسی کے پاس ودیعت رکھنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والافلا حنث تاتارخانیۃ اسی
طرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی تاتارخانیہ
ہم حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اسکو مقتضی ہو کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہو حالانکہ نکاح اور بعد نکاح
مین وکیل محض سفیر ہو تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہو چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور انقلاب کرنا تاتارخانیہ کی عبارت
تمام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہو تو اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون
التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقا قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوہ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن چھپانا
مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے والے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ ہم قسم کھائی کہ اسکو لباس دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر
محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر بہ نیت مذکور اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہو تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین والحمل اور حانث ہوگا
مطلقا بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس حمال نوکر پر بوجھ نلادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہو اسواسطے کہ اجارہ کی صورت
مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہو چکا وذکر مسائل البحر نیفا واربعین اور بحر الرائق مین اشیاء مذکورہ جنمین اپنے فعل سے حانث ہوتا ہو چالیس
اور چند عقود کو ذکر کیا ہو ہم نہر الفائق مین ان امور سے چوبیس امر کو مذکور کیا ہو بائیس تو یہی امور مین جنکو ماتن نے ذکر کیا ہو باقی مذکور ہوئے ہین ہدم قطع قتل شرکت ضرب
زوجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر بہ نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیۃ نظم

والمری ولا حنث فیہ بفعل الوکیل لانہ الاقل نظرا الی حنثہ فیہ بفعلہ فقال سیاتی عن وکیل لیس یحنث حالف بیع شرا صلح عن مال خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ کذا قسمۃ

والحنث فی غیرہا اثبت ؎ اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہی کہ میرے والد نے منظوم کیا ہی اُن مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہین ہوتا اور اُس
گروہ کو مین اس طرف اشارہ کر دیا نظم سے کہ انکے سوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہی وکیل کے فعل سے تو یون کہا ہی کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا حالف بیع شرا صلح
مال خصومت اجارہ استجارہ ضرب ولد قسمت مین اور ان مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہی ؎ لام دخل مبتدا خبرہ اقتضی الآتی علی فعل اراد بدخولہا علیہ قربہا منہ بان لا
تجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصباغۃ وبناء اقتضی ای اللام امرہ ای توکیلہ لتخصیصہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص والتحقق
الامارۃ المقید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہوا اُس فعل پر جسمین غیر کے واسطے نیابت جاری ہی چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری
تو لام مذکور مقتضی ہوگا اُسکے امر کو یعنی اُسکے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کر دے فعل کو ساتھ اُسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے
کہ لام موضوع ہی واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اُسکے امر کے جو توکیل کا مفید ہی تحقیق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہی اور خبر
اُسکی لفظ اقتضی ہی اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہی کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھ
فعل کے مراد ہی یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہی بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہی چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کہ علینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہی نہ لام تعریف اور
ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہی کہ اُسنے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اُسکا مراد نہین کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان
بعت لک ثوبا ان باعہ بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب ذلک الثوب اولا بخلاف الو قال ثوبا لک فانہ یقتضی کونہ ملکا لہ کما یجی تو اس یمین ان بعت
لک ثوبا مین یعنی یون کہنے سے کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اُسکو بدون امر مخاطب کے بیچا یا سبب پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اُس
کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے کہ یون کہے ان بعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہی چنانچہ اسکے
بعد بلا فاصلہ آتا ہی بیان اُسکا مم ان بعت لک ثوبا مین لام اُس فعل کے قریب واقع ہوا ہی جسمین غیر کی نیابت ہو سکتی ہی لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب
کی ملک پر تو اگر مخاطب اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اُسکی بیع سے حانث ہوگا جیسے اُسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علی
عین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضی دخول اللام
ملکہ ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص سو اگر لام داخل ہو عین پر یعنی ذات پر یا اُس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت
کے نہین ہی جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور ولد کا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہی تو دخول لام مذکور اُسکی ملک کا مقتضی ہی یعنی مخاطب کی ملکیت
واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ مالک ہونے مین نہایت اختصاص ہی مم لام ہر حال مین اختصاص کا مفید ہی لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کی طرف منصرف ہی اور یہان ملک
کی طرف فیحنث فی ان بعت ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ہذا نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین مین
ان بعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچے گا یہ مثال ہی عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ
ذات کپڑا ہی اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہی کہ اگر مین وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہی مم تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا واما نظیر دخولہ
علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب نحو ان اکلت طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون
الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اُس فعل
پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اُسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنی مثل سابق کے ہی قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک
ہونے کی اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنی اگر مین کھاؤن تیرا خاص کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہی کہ
طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہی چنانچہ ان اکلت طعاما لک مین ملک مخاطب کا مقتضی ہی اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہی بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح

کہ اگر مین اسکو بیع کرون تو وہ آزاد ہی پھر اسکو صحیح بیع کرکے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہو گا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقیق جزا بدون ملک کے نہین
ہوتا اور یمین باطل ہوجاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی وحیث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا الباطل لعدم الملک
وان قبضہ اور حالف حانث ہوگا دونون صورتون مین یعنی بیع اور شرا کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل
سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ انمین قبض سے مالک ہوجاتی ہی بیع موقوف کی یہ صورت ہی کہ حالف نے مثلاً
غلام کو زید غائب سے بیچا اور فضولی نے انکی طرف سے قبول کیا چونکہ بائع کی طرف سے قبول کیا تو بائع کی طرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی المنح ولو اشتری مدبرا او مکاتبا
لم یحنث الا باجازۃ قاض او مکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے مثلاً قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خریدونگا پھر اسنے مدبر
کو خرید کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہی تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہی حکم جواز
کا دیگا تو اسوقت مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اسکی بیع کی اجازت دیگا
تب حالف حانث ہوگا اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لامتہ ان بعت نصفک
شیئا فانت حرۃ فباع نصفہا من زوج ولدت منہ او من ابیہا لم یقع عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر مین تیری ذات
سے کچھ نصف یا [illegible] بیع کرون تو تو آزاد ہی پھر آدھی لونڈی اسکی اس زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہی یا لونڈی کے باپ کے ہاتھ اسکو بیچا تو عتق مولی
کا نہ واقع ہوگا اور اگر اسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونون صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہی ظہیریہ مین وجہ فرق یون مذکور ہی کہ ولادت زوج سے اور نسب
باپ سے مقدم ہی یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولی سے سابق الوجود ہی تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہی اور اس امر کا اعتبار اجنبی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر وانما قید بالبیع
لانہ فی حلفہ لایتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کرنہ مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم
کھانے مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے
وکذا لو حلف لایصلی او لا یصوم او لایحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل ولا یثبت بالفاسد فلا یحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ
یثبت بالفاسد والہبۃ والاجارۃ کالبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ
مقصود عبادات مذکورہ سے ثواب ہی اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہی تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے کرنے سے یمین منحل ہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا
بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہی اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہوجاتی ہی اور ہبہ اور اجارہ مانند بیع کے ہی ہبہ فاسد اور اجارہ فاسدہ سے بھی حنث ہوگا ولو
کان ذلک کلہ فی الماضی کان تزوجت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی مین ہو چنانچہ ان تزوجت
یا ان صمت تو وہ دونون پر محمول ہوگا یعنے نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونون سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہی یعنی ماضی سے خبر دینا
مستقصی کا مقصود ہوتا ہی نہ حلت اور ثواب اور نام نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونون پر برابر بولا جاتا ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان
صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہی اسواسطے کہ تعلیق ہی تو بہتر یون مثال دینا تھا کہ ما تزوجت وما صمت اور ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین ماضی کی یہی
مثال دی ہی ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فان عنی بہ الصحیح صدق لانہ النکاح المعنوی [illegible] پھر اگر قسم کہنے
نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہی کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر
مرتب ہی شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر یہی حکم صوم اور صلوۃ مین بھی ہی کذا فی الطحطاوی ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر او دبرہا
مطلقا فالحنث بالمقید فتح او استولد الامۃ حنث لتحقق الشرط لفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حرۃ فدبرہا او استولدہا عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولی نے

اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہین تو حانث نہوگا زید کی اُس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہی اسواسطے کہ حاشیہ شلبی مین فتح القدیر سے یہ منقول ہو قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہین پھر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اُس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہو کہ محمدؒ کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہو اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا او الدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہی نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہین ہوتا ہی نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہی یا اُسکے غیر کا پھر اُس گھر مین حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے یعنی حالف نے آپ کو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہین مذکور کیا تو حالف نکرہ ہو الہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہی وہ بھی شامل ہوگیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری و دارک لا الحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر مین یا تیرے گھر مین تو حانث نہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہی بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اُسکو مناسب تھا یون کہنا لا الحنث بالحالف والمخاطب لتعریفہا یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہی بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لا الحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان فیہ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی طلاق معزیا للاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا اُسنے اپنے سر کی طرف تو حالف اسکے چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہی حالف سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی تر ہی داری کی اضافت سے اور اُسکو مصنف نے ذکر کیا ہی باب الیمین سے پہلے طلاق مین اشباہ کی طرف اشارہ کرکے الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام مین داخل ہوتا ہی چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اسکی مطلقہ ہی حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنی اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو اسوجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اُس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہی تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اسکا غلام اسمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فامرأتہ طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ کما مر فی القسم الثالث من ایمان الظہیریہ شارح کہتا ہو اشباہ مین ہی کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اُس نکرہ مین داخل ہوتا ہی جو شرط کے محل مین واقع ہی چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو مطلقہ ہی پھر زوجہ اسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہی حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہی بتاء خطاب لیکن وہ جزا مین واقع ہی تو اُسکا دخول اُس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہی ممتنع نہین اسواسطے کہ دو جملے مانند دو مختلف کلامون کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین واقع ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دونون واقع ہین ویجب حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ فان رکب لزمہ دم لادخالہ النقص ولو اراد بیت اللہ بعض المساجد لم یلزمہ شی اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھپر واجب ہی پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور ذبح کرے اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اُسنے حج مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعضی مسجد کا ارادہ کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا نہ قضاءً

کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق مین اُسکی رکنیت معتبر نہوگی کذا فی فتح اور نہر الفائق مین قعدہ کو شرط
قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اُسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر العتق الا باولی تشفع تحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک
رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثانی ہوم ہر چند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدون رکعت ثانی
کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھ کر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی لا یصلی صلوۃ لشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اُسنے قعدہ نہ کیا ہو اسواسطے کہ
فتح القدیر سے منقول ہوچکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلاً فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلاً نہ پڑھیگا تو اُسکے حانث
ہونے مین تشہد مشروط ہے ہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ [illegible] مین ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھا دیگا تو حانث نہ ہوگا تاوقتیکہ چوتھی
رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان قصد ان لا یؤم احدا الا انہ اسم اس قسم مین
کہ کسی کی امامت نہ کریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اُسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اُسنے کسی کی امامت کا قصد نہ کیا ہو اسواسطے حانث
ہوگا کہ وہ امام اُنکا ہوگیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یؤم احدا اور حالف کی فقط دیانۃ
تصدیق ہوگی اگر اُسنے یہ نیت کی ہو یعنی اس نیت مین دیانۃ تصدیق ہوگی کہ کسی کی نیت نہ کریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احدا لا یحنث مطلقاً
لا دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحساناً اور اگر حالف نے گواہ کرلیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نکریگا تو کسی طرح حانث نہ ہوگا
نہ دیانۃ اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیون کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنابر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہے سو
بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز
جنازہ یا سجدہ تلاوت مین بسبب اُسکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کی طرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب
عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اُسکی جماعت کرنے سے
حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہے ہم جماعت نفل کی اُسوقت ممنوع ہے جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین
کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد
ہے سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اُسکا انکار کیا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسپر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت
طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اُس نے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی
الظہیریہ حلف لا اخر صلوۃ عن وقتہا وقد نام فقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اُسکے وقت سے موخر
نہ کریگا اور حالانکہ وہ سوگیا نماز کے وقت پھر اُسکو قضا کیا باقانی نے اُسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز
کے وقت سوگیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اُسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف مین اُسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضا
کرے اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما دو حدث جمع ہوئین تو طہارت دونون سے ہوگی ہم قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نکریگا پھر اُسکی ناک سے خون نکلا پھر اُسنے پیشاب
کیا پھر اُسنے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونون حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر
والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت یصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اس دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے
پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نہ کریگا تو اُسکی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے

کے محصنہ ہونے پر موقوف ہی اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہی تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن
نہو گا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہین اور سبب اسکا یہ ہی کہ نکاح ایسی عورتون کا لائق نفرت ہی تو حصول نعمت علی وجہ
الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہین اور اسیطرح وہ شخص محصن نہین جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت مین اور پھر وہ محصن ہو گیا زنا کے وقت بدلیل
مذکور کذا فی الطحطاوی [illegible] البحر فلو نکح امۃ او الحرۃ عبداً فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق تحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد [illegible] نکاح کیا
آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہین مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اسکا بعد آزاد ہونے کے [illegible] یا غلام کے [illegible] حاصل
ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہانتک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان [illegible] تو اسپر رجم نہو گا بلکہ کوڑے
مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ [illegible] رت محصنہ تھی وبقی شرط آخر ذکرہ ابن الکمال وہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم [illegible]
لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہی وہ شرط یہ ہی کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد
کے نہ باطل ہو گیا ہو سو اگر دونون مرتد ہو جاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھ ہی مرتد ہوتے اور ساتھ
ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہین ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہین اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بجنون او عتہ عاد
بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ جماع بعد صحت
سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہی وعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق [illegible] بقی مجردا و
زنی یرجم اور جان سکو کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہین تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر مین ایک [illegible] عورت کو طلاق
دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد بنا رہا اور اسنے زنا کیا تو سنگسار [illegible] وا ونظم لبعضہم الشروط فقال سے شروط احصان اتت ستۃ [illegible] فخذہا
بلوغ وعقل وحریۃ * ورابعہا کونہ مسلما * وعقد صحیح ووطی مباح * متی اختل شرط فلا یرجما * اور بعض [illegible] نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شرط احصان
کے چھ ہین سو لے انکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور
چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو اس نظم مین دو شرطین باقی رہگئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول
کے اور دوسرے نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہی

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہی اس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہی اور جس سے حد واجب نہین ہوتی بسبب
قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ تم [illegible] حدود کو بسبب شبہون کے جہانتک کہ تم سے ہو سکے ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ابو یعلی کی مسند مین حدیث مرفوع
ان الفاظ سے مروی ہی کہ (ادرؤا الحدود ما [illegible] تم) اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہی (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود
بالشبہات) ٹالو حدود کو شبہون سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل کرون
میرے نزدیک محبوب تر ہی کہ انکے شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات
نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو [illegible] ہر چند ابن حزم [illegible] اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے
یہ امر ثابت ہی اور فقہاء امصار کا [illegible] اتفاق اور اجماع ہی تو انکار انکا باطل ہی لائق التفات کے نہین کذا فی الفتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الشیء الثابت ولیس
بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی دھوکا وہ چیز ہی جو مشابہ ہی شی ثابت کے حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہین یعنی شبہہ عبارت ہی امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت

لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی مسقط حد ہی اور حالانکہ اُس عبد پر اتنا دین ہی جو اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط ہی کذا فی الزیلعی
اور اگر عبد مدیون نہو گا تو بطریق اولی حد نہین م مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہی اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہی مولی کا تو اُسکے حق
مین شبہہ ملک البتہ ثابت ہی و وطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے م غازیون
کا حق بعد استیلا کے ثابت ہی تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہی کہ وطی اُسکی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے
کذا فی الطحطاوی و وطی جاریۃ قبل الاستبراء التی فیہا خیار للمشتری التی ہی اختہ رضاعا اور حد نہین خرید کی لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اُس لونڈی کی وطی سے جسکے خرید
مین ہنوز اختیار باقی ہی مشتری کو اور اُس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہی م اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہین اور یہی حکم ہی جب کہ بائع اور
مشتری دونون کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو و زوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ لامہا او بنتہا لان من [illegible] من لم یحرم بہ اور حد نہین اُس زوجہ
کی وطی سے جو حرام ہو گئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہو گئی یا اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہو گئی بسبب جماع
کرنے زوج کے اُسکی مان یا اُسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اُسکی حرمت کے قائل نہین م یہ تعلیل متعلق ہی ارتداد اور اُسکے مابعد سے کتاب النکاح مین
مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوے دیا ہی اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہی بہر صورت شبہہ پیدا ہونے
سے حد ساقط ہو گئی وغیر ذلک کما لا یخفے علی المتتبع فدعوے الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین چنانچہ
کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھ مکانون [illegible] ممنوع ہی م یہ تعریض ہی صاحب درر پر ہر چند صاحب درر نے دعوی حصر کا
نہین کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ شمار کرنا بیان [illegible] مین قرینہ ہی حصر کا کذا فی النہر ولا حد ایضا بشبہۃ الفعل و تسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق
من حصل لہ اشتباہ اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اُسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے شبہہ اُسکے حق مین ثابت ہی جسکو دھوکا پڑا حلت [illegible] شبہہ فعل کو شبہہ
مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حلۃ العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے اُسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور
اعتبار ہی ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ فی الواقع اُسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو [illegible] ادعاہ احدہما فقط لم یحدا حتے یقرا جمیعا لعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت مین
سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماریجاویگی یہانتک کہ دونون ملکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ مین
اُسوقت دونون پر حد ماریجاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح پر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویہ وان
علیا شمنی چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین اوپر کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا بھی
مسقط حد ہی اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہی کہ لڑکو والدین کی لونڈی کے جماع مین لابیت ہی چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہی
کذا فی النہر و معتدۃ الثلث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہون م اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہی
لیکن بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہی موضع اشتباہ مین کذا فی النہر و امۃ
امرأتہ و امۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا م حقتعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ کے مال سے
غنی فرمایا چنانچہ ارشاد کیا ووجدک عائلا فاغنی [illegible] آیت سے شبہہ پڑ سکتا ہی کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہی اور غلام محتاج ہی اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوج
غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا و وطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختارۃ زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ
لونڈی سے مسقط حد ہی کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہی کذا فی شرح زیلعی م جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت
جانتا تھا اور اُس سے جماع کیا تو اُسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اُسپر حد نہین تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبی مین ہی کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اُس سے جماع کیا حلال گمان کرکے تو اُسپر حد نہ ماریجاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اُسنے حرام جانکر وطی کی تو اُسیطرح اُسپر بھی حد نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اُسپر حد ہی تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہۃ المحل اور شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد یہ قول ہی امام کا مع حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم مراد ہی تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہی اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہی اور اگر تقسیم من حیث المفہوم مراد ہی تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہی اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل مین داخل ہی چنانچہ معنوی اور بعضا شبہۃ المحل مین داخل ہی چنانچہ مسئلہ متن کا وحد بوطی امۃ اخیہ وعمہ وسائر محارمہ سوے الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماریجاوے اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی وطی سے اور سواے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیون کی وطی سے لبسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہ کے مال مین توسع اور بے تکلفی جاری نہین چنانچہ باپ اور بیٹے کے مال مین جاری ہی ولہذا ظن حلت اور حرمت یہان برابر ہی وبوطی امراۃ وجدت علی فراشہ فظنہا زوجتہ ولو ہو اعمی لتمیزہ بالسوال الا اذا دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ فواقعہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل ونعم حد اور حد ماریجاویگی اُس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اُسنے گمان کیا کہ وہ اُسکی زوجہ ہی اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہی لبسبب امتیاز حاصل کرسکنے اندھے کے سوال کرکے مگر جبکہ اُسنے عورت کو بُلایا سو اُسنے جواب دیا اُسکو یون کہکر کہ مین تیری جورو ہون یا مین فلانی ہون اُسکی جورو کا نام لیکر پھر اُسنے اُس سے جماع کیا تو اندھے پر حد نہین اسلیے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہی یہانتک کہ اگر عورت نے اجابت فعلی کریگی یعنی جماع پر تیار ہو کریگی یا فقط ہان کہیگی تو مرد پر حد ماریجاویگی ہم بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہی کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کا امتیاز کرلینا مرد پر مخفی نہین ہوسکتا لہذا ظن حلت یہان مستند بدلیل نہین بخلاف شب زفاف کے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ یہ تیری جورو ہی وذمیۃ عطف علی ضمیر حد وجاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماریجاوے ذمیہ عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا وذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہی اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہی لبسبب جدائی واقع ہونے کے اور عدم جواز در صورت عدم فصل ہی وحد ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ فلا یحد الحربی فی الاولی والحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام الحدود کلہا سلا تقام علی مستامن الا حد القذف اور حد ماراجاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت مین اور نہ حربیہ عورت پر دوسری صورت مین اور قاعدہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہی کہ جمیع حدود کی اقامت نہین ہوتی مستامن پر سواے حد قذف کے ولا یحد بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبی اور نہ حد ماریجاوے جانور کے جماع سے بلکہ اُسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے اور مکروہ ہی فائدہ لینا اُسکے جیتے اور مرنے کذا فی المجتبی مع ذبح کرنا جانور کا واجب نہین بلکہ مستحب ہی تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہی گفتگو منقطع ہوجاوے یہ جلانا اُسوقت ہی جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اُسکو اختیار ہی کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی النہر وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا لقولہم یضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق ندب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور مضمون بالقیمت ہی مع طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہین اور یہ عبارت نہر الفائق مین بھی نہین بلکہ اُسکی عبارت یون ہی فان کانت الدابۃ لغیرہ امر صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ تطالب ہی بالدفع علی وجہ الندب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اُسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہی کہ مالک مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب ہی اور اسی واسطے خانیہ مین کہا ہی کہ اُسکے مالک کو اختیار ہی کہ جانور اُسکو دیوے قیمت لیکر ولا یحد بوطی اجنبیۃ زفت الیہ وقیل ہی زوجتہ واحد کاف فی کل ما یحمل فیہ بقول النساء بحر ہی عرسک وعلیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد نہ ماری جاویگی اجنبی عورت سے جماع

علی قول اور بحر الرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً اور مراد عقلی سے یہ
مراد ہے کہ عقل سے ظاہر اور مبین ہے حرمت کی نجاست اور خبث حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی
اور زنا حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلاً اور شرعاً حرام ہے اور حرمت اسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا
کی حرمت دائمی نہیں بخلاف لواطت کے کہ اسکی کسی طرح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں ہے کہ اسکی حرمت
خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظا اور تشدید کے ہے اسلیے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلها عند الجمہور اور مجتبی میں ہے کہ لواطت
کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ تکفیر مقید بغیر مملوکہ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اسکا کافر نہیں اگرچہ اسنے گناہ
عظیم کا ارتکاب کیا او زنی فی دار الحرب والبغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ ہدایہ یا زنا کیا دار الحرب یا دار البغی میں تو اسپر حد نہیں مگر جبکہ اسنے
زنا کیا اس لشکر اسلام میں جسکے سردار کو ولایت ہے اقامت حد کی تو البتہ اسپر حد ہو کذا فی الہدایۃ ہم ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلا کو نہ امیر لشکر کو کہ اسکا
اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود میں دار الحرب وغیرہ میں حدود اسواسطے نہیں کہ وہاں ولایت امام کی منقطع ہے ولا بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقا
لا علیہ ولا علیها اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقا نہ مرد نہ عورت پر ہم غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور
پر اسواسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت اسکی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں وفی عکسہ حد فقط اور اسکے بالعکس
میں یعنی مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلف کے فقط مرد پر حد ہوگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ ای للزنا اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ
زنا کرنے سے جسکو زنا کے واسطے اجارہ لیا ہو یعنی اگر عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں تجکو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہوں یا اسقدر درہم لے تا کہ میں تجھسے
قربت کروں تو اسپر حد نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ صورت شبہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن
مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو مثل اس ناجائز
والحق وجوبہ اما المستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ثم فتح
القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجکو اتنا مہر دیا میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسیطرح اگر کہا
اور [illegible] واسطے وطی کے اور ان سب صورتوں میں حق یہ ہے کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ پانا معنی اور حقیقت [illegible] کے کتاب اللہ کے معارض ہے حقتعالی فرماتا
الزانیۃ والزانی فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت [illegible] نہیں [illegible] ملخصا ولا بالزنا بالاکراہ اور حد نہیں ہے زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف
سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام کے نزدیک [illegible] جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے [illegible] اختلاف
امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہے یعنی امام کے زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عہد صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل
تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر الآخر للشبهۃ اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہ کے [illegible] مراد چار بار کا
اقرار ہے اور انکار یہ کہ کہے میں نے مطلق نہیں زنا کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت ہر صورت حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک
ہے بدون دو شخص کے نہیں ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ٹلنا موجب شبہ ہے دوسرے شخص میں اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر وکذا لو قال
اشتریتہا وہی حرۃ مجتبی اور اسی طرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی وفی قتل
امۃ زنا بہا الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے میں اسکے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے بواسطے قتل کے
ہم لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النہر ولو ذہب عینیہا لزمہ قیمتہا وسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء

فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی النہر ولو اقر بہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما یجئی اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے
تو مقر پر حد قائم کیجاویگی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر مین تقادم سے حد نہین چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور
نہین مانند شہادت کے وتقادمہ بزوال الریح ولغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بوکے جاتے رہنے سے ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے
سے ہی یہی قول اصح ہی م یہ قول محمد سے منقول ہی اور شیخین سے بھی مروی ہی کذا فی النہر ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ
اور اگر شاہدون نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخانیہ عدم حد کرخی کا قول ہی شہدوا علی زناہ
بغائبۃ حد گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہی اور شاہد اسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی بالاتفاق
امیۃ اربعۃ اور اسیطرح اقرار سے اگر کوئی کے محتمل ہی کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہ ہی کہ دعوی نکاح مثلا شبہہ ہی اور احتمال اسکے دعوی
کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہی حالانکہ معتبر شبہہ ہی نہ شبہۃ الشبہۃ والا جمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہی یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہی اور
گواہی بھی محتمل رجوع ہی تو اگر شبہۃ الشبہہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی لو علی سرقۃ من غائب لاشتراطیۃ الدعوی فی السرقۃ دون
الزنی اور اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب مشروط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا
علیہ بذلک لا لاحتمال انہا امراتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف
عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہین رہ سکتا کا ختلافہم فی طوعہا
چنانچہ حد نہین شاہدون کے اختلاف مین عورت کی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اسپر جبر تھا تو دونون پر حد نہین
امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہی اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت مین شاہدون پر حد
قذف نہین امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل ربع فی اربعۃ لکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا وقتا واحدا وتباعدا المکانان الا قبلت فتح یا شاہدون کا اختلاف
ہوا شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور
اگر ایسا نہو یعنی وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب
ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح م اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین
تو مرد اور عورت دونون پر حد نہین اسلیئے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہ ہی
کہ چار گواہون نے باوجود دوری دونون مکان کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا ہی اور چار گواہون نے
گواہی دی زنا کی کوفہ مین اسیوقت اسی مہینے اسی سن مین تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایکساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہو سکتا اور شاہدونکا صدق اور
کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہی بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہی
اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہی اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہی بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی
زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المراۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور
عورت دونون پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہی اسطرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے مین ہو اور
انتہای فعل دوسرے کونے مین بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا وکن ہی بکر او رتقاء او قرناء او ہم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ اربعۃ
وان جئ صلیۃ شہود الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کی زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہی یا اسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان

ہوویں کہکر کہ ہمنے بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار میں اور دیت اُسکی بیت المال میں ہی بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوے
بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی خطا کے ہوئے بالاجماع اُنپر ضمان نہیں اور اگر مزکیوں نے خبر دی کہ گواہ عادل ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہیں
تو بھی اُنپر ضمان نہیں بالاجماع کذا فی المنح مزکی وہ ہی جو قاضی کے روبرو شاہدون کی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بحرا ور
شاہدون پر حد قذف نمار یجاویگی اسواسطے کہ قذف میں وراثت جاری نہیں کذا فی البحر یعنی شاہدون نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ
مرچکا اور چونکہ قذف میں ارث نہیں تو وارث اُسکے طلب حد نہیں کرسکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہروا کذلک غیر اہل الشہادۃ فان القاتل
یضمن الدیۃ استحسانا للشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کی ضمان ہے جیسے قاتل ضمان دیتا ہی اگر قتل کرے اسکو جسکی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل
شہود کے پھر اسیطرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت کے نہیں تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر
حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اُسکے مال میں واجب ہی کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل
التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصا فظہر الشہود عبیدا او محدودا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے
یا بعد حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاوے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہی اُس قاتل سے مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہوگیا بنا بر
قصاص کے خواہ شاہدون کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفاء قصاص کا حق واسطے وارث کے ہی کذا فی شرح الزیلعی من کتاب
الردۃ وان رجم ولم تزک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حالانکہ شہود زنا
کی تعدیل نہ ہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرحوم کی بیت المال میں ہی بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی
طرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال میں ہوتی ہی اسواسطے کہ امام نائب ہی مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا
النظر قبلت لاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا تعمدناہ للتلذذ فلا تقبل لفسقہم منح اور اگر زنا کے گواہون نے کہا کہ ہمنے قصدا زنا کو دیکھا تو گواہی انکی
مقبول ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جب کہ گواہون نے کہا کہ ہمنے عمدا زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی انکی مقبول
نہوگی بسبب فاسق ہوجانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح ثم تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہی جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے کو مباح
ہی اور اسیطرح واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہی کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ
قبل الزنی نہر رجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اُسکے احصان پر گواہی دی یا اُسکی زوجہ اُس سے جنی قبل
زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت
اپنی زوجہ سے کی پھر اُسکو طلاق دی اور بولا کہ مین نے اُس سے جماع کیا اور عورت منکر ہی جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے
نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ اقرار حجت قاصرہ ہی یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت
نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیرجم المحصن ویجلد غیرہ ویستغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ
اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ مین نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مار یجاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے
سنگسار ہوگا نہ عورت تو اُسپر کوڑے مار یجاوینگے شارح کہتا ہی اور اس عبارت سے حاجت نہی اُس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخون مین پائی جاتی
ہی وہ یہ قول ہی کہ جب دو زانیون میں ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اُنمین سے وہ حد ماریجاویگی جو اُسکی حد ہی یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرے اسکو
مصنف کی شرح میں یہ عبارت موجود ہی فیرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی کچھ حاجت نہیں بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل

یہ رد ہو صاحب کنز پر کہ اُسنے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح الاان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ ۔ جیسے فلاں ن لیتہد بالشرب طائعا و یقولا اخذناہ و ریحہا موجودۃ وجود بوثبوت شرب کے واسطے ضرور ہی مگر یہ کہ بو منقطع ہوگئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اُسوقت مین ضرور ہی کہ شاہدین گواہی دین کہ اُسنے شراب اپنی خوشی سے پی اور یون کہین کہ ہمنے اُسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اُسوقت بو موجود تھی ولا یثبت الشرب بریح الخمر ولا بتقایئہا بل بشہادۃ رجلین او باقرارہ نہین ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قی کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہی شرب دو مردون کی گواہی سے ۔ م فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ کاسنی وغیرہ سے خمر کے مانند بو آتی ہی جیسے سفرجل یعنی بہی کے کھانے سے اور قے سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اُسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو فیسالہما الامام عن ماہیتہا و کیف

شربہ لاحتمال الاکراہ و متی شرب لاحتمال التقادم و این شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتی یسال عن عدالتہم ولا یقضی بظاہر العدالۃ کذا فی الخانیۃ دونون شاہدون سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہی اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب مین پھر شاہدان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد مین ظاہر

عدالت پر بلا تحقیق کذا فی الخانیۃ م ماہیت خمر کا سوال سو واسطے ہو کہ شاہد گواہ ہر شراب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما بالسکر من الخمر والآخر من السکر لم یحد کذا فی الظہیریۃ اور اگر شاہد مختلف ہون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اُسکے خمر سے مست ہونے کی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے مست ہونے کی تو اُسپر حد نہین کذا فی الظہیریۃ م سکر بفتحتین عبارت ہی عصیر رطب سے جب اُسمین اشتداد ہو اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہی کذا فی النہر او یثبت باقرارہ مرۃ صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہی شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین م بحر الرائق مین ہی کہ جب ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے اُنکو پیتے نہ دیکھا ہو تو اُسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی ثمانین سوطا اسعلق بحد الحر و نصفہا للعبد اسّی کوڑے حد مار یجاوین آزاد کو اور اُسکے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا بحد سے متعلق ہی و فرق علے بدنہ کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اُسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور مُنھ اور شرمگاہ پر نمارے اور کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اُتار ا جاوے سوا پاجامہ کے تا کشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدوا بعد زوال

ریحہا لا لبعد مسافۃ او اقر کذلک او رجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالی فیعمل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا برای عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بو ے خمر کے بلا بعد مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اُسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہی اللہ تعالی کا تو اسمین اقرار سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پھر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہی اور اجماع حاصل نہین بدون راے عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اُن دونون بزرگون نے قیام بو ے خمر کو شرط کیا ہی م شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظمؒ کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہی امام مالکؒ کا اور ایک روایت ہی امام احمدؒ کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول اصح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہو اگر اُسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہی صحیح مسلم مین انس بن مالکؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سے مارا پھر ابو بکرؓ نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت مین پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے اور ہر طرح کے لوگ جمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری راے مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کے مانند تو عمرؓ نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور مؤطا مین مروی ہی کہ عمر فاروقؓ نے خمر مین مشورت کی تو علیؓ بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری راے مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب آدمی نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کریگا پھر جب بیہودہ بکے گا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہین اور ان دونون روایتون

یا ہوشیار کے گھوڑے نے اُسکے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مرگیا اگر سوار قادر تھا اُسکے روکنے پر تو اُسپر ضمان ہی اور اگر قادر نہین تو اُسپر ضمان بھی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا مصنف عن العمادیہ

باب حد القذف

یہ باب ہی حد قذف کے بیان مین ہو لغۃ الرمی وشرعاً الرمی بالزنی وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب مین عبارت ہی مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہی زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہی باجماع است کذا فی الفتح حق تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہی کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ فرمایا سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگاوین محصنات کو اور چار گواہ نہ لاوین تو اُنکو ۸۰ کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہی تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگاویگا تو اُسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کذا فی المنح نہر الفائق مین ہی کہ ہر چند نص قرآنی مین قذف محصنہ مذکور ہی لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہی بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہی لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہی کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہی اھ نہر الفائق مین یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہی تو ظاہر استدراک غیر مناسب ہی بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہی کہ قذف کبیرہ گناہ ہی اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہی سو وجوب حد کے واسطے ہی نہ کبیرہ گناہ ہونے کے واسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہی کہ جو ذمی کو قذف کریگا اُسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے ہان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہی انتہی کذا فی الطحطاوی ہی کحد الشرب کمیۃ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہی مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مردون کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کے ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اُسمین عورتون کی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسئلہما الامام عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نائب اُسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اُسکی سے ھ حقیقت قذف کا سوال اُسوقت ہی جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا اور اگر گواہ بجز لفظ قذف اُسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے وہ مراد ہی جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہد القول یا زانی کہ جب دونون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہین کہ خود اُسنے مذکور کی ثم یحبسہ لیسال عنہا کما یحبسہ لشہود یمکن احضارہم فی ثلثۃ ایام والا لا ظہیریہ پھر بعد اُسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہی اُن شہود کے واسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہی اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفل خلافاً للثانی نہر اور امام ضامن نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر و یحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والا ففیہ التعزیر اور حد مارا جاوے حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اُس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہی قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اُسکی حریت ثابت نہین تو اُسکے قذف مین تعزیر ہی قاذف پر حد ہی اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو ھ طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل ہین البالغ العاقل العفیف عن فعل الزنا یعنی مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہی زنا کے فعل سے ھ اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زنا کار کی قذف سے حد نہین نہر الفائق مین ہی کہ عفیف وہ ہی جسنے کسی عورت سے وطی زنا اور شبہ اور نکاح فاسد سے نہ کی ہو فینتقص عن احصان الرجم لتبیین النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ احصان رجم دو چیز مین

ولد ہو جبکہ ماں اُسکی مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب اُسکی والدہ ہوگی نہ اُسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب تعلیق بالصور الثلاث فی غضب تینوں صورتوں سے
متعلق ہو یعنی زنات فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کیحالت میں قاذف پر حد ہو اور اگر حالت رضا میں اقوال ثلثہ میں سے کوئی
قول کہیگا تو حد نہیں اسلیے کہ قول اول میں زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین میں نفی ولادیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہو لطالب
المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی
خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اُسیکا حق ہو اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اُسکو عیب
لگاتے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر ہم درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ میں نے یوں کہا تھا وان امر
المقذوف بذلک شرح تکملۃ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملۃ ہم باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے
کہ یہ حق اللہ ہے تو صیغہ کی اباحت سے مباح نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شرب و زنا اور
حد مارنے کے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اُتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے
کے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے ہم حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہیں کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اُسکے سب کپڑے نہ اُتارے جاوینگے سوائے
پوستین اور پنبئی کپڑے کے تاخفیف حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوائے پاجامہ کے سب کپڑے اُتار ڈالے جاوینگے لا بحد لست بابن فلان
لجدہ لصدقہ یوں کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماریجاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے
باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا ونسبتہ الیہ او الی خالہ او عمہ او رابہ بتشدید الباء مربیہ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانہم آباء مجازا اور حد نہیں اُسکی دادا کی طرف اُسکے
نسبت کرنے سے یا اُسکے ماموں یا اُسکے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اُسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے
کہ دادا اور چچا وغیرہا آباء مجازی ہیں رابہ بتشدید باء موحدہ یعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء وفیہ نظر ابن الکمال اور یہ یوں کہنے سے حد ہے کہ او بارش
آسمانی کے فرزند اسمیں اعتراض کیا ہے ابن کمال نے ہم اسواسطے حد نہیں کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارثہ
ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے ہے اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط میں مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھی اپنے
حسن اور جمال کے سبب سے اور اُسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی الفصاح
الاصلاح میں ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب میں جود و جمال سے تشبیہ نہیں ہو سکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم الزام کرتے ہیں اور اُسکو نفی شجاعت اور سخاوت
کا سبب ٹھہراتے ہیں اسی حالت میں کذا فی النہر فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اگر وہاں کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اُسپر حد ہے ابن ماء السماء
کہتے ہیں اور جنہیں تو نہیں حد لا بقولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہیں ہم نبط ایک گروہ ہے آدمیوں کا عراق میں احد کو نبطی کہتے ہیں اور شرح جامع صغیر میں
ہے کہ انباط عجمی کشتکار ہیں اسواسطے حد نہیں کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت میں مراد ہے بلا گمان قذف فی النہر
متی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا عزر بنہر الفائق میں ہے کہ جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کو اُسکے غیر قوم کی طرف یا اُسکے قوم سے اُسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے
ہم نہر الفائق میں یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا نجل الزنا قذف اور نہر میں ہے کہ یوں کہنا کہ او
زنا کے چوزے اور زنا کے انڈے اور زنا کے حمل اور زنا کے نجل قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہیں حمل بفتحتین بچہ گوسفند جب چار
مہینے کا ہو اور نجل بچہ گوسفند بمجرد پیدائش ہم نہر الفائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ یوں کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہیں ہے بخلاف یا ابن الزنا او یا حرامزادہ
قنیۃ بخلاف اس قول کے او زنا کے بیٹے یا او حرامزادے یہ قذف نہیں ہم طحطاوی سے کہا کہ بیشتر زنا میں شاید یہ وجہ ہے کہ قذف میں مستعمل نہیں اور حرامزادہ شریر

سکتے سو حق خصومت انکو ہوتا یا مردہ سکتے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف وشرب وسرق وزنا غیر محصن فالقیام علیہ
الکل بخلاف المتحد جمع ہوئین ایک شخص پر حدود کی چند جنسین مختلف اسطرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اُس پر سب
حدود قائم کی جاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول
ہے تو اقامت حد واحد سے جمیع مقاصد مذکورہ نہین حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور
ہوگا ولا یوالی بینہا خیفۃ الہلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان مین اتصال نہ کیا جاویگا یعنی لگاتار برابر اُنکی اقامت نہو گی ہلاک ہو جانے کے خوف
سے بلکہ وہ محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بالحد القذف لحق العبد ثم ہو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود
مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمین حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے
قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجید سے یعنی دونون قوت مین برابر ہین کسی کی ترجیح نہین ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور
موخر کرے حد شرب کو بسبب اُسکے ثابت ہونے کے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ العینین بدأ بالقصاص ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغی غیرہ اور اگر کسی کو
زخمی بھی کیا تو امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور اُسکے سوا اور حدود لغو ہو جاوینگے کذا فی البحر طحطاوی نے
ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے وفی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقۃ ثم قتل وترک
ما بقی اور حاوی مین ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماریجاوے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہون ویؤخذ بالسرقۃ من
ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جسقدر اُسنے چوری کی وہ اُسکے متروکہ سے لیجاوے بسبب اُسکے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہے قطع ید کی ضرورت سے
سو یہان پایا نہین گیا ولا یطالب ولد ای فرع وان سفل وعبد اباہ ای اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف امہ الحرۃ المسلمۃ
المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نہ کرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی مان کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل
ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو صورت غلام کی مان کا حرہ ہونا اسطرح ہے کہ مان آزاد ہو گئی اور بیٹا اُسکا غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی
سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولی ساقط ہو گی فلو کان لہا ابن من غیرہ او اب او نحوہ ملک الطلب فی النہر واذا
سقط عنہ الحد عزر بالشتم ولدہ لیعزر پھر اگر اُس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اُس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا باپ ہو یا
اُسکے مانند کوئی اور اصول اور فروع مین تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جائیگا بلکہ بیٹے
کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مر گیا تو حد باطل ہے وارث
دعوی نہین کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہو چکا ولا رجوع بعد اقرار ولا
اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز
نہین اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہو جاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیہ متعلق ہے رجوع
سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہان اگر مقذوف عفو کر دے تو
حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہانتک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور
طلب حد کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہو گی مگر بعد حاضر ہونے مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر
مقذوف کہین چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مار یجاوینگے تا وقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال الآخر لا بل انت حد لغلبۃ حق اللہ فیہ کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو اُسنے

کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف کیا اور اُسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بولدٍ ثم نفاہ یلاعن و ان عکس حد للتقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج

نے ولد کا پھر اُسکی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اُسکے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماریجاوے اور ولد دونوں صورتوں میں مرد کا

ہوگا اسکے اقرار سے پہلی صورت میں اقرار سابق ہو اور دوسری صورت میں اقرار لاحق ہو اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہو کذا فی النہر ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر

لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہو نہ تیرا تو یہ باطل ہو نہ اس قول سے حد متعلق ہو نہ لعان اسلیے کہ مرد ولادت کا منکر ہو اور انکار ولادت سے

قاذف نہیں ہوتا قال لامرأۃ یا زانی حد اتفاقا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اُسپر حد ہو باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اسواسطے کہ کلام

عرب میں ہاء ہوز محذوف ہوسکتی ہو بسبب ترخیم کے یعنی اصل میں یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہوگیا ترخیم عبارت ہو حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا

زانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہیں اور محمدؒ نے کہا کہ اسکا قائل

حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہاء ہوز صیغہ مذکر میں مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہو جیسے علامہ میں ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ اصل کلام میں مذکر لانا ہو لفظ

کا اور تانیث غیر اصل ہو و لا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہیں اُس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہیں اُس

شہر میں جہاں قذف واقع ہوا نہ ہر شہر میں کذا فی البحر او من لاعنت بولدٍ لانہ امارۃ الزنٰی یا حد نہیں اُس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا

باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کردیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کردیا اسواسطے حد نہیں کہ وجود ولد بعد لعان علامت

ہو زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نہ کریگا تو اسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہوجاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر

حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی النہر او بقذف رجل وطی فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامۃ فہی

اختہ رضاعا فی الاصح لفوات العفۃ یا حد نہیں اُس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک میں ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ

سے غیر ملک میں وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اُس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اس لونڈی سے وطی کی جو سوتلی کی رضاعی

بہن تھی یہاں حد نہیں قول اصح میں بسبب فوت ہونے عفت کے ہم یہ علت ہو مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان

یا حد نہیں اُس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت میں زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث

شبہۃ یا حد نہیں اُس مکاتب کے قذف سے جو مرگیا بدل کتابت ادا کرکے حد نہیں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُسکی حریت اور عبدیت میں تو اس اختلاف نے

شبہہ پیدا کیا سقوط حد میں ہم وفاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مرجاویگا تو اُسکے قاذف پر بطریق اولی حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلاشبہہ غلام مرا

کذا فی البحر و حد قاذف واطئ عرسہ حائضا او امۃ مجوسیۃ و مکاتبۃ و مسلم نکح محرمۃ فی کفرہ لثبوت ملکہ فیہن و فی الذخیرۃ خلافہما اور حد مارا جاویگا قاذف

اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت میں اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اُس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر

میں اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اُسکے ملک میں یعنی پہلی اور پچھلی صورت میں ملک نکاح ثابت ہو اور باقی میں ملک یمین ہو اور پچھلی صورت میں خلاف ہو

صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہو اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں و حد مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد

بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالی المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر غایۃ اور حد مارا جاویگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا

اسواسطے کہ اُس نے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہو بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہیں اس لیے کہ زنا اور سرقہ

کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہو مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو ہمہ حدود ماریجاوینگے سواے شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن فی منیۃ

من النیۃ تصحیح حدہ بالسکر ایضا لیکن ہم باب الشرب میں سعدی سے ذکر کرچکے ہیں منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح درست ہونے سے بھی نشہ چڑھنے سے درک کیا غایۃ البیان

کے واسطے جنکی جنس متحد ہی بخلاف اُن جنایات کے جنکی جنس مختلف ہی چنانچہ ہم بیان کرچکے ہین اسی باب مین حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہی اطلاق مصنف
کا جبکہ مقذوف متحد ہو یا متعدد قذف انکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن مین قذف کیا ہو یا چند ایام مین طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض
نے اور شامل ہی اطلاق اِس صورت کو جبکہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اُسنے دوسری بار اُسی مجلس مین دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاوے گی
یعنے فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کیواسطے کچھ نہین بسبب تداخل کے صرح الکمال حد واحد اُسوقت ہی جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات
اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماریجاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فحق فقذف آخر حد للعبد فان اخذه الثانی
کمل له ثمانون لوقوع الاربعین لهما فتح اور جبکہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اُسپر غلام کی حد ماریجاویگی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر
مقذوف ثانی اُسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسّی کوڑے پورے کردیے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑونکے دونون حدون کے واسطے
کذا فی الفتح یعنی صد چالیس کوڑے دونون قذفون مین شمار ہو گئے بسبب تداخل حد کے تو اب چالیس باقی ہین مقذوف ثانی کی طلب کے بعد
ماریجاوینگے و فی شرح الزیلعی قذفه فحد ثم قذفه لم یحد ثانیا لان المقصود وهو اظهار کذبه ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب الشرب مین ہی کہ قذف کیا
زید کو مثلاً سو اُسپر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اُسکو قذف کیا تو دوسری بار اُسکو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار
مقذوف سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نہ رہی انتہی کلام زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہین اسواسطے
کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن زیلعی بھی مسئلہ ثانیہ مین حد ہی مانتے ہین کے واللہ حلیم کذا فی الطحطاوی ومفاده انه
لو قال له یا ابن الزانیة وامه میتة فخاصمه حد ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیة یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر
اُسکی ماں کو اور حالانکہ اُسکی ماں میت ہی پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اُسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ اُسکی پوشیدہ نہین یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی طلب
کی سو قاذف مارا گیا پھر اُسنے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اُسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اُسکی ماں کی
طرف سے لیکن اگر قاذف نے دونون کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونون کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییده بالحد ان
التعزیر یتعدد وتعدد الفاظه لانه حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہی اپنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہی
ط طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہی کہ مین نے اُسکو مصرحہ نہین دیکھا مگر فقہا کے کلام سے بوجھا جاتا ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح
کا عاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحد استحسانا عن محمد یحد قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وهو مندوب للدرء بالخیر فلحقه التهمة حواشی السعدیة دیکھا
قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اُسپر حد نہ مارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہی کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب
دیتے ہین امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفاے حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہو اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہی بموجب اس
حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اُسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیة یعنے جب قاضی نے حد کو نہ ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہوا بخلاف
حد قذف کے کہ اُسکا حق استیفا مقذوف کو ہی نہ قاضی کو اور قصاص مین حق استیفا ولی مقتول کیواسطے ہی نہ قاضی کیواسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہی تعزیر کے احکام مین ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے اُنکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر تھی حدود سے مقدار اور دلیل مین تو
اسکو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہی کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی (واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا) اس آیت مین حق تعالی
نے زوجات کے مارنے کو فرمایا اسواسطے تادیب اہد بتادیب کے اور کافی مین حدیث مرفوع منقول ہی کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اٹھالے اور مروی ہی

یعنی اُنتالیس کوڑے کو تو بدن پر علیحدہ علیحدہ مارنا چاہیے تا خوف ہلاکی کا نہ ہے اور اکثر تعزیر اس سے کثیر ہو تو متفرق کر کے لگائے کذا فی شرح الوہبانیہ و فتاوی قاضیخان میں ہے کہ کوڑے متفرق
مارنا چاہیے اعضاء پر سوائے منہ اور سر اور شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور پیٹھ کو بھی بچانا چاہیے کذا فی النہر ویکون به وبالحبس وبالصفع علی العنق وفرک الاذن
وبالکلام العنیف وبنظر القاضی له بوجه عبوس وبشتم غیر القذف مجتبی اور تعزیر ہوتی ہے ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے پشت کی جانب سے
اور کان مروڑنے سے اور سخت کلام کرنے سے اور قاضی کے گھور کر دیکھنے سے ترش رو ہو کر اُسکو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہ ہو کذا فی المجتبی وفیه عن السرخسی لا یباح بالصفع لانه
من اعلی ما یکون من الاستخفاف فیصان عنه اہل القبلة اور مجتبی میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر دھپ مار کر اس واسطے کہ یہ استخفاف اور ذلت
کا اعلی مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہیے لا باخذ مال علی المذهب بحر وفیه عن البزازیة وقیل یجوز ومعناه ان یمسکه مدة لینزجر ثم یعیده له فان ایس
من توبته صرف الی ما یرے وفی المجتبی انه کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں کذا
فی البحر الرائق اور اسمیں بزازیہ سے یوں منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اُسکا یہ ہے کہ اُسکے مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے
نادم ہو اور ڈر جاوے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اُسی کو حوالہ کرے پھر اگر نا امید ہی ہو مجرم کے توبہ کرنے سے تو حاکم اُس مال کو جہاں مناسب دیکھے صرف کرے اور
مجتبی میں ہے مال سے جرمانہ لینا ابتداے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی تا ظالم حاکم لوگوں کے ناحق مال لینے کا اُسکو وسیلہ نہ ٹھہرا دیں کذا فی الطحطاوی عن
ابی سعود اور بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہے تو پھیر دینے کی نیت سے ہے بعد انزجار کے اور یہ نہیں کہ حاکم اُسکو خود لے لیوے جیسے کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہیں
کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی النہر والتعزیر لیس فیه تقدیر بل هو مفوض الی رای القاضی وعلیه مشائخنا زیلعی لان المقصود
منه الزجر واحوال الناس فیه مختلفة بحر اور تعزیر میں کوئی چیز متعین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں اور یہی قول سرخسی کا مختار
ہے اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہے اور آدمیوں کے احوال اسمیں مختلف ہیں کذا فی البحر یعنی بعضا شخص فقط اعلام اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہے اور بعضے
کو بیس کوڑے کی کچھ پروا نہیں ہوتی تو جیسا قاضی مناسب دیکھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امراة لا تحل له ولو اکرهها فلها دفعه
درر [?] والاعلام وہبانیه اور گاہے تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی مرد کو اُس عورت کے ساتھ پایا جو اسکو حلال نہیں یعنے زنا کرتے پایا مجرد
خلوت مراد نہیں یہ قید فقہاء کے کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحطاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے والے کو قتل اُسکا جائز ہے اور خون اُسکا
باطل ہے اور یہی حکم ہے مرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیه طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اجبر میں قتل بدون شرط آئندہ جائز ہے اور نہیں تو اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں
نزدیک اتحاد حکم کے یا شارح کی عبارت میں واؤ عاطفہ زائد ہے بہر صورت یہ امر تحریر کے لائق ہے ان کان یعلم انه لا ینزجر بالصیاح وضرب بما دون
السلاح والا بان علم انه ینزجر بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اس شرط سے ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آویگا شور کرنے اور مارنے سے سوائے
ہتھیار کے اور اگر جانے کہ وہ باز رہیگا للکارنے اور مارنے سے تو اُسکی تعزیر قتل کرنے سے نہیں وان کانت المراة مطاوعة قتلهما کذا عزاه الزیلعی للهندوانی اور اگر
عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونوں کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف سے منسوب کیا ہے ثم قال وفی منیة المفتی لو کان
مع امراته وهو یزنی بها او مع محرمه وهما مطاوعان قتلهما جمیعا انتهی واقره فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر دیکھنے والے کی زوجہ کے
ساتھ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اُسکی محرم عورت کے ساتھ زنا کرتا ہو اور وہ دونوں راضی ہوں تو دونوں کو قتل کرے یعنی مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سبکو
انتهی کلام الزیلعی اور اسی قول کو ثابت رکھا ہے درر میں قال فی البحر ومفاده الفرق بین الاجنبیة والزوجة والمحرم مع الاجنبیة لا یحل القتل الا بالشرط المذکور
من عدم الانزجار المزبور وفی غیرها یحل مطلقا انتهی اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ ہندوانی اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت
کے اور زوجہ اور محرم کے سوا اجنبی عورت کے ساتھ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے یعنی عدم انزجار مزبور کے اور اُسکے غیر میں یعنے

زوجہ اور محرم میں قتل حلال ہے مطلقاً شرط مذکور ہو یا نہ ہو [illegible] البزازیہ وغیرہ [illegible] اجنبیہ [illegible]

مراۃ حرام الثیبۃ مطلق قتل علی التسبیح [illegible] لہ بزازیۃ بالشرط المذکور مطلقا [illegible] بلا شرط احصان [illegible]
باالمصورت اور بھی [illegible] کے فرق [illegible] کیا ہے [illegible] النہائق میں بیل قول [illegible] اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں شرط مذکور [illegible]
[illegible] کے قول میں بیل ہے ان منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہے زوجہ اور محرم میں [illegible]
میں شرط عدم انزجار [illegible] بھی [illegible] کہ [illegible] تحقق ہو جاوے اور اسی واسطے [illegible] شرط مذکور کا جزم کیا ہے مطلقاً اجنبیہ میں بھی اور زوجہ اور
محرم میں بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق [illegible] بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل میں احصان شرط نہیں ہے واسطے کہ یہ قتل حد نہیں ہے جو احصان شرط ہو بلکہ
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے [illegible] اسکو [illegible] خوب ہے اس واسطے کہ جب [illegible] شرع کا زائل کرنا قتل میں متعین ہوا تو محصن [illegible] احصان کا شرط کرنا
بے معنی ہے [illegible] بزازی نے اسکو مطلق کہا ہے بزازیہ کی کتاب الحدود میں [illegible] ہے کہ یا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک مرد کو اگر [illegible] زنا [illegible] نے [illegible] سے [illegible] ہتھیار [illegible] نے
سے تو قتل اسکا حلال نہیں اور اگر جانے بدون قتل کے تو اسکا قتل کرنا حلال ہے اور اگر زوجہ اسکی اس مرد سے راضی ہو تو اسکا قتل بھی حلال ہے [illegible] اسپر [illegible]
کو غیر محتسب بھی کرتا ہے انتہی کذا فی النہر وفی المجتبیٰ الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی یحل لہ ان یقتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی اور مجتبیٰ میں ہے [illegible] جو شخص [illegible] کسی مسلم
کو زنا کرتے دیکھے اسکا قتل کرنا اسکو حلال ہے اور قتل کرنے سے جو باز رہتا ہے تو اس خوف سے کہ اسکو سچا نجانیں کے مقتول کے زنا کرنے میں ہم اس قول سے معلوم ہوا کہ اسکا قتل اور
عدم قتل دونوں اختیار ہے پھر اگر اسکو قتل کریگا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب
المکس وجمیع الظلمۃ بادنی شی لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھین لے
اور راہزن اور صاحب ظلم اور سب ظالم جو کمتر قیمت والے چیز کو بھی ظلم سے چھین لیں اور جو ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالموں کے مددگار اور چغل خور
جو حاکم کو فساد پر مستعد بنائیں تو ان سب کا قتل کرنا بنا بر تعزیر کے جائز ہے اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبیٰ ہم قتل ان شخصوں کا بھی ظاہرا مشروط بشرط عدم انزجار
مذکور ہے چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اسپر دلالت کرتا ہے اور مکابر سے مراد وہ شخص ہے جو غیر کی چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر میں یہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہے
فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے مرد پر سو اسنے اسکو پایا اور اسکی برادری کے لوگوں کو حاکم
کے یہاں ناحق گرفتار کرایا تو اسنے اسکو قید کیا اور انکا مال چھین لیا ناحق تو اگر مظلوم لوگ اسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کریں تو اس مفسد پر تعزیر ہے یا نہیں جواب دیا کہ
ہاں اسپر تعزیر ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفتح افتی الناصحی بوجوب قتل کل موذ اور فتوی دیا ہے امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر ہم امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو کوئی
میں فساد ڈالے اور لوگوں میں فساد پھیلا دے حاکم کے پاس لیجا کر اسپر کیا واجب ہے تو جواب دیا کہ اسکا قتل واجب ہے واسطے دفع فساد کے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ وجوب
قتل امام اور اسکے نائبوں پر بشرط عدم انزجار مذکور ہے اور انکے سوا اور لوگوں کو مباح ہے وفی شرح الوہبانیۃ ویکون التعزیر بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین وبالاخراج
من الدار وبہدمہا وکسر دنان الخمر وان [illegible] وقد یحل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ میں ہے اور تعزیر ہوتی ہے مفسد اور موذی کو شہر میں سے نکال دینے سے اور مفسدین
کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر میں سے نکال دینے سے اور اسکا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکوں کے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب میں انھوں نے نمک ڈالدیا ہو
اور مفسد کا گھر جلا دینا منقول نہیں ہے ہم [illegible] نے [illegible] سے نقل کیا ہے کہ کلوار یعنی شراب بنانے والے کا گھر جلا دیا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کے
حق میں جائز ہے ولقیمۃ لکل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ قنیۃ واما بعدہ فلیس ذلک لغیر الحاکم والزوج والمولی کذا فی المجتبیٰ اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت
کرنے کے وقت میں کذا فی القنیہ اور گناہ واقع ہو چکنے کے بعد سوا حاکم اور زوج اور مولی کے یہ جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے
کے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہے اگرچہ محتسب نہ ہو کذا فی الملتقی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ہاتھ سے خلاف مشروع کا ازالہ نہی عن المنکر میں داخل ہے اور شارع نے اسکا اختیار

ہر مسلم کو دیا ہو اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ مین ابوسعید خدری سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم مین سے منکر خلاف شرع کے دیکھے تو چاہیے
کہ ہاتھ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکو طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اسکی بھی نہ ہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہو انتہی بخلاف سزا دہی کے کہ اسکی ولایت نہین
مگر حاکم کو نہر الفقار مین کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہین اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہین تو یہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو مین سوائے
امام کے کسیکو دخل نہین فرع مسئلہ الحقہ شارح کا من علیہ التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعله ثم رفع للحاکم فانه یحسب قنیه واقره المصنف ومثله فی دعوی الخانیه لکن فی
الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمه الا الامام لتوقفه علی الدعوی الا ان یحکما فیه فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہو اُسنے کہا ایک مرد سے کہ مجھپر تعزیر قائم کر سو اُسنے تعزیر قائم کی پھر اُسکی نالش
حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اُس سے احتساب کرے کذا فی القنیه اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور اسی کے مانند خانیہ کی کتاب الدعوی مین ہو لیکن فتح القدیر مین ہو
کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہو اسکو قائم نہ کرے سواے امام کے بسبب توقف اُس تعزیر کے دعوے پر اور دعوی نہین مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ
مدعی اور مدعا علیہ آپس مین کسی کو حکم اور پنچ مقرر کرین تو حکم بجاے قاضی ہو جائیگا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہو کہ حق العبد کی تعزیر سوائے
حاکم کے جائز نہین اور حق اللہ کی تعزیر مین ہر مسلم مامور ہو شارع کے جانب سے ضرب بغیرہ بغیر حق ضرب المضروب ایضا الغیر ان کما لو تشاتما بین یدی القاضی لم یتکافات
کہ مارا اگر غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دیے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیے جاوینگے اور گالی دینے
سے باہم برابر ہونگے بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع مین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم مضاربت سے اسواسطے تعزیر ہو کہ ضرب مین اکثر تفاوت ہوتا ہو تو مکافات حاصل نہین ہوتی
و یبدأ باقامة التعزیر بالبادی منهما لانه اظلم قنیه اور اقامت تعزیر کی شروع کیجاے اُس سے جسنے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی ظالم ہو کذا فی القنیه وفی مجمع الفتاوی
جاز المجازاة به فی غیر موجب حد للاذن به ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ما علیهم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجره علی الله اور مجمع الفتاوی مین ہو کہ بدلا لینا اور عوض مین
کہنا جائز ہو اس فعل مین جو حد کا موجب نہین بسبب اسکی اجازت کے حقتعالی نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو ان لوگون پر راہ نہین یعنی مواخذہ
نہین اور معاف کر دینا افضل ہو انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اسکا ثواب حق تعالی پر ہو ہم ظلم کا بدلا لینا جائز ہو سواے
ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو ماریگا تو دونون پر تعزیر ہو تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کر دے وصح حبسه ولو
فی بیته لیمنعه من الخروج منه نهر مع ضربه اذا احتیج لزیادة التادیب اور درست ہو قید کرنا مجرم کا اگرچہ جس اُسکے گھر ہی مین ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النهر
ساتھ اسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے اُسوقت ہو جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ خصومت کے سبب سے وضربه اشد لانه خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم
حد الزنا لثبوته بالکتاب ثم حد الشرب لثبوته باجماع الصحابة لا بالقیاس لانه لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببه باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر
ہو حد زنا کی ضرب سے اسواسطے کہ تعزیر کے شمار مین تخفیف ہوئی تو وصف مین تخفیف نہو گی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہو حد شرب سے بسبب
ثبوت زنا کے حد کے قرآن مجید سے پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہو قذف کی ضرب سے بسبب اُسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس
جاری نہین حدود مین پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہو بسبب ضعیف ہونے اُسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہو
لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ شرب کا سبب متیقن ہو گو ثبوت اُسکا ضعیف ہو حد قذف کے ثبوت سے عزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او
فعل الا اذا کان الکذب ظاهرا کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جاوے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی مین کذب
قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب کہنے سے تو اُسپر تعزیر نہین کذا فی البحر ہم اور اسی کے مانند یا خنزیر کہتا ہو ولو بغمز العین او اشارة الید لانه غیبة کما یکی فی الحظر فیکون مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیة لا حد فیها فیها التعزیر اشباه اگرچہ ایذاے فعلی آنکھ مارنے سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہو چنانچہ اسکا بیان
کتاب الحظر والاباحة مین آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہو اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمین حد نہین تو اُسمین تعزیر ہو کذا فی الاشباہ والنظائر

ہر مسلم کو دیا ہی اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ بن ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم مین سے منکر خلاف شرع کے دیکھے تو چاہیے
کہ ہاتھ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکو طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اسکی بھی نہ ہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہی انتہی بخلاف حدود کے کہ انکی ولایت نہین
مگر حاکم کو منح الغفار مین کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہین اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہین تو یہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو یہ مین سوائے
امام کے کسیکو دخل نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا من علیہ التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعلہ ثم رفع للحاکم فانہ یحسب بہ قنیۃ واقرہ المصنف ومثلہ فی دعوی الخانیۃ لکن فی
الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہو اُسنے کہا ایک مرد سے کہ مجھپر تعزیر قائم کر سو اُسنے تعزیر قائم کی پھر اُسکی نالش
حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اُس سے احتساب کرے کذا فی القنیہ اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور اسی کے مانند خانیہ کی کتاب الدعوی مین ہی لیکن فتح القدیر مین ہی
کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہی اسکو قائم نہ کرے سوائے امام کے بسبب توقف اُس تعزیر کے دعوے پر اور دعوی نہین مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ
مدعی اور مدعا علیہ اسمین کسی کو حکم اور پنچ مقرر کرین تو حکم بجائے قاضی ہو جائیگا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہی کہ حق العبد کی تعزیر سوائے
حاکم کے جائز نہین اور حق اللہ کی تعزیر مین ہر مسلم مامور ہی شارع کے جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق ضرب المضروب یعزران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافا
کہ مارا غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دیے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیے جاوینگے اور گالی دینے
سے باہم برابر نہونگے بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع مین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مضاربت سے اسواسطے تعزیر ہی کہ ضرب مین اکثر تفاوت ہوتا ہی تو مکافات حاصل نہین ہوتی
ویبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی منہما لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کیجائے اُس سے جسنے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی ظالم ہی کذا فی القنیہ وفی مجمع الفتاوی
جاز المجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ بدلا لینا اور عوض مین
کہنا جائز ہی اس فعل مین جو حد کا موجب نہین بسبب اسکی اجازت کے حقتعالی نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو اُن لوگون پر راہ نہین یعنی مواخذہ
نہین اور معاف کر دینا افضل ہی انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اسکا ثواب حق تعالی پر ہی ہم ظلم کا بدلا لینا جائز ہی سوائے
ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو مارےگا تو دونون پر تعزیر ہی تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کر دے وصح حبسہ ولو
فی بیتہ بمنعہ من الخروج منہ نہر مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ التادیب اور درست ہی قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اُسکے گھر ہی مین ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر
ساتھ اسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے اُس وقت ہی جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے وضربہ اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم
حد الزنا لثبوتہ بالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع الصحابۃ لا بالقیاس لانہ لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر
ہی حد زنا کی ضرب سے اسواسطے کہ تعزیر کے شمار مین تخفیف ہوئی تو وصف مین تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہی حد شرب سے بسبب
ثبوت زنا کے حد کے قرآن مجید سے پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہی قذف کی ضرب سے بسبب اُسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس
جاری نہین حدود مین پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہی بسبب ضعیف ہونے اُسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہی
لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ شرب کا سبب متیقن ہی گو مثبت اُسکا ضعیف ہی حد قذف کے مثبت سے یعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او
فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جاوے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی مین کذب
قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب کہنے سے تو اُسپر تعزیر نہین کذا فی البحر اور اسی کے مانند یا خنزیر کہتا ہی ولو بغمز العین او باشارۃ الید لانہ غیبۃ کما یجئ فی الحظر فمرتکبہ مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا ففیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذا دے ضلی آنکھ مارنے سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہی چنانچہ اسکا بیان
کتاب الحظر والاباحۃ مین آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہی اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمین حد نہین تو اُسمین تعزیر ہی کذا فی الاشباہ والنظائر

لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر یا بالطاغوت طول کر کے کہا تو کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی التتارخانیۃ قیل لا یعزر بالمقول یا کافر یا عدو اللہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہ ہے کہ مطلقا یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جبتک یون نہ
کہے یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں ہے یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل حالت غضب اور
دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ میں طلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خاین یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاویگی یا
خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں مخنث بفتح نون وہ ہے جو اغلام کراوے اور بکسر نون یعنی لوطی کے ہے اور بلید یعنی خبیث فلہر
مستعمل ہے لہذا اسمین تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید یعنی کم فہم بدذہنی کے مستعمل ہے اور احمق یعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی اباح کیطرف منسوب ہے یعنی محرم
چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہے اور عرف میں ظالم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی
چغلخور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جائیگا کذا فی الطحطاوی یا لوطی قیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا
یعزر وان اراد انہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب وہزل فتح اور تعزیر دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اُسنے
اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اُسنے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہے تو اُسپر تعزیر نہیں اور اگر اُسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اُس قوم کے
تو امام کے نزدیک اُسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اُسپر حد زنا ماریجاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اُسنے حالت غضب اور بیہودگی میں
کہا ہو کذا فی الفتح ہزل یعنی بیہودگی اور مسخراپن سے یہ مراد ہے جسکو امر قبیح کے مسخراپن کرنے کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی
یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دیجاوے یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں
اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہے معرب ہے زند مجوسیون کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاوے
یا لص کہنے سے یعنی او چور مگر اُسوقت تعزیر نہیں جبکہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہوچکا یعنی اس عیب کو اُسنے اپنی
ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے والنداء لیس بقید اذ القید اذا الاخبار کانت او فلان فاسق نحو کذلک ما لم یخرج مخرج الدعوی قنیۃ اور الفاظ مذکورہ کے
لزوم تعزیر میں ندا مخاطب قید نہیں اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اسکو بطور
دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیہ ھم قنیہ میں ہے کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو من لا یغار علی امراتہ او محرمہ اور
تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والفتح یا قرطبان مرادف دیوث یعنی مرص اور
تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے یعنی مرص ہم قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے
اُسکے پاس خلوت چھوڑے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کردے امر قبیح کیواسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس
آنے جانے کی اجازت دے اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں مرص بکسر الرا و بالسین یعنی قلتبان ہے اور عوام خطاسے بفتح الرا بولتے ہیں اور بجاے سین
صاد لاتے ہیں کذا فی النہر عن العینی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ اذا شتم اصلہ عزر لطلبہ الولد کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ
اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اسمین اشارہ ہے اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کے طلب کردینے سے چنانچہ یا ابن
الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے میں اور اسکا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ بضم قاف وسکون حا رہملہ ماخوذ ہے قحاب سے یعنی کھانسنے کے اور قحبہ
زانیہ عرب میں جب مرد اسکے پاس ہوکر نکلتا تھا تو کھانستی تا اپنا مطلب کرے لہذا زانیہ مسماۃ بقحبہ ہوگئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہے اور بعضوں نے کہا قحبہ
تر ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہے پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا خرچی لیتی ہے کذا فی الدر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا فحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لانا نقول

بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کیواسطے دے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف میں مواجر بمعنی موجر مستعمل ہے یعنی جسکو کہ ٹھیکہ کرنیوالا اور ٹھیکہ کرنا شرعاً عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں
طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہے یا لبغا ہو اللا بون بنعار یعنی فی الملتقی فی عرفنا لیعزر قیادوے
ولد الحرام نہر اور تعزیر نہیں یا لبغا کہنے میں اسواسطے کہ عام اسکو بولتے ہیں لیکن معنی اسکے نہیں جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان میں لبغا اسکو کہتے ہیں جو اغلام کرادے اور
ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مواجر اور لبغا دونوں میں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں بھی تعزیر ہے کذا فی النہر مع طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق میں یہ عبارت ملتقط سے موجود نہیں
بلکہ اسمیں یوں ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب ہو بلکہ اولیٰ ہے حرامزادہ سے انتہی اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا ہے اُسمیں ملتقط کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ
اعلم لبغا بالفتح موحدہ وغین معجمہ مشددہ اور اسکو بغا بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعاً ویعد عاراً عرفاً یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی
تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اُس فعل اختیاری کیطرف جو شرعاً حرام ہے اور عرفاً عار اور عیب گنا جاتا ہے تو اُسمیں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا
نہیں یعنی وہ فعل منسوب اختیاری نہیں یا اختیاری ہے مگر شرعاً حرام نہیں یا حرام ہے لیکن عرف اور رواج میں ننگ و عار نہیں تو اُسمیں تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال فخرج الفعل اختیاری
کی قید سے یا کلب اور مانند اسکے نکلگیا اور حرام شرعی کی قید سے مواجر بمعنی موجر نکل گیا یا ضحکہ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس او بفتحہا فہو من یضحک علی الناس وکذا یا
سخرۃ واختار فی الغایۃ التعزیر فیہا وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہیں یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حا
وہ شخص ہے جسپر لوگ ہنسیں اور اسی طرح یا سخرہ ہے یعنے بضم سین و سکون خاء معجمہ وہ شخص ہے جس سے لوگ مسخراپن کریں اور ضحکہ بفتح حاء وہ ہے جو لوگوں سے ہنسی کرے اور
سخرہ بفتح معجمہ وہ ہے جو لوگوں سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ میں تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر میں اور ملتقی میں ہے کہ فقہا نے
تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو مع طحطاوی نے کہا ملتقی میں استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہے نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حاء مہملہ و سخرہ
بفتح خاء معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا لاہی یا مسخرہ یا مقامر یا سوقی یا کشخان میں تعزیر ہے کشخان مرادف
دیوث ہے ادعی سرقۃ علی الشخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ
فانہ لا شئی علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا چوری
کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اُسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوے سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا
دوسرے پر ایسا دعوے کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اُسپر کچھ نہیں بشرطیکہ اُسکا یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق
دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ بخلاف دعوی
الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہ ہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات زنا بدون نسبت
الی الزنا ممکن نہیں تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقۃ متصور ہے تو نسبت الی السرقۃ مقصود بالذات نہ ہوئی بلکہ حصول مال مقصود
بالذات ٹھہرا وہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد نہیں
کہ حق العبد اور حق اللہ دونوں تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر میں حق العبد کی افراد غالب
ہوئیں تو تعزیر میں ابرا اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی مع ابرا اور عفو میں یہ فرق ہے کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہے اور عفو بعد نالش کے
والیمین ویحلف باللہ ما لہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصۃ اور یمین جائز ہے تعزیر میں یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اُس سے یوں قسم لے اسکا
کہ مدعی کا تجھپر وہ حق نہیں جسکا وہ دعوے کرتا ہے تو مدعا علیہ کے قسم اللہ کی میں نے نہیں کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین
کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں یہ امور مذکورہ جاری ہیں ویکون ایضاً

قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اسکو قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چورانے اور لوگوں کے مارنے کے اسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اسکو قید میں رکھے یہانتک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگون پر ہے اور ایسے شخص کا شر زنی ذات پر ہے ہم نے ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا ختم مسلم ذمیا عزر لانہ ارتکب

معصیۃ تقیید بمسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی مسلمانے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے گناہ کیا تو مسائل شتم میں مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی

الفتح وفی القنیۃ قال لیہودی او مجوسی یا کافر یا ثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکاب الاثم بحرواقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت ولعل وجہہ انہ فی یا فاسق فتامل

اور قنیہ میں ہے کہا کہ یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور

مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر اسمیں ہم وجہ محمد

یا فاسق میں اسطرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا یا اس کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اسوجہ کے ضعیف ہونے

پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اسکو کافر کہکر ایذا دینا صریح گناہ محمد حنفی ہے

یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ کما یجئ علی ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا التعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار

کے چھوڑنے پر باوجود اسکے قادر ہونے کے اسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا اور زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت یا ناخنہ عورتوں کی

سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کروا سکتا ہے وترکہا غسل الجنابۃ وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض اور تعزیر دے زوج

زوجہ کو غسل جنابت کے ترک کرنے سے اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم

تمکین جماع ہے ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدہا الصغیر عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او دعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت

وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت ما لم یجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہیں اسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو

اسکے رونے کے وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جلن سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ

کلمہ کہا یا زوج کو بد دعا دی یا اسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولے تا اسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہ کھول دیا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اسکو

گالی دی یا کسی کو کوئی چیز دی جسکے دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور میں زوج اسکو تعزیر دیسکتا ہے والضابط کل معصیۃ لا حد فیہا فللزوج

والمولی التعزیر ولیس منہ ما لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ میں شرعا حد

مقرر نہو تو اسمیں زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اسمیں سخت طلبی اور جھگڑا کیا اسواسطے کہ حق دار کو

اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا علی ترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علی خلاف

ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی حظر المجتبی اور تعزیر نہیں زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اسکی نماز کی زوج کی طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کیطرف ہے

تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر غرر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک صلوۃ

پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے ہم محشی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوۃ

پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالی کے حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے

ساتھ رہوں کذا فی الطحطاوی ولا لاب تعزیر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوۃ ویلحق بہ الزوج نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوۃ

پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوۃ میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور میں ہم

اور شارح نے کتاب الصلوۃ میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیۃ ذکر او طفلا علی تعلم قرآن او ادب او علم لتعزیر علی الوالدین او

کرتا ہی لہذا مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض لیعزر جاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یون کہے کہ میں تو زانی
نہین مراد یہ کہ تو زانی ہی تعزیر اسواسطے ہوگی کہ صریح نسبت زنا نہین جو قائل پر حد ہوتی زنی بامراۃ بینۃ لیعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الاختیار
ادعی علی آخر انہ وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی بینۃ دعوی کیا دوسرے پر کہ اُسنے اُسکی لونڈی سے قربت کی
اور وہ حاملہ ہی تو اُسکی قیمت ناقص ہوگئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہون سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاویگی قائل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم
کھائی عدم وطی کی درصورت عدم شہادت تو اُسکو تعزیر مدعی کا اختیار ہی کذا فی القنیۃ وفی الاشباہ خدع امراۃ انسان و اخرجہا و زوجہا غیرہ حبس حتی یتوب او یموت لسعیہ فی
الارض بالفساد اور اشباہ مین ہی کسی نے فریب دیا ایک آدمی کی عورت کو اور اُسکو نکالا اور اُسکا نکاح کر دیا تو فریب دینے والا قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یا کہیں
مین مر جاوے بسبب سعی کرنے اس شخص کے زمین مین فساد کے ساتھ من ادعی علی آخر فلم یجدہ فاسک اہلہ للظلمۃ فحبسوہم وغرموہم عزر المدعی ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے
پر سواسطے اُسکے بیاہ پر اُسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑوایا سو اُنہون نے اُنکو قید کیا اور اُنسے ڈانڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے لیعزر علی الورع البارد کتعریف نحو تمرۃ اور
تعزیر دیا جاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے پہچنوانا تاتارخانیہ مین مروی ہی کہ خلافت عادلہ کے وقت مین ایک شخص نے کھجور کا ایک
پھل مدینہ کے بازار مین پایا سو اُسکو اُٹھالیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کسکی کھجور ہی اس قول سے اُسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق مین منظور تھا امیر المومنین عمر فاروق نے
یہ سنا اور مطلب اُسکا پایا تو درہ کھانے اُسکو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہی جس سے حقتعالی بغض رکھتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط
نہین ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال و استثنی الشافعی ذوی الہیات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطقی فی اجناسہ ما لم یتکرر فیضرب التعزیر بہم
صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیات یعنی ستدین اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہی مین کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ مین اپنے اصحاب حنفیہ کے قول
قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق مین عدم تعزیر بسبب اکتفا علی النصیحۃ کی ہی اور ناطقی نے اپنے اجناس مین اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اُسوقت تک حد ساقط
ہی جبتک بار بار قصور ہو اور مکرر ہونے مین تو تعزیر بار بجاوے گی طحطاوی نے ترتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اُسنے دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب مروت نہین ہی دفی
الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المرؤۃ الا فی الحد اور حدیث مین ہی کہ درگذرو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سواے حد کے تو یہ حدیث ان مذہبون مین عدم تعزیر صاحبان
مروت پر دلیل ہی وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث الفین احدکم یاتی یوم القیمۃ بعیر یحملہ علی رقبتہ لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال یوخذ منہ تجریس السارق
ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث مین کہ ظہر اللہ تعالی سے کہ کہین نہ لاوے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اُٹھاکر اونٹ بلبلاتا یا گائے
بیل ڈکارتا ہوا یا بھیڑ بکری مین مین کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اس حدیث سے چور اور اُسکی مانند کو گھنٹا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے
مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہی کہ ابن منیر نے کہا کہ مجکو یہ گمان ہی کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکمون نے اس حدیث سے نکالی ہی لغت عرب مین رغا اونٹ کی آواز کو کہتے
اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہین اور ثواج بضم ثاء مثلثہ اور بعد اُسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اُسکے بعد جیم بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ثم یہ حدیث مین وارد
ہوئی یعنی جو جانور کو چوراویگا وہی جانور اُسکی گردن پر قیامت کیدن اپنی بولی بولتا آویگا فضیحت کرنیکو انتقال ہی سب سے یہانتک سب اقوال شارح نے اشباہ سے نقل کیے تمت اگر
کسیکو کسی نے یا خبیث کہا تو بہتر یہ ہی کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلاوے تو جائز ہی اور اگر یون جواب دے بلکہ تو خبیث ہی تو کچھ مضائقہ نہین اگر غلام یا زوجہ بے ادبی کرے تو مولی
اور زوج کو تادیب حلال ہی اور جو شخص شرابخوارون کی مجلس مین حاضر ہوتا ہو اُسپر تعزیر ہی اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جسکے پاس شراب ہو برتن مین اور جو مقیم رمضان شریف مین دنکو کھاتا
پیتا ہو معہود اُسپر تعزیر ہی اور قید کرے اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر ہی اور حبس ہی یہانتک کہ توبہ کرین
کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اُسپر تعزیر ہی اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علما سے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو خصم نے کہا کہ مین اسپر عمل
نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہی جیسا ان علما نے فتوی دیا ہی حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہی تو اُسپر تعزیر واجب ہی آدمی کے حق مین بہتر یہ ہی کہ جب اُسکے پاس کوئی جاوے تو اُسکی تعظیم کرے اور تحریم نہ کرے

ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود مین واسطے احتیال درءحد کے اولیٰ ہی حاکم نے مستدرک مین مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نہین ہوا مگر ڈھال کی قیمت مین اور قیمت اسکی اُسوقت مین ایک دینار تھی ہر چند ایمن مین اختلاف ہی کہ صحابی ہی یا تابعی اگر صحابی ہی تو کچھ اشکال نہین اور اگر تابعی ہی تو بقول ابو زرعہ رازی و ابن حبان ثقہ اور حجت ہی تو حدیث مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قابل نہین بلکہ حجت ہی تو اسکا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت مین اختلاف ہو تین درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب مین حد کا ملنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی نسائی کی روایت ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت کے ساتھ اسوقت مین دس درم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ مین ثابت ہی اور ابن ابی شیبہ مین حدیث مرفوع ہی کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت ہو تو اسکے صاحب یعنی چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم مین اور عبدالرزاق اور حمیدی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہین مگر دینار مین یا دس درم مین اور یہ حدیث مرسل ہی کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہین لیکن مسند ابو حنیفہ مین عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان القطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہین بلکہ موصول ہی اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم تو یہ حدیث موصول مرفوع ہی اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجائے مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدرات شرعیہ مین قیاس مجتہد کو دخل نہین تو موقوف اسمین محمول علی الرفع ہی کذا فی فتح القدیر ملخصا جیاداو مقدار ہا فلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ عبارت ہی کھرے دس درم سکہ لینے سے یا بمقدار دس درم کے تو قطع نہین اُس چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہی مگر دس درم مضروب کے برابر نہین قیمت مین اور قطع نہین اُس دینار سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہو وتعتبر القیمۃ وقت السرقۃ ووقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لہا معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہی قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے وقت اور معتبر ہی قیمت قطع کرنے کے مکان مین دو عادلون کے قیمت ٹھہرانے سے جنکو معرفت ہی قیمت کی اور قطع نہین دو قیمت ٹھہرانے والون کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت دس درم تھی سو مالک نے دوسرے شہر مین اُسکو گرفتار کیا اور وہان اُسکی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہی اور دوسرا اُس سے کم تو قطع نہین اور اگر نصاب سے زیادہ مین اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہین مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار او دراہم مصرورۃ الا اذا کان وعاء لہا عادۃ تجنیس لیسے دراہم جنکا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہین اُس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہی اور اُسمین ایک دینار یا دس درم بندھے ہین اسواسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے مین البتہ قطع ہی جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنی جیسا کہ دینار اور درہم کی تھیلی لی تو البتہ قطع ہی اگر اُسمین بقدر نصاب ہو اسواسطے کہ تھیلی لینے مین دراہم مقصود ہوتے ہین اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درم سے کم ہو ظاہرۃ الاخراج فلو ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال لیسے دراہم جنکا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو مکان محفوظ مین نگل لیا اور نکل آیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اُسکے پیٹ سے ظاہر نہین اور انتظار نکیا جاویگا اُسکے ہگنے کا بلکہ مثل اُس دینار کے اُس سے ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکو مستہلک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہی خفیۃ ابتداء وانتہاء لو اخذ نہارا وہو ما بین العشائین وابتداء فقط لو لیلا لینا چھپ کر ہو ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن مین داخل ہی اور فقط ابتدا مین اخفا شرط ہی اگر رات ہو دم اخفا کی قید سے غارتگری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اُچک لیجانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر چوری دن مین ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہی ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اور عشا تک دن مین اسواسطے داخل ہوا کہ اُس وقت تک آمد و رفت آدمیون کی ہوا کرتی ہی اور اگر رات مین چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہی نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر مین داخل ہوا بطور خفیہ پھر اُسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا خفیہ اولیٰ ہی اکتفا کرکے کذا فی النہر وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف اور اخفا مین کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہو یا سارق اور صاحب مال مین سے کسی ایک کا اسمین خلاف ہی محل اختلاف اُس صورت مین ہی کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہی اور حالانکہ صاحب خانہ کو اسکا علم نہین تو شرح زیلعی مین کہا کہ اس مین قطع نہین اسواسطے کہ سارق کے گمان مین خفیہ نہین بلکہ اُسنے کھلکر لیا اور خلاصہ اور محیط اور

نہین غلام کے اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب گواہون نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اسکا مالک موجود
ہی تو بالاتفاق قطع ہی اور اگر مال قائم ہی تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہی تو امام کے نزدیک قطع نہین اور سرقہ کا ضمان ہی اور اگر شاہدون نے کمتر
نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہو وسالہما الامام کیف ہی ای این ہی وکم ہی زاد فی الدرر ومتی ہی
ہی ومن سرق وبنیا ہا احتیالا للدرء لدر سوال کرے امام گواہون سے کہ کیونکہ چوری ہوئی اور کہان ہوئی اور کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری
کسکو کہتے ہین اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہین م کیفیت سرقہ
کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور بلادخول ہاتھ ڈالکر چوری کی ہو تو اس مین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ شخص اسکا ہی
چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہی کہ دار الحرب مین چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام مین چرایا ہو کہ اسمین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال
سے ہی کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہی کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدون نے اسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو
تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہی اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہی اور صاحب
مال کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی وحبسہ حتی یسال عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید مین رکھے سارق
کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے ہونے حاضر ضامنی کے ہی حدود مین یعنی حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس
کرنا چاہیے تا بھاگ نہ جاوے ویسال المقر عن الکل الا الزمان وفی الفتح الا المکان تحریف نہر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال
کرے سوائے زمانے کے اور یہ جو فتح القدیر مین ہی کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہی کذا فی النہر الفائق م مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم
مانع اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہی کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہی حق یہ ہی کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب مین
چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت مین چوری کی ہو وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان
ضمن المال وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیہ اور صحیح ہی رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس
حالت مین ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع صحیح ہی اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہی یا دو گواہون نے اسکی چوری کے
اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہی یا ساکت ہی تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیۃ م محیط مین مذکور ہی کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون
سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری مین جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت باری کو چاہتی ہی کذا فی النہر فان
اقر بہا ثم ہرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا تقیید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر
بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا کہ مجرد اقرار کے تو اسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اسکے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہی مصنف نے اپنی شرح
مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہر اسنا فی ہوئی دونون نقلون مین م طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا تھا
فان اقر بہا ثم ہرب ان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا اسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہی کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہین اسواسطے
اسکا بھاگنا اسکے رجوع قول کے برابر ہی اور رجوع صریح لفظاً مین حکم مختلف نہین فی الفور اور تراخی مین تو اسوقت مین شرح وہبانیہ کے نقل مین کچھ منافات نہین انتہی و فتاو
عالمگیری مین بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہی یعنی ان متصلہ ہی نہ منفصلہ ولا قطع بنکول او اقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال
لاقرارہ علی نفسہ اور قطع نہین سارق کے قسم نہ کھانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہی اپنی ذات پر اقرار کرنے سے م جب
سارق نے عدم سرقہ کی قسم نہ کھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولی کا اقرار موجب مطالبہ ہی والسارق لا یفتی بعقوبتہ لانہ جور تخییس عزا الی قہستانی الوہمات علاوہ

يا غصب يا فريب دينا ہو سرقہ نہين جو قطع لازم آوے ہم عبد كبير سے مميز غلام مراد ہو جو اپنا حال بيان كرسكتا ہو بالغ ہو يا نا بالغ كذا فى البحر ودفاتر غير الحساب لان ما فيها

شرعية ككتب تفسير وحديث وفقه فكمصحف والا فكطنبور اور سواے حساب كے اوراق مكتوبہ كى چورى سے قطع نہين اسواسطے كہ اگر وہ شرعى ہين جيسے تفسير اور حديث اور فقہ

كى كتابين تو وہ حكم مين قرآن كے مانند ہين يعنى باحتمال تلاوت قطع ساقط ہو اور اگر كتب شرعيہ نہين تو طنبور كے حكم مين ہين يعنى باحتمال نہى عن المنكر انكى بھى قطع

نہين ہم شارح نے باتباع ماتن كتب غير شرعيہ كو طنبور كے مانند كہا ليكن قہستانى نے كہا كہ كتب شعر اور دواوين اور كتب حكمت مين قطع ہو اور صاحب بحر اور نہر نے كہا كہ اگر

سحر كے كتب كا سارق اسكا شوقين ہو تو اسكا ہاتھ كاٹا جاويگا بخلاف العبد الصغير ودفاتر الحساب الماضى حسابها لان المقصود ورقها فيقطع ان بلغ نصابا لان

المعمول بها فالمقصود علم ما فيها وهو ليس بمال فلا قطع بلا فرق بين دفاتر تجار ودیوان واوقاف نہر بخلاف صغير غلام كى چورى كے اور ان حساب كے دفترون كى

چورى كے جنكے حساب كتاب سے فراغت ہوچكى كہ اس چورى مين قطع ہو اسواسطے كہ ايسے دفترون كے لينے سے مقصود بالذات ورق ہين نہ حساب كا دريافت كرنا

تو قطع ہوگا اگر اوراق كى ماليت بقدر نصاب پہونچے اور ايسے دفتر جنكے حساب سے ہنوز فراغت نہين ہو جب اسكے لينا ودينا باقى ہو تو انكے لينے سے اسكا حساب دريافت

كرنا مقصود ہو اور يہ دريافت كرنا مال نہين ہو تو لہذا قطع نہين انكى چورى مين بلا فرق سوداگر اور كچہرى اور اوقاف كى بھى ہے كذا فى النہر يعنى خواہ سوداگرون كى بہيان ہون

يا حاكم كى كچہرى كى يا اوقاف كى بہيان ہون كسى مين قطع نہين در صورت عدم فراغت حساب اور اس صورت مين اوراق كى ماليت بسبب غير مقصود ہونے كے ساقط الاعتبار ہو

وكلب ولو معلما وفهد ولو عليه طوق من ذهب علم السارق به او لا لانه تبع اور قطع نہين كتے اور چيتے كى چورى سے اگرچہ انكى گردن مين سونے كا طوق ہو سارق كو اسكا علم ہو يا

نہو اسواسطے كہ طوق تابع ہو تو ساقط الاعتبار ہو ولا بخيانة فى وديعة ونہب اى اخذ قهرا واختلاس اى اختطاف لانتفاء الركن اور قطع نہين امانت مين خيانت كرنے

سے اور غارتگرى سے يعنى زبردستى لينے اور دست بردسے يعنى جھپٹا مارنے سے بسبب منتفى ہونے ركن كے يعنى خيانت مين حرز نہين اور نہب اور اختلاس مين چھپكر لينا موجود نہين

پھر جب ركن سرقہ نہوا تو قطع كيونكر ہو نہب اور اختلاس علانيہ لينے مين دونون برابر ہين ليكن اختلاس مين سرعت اختطاف داخل ہو اور نہب مين داخل نہين جامع ترمذى مين

حديث مرفوع ہو كہ (ليس على خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع) كذا فى المنح ونبش القبور ولو كان القبر فى بيت مقفل فى الاصح او كان الثوب غير الكفن وكذا لو سرق من بيت فيه

قبر او ميت لتاوله بزيارة القبر او التجهيز وللاذن بدخوله عادة ولو اعتاده قطع سياسة اور نبش قبور سے يعنى كفن چور پر جو بعد دفن كے مردون كے كفن چوراوے قطع نہين اگرچہ

قبر مقفل كوٹھرى مين ہو بقول اصح يا جس كپڑے كو قبر سے چورايا غير كفن ہو يا اگر اسكو چورايا اس كوٹھرى سے جسمين قبر يا مردہ ہو بسبب تاويل ہونے اسكے دخول كے واسطے زيارت قبر

يا تجہيز ميت كے اور بسبب اجازت اسكے دخول كے بنا بر عادت كے اور اگر اسكى عادت پڑگئى ہو كفن چورانے كى تو قطع كيا جاويگا بنا بر سياست كے نہ بنا بر حد كے ومال عامة او

مشترك وحصير مسجد واستار كعبة ومال وقف لعدم المالك بحر اور قطع نہين بيت المال كے مال اور مشترك مال چورانے سے اور مسجد كى چٹائيان اور كعبہ كے غلاف اور وقف كے

مال چورانے سے بسبب نہونے مالك كے ہم مفتى ابو السعود نے كہا كہ مال وقف كى يہ تعليل عدم قطع مين عجيب ہو اسواسطے كہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصريح كى ہو كہ

قطع يد ہر محافظ كى طلب سے ہوتا ہو اور متولى بيت اسكى متولى وقف كو بيان كيا ہو جب وقف كا مال چورى ہو جاوے ومثل دينه ولو دينه مؤجلا او زائدا عليه او اجود لصيرورته

شريكا اور قطع نہين اپنے دين كے مانند كى چورى سے اگرچہ اسكا دين موجل ہو يا مسروق زائد ہو دين پر يا بہتر ہو اس سے بسبب ہوجانے سارق كے شريك ہم يہ تعليل ہو كيونكہ

اوردين كے چورانے كى مثلاً زيد كے من بھر گيہون قرض تھے خالد پر سو زيد نے دو من گيہون اسكے چرالئے تو زيد خالد كا شريك ہوگيا لہذا قطع نہين اذا كان من جنسه او حكما بان

كان له دراهم فسرق دنانير وبعكسه هو الاصح لان النقدين من جنس واحد حكما صورت مذكور مين قطع اسوقت نہين جبكہ مسروق مجانس اور ہمجنس ہو دين كا اگرچہ مجانست حكمى ہو

اسطرح پر كہ سارق كے اسپر دراہم قرض تھے سو اسنے دنانير كو چورايا يا اسكے بالعكس يہى قول صحيح ہو اسواسطے كہ چاندى سونا جنس واحد ہين حكما بخلاف العرض ومنه

الحلى فيقطع به ما لم يقل اخذته رہنا او قضاء بخلاف اسباب اور قماش كے اور اسمين زيور بھى داخل ہو تو اسباب اور زيور كى چورى سے قطع كيا جاويگا جبتك صاحب دين

يون نہ كہے كہ مين نے اسكو بطريق رہن كے ليا يا بطور قضا دين كے واطلق الشافعى اخذ خلاف الجنس للمجانسة فى المالية قال فى المجتبى وهو اوسع فيعمل به عند الضرورة اور امام شافعى نے

مجتبیٰ قطع نہین غنیمت کے مال چورانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اُسمین نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہہ ہو گیا کذا فی غایۃ البیان بحر وحمام فی وقت جرت العادۃ
بدخولہ وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہین حمام کی چوری سے اُسوقت مین کہ اُسمین داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسی طرح بوقت دخول قطع نہین
سوداگرون کی دوکانون سے اور کاروان سرایون سے چوری کرنے مین کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا کذا فی المنح وبیت
اذن فی دخولہ ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہین اُس گھر کی چوری سے جسمین داخل ہونے کا اذن ہو گیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا
مین ہوتا ہے اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہوا پھر سوا اُنکے غیر شخص داخل ہوا اور اُسنے چوری کی تو لائق یہ ہے کہ قطع کیا جاوے م اگر دوکان اور سرا مین رات کو چوری
کریگا تو قطع ہے اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنے ہین اور اذن دخول کا فقط دن کو ہے نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ
اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز بہ یفتی شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہین اسواسطے کہ حرز
مکانی قوی تر ہے نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہین حمام مین اسواسطے کہ وہ حرز مکانی ہے اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہے اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنی اموال
کی حفاظت کے واسطے مسجد نہین بنی اسی کا فتوی ہے کذا ذکرہ الشمنی م یعنی حمام مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہے صاحب مال اپنے مال کے پاس ہو یا نہو اور مسجد
مین اگر مالک اپنے مال کے پاس نہوگا تو قطع نہین اور یہی حکم ہے راہ اور جنگل کا وکلما کان حرزا لنوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب وقیل
حرز کل شیٔ معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہوا ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز
ہے تو قطع کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شے کا معتبر ہے اُسکے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبی
لیکن قہستانی نے یقین کیا ہے کہ ثانی مذہب صحیح ہے تو خبردار ہو جاؤ شارح نے آگاہ کر دیا کہ بیان دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہے تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چورانے
مین قطع نہین اسواسطے کہ اصطبل گھوڑون کا حرز ہے نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکھے م مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ قفاف وہ ہے جسکو دراہم پرکھنے کیواسطے دیے جاوین سو وہ بدون اطلاع مالک کچھ اُنمین سے رکھ لے وفشاش
بالفاء ہو من یہیٔ لغلق الابواب ما یفتحہ اور فشاش بالفاء وہ شخص ہے جو ہر طرح کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے اذا فش حانوتا او بابا نہارا وخلا البیت من احد
فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن مین کھولے اور گھر مین کوئی نہ ہو اور اگر گھر مین کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو
قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی م دن مین قفل کا کھولنے والا مجاہر ہے مختفی نہین اور اسی طرح جو جانتا ہو کہ گھر مین کوئی ہے وہ بھی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح الغفار مین حاوی سے
منقول ہے کہ جب گھر کا دروازہ بھڑا ہوا مقفل نہو پھر اُسمین سارق چھپکر داخل ہوا اور اسباب چورا دے تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چورا دے تو قطع نہین و
یقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا اگر چھت پر سے بقدر نصاب چرا دے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر
چڑھکر چرا دے اور بحر الرائق مین ظاہر یہ ہے کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اُسکو کھینچ لے تو قطع نہین او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز فعم الطریق والصحراء
ورب المتاع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چرا دے اور حالانکہ اسباب کا مالک اُسکے پاس ہے یعنی اُس جگہ مین جہانسے اُسکو دیکھتا ہے اگرچہ
حافظ سوتا ہو قول اصح مین مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد یا مین مقصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہے م مالک متاع سے حافظ مراد ہے
مالک ہو یا نہو اور پاس ہونا عام ہے کہ اُسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہے اور یہی قول اصح ہے کذا فی المجتبی لا القطع
لو سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاویگا اگر مہمان نے چورایا اُسکا مال جسنے اُسکی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھری
سے چورایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریون کے سامنے حرز واحد ہے تو دخول کے اذن سے اُسکی سب
کوٹھریون کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہین نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کے

ہو نہ داخل کے کھولنے مین بطر معنی شق ہو ولہذا افاعل کو طرار کہتے ہین در صرہ سے مراد ہمیانی ہو کذا فی الطحطاوی و سرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی الحق
واحد بعیر او حملا علیہ لا القطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصدوا الحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اسپر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو
قطع نہین اسواسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہین جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور
نقل متاع مقصود ہو اور راعی سے چرانا مقصود ہو شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہین جو نسق واحد پر ہون اور قطار بکسر قاف صواب ہو چنانچہ قاموس
اور منح الغفار اور حموی اور شرح ملتقی مین ہو کذا فی الطحطاوی و ان کان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالق بالضم الجیم فیہ متاع و ربہ یحفظہ او نائم
علیہ او بقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فھتکہ بدخولہ والا فبادخال الید فیہ والاخذ منہ اور
قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اسمین سے چراوے یا اُس خرجی کو چراوے جسمین اسباب ہو اور حالانکہ مالک اُسکی نگہبانی کرتا ہو یا اسپر سوتا ہو یا اُسکے
پاس سوتا ہو یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق مین ڈالا یا اُسکی جیب مین یا اُسکی آستین مین ڈالا پھر مال کو اُسمین سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتون مین اور اصل
ان مسائل مین یہ ہو کہ اگر حرز ایسا ہو جسمین گھسنا انسان کا ممکن ہو جیسے گھر ہو تو ہتک حرز اُسکے دخول سے معتبر ہو اور اگر ایسا ہو کہ اُسمین دخول ممکن نہین جیسا کہ گون اور خرجی
اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اُسمین ہاتھ ڈالنے اور اُسکے مال لینے سے معتبر ہو جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہین اور جمع اُسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہو بفتح جیم فرع
مسائل ملحقہ شارح سے سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط آخر قطع فتح کھڑے خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی چیز مین لپٹا ہوا ہو یا دوسرے خیمہ کے اندر ہو تو
قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ پہلی صورت مین خیمہ خود حرز ہو مگر محرز نہین اور باقی صورتون مین محرز ہو اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے
بھیڑ یا بکری جو بقدر نصاب نہین نکالی پھر اُسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہو گئی دونون کے ملجانے سے تو قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اُسنے نکالا تھا وہ بقدر
نصاب نہ تھی اور دوسرے کا نکلنا اُسکی طرف منسوب نہین سرق مالا من حرز فدخل آخر فحمل الی السارق بامرہ قطع المحمول فقط سارق چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور
سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اُسپر لاد دیا تو جسپر لادا ہو وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنے والا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف
لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا درر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ [illegible]
یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ مین اس کپڑے کا سارق ہون تو قطع کیا جاویگا اگر اُسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کی طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق
کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور رکہا اسواسطے قطع ہوگا کہ یون کہنا چوری کا اقرار ہو اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع
نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ یہ وعدہ ہو چوری کا اقرار نہین درر توضیح اُسکی یون ہو کہ جب یون کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اُسکا یہ ہو کہ اُسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یون بولا کہ ہذا
قاتل زیدا تو مطلب یہ ہو کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہو اور مضارع حال و استقبال کو محتمل ہو اور معلوم نہین کہ کون مراد ہو تو قطع نہ کیا جاویگا شک سے ہم خلاصہ فرق اضافت و عدم
اضافت کا یہ ہو کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہو جاتا ہو تو گویا اُسنے یون کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت مین اسم فاعل بمعنی مضا[illegible]
ہوتا ہو تو گویا یون ہو کہ اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہو کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہین کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی مین ہوتا ہو تو عمل نہیں کرتا مگر کس[illegible]
اور ہشام کے مذہب مین کذا فی المنح قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یحمل شبہۃ لدرء الحد وفیہ بعد [illegible]
کہتا ہو اور شرح وہبانیہ مین ہو کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہو اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہین ایسی تراکیب یعنے نصب اور اضافت مین
کچھ فرق نہین کرتے ہین مگر یہ کہ اسکو حد ٹلنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمین بعد یعنی دوری ہو طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہو کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار
لازم آتا ہو اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اُس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل مین اسکو اعتبار کیجیے تو عدم قطع اسوجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام
[illegible] کے کلام سے مشابہ ہو للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وہذا ان عاد واما قبلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شئ سزا امام کو جائز ہو قتل کرنا چ[illegible]

باقی تو جو کذا فی شرح الوصایۃ ھم سرقۃ ثانیۃ مین بایان پاؤن کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہو اور جیسے کاٹنا آنحضرت صلعم کے نزدیک و امیر المؤمنین عمر فاروق کا قول
ہو اور سرقۃ ثالثۃ و رابعۃ مین قطع نہ کرنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سے منقول ہے [illegible] امام محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین روایت کی امام ابو حنیفہ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ
عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو [illegible] پاؤن پھر اگر وہ بار چوری کرے تو اسکا بایان پاؤن کاٹو پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اسکو قید مین
رکھون یہانتک کہ آثار خیر اُس سے پیدا ہون مجکو حیا آتی ہو اللہ سے [illegible] کہ چھوڑ دون کہ نہ اُسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤن ہے جس سے چلے
اور دارقطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہو اور ابن ابی شیبہ مین مروی ہو کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا
مثل قول علی مرتضیٰ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی بقطع ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہو کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
مین بھی قطع کیا جاے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہو یا منسوخ ہو نزدیک امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری مین بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور
چوتھی بار کی چوری مین داہنا پاؤن کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی [illegible] و روایت جابر خلاصہ مضمون اسکا یہ ہو کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری مین چارون ہاتھ پاؤن کاٹے گئے پھر جب
پانچوین بار اُسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسکے قتل کرنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہو مصعب بن ثابت [illegible]
ضعیف ہو ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہو لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہین لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسی کی ہمنے اصل نہین پائی اور
عقل سے نہایت بعید ہو کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سارق کے چارون ہاتھ پاؤن قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضیٰ کی خلافت مین کوئی اسکا ذکر
نہ کرتا اور مشورہ کے وقت اُسکے خلاف یہ اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ کا اُسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہو یا سیاست پر محمول ہو یعنی یہ حکم
بطریق حد سرقہ نہین بلکہ بطریق سیاست ہو مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہ دلیل ہو کہ پانچوین بار کی چوری مین
قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہو سب کے نزدیک نہ بطریق حد کمن سرق و ابہامہ الیسری مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سوی
الابہام اور رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اُسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہو یا سواے انگوٹھے
کے اُسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پاؤن مقطوع یا شل ہو تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اس حالت مین داہنا ہاتھ یا بایان پاؤن
کاٹنا اُسکا در حقیقت ہلاک کرنا ہو بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا توبہ [illegible] آثار توبہ [illegible] ان مسائل مین قطع نہین کہ گرفت اور [illegible] کی منفعت کا فوت کرنا ہو کیونکہ
چلنے کا انگوٹھے ہی [illegible] انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے فوت ہونے سے گرفت مین خلل نہین
ہوتا اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اس صورت مین بایان اور
داہنا پاؤن اسواسطے قطع ہوگا کہ یہ محل قطع نہین ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار ہوا تو گرفت منفعت ہوگی ورنہ اہلاک
ہو اور اگر داہنا پاؤن شل ہوگا تو ہاتھ پاؤن کا ایک ہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہو ولا یضمن قاطع الید الیسریٰ لو عمدا [illegible]
لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ کذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگر چہ اُسنے عمداً کاٹا ہو قول صحیح پر کذا فی النہر جب کہ
قاطع کو اُسکے برخلاف حکم ہوا اسواسطے کہ اُسنے تلف کیا اور اُسی کی جنس ایسا چھوڑا جو اُس سے بہتر ہو یعنی داہنا اور اسی طرح ضمان نہین اگر غیر حداد نے بائین ہاتھ کو کاٹا
قول صحیح مین یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کردیا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہو نفی ضمان سے تعزیر لازم نہین تو اگر عمداً کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا
ولو قطعہ احد قبل الامر و القضاء وجب القصاص فی العمد و الدیۃ فی الخطاء و سقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم
اور قضا کے تو قصاص واجب ہو عمد مین اور دیت واجب ہو خطا مین اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اُسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان وقضاء القاضی بالقطع
کالامر علی الصحیح فلا ضمان کا ثم اور قطع مین قاضی کی قضا مانند حکم کے ہو بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہین کذا فی الکافی وفی السراج

ہے کذا فی الخانیۃ عم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ میں سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں بلکہ صاحب بحر نے اُنکی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ ایک مرد نے
لقطہ یعنی افتادہ چیز کو اٹھا لیا پھر اُسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اُسکو غیر کے ہاتھ میں پایا تو یہ مرد اُس شخص سے خصومت نہیں کر سکتا اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت میں
اس اول شخص کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہو و من لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ کسارق سرق منہ بعد القطع لم یقطع بخصومۃ احد
ولو مالکا لان یدہ غیر صحیحۃ کما یاتی آنفاً اور جسکا قبضہ صحیح نہیں مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہیں چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری ہو گیا بعد قطع ید کے تو
سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہو گا کسیکی خصومت سے اگرچہ اُس مال کا مالک ہو مطالبہ اسواسطے نکرے کہ قبضہ اُسکا غیر صحیح ہے چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے و یقطع بطلب المالک
ایضاً لو سرق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہو گا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہو گئی یعنی امانت دار اور غاصب اور صاحب ربوا مع اسیطرح زیلعی
اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کر سکتا ہے حالانکہ شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی مذکور
کیا ہے کہ معطی ربو اسکا مطالبہ نہیں کر سکتا اسواسطے کہ تسلیم سے اُسکا قبضہ اور ملک باقی نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و کذا بطلب الراہن مع غیبۃ المرتہن علی الظاہر لانہ
ہو المالک اور اسیطرح قطع ہے راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ بنابر قول ظاہر کے اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہے کذا فی المنح عن الجامع الصغیر
لا بطلب المالک للعین المسروقۃ او لطلب السارق لو سرق من السارق بعد القطع لسقوط عصمتہ قطع نہیں مالک کے مال مسروق کے طلب کرنے سے یا سارق کے طلب
کرنے سے اگر سارق کے پاس چوری ہو گئی بعد قطع ید کے بسبب ساقط ہونے عصمت اُس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں لہذا اُسپر ہلاک کرنے سے
ضمان واجب نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع و بعد ما درئ لشبہۃ فان لہ و لرب المال القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم
یوجد فصار کالغاصب ثم بعد القطع ہل للاول استردادہ روایتان و اختار الکمال ردہ للمالک بخلاف اُسکے جبکہ سارق ثانی نے سارق اول سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ٹلجانے حد کے
شبہہ پڑنے سے اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مالکا سقوط بضرورت قطع تھا سو یہان موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے
ہو گیا استحقاق طلب میں پھر قطع ہو جانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اسمین دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو
مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول اور ثانی دونون خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہو تو قاضی اُس مال کو حفاظت میں رکھے جیسے غائب شخصونکا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح سرق
شیئاً وردہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکما کاصولہ ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بہبۃ مع قبض او ادعی انہ ملکہ وان لم یبرہن للشبہۃ او نقصت
قیمتہ من النصاب بنقصان السعر فی بلدۃ الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چورائی اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو چنانچہ مالک کے
اصول اگرچہ مالک کی عیال میں نہ داخل ہون یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کر دیا اگرچہ تملیک ہبہ مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اس مال کے مالک
ہونیکا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بگواہی ثابت نکیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہو گا ان چارون مسئلون
مین اقر بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدہما شبہۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا قید باقرارہما لانہ لو اقر انہ سرق فلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا و فلان اقرار کیا دو شخصون نے سرقہ
نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو ساقط کرتا ہے تو دونون پر نہو گا مصنف نے قید لگائی دونون کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یون اقرار کریگا کہ مین
نے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا منکر ہو تو مقر پر قطع ہے مانند اس قول کے کہ مین نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہو گا م سرقہ نصاب سے جنس مراد
ہے اسواسطے کہ دو سارقون پر قطع نہیں تاوقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی الطحطاوی و لو سرقا و غاب احدہما و شہد اثنان علی سرقتہما قطع الحاضر لان الشبہۃ
المتبہۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصون نے چوری کی اور ایک اُنمین سے غائب ہو گیا اور دو شاہدون نے گواہی دی اُنکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ شبہۃ الشبہۃ
معتبر نہین عم یعنی اس احتمال سے قطع ساقط نہین ہو سکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کے واسطے بیان کرے کیونکہ یہ شبہۃ الشبہہ ہے اور
مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ و لو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع و ترد السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک

اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چورایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہو چوری کے وقت اُسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دیے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا ہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے مگر صاحبین کے نزدیک صنعت سے فوات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندی کا نام درہم ہوگیا اور سونے کا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعاً معتبر نہیں بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا بیچا جاوے گیارہ درم سے تو جائز نہیں پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اسکے اور دنانیر چاندی سونے کا نام بھی باقی ہو اسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا ولو نحو النحاس لوجہ اوانی فان کان یباع وزنا فکذلک وان عدد افہو للسارق اتفاقا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اسکو چورایا اور اسکے برتن بنائے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسی طرح کا حکم ہو یعنی قطع ہو اور مالک کو پھیر دینا ہو اگر دو طرح بکتا ہے گنتی سے تو وہ سارق کا ہو بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر قول اول اور ربیع اور شرح اسکی دو لو صبغہ احمر اطحان الحنطۃ او لت السویق فقطع لا رد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہو نہ ڈانڈ وکذا لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسی طرح حکم ہو اگر کپڑے کو بعد قطع ہونے کے رنگین کرے گا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود ردہ لان السواد نقصان خلافا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگے گا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہو بخلاف ابی یوسف کے کہ اُنکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہو نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاء عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان آخر قطعہ اذا ولایۃ لہ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اُسکا قطع کرنا نہیں پہونچتا اسواسطے کہ جو شخص اُسکے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اُسپر اسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر میں سراجیہ میں ہو کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اوزجند کے والی کو اُسپر حد قائم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہو یا جمیع امور میں اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل تقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم تقطع الزائدۃ لانہ غیر مستحق للقطع والا تکن متمیزۃ قطعتا ہو المختار لانہ لا یمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاویں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اسی کا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائدہ نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ زائدہ مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائدہ سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاویں یہی قول مختار ہو اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسی طرح کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

وہو السرقۃ الکبری یہ باب ہو قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبریٰ ہو اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری تھا ہو اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہو لہذا اسکو مقدم ذکر کیا کبری پر پھر چونکہ قطع طریق علانیہ ہوتا ہو نہ بطریق خفیہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہو کہ ایک نوع کا اخفا اسمین بھی ہو یعنی اخفا حاکم اور اُسکے نائبوں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہو کہ قطاع الطریق با قوت وشوکت ہوں ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو گانون کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک شہر کے اندر رات کے وقت متحقق ہو اور اسی پر فتوے ہو لوگون کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہو کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق اُنمین سے جو وجوب قطع کے ہیں اہل ہوں تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہو کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہو کہ قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاویگا اور اُنپر سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشلبی والنہر والدرر المنتقی من قصدہ ولو فی المصر لیلا بہ یفتی وہو معصوم علی شخص

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہی جہاد کے احکام مین اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہین سیر بکسر اول و فتح ثانی جمع ہی سیرت کی بکسر اول و سکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہی سیر
اور سفر دو قسم ہی ظاہری و معنوی تو باعتبار قسم ثانی کے سیرت یعنی طریقہ کے مستعمل ہی خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہین کہ فلان محمود السیر ہی یا فلان مذموم السیر ہی اور اہل شرع کی
زبان مین جنگ کفار اور اُسکے متعلقات مین سیرت مستعمل ہی جیسے مناسک حج مین اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہی اور مغازی جمع ہی مغزاۃ کی اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزو بمعنی
جنگ ہی کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیری مین ہی کہ آیا جب جہاد کی دو شرطین ہین اول یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہون اور اہل اسلام نے انکو اسکی دعوت دی ہو اور اُنسے عہد صلح کا نہ کیا ہو
اور شرط ثانی یہ ہی کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو یعنی جہاد اور تخمین کے موافق یا جسکی راے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اُسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی
قتال مین امید نہو تو لڑنا حلال نہین اسواسطے کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان کو ہلاکی مین ڈالنا ہی اور حکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہی اپنے ذمے سے دنیا مین اور حصول ثواب اور سعادت ہی آخرت
مین مانند عبادات کے اور وہ بعد الحدود لاتحاد المقصود و وجہ الترقی خیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہین ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک
چیز ہی یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسیواسطے حدود اور جہاد دونون حسن لغیرہ ہین اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہی کہ حدود مین اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہی اور جہاد مین کفار سے تو معاملہ
اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہی کہ حدود مین ازالہ فسق ہی اور جہاد مین ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہی یا یہ وجہ ہی کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہی وہو لغۃ مصدر
جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہی جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ مین اور یہ شامل ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعا
الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع مین جہاد عبارت ہی سچے دین کی طرف بلانے سے اور جو اسکو نمانے اُسکے قتال کرنے سے کذا فی الشمنی ثم شمنی
نے کہا کہ شریعت مین جہاد عبارت ہی قتل کفار سے اور اُنکے ضرب اور مال غارت کرنے اور اُنکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک اور مراد اجتہاد اور کوشش ہی دین کی
تقویت مین اہل حرب اور اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے لڑکر انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد مین فقط قتال پر انتصار کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہی اور مراد یہ ہی کہ قتال اور
امداد مال وغیرہ سب جہاد مین داخل ہی تو تعریف ابن کمال کی جسکو شارح آگے ذکر کریگا تفصیل ہی اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی عرفہ ابن الکمال بانہ بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ
بمال او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہی کہ جہاد عبارت ہی بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ مین بذات خود یا مدد کرنا مال کی
مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماو بڑھا کر یا سوا اُسکے اور طرح کی مددگاری انتہی کلامہ یعنی جیسے زخمیون کی تیمارداری و غازیون کو کھانا پکا دینا اُنکے واسطے پانی لانا اُنکی اہل و عیال کی خدمتگزاری کرنا
سب جہاد مین داخل ہی چنانچہ اُسکی تصریح احادیث مین مذکور ہی ومن توابعہ الرباط وہو الاقامۃ فی مکان یتوقع ہجوم العدو فیہ لقصد دفعہ اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہی اور وہ عبارت ہی ایسے
مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یہی قول مختار ہی یعنے سرحد دار الاسلام مین مجاہدین کا اسواسطے ٹھہرنا تاکہ کفار دار الاسلام مین نہ آسکین و اہل اسلام کو ضرر نہ پہونچاوین اسکو رباط کہتے ہین اسواسطے
کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھرون مین مرابط ٹھہرین حالانکہ ایسا نہین اور بعضون نے کہا کہ جس موضع مین ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہو گیا
اور جہان دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہان تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہی کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرہمہ بسبعمائۃ
وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان ویبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہی کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانسو نماز کے
برابر ہی اور ایک درہم اسکا سات سو درہم کے صرف کرنے سے افضل ہی اور صحیح مسلم مین سلمان فارسی سے روایت ہی کہ جو رباط مین مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور
روزی اُسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہما سے محفوظ رہیگا اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہی کہ جو مرابط مریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنے بڑی
دہشت اور ہول سے قیامت مین محفوظ اُٹھیگا اور پورا بیان اُسکا فتح القدیر مین ہی چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا ف حدیث مین وارد ہی کہ جب ابن آدم مرتا ہی
تو اُسکا عمل منقطع ہو جاتا ہی لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہی کہ تیرہ عملون کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہی ۱ نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا
کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم مین داخل ہی ۲ دعاے اولاد ۳ کھجور وغیرہ کے درخت کا جمانا ۴ صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثون کے

وفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویأثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہی بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کرین تو سب اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہو اور زوج اور مانند اسکے جیسے باپ اور مولی اور قرضخواہ گنہگار ہوگا اس حالت مین جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ دشمن عام ہی کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی مین کہا اگر دار الاسلام کے کسی شہر پر کفار ہجوم کرین تو اگر وہان کے گرد و پیش کے قریب لوگ دفع پر قادر ہون تو انکے حق مین جہاد فرض عین ہی اور انکے سوا اور دور والون پر فرض کفایہ ہی لیکن جب نزدیک والے عاجز ہون یا کاہلی کرین تو دور والون پر بھی فرض ہو جاتا ہی اسیطرح تدریجاً درجہ بدرجہ تمام اہل مشرق و مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن مین بیٹھا رہیگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہین نادانستگی مین ہو اسلئے کہ نسیان مخاطب نہین یا دانستہ کا نہی اور اسی واسطے فتح القدیر مین کہا ہی کہ فرض عین ہونے کی شرط سے دوام جنگ ہی یہانتک کہ دور کے لوگون کو خبر پہونچے نہین تو تکلیف مالا یطاق ہی اور پکڑا جانا مسلم اسیر کا سبب اہل مشرق و مغرب پر ہی جسکو خبر ہو اور بزازیہ مین ہی کہ مسلمان عورت قید ہو گئی مشرق مین تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہی جبتک کفار دار الحرب مین داخل ہو گئے ہون اسلئے کہ دار الاسلام بمکان واحد کے حکم مین ہی کذا فی الطحطاوی و لا بد لفرضیتہ من قید اخر وھو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد فتح اور فرض ہی جہاد کے فرض ہونے کیواسطے دوسری قید یعنی استطاعت اور قدرت تو خروج نہ کرے سخت بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اسکو بھی نکلنا چاہیے جماعت بڑھانے کے واسطے کہ اکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ القتال اور سراج مین ہی کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہی نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا تو اسپر قتال لازم نہین ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقاً لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرہ اور قبول ہی خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک ان دونون مین سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہی تو مزید تحقیق کی حاجت نہین کذا فی الذخیرہ مستنفر وہ ہی جو نفیر عام سناوے نفیر بمعنی خروج ہی یعنی بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کے نکلنے اور جہاد کرنے کے وکرہ الجعل ان اخذ المال من الناس لاہل الغزو مع الشی ای مع وجود شی فی بیت المال درر وصدر الشریعۃ ومفادہ ان الفی ہنا یعم الغنیمۃ فلیحفظ اور مکروہ ہی جعل سینے لوگون سے مال کا لینا غازیون کے واسطے باوجود ہونے فی کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال مین کذا فی الدرر وشرح الوقایہ اور اس سے مستفاد ہوا کہ فی یہان غنیمت کو شامل ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فی اس مال کو کہتے ہین جو کافرون سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہی جو قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہی کہ جبتک بیت المال میں کوئی مال موجود ہی تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کیواسطے مکروہ ہی اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہین اور بیت المال ایسے ہی مصارف کیواسطے ہی نہ سلطان کے عیش اور آرام کیواسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہین والا لا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہین بسبب دفع کرنے اعلی ضرر کے کمتر ضرر سے ہم اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہی اور کمتر ضرر سے مراد مال اور دینے سے مال لینا بقدر رفع کے مقدور رکھتا محتاج غازیون کا سامان جہاد ہو فان حاصرناہم دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فیہا والا فالی الجزیۃ لو محلا لہا کما سیجیء فان قبلوا ذلک فلہم ما لنا من الانصاف وعلیہم ما علینا من الانتصاف فخرج العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافرون کو گھیرین تو اول ہم انکو مسلمان ہونے کی طرف بلاوین سو اگر وہ اسلام قبول کرین تو کیا خوب بات ہی اور اگر اسلام نہ قبول کرین تو جزیہ کی طرف بلاوین یعنی جزیہ دینے کی انسے درخواست کیجاوے اگر وہ محل جزیہ ہون چنانچہ اسکا ذکر مذکور ہوگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہون نہ عرب کے مشرک اور مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کرین تو درصورت مظلومی انکے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہی اور درصورت انکے ظلم کرنے کے انسے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہی تو اس بیان سے عبادات نکل گئین اسواسطے کہ کفار مخاطب بعبادات نہین ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ ذمیون نے تو جزیہ اسواسطے دیا ہی کہ انکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاوین اور انکے مال ہمارے سے مال ہو جاوین ہم قول مرتضوی امام شافعی کے مسند مین بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہی کذا فی الفتح شرح طحطاوی مین ہی کہ جب کفار جزیہ قبول کرین تو انکے اموال سے تعرض نہوگا اور انکی اراضی سے خراج نہ لیا جاویگا بلکہ دسوان حصہ اور اہل اسلام کے اور انکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام مین آکر اقامت کرین اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب مین مکروہ ہی کذا الطحطاوی وحرم ان نقاتل من لم تبلغہ الدعوۃ بفتح الدال الی الاسلام وھو وان اشتہر فی زماننا شرقاً وغرباً لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک

مسلمان انکی طرف کے سپر بنانے سے قتل ہو جاوین تو ہمین نہ دیت ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض تاوانوں سے مقرون نہین ہوتے ہم لڑائی مین
آواز بلند کرنا مستحب نہین اور مکروہ بھی نہین اگر اسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دارالحرب مین ناخن بڑھانا مستحب ہے اسواسطے کہ اگر
تلوار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھروچ کر شاید بچ جاوے جیسے مونچھون کا بڑھانا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر خانیہ مین ہے کہ مسلمانون
کو لائق نہین کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہین ہوتے فتاوی عالمگیری
مین ہے کہ یہ عدم قرار اسوقت ہے جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہے **ولو فتح الامام بلدة وفیہا مسلم او ذمی لایحل قتل احدہم** ا
ولو اخرج واحد یحل حینئذ قتل الباقین لجواز کون المخرج ہو ذلک فتح اور اگر امام نے دارالحرب کا کوئی شہر فتح کیا اسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُنمین سے کسی کا
قتل کرنا اصلا جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اُنمین سے نکال دیا گیا ہو تو اسوقت مین باقی لوگون کا قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان
یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر **ونہینا عن اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث** و امراة ولو عجوزا للمداواة ہو الاصح ذخیرة دارا لنہی بالنہی
مسلم لا تسافروا بالقرآن فی الارض العدو اور ہم ممنوع ہین اسکے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے جیسے مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث
کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے اگرچہ عورت بڑھی ہو دوا کرنیکیواسطے یہی قول صحیح ہے کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین
مین ہم دلیل اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا **الا فی جیش یؤمن علیہ** فلا کراہة لکن اخراج العجائز والاماء اولی مگر اس بڑے لشکر مین
قرآن کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین امن حاصل ہو لیکن بڑھی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کے واسطے بہتر ہے جوان اور حرہ کے لیجانے سے کہ جنگ دوسرے
در در طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہے اور کمتر تجارت ایک سو **واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون بالعہد** لان الظاہر
عدم تعرضہم ہدایة اور جبکہ مسلم دارالحرب مین اُنسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر اوہ متعرض نہونگے
کذا فی الہدایہ **ونہینا عن غدر وغلول وعن مثلة** بعد الظفر بہم اما قبلہ فلا باس بہ نہر اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اُنپر فتح پانے کے بعد اور
فتح پانے کے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار م نقض عہد کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ہم سے اور اُنسے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہان تک کہ
اُنکو اطمینان ہوا تو اب اُسدن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہے اسطرح کہ بلا عہد ہم نے ایسی حرکت کی کہ
اُنکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے اُنپر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہان رات کو اُنپر ٹوٹ پڑے اور
چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس داؤ گھات کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین مبارز نے ہاتھ مارا اسو کافر کا کان کاٹا پھر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پھر
ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اُسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہین اور اختیار
شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے **وعن قتل امراة وغیر مکلف وشیخ خرف** لا اصباح و لانسل لہ فلا یقتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین
عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کھاپٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی طاقت ہے جنگ کے وقت اور نہ اولاد ہونے کی اُس سے
توقع ہے تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جب کہ مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحطاوی مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈھا
خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہے **واعمی ومقعد** وزمن ومعتوہ وراہب واہل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کافر
اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیون سے
نہین ملتے اُن سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو اُنسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہے ہندوستان کے اُن جوگیون کا جو گوشہ گیر اور کوہ نشین
ہین **الا ان یکون احدہم ملکا او ذا رای او مال فی الحرب** مگر جب کہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی مین

مطلق ہے لیکن بالاجماع صلح تقیید مصلحت مقید ہے تو اگر مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح ونبدنا ای نعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم لو خیرا
بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دیں یعنی صلح توڑنے کا علام اور اطلاع کر دین کافرون کو حرام عہد شکنی سے بچنیکے واسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام
کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے اہل مکہ سے ہم اعلام نقض صلح اسوقت ضروری ہے جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل
ہوگئی اعلام کی کچھ حاجت نہیں اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اسکے حساب سے مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دار الاسلام میں آگئے
ہون یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصنون اور قلاع کو تخریب ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک میں پہونچ لین یا اپنے مکانات مذکورہ کو بنالین جبتک اُنسے
لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہے اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سہو واقع ہے بلکہ لائق تھا کہ قول آئندہ یعنی درصورت خیانت کفار اُس سے
استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی میں مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ اہل مکہ
نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی وقاتلہم بلا نبذ مع خیانۃ ملکہم ولو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو بدون
اذنہ منتقض فی حقہم فقط اور ہم لڑین کافرون سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہوتے انکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ صاحب خیانت قوت کے قتال سے ہوئی با جازت
بادشاہ اور اگر اُسکے بدون اذن کسی بعضے کافرون نے قتل کیا ہو تو فقط انھین لوگون کے حق مین صلح ٹوٹیگی یعنی وہ مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین
صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسیکے حق مین نقض صلح نہیں کذا فی الفتح ونصالح المرتدین لو غلبوا علی بلدۃ وصارت دارہم دار حرب لو خیرا بلا مال اور
ہم اہل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جبکہ وہ غالب ہو جاوین کسی شہر پاور انکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر انسے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب
کا اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کرین کذا فی عالمگیری والا یغلبوا علی بلدۃ لا لان فیہ تقریر للمرتدین علی الردۃ وذلک لا یجوز فتح اور اگر غالب نہوئے ہون کسی شہر پر تو ہم صلح
نہ کرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے مین مرتدون کو ارتداد پر قائم رکھنا ہے اور یہ جائز نہیں کذا فی الفتح وان اخذنا المال منہم لا یرد لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من بغاۃ فانہ
یرد بعد وضع الحرب اوزارہا فتح اور اگر صلح مین مرتدون سے مال لیا تو اُسکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہیں بخلاف باغیون سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاویگا
بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اُنکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح ولم نبع فی الزیلعی یحرم ان نبیعہم ما فیہ تقویتہم علی الحرب کحدید وعبید وخیل اور ہم نہ بیچین اور زیلعی مین
ہے کہ حرام ہے ہلکو کافرون سے وہ چیز بیچنا جسمین انکو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گھوڑے ولا نحملہ الیہم ولو بعد صلح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی
عن ذلک وامر بالمیرۃ وہی الطعام والقماش فجاز استحسانا اور انکی تقویت کی چیز کو ہم لادکر نہ لیجاوین بطریق تجارت کے اہل حرب کی طرف اگرچہ بعد صلح کے یہ امر
اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے
بیچنے کا تو یہ جائز ہے بطریق استحسان کہ ثمامہ رئیس یمامہ مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بیدین ہو گیا اُسنے کہا کہ مین بیدین نہیں ہوا مین اسلام لایا ہون اور
محمد کی مین نے تصدیق کی ہے اب تمکو ایکدانہ گیہون کا ملک یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی
خدمت مین التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہان جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی والقتیل من امنہ حر او حرۃ ولو فاسقا او اعمی او فانیا او صبیا او عبدا
اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام
ہو جن دونون کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ہم ابوداؤد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافأ دماؤہم ویسعی بذمتہم ادناہم یعنی مسلمانون کے
خون برابر ہین اور سعی کرتا ہے انکی ذمہ داری سے ادنی انکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہے ازالہ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا
اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر انکے پاس مسلم یا ذمی قید ہوگا تو چھڑا
لیا جاویگا کذا فی البنایہ تاتارخانیہ اور صفت امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اسکے توڑنے مین مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدرر والمنتقی یا بحی الحرۃ کان

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اسکے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہے فی سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے سے
بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمة ما نیل من الکفار عنوة والحرب قائمة فتخمس وما فیھا للغانمین والفئ ما نیل منھم بعد کخراج وھو لکافة المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے
حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہے تو اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جائیگا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فی وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہوچکنے اور دار الاسلام
ہو جانے کے جیسے زمین کا اخراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذا فی المنح اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اسکا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو غازیوں کی قوت اور کفار کے
مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فی وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے نہ فی میں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا ہبہ یا لے بھاگنے سے حاصل ہو
وہ غنیمت نہیں وہ فقط اخذ کی ملوک ہے اذا فتح الامام بلدة صلحا جری علی موجبه کذا من بعدہ من الامراء وارضھا تبقی مملوکة لھم جبکہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو
بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اسکے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھیں اور زمین اسکی کفار کی ملک میں باقی رہیگی علامہ قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری یا ہند ہے تو اگر وہاں کا پانی
خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہے تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کیونکہ بجائے نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی وان فتحھا عنوة بالفتح ای قہرا قسمھا بین الجیش
ان شاء او اقر اھلھا علیھا بجزیة علی رؤسھم وخراج علی ارضیھم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اسکو لشکر کے درمیان یعنی غازیوں کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہاں کے لوگوں کو
برقرار رکھے انکی ذاتوں پر جزیہ باندھکر اور انکی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے اگر امام نے ارضی کو غازیوں میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو زمین غازیوں کی
مملوک ہو جاویگی اور اسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہاں کے کفار کو برقرار رکھا بطور جہان کہ چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق میں کیا کہ انکے گھر اور انکی زمین کو
انھیں کے تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیوں میں زمین تقسیم نہیں کی تو کفار حر اصلی ذمی ہونگے اور زمین کے وہی مالک رہینگے کذا فی المنح اور کفار پر انکی رقاب اور اراضی کا احسان کرنا
بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کھاویں اور کھیتی کریں یہاں تک کہ غلہ پیدا ہو اور کافروں کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کہ
اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہونگے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی کہ میں نے عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانوں کی محتاجی کا خیال نہ ہوتا تو جس گانوں کو مسلمان
فتح کرتے ہیں تو میں انھیں کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا لیکن امام
ابوداؤد میں بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجات و نوائب کیلئے اور نصف مسلمین کے درمیان میں اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم میں سو مردوں کے حصے
داخل کیے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولی عند حاجة الغانمین اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیوں کی حاجتمندی کے وقت والثانی عند عدمھا ولو نزل بھا قوما غیرھم ووضع علیھم
الخراج والجزیة لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیھا العشر لا غیر یا کافروں کو دار الحرب سے نکال دے اور وہاں اور قوم کو بسا دے اور اسپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان
ہوں تو اسپر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہاں لا بسائے تو اسپر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی میں ہے کہ عشر ہی مقرر کرنا لائق ہے بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی
اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا واسترقھم او ترکھم احرارا ذمة لنا الا مشرکی العرب والمرتدین کما سیجیء اور قتل کرے قیدیوں کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہ ہو گئے ہوں
یا انکو لونڈی غلام بنا دے یا انکو آزاد ذمی بنا کر چھوڑ دے سوائے مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ انکا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا قولہ ذمة لنا ای حقا واجبا لنا
علیھم من الجزیة والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ یعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اسواسطے کہ وہ مسلمین کے
عہد اور امان میں داخل ہیں وحرم منھم ای اطلاقھم مجانا ولو بعد اسلامھم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقولہ تعالی
واقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم انتہی شرح مجمع اور حرام ہے کافروں پر احسان کرنا یعنی انکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور انکے مسلمان ہونے کے انکو چھوڑ دے
کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیوں کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافروں کے مالک ہو گئے تو اب مفت چھوڑنا انکی حق تلفی ہے اور
امام شافعی نے انکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کر دو یا فدیہ لو یعنی کچھ مال لیکر

اجتہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیوں کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیوں کے پاس امانت رکھنے کے واسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام
کے پاس باربرداری نہو فان لم یکن لہ اہل جبرہم باجر المثل بروایتان فاذا تعذر فلو بحال لو قسمہا قدر کل علی حملہ قسم بینہم والا فہو مما یشق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت
لانے کو نمانین تو آیا پھر امام جبر کرے اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین ہیں یعنی جواز جبر ایک روایت ہے اور عدم جواز دوسری روایت ہے پھر در صورت
عدم جبر امانت رکھنے کے واسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حالی ہو کہ اگر بانٹ دے تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیوں میں بانٹ
دے اور اگر قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتوں کو اور لڑکوں کو ویران زمین میں
چھوڑ دینا ولم تبع الغنیمة قبلہا الا للامام ولا لغیرہ یعنی للتمول ولو باع شیأ بطعام جاز جوہرہ اور بیچیں اہل اسلام نہ بیچیں غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو یہ جائز ہے اسکے
غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کیواسطے جائز نہیں لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کیواسطے بیچے تو جائز ہے کذا فی الجوہرہ ورد البیع لو وقع دفعا للفساد فان لم یکن رد
ثمنہ للغنیمة خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو اسکی قیمت غنیمت میں داخل کرے کذا فی الخانیہ
و بعد تحقق ثم لمقاتل لا سوقی وحربی ومرتد اسلم فیہ بلا قتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو مرتد اور ملک غازیوں سے ملی دار الحرب میں جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق
غنیمت میں نہ ہو بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہاں مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافروں سے لڑائی کرینگے تو وہ بھی غازیوں کے شریک ہونگے غنیمت میں ہم
بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہیں کہ اسکا وہاں جانا قتال کی نیت سے نہیں بحر الرائق میں کہا تو اسمین اشارہ ہے کہ اگر جورو دار الحرب میں جا دے اپنے زوج کی
خدمت کیواسطے یا غلام جاوے اپنے میاں کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو اسکے واسطے کچھ نہیں کذا فی الاختیار اور فتح القدیر میں ہے کہ اسی طرح گھوڑے کے سائیس کا
کچھ حصہ نہیں ولا من مات فیہا قبل قسمتہ او بیع ولو مات بعد احدہما ثم او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبہ لتاکد ملکہ تتارخانیہ اور جو غازی کہ دار الحرب
میں مرگیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہاں یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام میں تو اسکے حصہ میں ارث جاری ہوگا یعنی
اسکے وارث بقدر وراثت کے پاوینگے بسبب متاکد ہو جانے اسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ادعی رجل شہود الوقعة وبرہن وقد قسمت لم تنقض استحسانا ویعوض بقدر حصتہ من
بیت المال او تاتارخانیہ میں ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی میں حاضر ہونے کا اور اسکو گواہوں سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہو چکی تو قسمت شکستہ نہو گی بنا بر استحسان
کے اور بقدر اسکے حصے کے بیت المال سے اسکو عوض دیا جاویگا ومافی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمة ردہ فی النہر وحررناہ فی الوقف اور بحر الرائق میں جو وقف کا قیاس کیا
ہے غنیمت پر تو اسکو رد کیا ہے نہر الفائق میں اور اسکو تنقیح اسی کتاب کی کتاب الوقف میں تحریر کیا ہے صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز
ناظر کے قبل از قسمت تو اسکے حصے میں وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد احراز میں وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا درر اور غرر میں صاحب مجتبیٰ کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور
موذن کا حصہ ہے وقف میں سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہو گیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو
اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصاً ولہم اے للغانمین لا لغیرہم الانتفاع فیہا ای فی دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح
ودہن بلا قسمة اطلق الکل تبعا للکنز وقید فی الوقایة السلاح بالحاجة وہو الحق وقید الکل فی الظہیریة بعدم نہی الامام عن اکلہ فان نہی لم یبح فینبغی تقیید المتون بہ
اور فقط غازیوں کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اسمین یعنی دار الحرب میں جانوروں کے چارے اور طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے
ان چیزوں کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ میں ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ میں مقید کیا
ساتھ نہ منع کر دینے امام کے اسکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے یا سب چیزوں کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع
کر دے تو مباح نہیں تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحر الرائق سے نقل کیا لائق یوں ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے
کہ جب غازیوں کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہوگی تو اسکے منع کرنے پر عمل نہوگا ولا یبیع ولا یتمول فلو باع رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو حیز فقیر

مصنف میں ابن عمر سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ علاوہ اسکے بہت احادیث سے دو سہم
سوار کے ثابت ہیں جنکی تفصیل فتح القدیر میں موجود ہی پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم میں معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل
یعنی انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہی ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یوں کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث
سے اگرچہ راوی اسکے ثقات ہوں یا وہ راوی ہوں جن سے بخاری نے روایت کی ہی سو دعوی بے دلیل ہی اسکو ہم نہیں مانتے کذا فی الفتح **ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح
للقتال** فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لوہزا فکبر تتارخانیۃ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوا ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو اور تندرست
ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنابر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ ورآقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نہ دیگا
وکان الفرق حصول الارہاب وہو بکبیر مریض لا بامہر اور گویا کہ فرق دونوں صورتوں مذکورہ میں حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے **ولو غصب فرسہ قبل دخولہ** او کہ آخر
او نفر فدخل راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اسپر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب میں پھر اسنے
اپنے گھوڑے کو پایا تو اسکو دو حصے ملینگے سب صورتوں میں **لا لو باعہ** او بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہران قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی النہر بلا لیتہ
عن الجوہرۃ والتبیین مایخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ ویحفظ ہذہ القیود وخوف الخطار فی الافتاء
والقضاء دو حصے نہ پاوے گا اگر اسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو تو البتہ اسکا حصہ ساقط ہو جائے گا قول اصح میں اسواسطے کہ بیع
سے ظاہر ہو گیا کہ اسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہی لیکن نہر بلا لیہ میں جوہرہ اور تبیین سے اسکے
مخالف منقول ہی اور قہستانی میں ہی کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہی بنابر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار ہی بالاتفاق
انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کار ہی افتا اور قضا میں مصنف نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اسکا حصہ
ساقط نہیں ہوتا بعض کے نزدیک اور صحیح یہ ہی کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اسکا قصد تجارت کا تھا انتہی مانی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے
غلط ہی فتح القدیر کی عبارت یہ ہی ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف والاصح انہ
یسقط لانہ ظہران قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب ہی تبیین و جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بیمعنی ہی انتہی قول الحلبی طحطاوی
نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہی کہ اسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی
نہیں اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہی واللہ اعلم **ولا یسہم لعبد وصبی وامراۃ وذمی** ومجنون ومعتوہ ومکاتب **ورضخ لہم قبل اخراج الخمس**
عندنا **اذا باشروا القتال** او کانت المراۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور
صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑیں یا عورت
بیماروں کی خدمت گذاری کرے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتاوے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود
علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہود و لہذا
سے یہودیوں پر اور انکو کچھ عطا کیا تھا حصہ واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لے گئے تھے اہل خیبر
سے لڑنے کے واسطے اور جنگ حنین میں صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح **ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی
اذا دل** فیزاد علی السہم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچے انکی عطا بقدر سہم کے یعنی غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی میں جب کہ وہ
راہ بتاوے تو سہم پر زیادہ کیجاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہیے جس قدر کہ

اور اگر بیچا گھوڑا بعد فراغ کے لڑائی سے تو نہیں ساقط ہوگا حصہ سوار کا بالاتفاق اور اسی طرح اگر بیچا جبکہ لڑائی ہو رہی تھی تو بعض کے نزدیک ساقط نہیں ہوگا اور مصنف نے کہا اور صحیح یہ ہی کہ ساقط ہوگا کیونکہ ظاہر ہوا کہ اسکا قصد تجارت کا تھا

فضیلت کے ہم منکر نہیں ہیں بلکہ حق تعالی نے آپ کو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو آپ نے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور اُنکی آپ کے
ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہوئے کفر میں اور نہ اسلام میں اور ہم اور وہ تو شی واحد ہیں اور اپنی انگلیون کو آپ نے قینچی کیا
اسمین حضرت نے اشارہ کیا اُنکی نصرت کا یعنی موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت میں جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اُسوقت نصرت قتال کی
نہتھی کذا فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس میں غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہیں اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے جسکو چاہے
اُنکو دے چاہے نہ دے چاہے سب کو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ اسند عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں وما نقلہ
المصنف عن البحران ما فی الحاوی یفید ترجیح الصرف لاغنیائہم نظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیاء
ذوی القربی کیواسطے اسمین اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں ہم حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء السبیل
میں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ یہ اسکا مقتضی ہے کہ اعتبار ذوالقربی کے دینے پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اسمیں نظر ہے بلکہ اسمین
اُنکے دینے کی ترجیح ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی میں اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطاء خمس میں شرط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی الدر
وذکرہ تعالی للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا مصارف خمس میں اُسکے نام سے برکت لینے کے واسطے ہے ابتداء کلام میں اسواسطے کہ
ہر چیز خدا کی مملوک ہے خمس کی کچھ خصوصیت نہیں ہم قرآن مجید میں ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل یعنی معلوم کرو
کہ جو کچھ غنیمت میں حاصل کرو تو اُسکا پانچواں حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی اور ابن سبیل کے واسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے
آگاہ کردیا دفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ خدا ہی کا ہے اسمین رد ہے
ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ میں صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ والسلام سقط بموتہ لان الحکم علق
بمشتق وہو الرسالۃ کالصفی الذی کان یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہوگیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے
یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہے حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہوگیا آپ کی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ
والسلام اپنے واسطے پسند کرلیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے جیسے تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ
کے واسطے ہے اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ اُنپر حجت ہے درر المنتقی میں کہا کہ ہر چند رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع نہیں چنانچہ علماء کبار نے ذکر کیا ہے
لیکن وصف رسالت میں آپ کا کوئی خلیفہ نہیں اسواسطے کہ آپ کے بعد کوئی رسول نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہوگئی جیسا کسی
ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہوگیا بسبب منعدم ہونے اُسکی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس
ما اخذ لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاویگا اُس سے جو کہ وہ لوگ لائے
اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب میں نہ گیا اور کچھ مال لایا تو اُسمین خمس نہیں اسواسطے کہ وہ چھینا مارنا اور یہ جانا گناہ ہے
ہم خلاصہ یہ ہے کہ جسمیں قہر اور غلبہ اور قوت ہے اُسمین خمس ہے اور جسمین غلبہ نہیں اُسمین خمس نہیں یا شوکت جانے میں تو قوت کا ہونا صریح ہے اور امام کے اذن میں اسواسطے
قوت ہوتی کہ جب امام نے اذن دیا تو اُسکی مددگاری کا التزام کیا تو یہ امر بحکم قوت ہے وادنی المنعۃ لو دخل اربعۃ خمس وثلثۃ لا اور نیہ میں ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب
میں گئے اور کچھ مال لائے تو اُنسے خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلہم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم
دار الحرب سے لاؤگے میں اُسکا خمس نہ لونگا تو اگر غازی با قوت ہوں تو جائز نہیں اور اگر اُنکو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہے وندب للامام ان ینفل
وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ سماہ قتیلا لقربہ منہ اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیب اور

مستحق نہو گا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ اسپر صحیح ہو گا جو عینی
نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضی خان متقدمین کے قول پر مبنی ہو کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہیں ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی التسعمائۃ
ماخوذۃ من السری وہو السیر لیلا ورد الربع بعد الخمس سمع العسکر ودونہا فلہم النفل استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپہ مارنے والوں سے چوتھائی غنیمت
کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا یہ چھاپہ مارنے والوں نے تو انکو یہ انعام ثابت ہو بنا بر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہو قطعہ لشکر سے یعنی جسمین
لوگ اشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہی سرے سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر یہ باعتبار اصل وضع کے ہی تو اب استعمال اُسکا اس مین ملحوظ نہیں و جاز ان ینفل
بالکل او لقدر منہ لسریۃ لا العسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہی کل غنیمت سے یا اُسکے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر مین مذکور ہی ھم درر مین وجہ فرق یون
مذکور ہی کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہی اور یہ حاصل نہیں مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہی اور
خمس کا بھی ابطال ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین بسبب بطلان سہام منصوصین کے اور یہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہی کذا فی
حاشیۃ الحلبی ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس کجوازہ لصنف واحد لما مر اور امام تنفیل نہ کرے بعد پہونچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے
تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہی بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کیواسطے ہوا تو محتاج مقاتل کیواسطے بطریق اولی
جائز ہو گا کذا فی الفتح وغیرہ وسلبہ با معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہو جو اُسکے ساتھ ہو یعنی اُسکی سواری اور کپڑے
اور ہتھیار اور اسی طرح وہ چیز جو اُسکی سواری پر ہو نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہو جسکو پر تل کہتے ہین ھم سلب بفتحتین بمعنی مسلوب ہی کذا فی القہستانی و التنفیل
سلمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہی باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے ھم
جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بعد تنفیل کے پاوے اُسمین خمس نہین اور اُسمین وراثت جاری ہوگی اگرچہ وہ مرجاوے دار الحرب مین اور یہ جو کہا کہ
مالک ہونا تنفیل کا حکم نہین تو مطلب یہ ہی کہ ملک کامل نہین اور اگر ملک مطلق نہوتی تو اُسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا
ہی اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہی کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبراہا لم یحل لہ
وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبراہا لم تحل لہ اجماعا جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو
لونڈی کو پاوے تو وہ اُسی کی ہی پھر اُسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اُسکا استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اُسکو اُسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو
پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اُسکو وہ حلال نہین باجماع شیخین و محمد کے یہانتک کہ اُسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی من الحلبی عن الاتقانی
والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک حملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہی نہ فقط
قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اُسکو چاہے
تو ہم نے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا یعنی حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہی کہ قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہی تو علماء حنفیہ نے
اُسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نہ رہے حدیث اول حبیب بن مسلمہ سے خطاب ہی ہر چند یہ حدیث ضعیف
ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہی کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الان حیث
وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ ابدا انتہی فلیحفظ
شارح کہتا ہی اور مفتی مرحوم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات مین مرقوم ہی کہ کیا حلال ہی جماع اُن لونڈیون کا جو خرید لیجاتی ہین اب غازیون سے جب کہ
واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ مشروع تو جواب اُس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی

اصل اشیا مین اباحت ہی بعضے حنفیون کے نزدیک انھین مین کرخی ہی اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اشیا مین توقف ہی باین معنی کہ واقع مین اشیا کیواسطے اباحت
یا تحریم کا حکم ضرور ہی لیکن ہم اسپر واقف نہین ہوسکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی طحطاوی نے کہا کہ شاید
صاحب ہدایہ یہان بعض اہل مذہب کی راے پر چلا بموافقت شافعی جب یہ ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کی طرف مناسب نہ تھا اور یہ جو
شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین یہ قول غیر صحیح ہی اور قول اصح یہ ہی کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ مین نہ باداء اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب
احکام شرعی کے نہوے تو انکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی تو انکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت مین قول بالاباحہ کی طرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اسی کا
قائل ہو گیا ویفترض علینا اتباعھم اور ہم پر فرض ہی انکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا کرنا اور انسے لڑنا اموال چھڑانے کیواسطے فرض ہی تا وقتیکہ وہ دار الاسلام مین ہین اور
جب دار الحرب مین چلے گئے تو فرض نہین بلکہ مستحب ہی اور اگر اولاد کو پکڑ لے گئے تو مطلقا انکا پیچھا کرنا فرض ہی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا تقرر ملکھم اور اگر کفار مسلمان
ہو گئے تو انکی ملک ثابت ہو گئی یعنی کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب مین جاکر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اب صاحبان اموال انسے نہین لے سکتے کذا فی المنح
عن شرح الطحطاوی وان غلبنا علیھم ای بعد ما احرزوھا بدارھم اما قبلہ فھی لملاکھا مجانا مطلقا اور اگر ہم غالب ہوے انپر یعنی بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب لے گئے
اور قبل دار الحرب کے لیجانے کے تو اموال مذکورہ انکے مالکو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت انکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین
لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فھو لہ مجانا یعنی اگر ہم غالب ہون کافرونپر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو
درر مین محقق کیا ہی تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملے گا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعدھا فھو لہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے
اسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اسکو بعوض قیمت کے لیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان بھر جائین یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی زائل ہو گئی تو اس لحاظ اسکے
لینے کا اسکو حق ہی لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اسکا ضرر ہی جسنے اسکو اپنے حصہ مین پایا لہذا اس مال کو بہ قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی
ہی اور اسی کے موافق بحر الرائق مین حدیث منقول ہی ولو کان ملکہ مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعدھا اذ اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلھا اخذہ مجانا کما مرّ
اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہین اسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اسکو لیگا تو بعوض اسکے مثل کے لیگا مثلا گیہون
عوض گیہون کے لیگا تو اسکی خرید مین کچھ فائدہ نہین اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اسکو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ
منھم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اسی قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے انسے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور
اسکو ہمارے دار الاسلام مین نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو اتھبہ منھم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے
لے اگر کفار سے اسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر اشتراہ بخمر او خنزیر لیس
لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو اشتراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدرا ووصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدرا او اردئ وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس
بربوا لانہ فداء لیکن بحر الرائق مین ہی خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اسکے مالک کو اسکا لینا باتفاق روایات جائز نہین اور
اسی طرح اگر اسکو بعوض اسکے مثل کے بوعدہ اداے قیمت خرید کیا یا بعوض اس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف مین بیع کے مثل ہی خواہ بعقد صحیح خرید کیا خواہ
بعقد فاسد تو جائز نہین بسبب عدم فائدہ کے سوا اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہی اسواسطے
کہ یہ خرید مفید ہی اور یہ بیاج نہین اسلیے کہ یہ فداء ہی یعنی مثلی کی عدم مساوات یہان بیاج مین داخل نہین اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو یہ
فی الحقیقۃ فداء ہی نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان وصلیۃ فقئ عینہ او قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او فقاھا المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف
لا یقابلھا شیء منہ یعنی مالک کو جائز ہی کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اسکے مملوک کی آنکھ پھوڑی گئی ہو یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اسکے مشتری

کو خرید سکتا ہو یا بہالیا ہو تو مشتری سے یعنی المحیط میں ہو تو مالک اسکو قیمت سے لے سکتا ہے اسواسطے کہ دوسرے کے مقابلہ میں قیمت نہیں ہوتی

والقول للمشتري في مقداره لان الثمن بينه فعند عدم البرهان ... فيما اذا باعه المشتري ... قول مشتری کا ہے قیمت کے مقدار میں اسکے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہونے کے وقت اور اگر کوئی گواہ دیگا تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے واسطے ہیں اور اگر دونوں گواہ دیں تو مالک کے بھی گواہ واسطے اسی بیان کے ہیں کذا فی البحر وکذا فی ... المالک بعد ادائے ...

ہو وان تكرر الاسر والشراء بان اسرنا بالاشتراء وشراه المشتري الاول من الثاني بثمنه لو رده ... ثم باخذ المالك القديم بالثمنين ان شاء لقيامه عليه بهما وقبل اخذ الاول لا ياخذه القديم ... اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ دوسری بار بھی غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اسکو مشتری ثانی سے بعوض اسکی قیمت کے لیوے اسواسطے کہ گرفتاری مشتری اول کی ملک پر ہوئی تو اسیکو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اسکو دونوں قیمتیں دے کر لیوے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتوں پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لیوے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا يملكون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومكاتبنا ... فياخذه مالكه مجانا لكن بعد القسمة تودى قيمته من بيت المال اور کفار مالک نہیں ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہو جانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کسی طرح سے تو اسکو اسکا مالک مفت لے بلا عوض لیکن بعد قسمت مسلمین میں اسکی قیمت بیت المال سے ادا کیجائے مع حر وغیرہ اسواسطے کہ ملوک کفار ہونے کے سبب مفید ملک کا محل ملک میں ہوتا ہے یعنی مال مباح میں اور حر معصوم بنفسہ ہے اور اسی طرح مدبر وغیرہ میں من وجہ حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافر سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اس سے بلا عوض لے کذا فی المنح ونملك عليهم جميع ذلك بالغلبة لعدم العصمة اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر انکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بوسیلے عصمت کے ولو ند اليهم دابة ملكوها لتحقق الاستيلاء اذ لا يد للعجماء اور اگر کافروں کی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلاء کے دار الاسلام سے نکلنے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہیں کہ دار الاسلام نکلنے کے وقت ظاہر ہو اور ملک کفار کا مانع ہو وان ابق اليهم قن مسلم فاخذوه قهرا لا فان اليد الظاهرة على نفسه بالخروج من دارنا فلم يبق محلا للملك اور اگر دار الاسلام سے کفار کی طرف غلام یا مسلمان بھاگ نکلا اسکو انہوں نے پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نہ رہا جبتک غلام دار الاسلام میں تھا تو اسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقق مولے کے تصرف کے تا مولی اسکے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے مولے کا تصرف اسپر سے زائل ہوگیا تو اسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہوگیا اسلئے وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک اسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اسکو مفت لے گا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لیلینگے تو باتفاق امام و صاحبین کے مالک ہونگے بخلاف ما اذا ابق اليهم بعد ارتداده فاخذوه ملكوه اتفاقا بخلاف اسکے جبکہ غلام انکی طرف بھاگ جاویگا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اسکو پکڑیں تو بالاتفاق مالک ہونگے ولو ابق بفرس ومتاع فاشترى رجل ذلك كله منهم اخذ المالك العبد مجانا والآخرين اي الفرس والمتاع بالثمن لانهم ملكوه اور اگر غلام دار الحرب میں بھاگ گیا اور اسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب بھی پھر ایک مرد نے یہ سب انسے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اسکے مالک ہو چکے وعتق عبد مسلم او ذمي لانه يجبر على بيعه ايضا شراه مستامن منا وادخله دارهم اقامة لتباين الدارين مقام الاعتاق كما لو استولوا عليه وادخلوه دارهم فابق منهم اليها اور آزاد ہوگا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح الوقایہ

وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دارالاسلام مین خرید کیا اور دار الحرب مین داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اس صورت مین آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہون غلام پر دارالاسلام مین اور اسکو دار الحرب مین داخل کرین پھر وہ وہان سے ہماری طرف دارالاسلام مین بھاگ آوے ہم امام کے نزدیک غلام دار الحرب مین داخل کرنیسے اسواسطے آزاد ہوتا مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو شراہ حربیا لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استرداد مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسکے حق استرداد کے مانع سبب سے کذا فی النہر ہم طحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق اور نہرالفائق مین لو شراہ کے مقام مین لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہرالفائق کی طرف رجوع کیا تو طحطاوی کے موافق پایا چنانچہ اسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبید لہم اسلم ثمہ فجاء الینا او الی دارنا او الی عسکرنا ثمہ او شراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرض علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ حربیون کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دارالاسلام مین آیا یا اسلامی لشکر مین آیا جو دار الحرب مین وارد ہے یا اسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دار الحرب مین خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہرنا علیہم ففی ہذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی درر یا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیون پر تو ان نو صورتون مین غلام مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنیکے اور کسی کو حق ولا اسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر ہم نو صورتین مستامن کی خرید سے آخر تک مین حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتین مین اسطرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہین یا اسنے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسی طرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہے یا عبد ذمی پر و فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ رح لانہ معتق بیانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی مین ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا اسکا ہاتھ پکڑ کے کہ تو آزاد ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اسکے ہاتھ پکڑنے سے یعنی پھر زوال ملک استیلاء جدید سے اسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب مین واللہ تعالے اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام مین اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہین ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کے ملک مین پناہ لیکر جائے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دار الحرب مین اہل حرب سے امان لیکر جائے یا کافر حربی دارالاسلام مین اہل اسلام سے پناہ لیکر آئے دونون کو مستامن کہتے ہین دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشیء من دم ومال و فرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہوا مسلم دار الحرب مین امان لیکر تو اسپر حرام ہے کافرون کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطون کے نزدیک قائم رہتے ہین یعنی مستامن کو حربیون کا خون کرنا یا انکا مال ناحق لینا یا انکی عورتون سے قربت کرنا جائز نہین حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دارالاسلام مین کوئی چیز نکال لایا تو اسکا مالک ہوگا ملک حرام بسبب دغابازی کے تو اسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے ہم مالک اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیثہ کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اسکی وطی حلال نہین اگرچہ اسکو دارالاسلام مین محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اسکو بھی وطی حلال نہین بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک مین دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بالتقیید علم ہے یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے بملک محظور اسواسطے کہ خانیہ مین ہے کہ حرمت اموال مین متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق مین اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ مین حلت مال مورث مین یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو تب اسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت مین لیا ہے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی سے

وہاں یعنی دار الحرب میں ماخذ حد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال میں دونوں صورتوں عمد اور خطا میں بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر یا وجود اختلاف دارین کے
یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ انھوں نے بچانے میں قصور کیا سو یہ اختلاف دارین سے متصور نہیں لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت
دلائی جائیگی والکفارۃ ایضا فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا میں بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی میں بلا قید دار الحرب یا دار الاسلام کے
ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثوں کو وفی قتل احد الاسیرین الآخر کفر فقط کالامام بلا دیۃ فی الخطاء اور
دو قیدی مسلمانوں میں سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے میں فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا میں ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد میں مذکور ہوگی ولاشئ
فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ لا المؤثمۃ فلذا کفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہیں قتل عمد میں اصلا نہ کفارہ نہ دیت اس واسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری
کے اہل حرب کا تابع ہو گیا تو ساقط ہو گئی اسکی عصمت مقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسی واسطے قتل خطا میں کفارہ دے نہ عمد میں عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے
والی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک، اور عصمت مؤثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا ومن اسلم ثمہ ولو ورثتہ المسلمون
ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے میں قیدی مسلم کو یا اسکو جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہاں موجود
ہوں دیت واجب نہیں تو فقط قتل خطا میں کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اس طرح پر کہ جو
ہتک عصمت کرے تو اسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ نوح

فصل فی استیمان الکافر

یہ فصل ہے کافر کے طلب امان میں جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیا لا یمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عینا لہم وعونا
علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم میں یعنی دار الاسلام میں ایکسال تاکافروں کا جاسوس ہماری ضرر رسانی کو انکا مددگار نہو جاوے سو حربی کا ہمیشہ رکھنا دار الاسلام میں
جائز نہیں مگر باسترقاق یا جزیہ تاکافروں کا جاسوس نبنے اور مسلمین کے ضرر میں انکا مددگار نہو مگر کچھ مدت انکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے
میں سد باب تجارت ہے لہذا دونوں مدتوں میں حد فاصل ایکسال کو قرار دیا کہ اس مدت میں جزیہ واجب ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنۃ
قید اتفاقی لجواز توقیت مادونہا کشہر وشہرین درر لکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کی طرف
سے کہ اگر تو دار الاسلام میں ایکسال رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایکسال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی
الدرر لیکن لائق یوں ہے کہ اسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہیں بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی
اجازت دی تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ ذمیا فلو اقام
سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول اوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام میں سال بھر بعد قول امام کے
ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اسکے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایکسال یا دو سال دار الاسلام میں ٹھہرے گا قول امام سے پہلے
تو وہ ذمی نہیں اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر میں فتح القدیر سے کہا
کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی اول الحول الا اذا شرط اخذہا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہیں پہلے سال کی اقامت میں مگر اس سے شرط کر لینے میں
سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یوں کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم آوے گا تب تو لینا درست ہے والا نہیں اسواسطے کہ وہ دوسرے سال
میں ذمی ہوا ہے نہ اول سال میں اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہیں اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیا یجری
القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جبکہ حربی ذمی ہو گیا تو قصاص جاری ہوگا اسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اسکی

یا مضارب کے پاس ہو اور جو اُسکے گھر میں ہو وہ مال اسلام کے نزد غنیمت ہوجاویگا یعنی اسواسطے کہ مال مذکور اُسکے قبضے میں ہر تقدیر پر کیونکہ امانت دار وغیرہ کا قبضہ
بجائے قبضۂ صاحب امانت کے ہے تو امانت وغیرہ غنیمت ہوجاویگی اُسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرهن ورجح فی النهر انه للمرتهن بدینه اور اختلاف روایت ہوا اُسکے
رہن میں اور نہر الفائق میں ترجیح دی ہے کہ مرتہن ہی کیواسطے ہے بعوض اُسکے دین کے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اُس سے قرض کا دین ادا
کیا جاوے اور جو زیادہ ہو وہ وارث دیئے جاویں یا غنیمت ہے مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج
لو بعث من یاخذ الودیعة والقرض یجب تسلیمها الیه انتهی اور سراج میں ہے کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کے واسطے بھیجا تو اُسکو امانت اور قرض
کا سپرد کرنا واجب ہے انتہی کلامہ یعنی اسواسطے کہ اُسکا مال غنیمت نہیں ہوا مگر اُسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہیں وعلیه فیوفی منه دینه بها وصارت ودیعته فیئا
اور بنا بر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جاویگا اُسکے مال سے دین اُسکا جو اُسنے دار الاسلام میں مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگرچہ اُسکی ودیعت غنیمت ہوگئی کذا فی الطحطاوی
کما بحثه صاحب البحر کی نہ روایت نہ مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبة علیهم فقرضه وودیعته لورثته لان نفسه لم تصر مغنومة فکذا ماله کما لو ظهر علیه فهرب
فماله له اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مر گیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دار الحرب پر تو اُسکا دین یعنی قرض اور امانت
اُسکے وارثوں کے واسطے ہے اسواسطے کہ ذات اُسکی مغنوم نہیں ہوئی تو اسی طرح اُسکا مال بھی غنیمت نہیں ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اُسکا مال اسی کے واسطے
ہے کیونکہ اُسکی گرفتاری اُسکے بھاگ جانے سے باطل ہوگئی حاصل خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں تین صورتوں میں تو اُسکا دین ساقط ہے اور اُسکی امانت غنیمت ہے ۱-
دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے گرفتار کرنے سے ۲- دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے قتل کرنے سے ۳- بدون غلبہ دار الحرب اُسکی گرفتاری سے اور دو صورتوں میں
اُسکا مال غنیمت نہیں بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہے تو آپ ہے نہیں تو اُسکے وارثوں کیلئے ۱- اُسکے گرفتار ہونے سے پھر بھاگ جانے سے ۲- اُسکے مقتول ہونے
سے بدون مغلوبی دار الحرب کے یا اُسکے مر جانے سے کذا فی المنح حربی هنا له ثمه عرس واولاد وودیعة مع معصوم وغیره فاسلم هنا وصار ذمیا ثم ظهرنا علیهم فکله
فیء لعدم یده وولایته ولو سبی طفله هنا فهو قن مسلم ایک حربی یہاں دار الاسلام میں ہے جسکی وہاں دار الحرب میں جورو اور اولاد اور امانت ہے شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ
پھر وہ یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے تو اُسکی زوجہ اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہے بسبب نہونے اُسکے
قبضے اور ولایت کے اور اگر اُسکا طفل دار الاسلام میں گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک مسلم ہے یعنی طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونوں ایک ملک
میں مجتمع ہوئے بخلاف اُن اطفال کے جو دار الحرب میں ہیں کہ وہ اسلام میں تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمه فجاء هنا فظهرنا علیهم
فطفله مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر یہاں دار الاسلام میں آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اُسکا طفل صغیر مسلم ہے اپنے باپ
کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونوں دار الحرب میں واقع تھے کذا فی المنح وودیعته مع معصوم له لان یده کیده محترمة
اور امانت اُسکی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کیواسطے ہے اسواسطے کہ قبضہ امانت دار معصوم کا صاحب امانت کے قبضہ کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے وغیره فیئا
ولو غصبها مسلم لعدم النیابة فتح اور سوائے امانت کے اور مال اُسکا غنیمت ہے اگرچہ اُسکی کسی چیز کو مسلم نے اُس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اسواسطے
کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہیں جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیة مسلم لا ولی له اصلا اور امام کے واسطے اُس مسلمان کی دیت کے لینے کا
حق ہے جسکا کوئی ولی وارث نہیں ہے لازم مقصود یہ ہے کہ اُسکا خون بہا لے کر بیت المال میں رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولهذا الکفارہ مذکور نہ کیا اسواسطے کہ جنایات
میں مذکور ہوگا ودیة مستامن اسلم هنا من عاقلة قاتله خطأ لقتله نفسا معصوما اور امام کو اُس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے جو یہاں دار الاسلام میں
مسلمان ہوا اور اُسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا میں بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن ولی دار الحرب میں کا معدوم ہے لہذا
امام اُسکا خون بہا لے گا اسواسطے کہ امام اُسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہیں وفی العمد له القتل قصاصا والدیة صلحا لا العفو نظرا لحق العامة اور ولا وارث

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام میں جب مصنف نے انکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہے تو انکے بعد وظیفہ ثابتہ الیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونے کے بعد
لازم آتی ہے یعنی ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات میں کثرت تھی لہذا انکو دو باب میں مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ
اسی میں گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کردیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاوے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف
خراج کے کہ وہ عقوبت ہے العشر بضم عین لغت میں عبارت ہے واحد من العشرۃ یعنی دسوان حصہ والخراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ
ارض اور راس سے لے وہ مسمی بخراج ہے پھر مصنف نے تحدید اور تبیان عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام آسان ہے کذا فی منح الغفار حاکم اسلام
پر واجب ہے کہ جب اسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو انکے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اسکا وبال اسکی گردن پر ہے اور اگر عشر و خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو انکو حلال
جان کرلے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنی ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور
اہل استحقاق کو محروم کرکے اسکو بیہودہ اپنے عیش اور آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی ارض العرب وہی من حد الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن وارض اسلم اہلہ
طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے منتہائے یمن تک ہے اور جس ملک
کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسوان
لینا مسلمان کے لائق تر ہے علم کرخی نے کہا عرب چار حصہ ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور نجد اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل ہے اور کرخی نے کہا کہ مکہ تہامہ مین داخل ہے تہامہ بکسر اول
وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنی ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ
بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہے عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ
والسلام اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان کے کسی شخص سے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی قیمت جائز نہین ویسے ہی انکے ملک سے خراج درست نہین کذا البنایۃ وبستان مسلم او کرمہ کان دارہ
درر وفی باب العاشر منح من ہذا وہو ما فی شرح الملتقی اور اسی طرح مسلمان کا باغ اور انگور ہے جہان اسکا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدرر اور باب العاشر مین اسکا بیان
سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اسمین خراج ہے مطلقا اور اگر
مسلمان کا ہے سو اگر اسکو خراج کے پانی سے سینچا تو اسمین خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اسکو کبھی خراج کے پانی سے سینچا اور کبھی عشر کے
پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا وسواد العراق وحدہ من العذیب بضم ففتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان بن عمران
بضم فسکون قریۃ بین بغداد وہمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بضم عین مہملہ وفتح ذال
معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا وسکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان قم نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق
مراد ہین انکو سواد کہا بسبب انکے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف
حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب
بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اس چشمے کے کنارے پر گانون آباد ہو جسے بعذیب تو دونون قولون مین اختلاف نہ رہا ومن العلث
بفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ ہو قوفہ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصحف عن المزیب الی عبادان بالتشدید حصن صغیر بشط البحر
الملح لیس وراءہ عبادان قریۃ مستصفی طولا اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول مین علث بفتح عین مہملہ وسکون لام پھر ثائے مثلثہ قریہ ہے
دجلہ کے مشرق کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعضون نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی

تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو اُسمین سے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے ملوک میں یتیم کے ولی کے
مانند ہے تو اُسکی بیع اور شرا جائز نہیں مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کیا ہے یا زمین کی خرید میں رغبت زیادہ ہو گئی ہو اُسکی دونی قیمت ہو جانے سے
تو اُسکی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے میں کہتا ہوں باب الوصی میں آویگا اراضی صغیر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتوں میں ہم بیت المال کا وکیل وہ ہے
جسکو سلطان نے بیت المال کی خبر گیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی میں کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہاں ایک تیسری قسم کی زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہیں
یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مر گئے بلا وارث اور اُسکی ملکیت بیت المال کی طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک میں
تا قیامت باقی رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ میں یون مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنے والوں کو دے بطریق یہ یا مزارعین کے مالکون کو
قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے میں یا زمین اُنکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُنسے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کے حق میں پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض
خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق میں تو فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی ما فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا بعض خارج سے جائز نہیں کیونکہ اجارہ
فاسد ہے بسبب جہالت کے اُسکا جواب یہ ہے جو مذکور ہو چکا کہ حاصلات امام کے حق میں خراج ہے اور مزارعین کے حق میں اجرت بضرورت عدم صحت خراج حقیقۃً و حکماً پھر جب اراضی
مذکورہ دو قرن جیر مزارعین کو دی تو اُس اراضی میں اُنکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہیں اور وراثت اُسمین جاری نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً و افتی مفتی دمشق فضل اللہ الرومی
بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا فالت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللہ رومی نے کہ اکثر ہماری اراضی
سلطانی ہے بسبب ہلاک ہو جانے اُنکے مالکون کے تو وہ بیت المال کی طرف راجع ہوئیں سو اب کاشتکاروں کے ہاتھ میں عاریت کے مانند ہیں انتہی و فی النہر عن الواقعات
لو اراد السلطان شراءہا بالنفسیہ امر غیرہ ببیعہا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق میں واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے
تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اُسکے بیچ ڈالنے کا پھر اُسکو اُسکے مشتری سے خرید کرے اپنے واسطے انتہی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہے
قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اُسکو اُس حالت پر محمول کیجیے جب مسلمین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے و اذ لم یعرف
الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ و یعرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال و ان شروط الواقفین صحیحۃ و انہ لا خراج علی اراضیہا اور جبکہ حال معلوم نہو
بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شراء مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہاں صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہو گی صحت وقف اُس
زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہیں اور یہ کہ اُس اراضی موقوفہ پر خراج نہیں ہم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئیں تو اُنکے بموجب
عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو حموی نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے و موات احیاہ ذمی باذن الامام او رضخ لہ امام خراجی
اور جس بلا وارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اُسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہو چکا وہ خراجی ہے و لو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ما قارب الشیٔ
یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اُسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شی کے قریب ہوتا ہے اُسکو اُسی کا حکم دیا جاتا ہے ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ
بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان میں صاحب خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ
وہ اُسکی ملک میں نہو یعنی اُسکو بسبب قرب کے وہاں مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہے کذا فی المنح و کل منہما ای العشریۃ و الخراجیۃ ان سقی
بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض الکافر فتسقی بماء العشر اذ الکافر لا یبتدأ بالعشر اور دونوں قسمیں یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی
سے سینچی جاوے تو اُس سے عشر لیا جائے گا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اُس سے خراج ہی لیا جاوے گا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر
لینے میں ابتدا نہیں کیجاتی بالاتفاق و ان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاے خراج کے پانی سے تو اُس سے
خراج لیا جائے گا اسواسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہوتی ہے ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنے افتادہ زمین میں جاری

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنابر قول صحیح کے کذا فی الکافی ثم خراج فاروقی سے زیادہ لینا اسواسطے
نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تم نے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اسکو طاقت نہیں انھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم نے بقدر طاقت
کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اسمین گنجائش تھی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز نہیں اسواسطے کہ
فاروق عادل نے باوجود دریافت طاقت و گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق اعظم کے مفتوح
ہوئی سو اگر اسمین گیہوں پیدا ہوتے ہوں اور حاکم چاہے کہ اسپر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ نص صریح
ہے اس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہو کر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجیہ باقی نہ رہی تو بھی اجرت
کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا (وتنقص مما وظف علیہا ان لم تطق) بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف فینقص الی نصف الخارج
وجوبا وجوازا احسن (الا الطاقۃ) وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حلبی اور کم کر دیا جاوے اس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اسکی طاقت نہو اور جبر
کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دو چند تک نہ پہونچے تو خراج گھٹا یا جاوے نصف خارج تک بنابر وجوب کے اور بنابر جواز کے طاقت کے وقت اور لائق یون ہے کہ زیادہ نہ لیا جاوے
نصف خارج سے اور کم نہ کیا جاوے خمس سے کذا ذکرہ الحلبی یعنی اگر مثلاً دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نہ کرے اور یہ حکم بٹائی کا
ہے کذا فی الحلبی عن البحر (وفیہ لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم) اور تحفین یعنی جوہرہ وغیرہ میں ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے یا کوئی
اور درخت پھلدار تو اسپر زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہوں سو خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایکدرم ولو قلع الکرم وزرع
الحب فعلیہ خراج الکرم اور یہی طرح اگر انگور کو اکھاڑے اور اناج بو دے تو اسپر انگور کا خراج واجب ہے اسپر کہ انگور کا خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اسنے اعلی کو چھوڑ کر ادنی کو اختیار
کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو شخص لا پرواہی کی وجہ سے انتقال کریگا بدون عذر کے اسپر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلاً باجرا بو دے اور اس مسئلہ کو دریافت
کرنا چاہیے اسکا فتوی نہ دینا چاہیے تاحاکم ظالم لوگون کے مال نہ چھین لیں یعنی جسکا مال ظلم سے لیا چاہینگے تو ایسی تہمت رکھینگے کہ اسنے مثلاً انگور یا زعفران کی زراعت
چھوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اس سے خراج زعفران اور انگور کا لینگے (واذا اطعم فعلیہ قدر الطاقۃ ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان) اور جبکہ انگور کھانے کے لائق ہو تو اسپر
خراج لازم آویگا بقدر اسکی طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اس محصول سے جو اس زمین پر قبل انگور بونے کے تھا طحطاوی نے کہا اذا اطعم مسئلہ اولی سے
مرتبط ہے تو بہتر یون تھا کہ بعد ان یطعم کے مذکور کرتا (کل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان وما لا یمکن فکرم) اور جہان زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہان ممکن نہو وہ
کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا (واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا انتہی) اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہیں انمین کچھ خراج نہیں انتہی ما فی الجوہرہ طحطاوی میں
مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغتین میں کہا کہ وہ بند ہے یعنی جو سیلاب روکنے کیواسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی زکوۃ الخانیۃ قوم اشتروا ضیعۃ فیہا کرم وارض
فشتری احدہما الکرم والآخر الارض واراد واقسم الخراج فلو معلوما کما کان قبل الشراء والا کان کان جملۃ فان لم تعرف الکرم الا کرما قسم بقدر الحصص وخانیہ کی کتاب الزکوۃ
مین مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمین انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونون نے قسمت
خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہے گا جیسا خرید کرنے سے پہلے تھا اور
اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج وہان کا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو اگر انگور سوائے انگور کے کچھ اور نام سے مشہور نہون تو خراج کی تقسیم ہوگی
بقدر حصون کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اسکے حصون کے قسمت پذیر ہوگا کذا
فی الحلبی عن الخانیۃ (قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان) ایک قریہ ہے کہ وہان کے لوگون کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور
کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کردینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی ابتداء سے معلوم نہو کہ برابر تھا یا کم و بیش تو بدستور سابق چھوڑا جاوے گا

كذا في فتح القدير ولو منعه انسان من الزراعة او كان الخراج خراج مقاسمة لا يجب شيء سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا
خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اسواسطے کہ روکنے سے اسکی عاجزی ثابت ہو گئی اور بٹائی کا خراج بدون پیداوار کے لازم نہیں وقد علمت ان المأخوذ
من اراضي مصر اجرة لا خراج فما يفعل الآن من الاخذ من الفلاح وان لم يزرع ويسمى ذلك فلاحة واجباره على السكنى في بلدة معينة ليعمر داره ويزرع الاراضي
حرام بلا شبهة نہر اور تجکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے اور مسمی فلاحت
ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی میں زراعت کرے سو حرام ہے بلا شبہہ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیۃ
معزيا للبحر حيث قال وتقدم ان مصر الآن ليست خراجية بل بالاجرة فلا شيء على من لم يزرع ولم يكن مستأجرا ولا جبر عليه بسببها فما يفعله الظلمة من الاضرار به حرام
خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے کہے شرنبلالیہ میں ہے بحر الرائق کی طرف نسبت کر کے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا
کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اسپر واجب نہیں جس نے انمیں زراعت نہ کی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنی درصورت
مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اسپر جبر نہیں اسکے سبب سے تو جو حکام ظالمین اسکو ضرر پہونچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصا جب کہ
مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا على الاعلى كزعفران فعليه خراج الاعلى وهذا يعلم ولا يفتى به كيلا يتجرى الظلمة علما نے
کہا کہ اگر مزارع بووے کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اسپر عمدہ چیز کا خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوے نہ
دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جرات نہ کریں یعنی اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پاوے گا تو اسکو مال لینے کا یہ حیلہ ملے گا کہ کہے مثلا زعفران چھوڑ کر
باجرا بویا اور اس سے زعفران کا محصول ناحق لے گا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجية ان بقي من السنة مقدار ما يمكن المشتري من الزراعة فعليه
الخراج والا فعلى البائع غاية بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے جسمیں مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہیں تو
بائع پر کذا فی الغایۃ ہم فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت میں تین مہینے پر فتوے ہے ولا يؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج
لانهما لا يجتمعان خلافا للشافعي رح اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک بموجب حدیث کے
عشر اور خراج مجتمع نہیں ہوتے بخلاف امام شافعی رح کے کذا فی الفتح ولا يتكرر الخراج بتكرر الخارج في سنة لو موظفا والا بان كان خراج
مقاسمة تكرر لتعلقه بالخارج حقيقة اور دو بار خراج نہیں لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایکسال میں اگر جمعی خراج ہے اور اگر جمعی خراج نہو اسطرح پر
کہ بٹائی کا خراج ہو تو دو بار لیا جاوے گا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنی تو جو بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دیا ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا
خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے ترک السلطان او نائبه الخراج لرب الارض او وهبه له ولو بشفاعة جاز عند الثاني وحل لو مصرفا
والا تصدق به به يفتى وما في الحاوي من ترجيح حله لغير المصرف خلاف المشهور سلطان یا اسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اسکو بخش دیا
اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑ یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال ہے اگر وہ خراج کا مصرف ہو مثلا غازی یا قاضی یا مفتی
یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اسی پر فتوے ہے اور جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے غیر مصرف کی بھی حلت
کی ترجیح میں سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترك العشر لا يجوز اجماعا ويخرجه بنفسه للفقراء سراج خلافا لما في قاعدة تصرف الامام منوط
بالمصلحة من الاشباه معزيا للبزازية قنية اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اسکو
آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدہ میں ہے بزازیہ کی طرف نسبت کر کے کہ تصرف
امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا ہم درر المنتقی میں کہا بزازیہ میں ہے زمین عشری کے مالک پر عشر کا چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو

معلوم کیا یعنی بعض بیت المال انکے مستحقین کے واسطے علیحدہ ہو گیا تا انکو بسہولت پہنچ جاوے اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہون تک اور اپنا حق اُنسے
لینا متعذر یا متعسر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لمدوان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ مین
قبل گفتگو دین کے ہی علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہی کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کردے یعنی اراضی کو ضبط کر لے قسم و تحقیقہ
اجارہ یہ ہی کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہی تو وہ مستاجر کے مانند ہی نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہی اسی طرح معافیدار کو بھی جائز ہی و قید ابن نجیم
بقیبۃ الموات الا الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ ملکہ بالاحیاء کتحفۃ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہی
اور زمین افتادہ مین تو سلطان کو اسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہین اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنے کے وہ مالک ہو جاتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
حم والی ملک کو لازم ہی کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے مین انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہو اسکے موافق خراج لے
یہان تک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بمقدار غلہ لے یہان تک کہ اگر زمین مین غلہ ربیع اور غلہ خریف دونون ہوتے ہون تو تخمین کرے
اگر دونون فصلون مین برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع مین لے اور آدھا خریف مین اور یہی طرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو
تو اسکا پانچ بار مین محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جسپر عشر اور خراج ہو اور وہ مر جاوے تو اسکے متروک سے لے
اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہین غلہ کھانا بدون ادا سے خراج کے اور اسی طرح
عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہین بدون ادا سے عشر کے اور اگر کھاوے گا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہی حصول
لینے کے واسطے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی الجزیۃ یہ فصل ہی جزیہ کے احکام مین ہی لغتہ فی الجزاء لانہا جزت عن القتل وجمعہ جزی کلحیۃ ولحی اور معنی جزیہ لغت مین بمعنی جزا ہی اسواسطے
جزیہ جزا واقع ہوا ہی قتل سے یعنی جزیہ قتل کا بدلا ہی اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہی بکسر اول وفتح ثانی چنانچہ لحیہ کی جمع لحی ہی اور وہ یعنی
جزیہ دو قسم ہی جزیہ صلحی اور جزیہ قہری الموضوع من الجزیۃ بتراضٍ لا یتقدر ولا یغیر تحرزا عن الغدر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اسمین تقدیر اور تغییر نہین
عہد شکنی سے بچنے کے واسطے حم یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اسکو بدل ڈالنا عہد شکنی ہی اور یہ جو کہا کہ اسمین تقدیر نہین یعنی تقدیر آئندہ شریعت و
الا وہ تو صلحا مقدار معہود ہی وما وضع بعد ما قہروا او قروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی الفقیر المعتمل بتقدیر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع
وتلقی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ مقرر کیا جاوے کافرون کے مغلوب ہونے اور املاک پر انکو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج
کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہی کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اسکا اکثر سال مین وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہی کذا فی الہدایۃ
بارہ درہم ادا کرتا ہی یعنی ہر مہینے مین ایک درہم یعنی تخمیناً پانچ آنہ مہینا وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال یعنی جو نہ فقیر ہو
نہ غنی اسپر اسکا دونا مقرر کیا جاوے ہر مہینے مین دو درہم ہر سال مین چوبیس درہم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا التفصیل للبیان لا للوجوب لانہ
باول الحول ہدایہ اور غنی کثیر المال پر اسکا دونا ہر مہینے مین چار درہم اور یہ ماہوار اور قسط بندی آسانی کے واسطے بیان ہے نہ وجوب کے اسواسطے کہ وجوب
جزیہ کا ابتدا سے سال مین ہوتا ہی کذا فی البنایہ حم اول وجوب ابتدا سے سال مین ہی اور وجوب آخر سال مین ومن ملک عشرۃ آلاف درہم فصاعدا غنی
ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک ما دون المائتین او لا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بحر واعتبر ابو جعفر العرف
وہو الاصح تاتارخانیہ اور جو ذمی دس ہزار درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہی اور جو دو سو درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہی اور جو دو سو درہم سے کم کا مالک
ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ فقیر اور محتاج ہی یہ قول امام کرخی کا اور یہ احسن الاقوال ہی اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہی اور یہ

کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی **والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برأ**
بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر
بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اسپر جزیہ مقرر کیا جائیگا اسے یہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ مقرر نہو گا با وجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے
کہ اس سال مقرر نہو گا بلکہ سال آئندہ سے معین ہو گا کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان **بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیہ لان سقوطہا**
بعجزہ وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے اسواسطے جزیہ اسپر مقرر کیا جائیگا کہ انکا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے
اور حالانکہ انکا عجز زائل ہو گیا کذا فی الاختیار درر **ای الجزیۃ لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملحدۃ بل انما ہی عقوبۃ لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جاز امہالہم**
للاستدعاء الی الایمان بدونہا فبہا اولی وقال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوٰۃ والسلام من مجوس ہجر ونصاری نجران واقرہم
علے دینہم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں انکے کفر پر جیسا کہ ملحدان دین نے طعنہ دیا ہے بلکہ جزیہ تو انکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے
قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافروں کا ایمان کی طرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالیٰ
نے فرمایا یہانتک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجر کے مجوسیوں اور نجران[له] کے نصاری سے جزیہ لیا اور انکو انکے دین پر رہنے
دیا یعنی انکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کریں ہم شارح نے یہ جواب دیا اس سوال کا جو منح الغفار میں اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت
ہے تو اسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہو گا اور اگر جائز ہو تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض زنا کے اور اسی طرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ
جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث دال ہے **ثم فرع علیہ بقولہ فتسقط**
بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی
سال کے اسلام لاوے ہم حلبی نے کہا کہ بعدیت بیان مقارنت پر محمول ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان ہو گا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار
کے ہو گا نہ بسبب اسلام کے **ویسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین فیرد علیہ لسنۃ خلاصۃ** اور ساقط ہو گا پیشگی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا
اسکو پھیر دیا جائے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدا سے سال میں جزیہ دیا پھر اسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اسکو جزیہ نہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ
پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ اسپر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی **وبالموت وبالتکرار للتداخل کما یجیٔ** اور ساقط ہوتا ہے جزیہ
بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے **وبالعمی والزمانۃ وصیرورتہ فقیرا او مقعدا او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل**
اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہو جانے کے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج یا بہت بڈھا کہ کام نہیں کر سکتا **تم** میں **التکرار فقال**
واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت والاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب باول الحول بعکس خراج الارض
پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یوں کہا اور جب ذمی پر دو سال مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہو جائے گا یعنی ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کرے گا اور
پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں ہوتا ہے خراج الارض کے بالعکس کہ وہ
آخر سال میں واجب ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی **ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی و**
بالتداخل کالجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر قال المصنف وعزاہ فی الخانیۃ لصاحب المذہب فکان ہو المذہب
اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول
اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور خانیہ میں سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب سے

له نجران ایک شہر ہے یمن میں ۱۲

ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعۃ فی مقدمہ کھیئۃ الرمانۃ اور سوار ہو ایسے زینون پر جو پالانون کے مانند ہین یعنی الگندہ جنکے آگے لکڑی ہو مانند انار کے کم محل رکوب
ذی استعانت امام ہی یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب مین اختلاف نہ ہا طحطاوی نے کہا کالبرذعۃ بحذف حرف تفسیر ہی مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالاکف کہتا
اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہو ولا یعمل بالسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھکر اسواسطے کہ ہتھیار کے استعمال مین عزت ہی کذا فی القہستانی ویظہر الکستیج فارسی معرب
الزنار من صوف او شعر اور ذمی ظاہر رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہی معرب یعنی زنار صوف یا بال کا ابو یوسف سے منقول ہی کہ وہ تاگا ہی موٹا انگلی کے برابر جسکو
ذمی اپنے سب کپڑون کے اوپر باندھے بلا تزیین کذا فی المنح عن المغرب واللازم تمیزھم بکل العلامات خلاف الاشباہ والصحیح ان فتحها عنوۃ فله ذلک والا فعلی
الشرط تاتارخانیہ اور کیا لازم ہی تمیز ذمیون کی جمیع علامات سے اسمین خلاف ہی کذا فی الاشباہ اور قول صحیح ہی کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہی تو اسکو یہ جائز ہی اور
اگر بصلح فتح ہوا ہی تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز تین علامات سے ضرور ہی اور بعضون نے کہا نصرانی مین
ایک علامت کافی ہی اور یہودی مین دو اور مجوسی مین تین اور اسی پر بعضون کا فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ویمنع من لبس العمامۃ ولو زرقاء او صفراء
علی الصواب نہر ونحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ کما قدمناہ وانما تکون طویلۃ سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول
صواب کے کذا فی النہر اور اسی طرح بحر الرائق مین ہی اور اسی قول پر صاحب بحر نے اشباہ مین اعتماد کیا ہی چنانچہ اسکو ہم نے پہلے ذکر کیا ہی اشباہ سے اور ذمی
کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہی ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرۃ والمختصۃ باہل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ رفیع وابراد رقیقۃ اور منع کیا جائے
ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑون سے اور اس پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو مخصوص ہی جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادرین باریک طحطاوی نے
کہا صوف مربع سے شاید یہ جبہ مراد ہی کہ مخصوص باہل قرآن اور اہل علم ہی ہم جبہ عرب کا ایک لباس ہی اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس عرب کا ہی جسکو
قمیص اور جبہ پر پہنتے ہین ومن الاستکتاب والمباشرۃ التی یکون بها معظما عند المسلمین وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جائے ذمی لکھنے سے اور اس کام کی مباشرت سے جس سے
وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہی ہم یعنی کافر کو تحریر کا کام مثل منشی گری یا منصب کے نہ دینا چاہیے اسی طرح اسکو داروغگی مال
تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نہ چاہیے جسمین مسلمان اسکے حاجتمند ہون وفی الحاوی وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینه وبین المسلمین فی کل شیء وعلیہ فیمنع من القعود
حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی مین ہی اور سزاوار یہ ہی کہ لازم کیجائے ذمی کو ذلت اور حقارت ان معاملات مین جو اسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع
ہون ہر چیز کے اندر اور اسکے برسبب تو منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے وقت اسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ بالسلام
الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہی تعظیم اور توقیر اسکی اور مکروہ ہی اس سے مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نہ کیا جائے مگر بسبب حاجت کے
اور اسکے سلام کے جواب مین وعلیک سے زیادہ نہ کہا جائے ہم ذمی کی خدمت کرنا اور اسکے واسطے کھڑا ہونا تعظیم محرم مین داخل ہی ذخیرہ مین ہی کہ جب یہودی
حمام مین گیا اگر خادم مسلم نے اسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اسکا دل اسلام کی طرف مائل ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر خدمت کی اسکی تعظیم کیواسطے
بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہی اور اسی طرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانیکے تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر اسنے تعظیم کیواسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ
یا بسبب اسکی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہی ویضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الذمی اور اسپر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے مین
یعنی مسلمانون سے راہ مین دب کر چلے اور اسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجائے اور اسکا پورا بیان احکام ذمی مین اشباہ سے ہم علامت کا فائدہ یہ ہی تا سائل
اسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہی وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکۃ والمدینۃ لانهما من ارض
العرب قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارۃ جاز ولا یطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ
والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اورد فیہ ما استقر علیہ الحال انتهی اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور کفار ذمی روکے جائین مکہ اور

بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لهم فی المصر محلة خاصة یسکنونها ولهم فیها منعة عارضة کمنعة المسلمین فاما اسکناهم بینهم وهم مقهورون فلا کذا لک کذا فی فتاوی
الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ مین ہے اور اختلاف واقع ہے ذمیون کی سکونت مین اہل اسلام کے اندر شہرین اور جواز سکونت محلہ خاص مین قول معتمد ہے انتہی اور
اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے اسکو رد کیا ہے اور اسپر یقین کیا ہے کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہے سو گویا وہ ناحیہ سے
محلہ سمجھا ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح مین بعد نقل کرنے امام شافعی رح سے اس قول کو کہ ذمیون کو اپنے گھر بیچنے کا
اہل اسلام کے شہرون مین اور وہان سے نکل جانے کا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تاکہ انکے واسطے ایک محلہ خاص ہو نسفی سے تمرتاشی نے نقل کرکے تصریح کی ہے
کہ مراد یعنی منع سکونت ہمارے یہی ہے کہ انکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوص ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ انکے واسطے وہان جماعت باشوکت و عزت
ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی ہمین اور حالانکہ وہ دبے اور ذلیل ہون اسطرح منع نہین کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم
خلاصہ یہ ہے کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کم زور ہو کر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین رہین لیکن اگر باجماعت اور قوت ہون چنانچہ تمرتاشی نے مذکور کیا یا انکی
سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہے تو منع کیے جاوینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہے
تو اسپر محمول ہے کہ جب انکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہو اور اللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وینتقض عهدهم بالغلبة علی موضع للحراب
او باللحاق بدار الحرب زاد فی الفتح او بالامتناع من قبول الجزیة او یجعل نفسه طلیعة للمشرکین بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثه لذلک لم ینتقض عهدهم
وعلیه یحمل کلام المحیط اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جاویگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب مین جا کر ملنے سے فتح القدیر مین اتنا زیادہ کہا ہے
یا عہد شکنی ہوگی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح کہ کافر حربی دار الحرب مین بھیجا جاوے تاکہ اخبار دشمن پر مطلع
ہو سو اگر اہل حرب اسکو اسکے واسطے نہ بھیجین تو انکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہے اور محیط نے کہا ہے کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر
دیا کرے تو نقض عہد نہین صاحب بحر نے رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ اہل حرب نے اسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر
و درر وغیرہ اور شراح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی وصار الذمی فی هذه الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامه الا انه لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی
قبول الذمة والمرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہو گیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جاویگا اور
مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا لا ینتقض عهده بقوله نقضت العهد بل بفعل یخالف الامان
التزم فلا ینتقض بالقول نہ ٹوٹیگا اسکا عہد اسکے یون کہنے سے کہ مین نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جاویگی قول مذکور سے کذا فی البحر
ولا بالاباء عن اداء الجزیة بل عن قبولها کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء قال وهو قول الثلاثة لکن ضعفه فی البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا
ادا سے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہے قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادا سے جزیہ کے
نقل کیا ہے کہا اور یہی قول ہے تینون اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے بحر الرائق مین اسوجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہے ولا بالزنا بمسلمة
وقتل مسلم وفتنه مسلما عن دینه وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اسکے
دین سے بہکا دینے سے اور قطع الطریق سے ہم اسواسطے کہ زنا سے اسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہے کہ اسکی
اولاد صغار رقیق نہوگی اور اسکا مال غنیمت نہوگا وسب النبی صلی اللہ علیه وسلم لانه کفر والمقارن له لا یمنعه فالطاری لا یرفعه فلو من مسلم قتل کما سیجئ اور نہین
ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہے عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ طاری ہو بسبب
دشنام کے وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آوے گا ہم شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

منصب پر اسکو قتل کیا ہی کیونکہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا انھون نے یہودیون کو ناحق قتل کیا یا نسبت کی انکی طرف کذب کی
تو شیخ علمائے نزدیک اسکا مضائقہ نہین تھا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح پر کہ آنحضرت کی طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعن کیا تو وہ قتل کیا جاوے
انتھی اور یہ جو علما نے بعد عدم انتقاض کے یہ لکھا ہی کہ فی الجملہ دون ذلک ویعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی وعدہ شرحہ
الیعنی زیادہ سزا دی جائے اس سب سے فی الجملہ انتہی وشیخ ابن الہمام قلت و بہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی انتہی اور ذمی کو تعزیر دیجائے اور بدگوئی کرے دین اسلام یا قرآن یا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر لکھا فی البحر وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہی ہی کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا اسکے عینی کا ابن ہمام
صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہی امام شافعی کا اھ بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے باتیع
خلاف اہل مذہب کے کی ہی عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصحیح کی ہی کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالف مذہب پر عمل کرنا نہ چاہیے مگر یہ لکھتا ہی کہ مومن کا دل اسی مسئلہ مین
ابن ہمام کی طرف مائل ہوتا ہی لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہی ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول العلماء القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ
وبہ افتی انتھی مین نے مفتی ابو السعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہی بابت عمل کرنے کا اوپر اقوال ان علما کے جو قائل ہین ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ
ظاہر ہو جاوے کہ بدگوئی اسکی عادت ہی اور اسی کا فتوی دیا ہی مفتی ممدوح نے وعلم مختار نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اسکی یہی
عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی یا یہودی ایم عیسیٰ ولد الزنا بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انتہی پھر مفتی
ابو السعود نے بکر یہودی کے باب مین کہ بشر نصرانی سے یون کہتے ہین کہ معاذ اللہ کہ تمہارا نبی عیسیٰ ولد الزنا ہی یہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاوے بسبب اسکے کہ گالی دینے کے حضرات
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویویدہ ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ
لا تکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول
بما روی ان عمیر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی ملخصا شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور مفتی
ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہی کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ مین جو اسطرح تصریح کی ہی
ور حق یہ ہی کہ کافر ذمی قتل کیا جاوے گا ہمارے نزدیک جبکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہی اس مسئلہ کی ذخیرہ کی
کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہی اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال
کیا ہی اس روایت سے کہ عمیر بن عدی نے جبکہ سنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دیتی ہی تو اسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اسکو
بدگوئی کی عادت ہو گئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کما فی الذخیرۃ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہو تو اب دونون قولون
مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالیٰ اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لان الصلح وقع الاخراج ضعف زکوتنا بما کانوا مما تجب فیہ الزکوٰۃ المعہودۃ
بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاوے گا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے ان کے اشغال سے سواے خراج کے اہل اسلام کی زکوٰۃ کا دونا لیا جاوے گا باہتمام
منصلہ زکوٰۃ اس مال سے جسمین زکوٰۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہی اسواسطے کہ صلح اس قوم سے اسی طرح پر واقع ہوئی ہی ہم تغلبی منسوب ہی
تغلب بن وائل بن ربیعہ کی طرف وہ عرب کی ایک قوم ہی جو جاہلیت مین نصرانی ہو گئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب بانی اسلام کے زمانہ
فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جزیہ طلب کیا انھون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہم سے بھی زکوٰۃ لیجیے اور عرب سے زکوٰۃ لیجیے
تھا فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوٰۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المومنین یہ لوگ بڑے زبردست

ہین اور عرب بین جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہین سو تنگی نہ کیجیے اور انسے جزیہ بنام زکوۃ بیجیے سو فاروق اعظم نے انکو بلایا اور زکوۃ کا دونا انپر مقرر کیا اور اسی پر
صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا انکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دوچند زکوۃ پر ہوئی لہذا انکے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم نہین کیونکہ زکوۃ انپر
واجب نہین کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہی اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہی عبادت نہین کذا فی البحر اور جب انپر دوچند زکوۃ
باحکامہا لازم ہوئی تو چالیس بکریون مین سے دو بکریان اور ایک سو بیس بکریون سے چار بکریان وعلی ہذا القیاس ونحو ذلک کذا فی الفتح ولیوخذہ من مولاۃ
ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اسکے مولی سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور
خراج مین قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہی یعنی یہ جو حدیث ہی کہ آزاد غلام قوم کا اسی قوم مین داخل ہی سو یہ مخصوص ہی بہت
صدقہ ہی یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو اسکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہین ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وہدیتہم للامام وانما یقبلہا
اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرہ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشرہم ظہیریۃ مصالحنا خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج
کا اور تغلبی کے مال کا اور اس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اس مال کا جو کافرون سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہین سلطان
کفار کا تحفہ اسوقت قبول کرے جبکہ انکے نزدیک ثابت ہو جائے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہی نہ دنیا کی تحصیل کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اس ذمی
کا ترکہ داخل ہی جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہی مصرف کی مصالح جمع ہی مصلحت کی یعنی
جسکی منفعت اسلام کی طرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونے
سے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہی کذا فی البحر کسد ثغور وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے جیسے
دار الاسلام کی سرحدون کی حفاظت کرنا اور پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی
مصرف مین داخل ہوگئے کذا فی الفتح سد بالفتح والضم مضبوط کرنا ثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہی موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہی کہ ان
لوگون پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اس محل خوف کی محافظت کرتے ہین جو فاصل ہی دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین اور
ظاہر اعلما سے مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہ کا بھی شامل ہی کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول ہی کہ
رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بھی حصہ ہی جواب دیا کہ نہین مگر جبکہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمین حصہ نہین مگر اس فقیہ کا حصہ ہی جو لوگون
کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہی والقضاۃ والعمال الکتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیون اور عاملون کے جیسے قاضیون کے کاتب
اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت مین الورثۃ اور شہر کا کے تھانہ دار اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل
من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم ارہ اور جیسے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور انکی ذریت کی یعنی محافظین حدود
اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی شرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق مین یون کہکر اور کیا انکی ذریت کو روزی دیجائیگی
انکے باپون کے مرجانے کے بعد حالت طفلی مین مین نے اسکا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا اور طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح نے
کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہی اور اسکے واسطے اسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہو گیا تو اسکی ذریت کے واسطے بھی مفروض
ہوگا اسکی تبعیت سے اور اسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی نے کہا فتوی اسیپر ہی کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو
اسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو انکی اولاد کے واسطے مفروض ہو وہ انکی موت سے ساقط نہین ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ
فہذا مصرف جزیۃ وخراج مصرف زکوۃ وعشر مرفی الزکوۃ ومصرف خمس درکاز مرفی السیر وبقی رابع وہو لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی ومصرفہا

خلافا لمحمد کذا فی النسخ عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لهما وقف فلم یستوفیا حتی ماتا فانه یسقط لانه کالصلة وکذلک القاضی وقیل لا یسقط لانه کالاجرة وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامه فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف انکے واسطے ہوا اور انکو پورا سال نگذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ منزلہ صدقہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ بجائے اجرت کے ہے اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے اور متن کے نسخوں سے ساقط ہے اور پورا بیان اسکا درر و غرر میں ہے اور کتاب الوقف میں ہم نے اسکو تلخیص بیان کیا ہے کم اور اگر امام اور مؤذن کے واسطے اجرت معین ہے تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی اور غرر میں صدر الاسلام طاہر بن محمود سے یہ صورت مذکور ہے کہ ایک گانو کی پیداوار امام مسجد پر وقف ہے سو امام نے اسکا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اس گانو سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اس سے مسترد ہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہے طلبہ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

یہ باب ہے مرتد کے احکام میں جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہے کہ اسپر ایمان مقدم نہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جسپر ایمان مقدم ہوا ہو ہو لغة الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت میں پھر جانیوالے کو کہتے ہیں مطلقا خواہ ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع میں دین اسلام سے پھر جانیوالے کو مرتد کہتے ہیں ورکنها اجراء کلمة الکفر علی اللسان بعد الایمان اور ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمۂ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ہم یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہے اور ارتداد قلبی کا حکم لسانی پر موقوف نہیں چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانیکا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء به عن اللہ تعالی مما علم مجیئه ضرورة اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز میں جسکو آنحضرت لائے اللہ تعالی کی طرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سے مان لینا یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جسکو عوام بھی جانتے ہیں بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت انبیا و بعثت و جزا و وجوب صلوٰۃ و زکوٰۃ و حرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیة الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیة علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اسمیں دو قول ہیں اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہیں اور علماء محققین قول اول پر ہیں محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہیں اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاطاعت سے لہذا انکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مومن ناجی ہے والا مومن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویة بعد الاتفاق علی انه یعتقد متی طولب به اتی به فان طولب به فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنے کیواسطے انکے متفق ہونے کے بعد اسپر کہ مومن اسکا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اسنے اقرار نہ کیا تو اسکا یہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہے احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور غسل و تکفین و نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا ہے پھر اگر وہ مرگیا اور اسنے ایمان کا اقرار نکیا اور اسکے دل میں یہ تھا کہ جو کوئی اس سے پوچھے گا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اسپر جاری نہونگے علماء محققین کا اسپر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہے کہ جب اس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اسنے اقرار نکیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہے اعتقاد سابق اسکو مفید نہوگا باقی رہا یہ کہ اگر اسکا معتقد نہو یعنی خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کرے گا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیة الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر جواب یہ ہے کہ جب اسنے اقرار کیا تو اسکے ایمان میں

مسائل پوچھتے ہیں اور اُس سے ہنسی کرتے ہیں اور اُنکو کلیوں سے مارتے ہوں تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم اُسکا فتویٰ
لکھا لاوے اور وہ فتوے کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو
حلال کہے تو اُسکا مال پاک جانے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہیں در اصل یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے جیسا کہ غیر کا مال تو کافر نہیں اور اگر
حرام لعینہ ہے سو اگر اُسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہے اور نہیں تو نہیں مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اُسنے جواب دیا کہ میں نے کیا کیا ہے کہ توبہ کردن وہ کافر ہے
جو شخص پیالۂ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے وقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے اذکار اور اذان سے مسخرا پن اور بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت
اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اگر بعینہ ایک مرد کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہیں ایک
شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نہ کر کہ دوسرا جہان بھی ہے اُسنے کہا کہ اُس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھا دے وہ کافر ہے اگرچہ بطریق لہو و لعب کے
سکھا دے اور اسی طرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے بقول صحیح مگر
بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہیں اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہے مگر جبکہ جنگ میں بطور خدعہ کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہیں جو مشرکین کی عید میں بطریق تعظیم
جاوے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے اعیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے جیسا کہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذالک کافر ہوتا ہے آدمی مجوسیوں کے نوروز میں جانے سے اُنکے
افعال کی موافقت کے سبب سے اسی دن میں اور اُس چیز کے خرید کرنے سے نوروز میں جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے نہ واسطے کھانے اور پینے کے اور
کافر ہوتا ہے مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اُسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین کر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کھانے کے وقت کلام نہ کرنا یا
حالت حیض میں عورت کو پاس نہ رکھنا بہتر فعل ہے مجوسیوں کا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہے اور بعضوں
نے کہا کہ کافر نہیں خطیبوں کا القاب سلاطین میں یوں کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں
اسواسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہیں اور بعض معصیت اور کذب ہیں اور شہنشاہ خصائص اسمار الٰہیہ سے بلا وصف اعظم ہے عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کے وقت
جو بھوانی کو پوجتی ہیں اور اُس سے شفا چاہتی ہیں کافر ہو جاتی ہیں نکاح اُنکا ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اُنکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہوں تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں جو شخص
کہے کہ اس زمانے میں بدون خیانت اور دروغگوئی کے میسر گذارا نہیں ہوتا یا یوں کہے کہ جبتک خرید فروخت میں تو جھوٹ نہ بولے گا روٹی کھانے کو نہ پاوے گا
اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جسنے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اُسکا دل
ایمان پر ہے وہ کافر ہے خدا کے نزدیک مومن نہیں جس قول باطل کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہے تو اُسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا حکم کیا جاوے بطریق
احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم (وشرائط صحتها العقل
والصحو والطوع فلا تصح ردة مجنون ومعتوه وموسوس وصبي لا يعقل وسكران ومكره عليها واما البلوغ والذكورة فليسا بشرط بدائع) اور صحت ارتداد کی شرطیں
عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہیں مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل ناقص اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی مرتد ہونے
کے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہیں کذا فی البدائع (وفي الاشباه لا تصح ردة السكران الا الردة بسب النبي صلى الله عليه وسلم فانه يقتل ولا يعفى
اور اشباہ میں ہے کہ صحیح نہیں مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا اور اُسکا قصور معاف نہوگا
هم بحر الرائق میں قید لگائی ہے کہ اُسکا سکر حرام چیز سے ہو اور اُسنے اپنی خوشی بلا جبر اُسکو استعمال کیا ہو ورنہ وہ مجنون کے مانند ہے (من ارتد عرض الحاكم عليه الاسلام
استحبابا على المذهب لبلوغه الدعوة) جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اُسپر اسلام عرض کرے یعنی اُس سے اسلام قبول کرا دے بطریق استحباب کے بنا بر صحیح مذہب کے
اسواسطے کہ اُسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنی جسکو دعوت پہونچ گئی اُسپر عرض اسلام واجب نہیں (وتكشف شبهته بيان لثمرة العرض) اور اسکا شبہ

اور بیان واجب ہے یہ بیان ہے مرتد پر عرض اسلام کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اسکو کوئی شبہ عارض ہو گیا ہو تو دفع ہو جائے گا لیکن جو کافر کہ دعوت پہنچ چکی ہو اسکو عرض اسلام مستحب ہے

فی مدۃ الامہال ثلثۃ ایام اور مہلت دینا قید کیا جائے یا مرتد توبہ کرے غیر ان قول ضعیف ہے نہ بار مہلت چاہے یعنی مستوجب قتل ہونے یہ ہے کہ مستوجب قتل نہ ہو کیا جائے کذا فی الکافی

ان استمہل اے طلب المہلۃ والا قتل من ساعتہ لان مجرد الاسلام ہو لیس اے من وقت کا انتظار بڑ بکثرت مہلت پا جائے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الحال

یا اسکو قتل کر دے یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہ کے کہ اسوقت قتل میں جلدی نہ کرے جبکہ اسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع و کذا لو ارتد

ثانیا یضرب و فی الثالثۃ یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبۃ فان عاد فکذلک انا ارفا نیۃ قلت لکن اقل فی الزواہر عن خزانۃ المفتین یقتل فی الثانیۃ فی الرابعۃ قتلہ

بد توبہ تسلیما اور یہی حکم مہلت دینے کا پہلی اور دوسری بار مرتد ہونے کا لیکن تیسری مرتبہ بعد توبہ کے مارا جائے گا اور قید میں ڈالا جائے گا اور چوتھی بار کے مرتد ہونے میں ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائے گا

یہاں تک کہ اسپر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھی بار مرتد ہو گا تو اسی طرح کریگا یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تا اسپر آثار اسلام مفید ہونگے کذا فی المنح عن

التاتارخانیہ شارح کہتا ہے لیکن زواہر میں خزانۃ المفتین سے ابو عبد اللہ بلخی کی طرف نسبت کر کے یہ مضمون نقل کیا ہے جو مفید ہے کہ مرتد چوتھی بار قتل کیا جائے اور توبہ قبول

نہ ہوگی اور علامہ فتح القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھیرایا ہے اور اجناس ناطفی اور مختصر کرخی میں مذکور ہے

کہ چوتھی بار کے ارتداد میں امام اسکو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے ورنہ اسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان اسلم

فبہا و الا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے ورنہ امام اسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے کہ جو اپنے

دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اسکو قتل کرو رواہ احمد و البخاری کذا فی المنح و اسلامہ ان یتبرأ عن الادیان سوی الاسلام او عن ما انتقل الیہ بعد

نطقہ بالشہادتین و تمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اس طرح ہے کہ بیزار ہو جائے سب دینوں سے سوائے اسلام کے یا اس دین سے بیزار ہو جس کی طرف اسنے انتقال کیا

بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے و حکم بحر الرائق میں لکھا کہ مرتد کے اسلام میں بعد شہادتین سوائے اسلام کے اور دینوں سے بیزار ہونا دار الاسلام

میں شرط ہے اور اگر دار الحرب میں مسلمان مرتد کو مار ڈالے اور وہ کہے کہ محمد رسول اللہ علیہ السلام میں اسلام میں داخل ہوا یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اسکے اسلام کی

و لو اتی بہما علی وجہ العادۃ لم ینفعہ ما لم یتبرأ بزازیۃ اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو بطور عادت کے تو اسکو نافع نہیں جب تک سوائے اسلام کے اور دینوں سے

تبرا نہ کرے کذا فی البزازیہ و کرہ تنزیہا المافی قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام

کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہے اسکے خون کا اعم دلیل گذشتہ یہ ہے کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی

فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہے اور اسی طرح قاتل عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسۃ من ینکر الصانع کالدہریۃ

و من ینکر الوحدانیۃ کالثنویۃ و من یقر بہا لکن ینکر بعثۃ الرسل کالفلاسفۃ و من ینکر الکل کالوثنیۃ و من یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویۃ

فیکتفی من الاولین بقول لا الہ الا اللہ و فی الثالث بقول محمد رسول اللہ و فی الرابع باحدہما و فی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام

بدائع و تمامہ فی حاشیۃ الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ

دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں چنانچہ مجوسی کہ دو خالق کے قائل ہیں یعنی یزدان و اہرمن کے اور بعضے کا خالق اور اسکی وحدانیت کے

مقر ہیں لیکن رسالت انبیا کے منکر ہیں جیسے حکما و فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہیں چنانچہ بت پرست اور بعضے سب

کا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ عیسویہ تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیوں سے

لا الہ الا اللہ کہنے پر اور ثالث یعنی حکما و فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستوں سے دونوں سے ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر

اور خامس یعنی عیسویہ سے دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہے دین اسلام کے کذا فی البدائع و تمامہ

کراہیۃ الدرر ھم فلاسفہ سے یہاں سب علماء یونانیین مراد نہیں ہیں بلکہ بعضے مراد ہیں اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاء کے قائل ہیں اور عیسویہ سے نصاری مراد
نہیں بلکہ ایک قوم ہے یہود کی جو عیسی اصفہانی یہودی کی طرف منسوب ہے شارح مسایرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہے یعنی مجوسیوں میں ادائے شہادتین ضروری ہے
اور ظاہر اور یہی مجوسیوں کے مانند ہیں انکار توحید اور رسالت میں ہکذا فی حاشیۃ الحلبی وحینئذ فیستفسر من جہل حالہ بل عمم فی الدرر اشتراط التبری فی کل یہودی
ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رہن فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماؤنا والذی افتی بہ وصحتہ بالشہادتین بلا تبری لان التلفظ
بہا صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع الا لم یعد اور اسوقت میں یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہیں اور انکے اسلام میں حکم مختلف ہے تو استفسار کرنا چاہیے
جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ میں سے کس دین پر ہو کر داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے درر میں تبری شرط ہونے کو ہر یہودی اور نصرانی میں اور اسی کے مانند ہے
مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاووں میں اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن میں ہے ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علماء نے اور جو میں فتوی دیتا ہوں
وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا ہو اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہو گئی ہے تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جائے درصورت عدم الاعادہ اسلام وختم
میں بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدرر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک
روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی الصغری اور اسکو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جائے اس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے محمل پر ممکن ہو یا اسکے
کفر میں علما کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق میں اسکو خوب منقح کرکے لکھا ہے اور اشباہ میں عدم تکفیر درصورت اختلاف کو فتاوی
صغری کی طرف منسوب کیا ہے ثم مفتی ابو السعود نے حاشیہ اشباہ میں تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر میں روایت ضعیفہ کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب
کی ہو وفی الدرر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ اور درر وغیرہ
میں ہے جبکہ ایک صورت میں چند وجوہ ہوں موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اس وجہ کی طرف جو مانع کفر ہے پھر اگر اس شخص کی
نیت میں وہی وجہ ہے جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اسکی نیت میں وہ وجہ نہیں ہے تو فائدہ نہ کریگا محمول کرنا مفتی کا اسکے خلاف پر وینبغی التعوذ بہذا
الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم
انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہے پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح اور شام اسواسطے کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول
صادق امانتدار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہے یعنی خداوندا میں پناہ مانگتا ہوں بواسطے تیرے اس سے کہ کسی چیز کو میں تیرا شریک
ٹھہراؤں جان بوجھکر اور تیری مغفرت چاہتا ہوں اس گناہ کیواسطے جسکو میں نہیں جانتا بلا شک تو علام الغیوب ہے وتوبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس
درر اور توبہ کرنا گناہوں سے اسوقت جب زندگی کی امید نہ رہے مقبول ہے نہ ایمان لانا اسوقت کا کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبۂ یاس متفق علیہ
نہیں بلکہ بعضے علمانے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وکذا لو شہد رجل و
امرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور یہ بھی درر میں ہے کہ گواہی دی دو
نصرانیوں نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتوں نے منجملہ مسلمین کے
اور نوازل میں ہے کہ مقبول ہے ایک مرد اور دو عورتوں کی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیوں کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہو گیا انتہی وکل مسلم ارتد
فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا تو اسکی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہیں انمیں سے ایک وہ ہے جسکا ارتداد
چند بار واقع ہوا بنابر گذشتہ ہم یہ قول غیر معتمد ہے اور حق یہ ہے کہ اسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ
یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہیں اس

مرتد کی جو کہ زندیق ہے سبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا مین سے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جاتا ہے بنا بر حد کے اور اسکی توبہ مقبول نہوگی یعنی خواہ خود توبہ کرے یا پکڑا جائے
اسکی توبہ کا درست ثابت ہوا جو کہ اوپر مذکور ہوا کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دے تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہے اور نبیوں کی گالی حق بندہ ہے جو توبہ سے
زائل نہیں ہوتا ہم نے جو کہا کہ اسکی توبہ مقبول نہیں یعنی ساقط قتل معتبر نہیں کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک اسکی توبہ مقبول نہ
ہونا چاہئے اسکی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدرر فصل الجزیہ معزیا للبزازیہ اور اسکی توبہ مقبول نہیں جو نبی کے گالی دینے والے کے
عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین ہے بزازیہ سے نقل کرکے علم بزازیہ مین ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع
ہے کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اسکا قتل ہے اور جو شک کرے اسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہو گیا وکذا لو ابغضہ بالقلب فتح والاشباہ اور اسیطرح مرتد ہے
جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستھزاء والاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضا اور مصنف کے فتاوے مین
ہے اور واجب ہے الحاق استہزا اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنی جو نبی مسلم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق
ہو گیا وفیہا سئل عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک والدی الذین خلفوک فاجاب بجمع المضاف یعم مالم یتحقق عہد خلافا لابی ہاشم وامام الحرمین فاذا تبعہم
حیث یعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی القول بکفرہ واذا کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ما ذکرہ البزازی واقرہ الشارحون ثم لو لوحظ قول ابی ہاشم وامام الحرمین باحتمال
العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا التصریح بالمیل الی عدم التکفیر اور آنہین کے فتاوی مصنف مین سوال واقع ہوا اسکے حق مین جسنے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے
اللہ تیرے باپون کو اور ان باپون کو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہے تا وقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور
امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت مین تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہو جائیگا تو اسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جب وہ
کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اسکے واسطے توبہ نہیں بنا بر اسکے جسکو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین متون نے اسپر اتفاق کیا ہے ہان اگر ابی ہاشم
اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب احتمال عہد کے تو کفر اسکا ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کرنے ہمارے
اہل مذہب کے اس جہت کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے ہم وجہ مانع کفر اس سوال مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام نہیں ہوتی
اور احتمال عہد یہان یہ ہے کہ والدین اقربین مقصود ہین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفیہا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ
وسلم او بفعلہ بان ابغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد ومفادہ قبول التوبۃ کما لا یخفی اور فتاوی مصنف مین ہے کہ جو
گھٹا دے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اس محبوب رب العالمین سے
بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح کی ہے کہ حکم اسکا مانند حکم
مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اس سے کہ توبہ اسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہیں زاد المصنف فی شرحہ وقد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن
عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازیہ والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاہ الیہ ولم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی
وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی قبول توبتہ
کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مین نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ
کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس
قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا اور اسکو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام و شرح طحاوی اور حاوی زاہدی
وغیرہا مین اسکی کہ حکم اسکا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اسکا

مانند حکم مرتد کے ہی اور اُسکے ساتھ وہ کیا جاے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہی انتہی یعنی اصرار مین قتل ہی اور توبہ مین نہین اور یہ ظاہر ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین چنانچہ شفا سے مذکور ہو چکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حاصل خلاصہ یہ ہی کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کیطرف منتہی ہی جو سیف مسلول کا مصنف ہی اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہین جو اُسکا قول حنفیون کیواسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اِسکے مخالف موجود ہین واللہ اعلم قلت وظاہر الشفاء

ان قوله یا ابن الف خنزیر او یا ابن مائة کلب ان قوله اهاشمی لعن الله بنی هاشم کذلک وان شتم الملائكة كالانبياء فتحرر مین کہتا ہون اور ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہی کہ یون کہنا کہ ای بیٹے ہزار سوؤرون کے یا ای فرزند سو کتون کے اور یون کہنا ہاشمی ہے کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اسیطرح کفر ہی اور البتہ شتم ملائکہ انبیا کے شتم کے مانند ہی تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب حنفیہ مین تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہی اسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہی اُسکا قول حنفیون کیواسطے حجت

نہین وہن حوادث الفتوی بانہ حکم حنفی بکفرہ بسبب نبی هل للشافعی ان یحکم بقبول توبته الظاهر نعم لانها حادثة اخری وان حکم بموجبه نعم اور حوادث فتوی سے یہ ہی کہ اگر حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہی کہ اُسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان جائز ہی اسواسطے کہ دوسرا حادثہ ہی متغایر حادثہ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بموجب کفر حکم بھی کر دیا ہو کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہو جانا اور عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ ہا عدم قبول توبہ مین طحطاوی نے کہا کہ یہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہی حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہین تو کیا

تدبر ملاوجہہ ہی قلت ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود سوال ملخصه ان طالب علم ذکر عنده حدیث نبوی فقال کل احادیث النبی صلی الله علیه وسلم صدق یعمل بها فاجاب

بانه یکفر اولا بسبب استفهامه الانکاری وثانیا بالحاقه الشین بالنبی صلی الله علیه وسلم ففی کفره الاول عن اعتقاده یؤمر بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یقتل الزندقة فبعد اخذه

لا تقبل توبته اتفاقا فیقتل وقبله اختلف فی قبول توبته فعند ابی حنیفة تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمة لا تقبل ویقتل حدا فلذا کس ورد امر سلطانی فی سنة

اربع واربعین وتسع مائة لقضاة الممالك المحمية برعاية رای الجانبين بانه ان ظهر صلاحه وحسن توبته واسلامه لا یقتل ویکتفی بتعزیره وحبسه عملا بقول الامام الاعظم

وان لم یکن من اناس یفهم خیرهم یقتل عملا بقول بقیة الائمة ثم فی سنة ۹۵۵ تقرر هذا الامر باخر فینظر القائل من ای الفریقین هو فیعمل بمقتضاه انتهی فلیحفظ و

لیکن التوفیق شارح کہتا ہی پھر مین نے دیکھا مفتی ابو السعود کے معروضات مین ایک سوال جسکا خلاصہ یہ ہی کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اسنے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جنپر عمل کیا جاے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بار اپنے استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسرے بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اسکے پہلے کفر اعتقادی مین امر کیا جاے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جاے اور کفر ثانی اُسکا سبب زندقہ ہی سو بعد گرفتار ہونے کے اُسکی توبہ مقبول نہین بالاتفاق تو قتل کیا جاے اور قبل اُسکی گرفتاری کے اختلاف ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہی تو وہ مقتول نہوگا اور باقی تینون اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہین اور مقتول ہوگا بنابر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہی یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ مین ممالک محروسہ کے قاضیون کو ساتھ مراعات کرنے رای جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت کیجاے اُسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اُن لوگون سے نہو جنکی خیر اور نیکوکاری دریافت ہو تو قتل کیا جاے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر ۹۵۵ھ مین مستحکم ہو گیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق مین سے وہ کس مین ہی اہل صلاح مین ہی یا اہل فسق مین تو موافق اُسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی رفع ہو گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر مین تامل ہی اسواسطے کہ اُسکا کلام محل حسن پر محمول ہوتا ہی یعنے اُسکے کلام کی یہ مراد ہی کہ اثبات احکام مین عمل نہین کیا جاتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور اسمین حدیث ضعیف پر عمل نہین یا یہ مراد ہی کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہین اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سنی تھی ضعیف ہی جس سے حکم شرعی ثابت نہین ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے یا اسیطرح احتمال سے اسپر کفر کا حکم نہین ہو سکتا اور محل استفہام اُسکے قول یعمل بہا پر ہی نہ صدق پر تو اس احتمال سے لحاق شین بھی نہوا اور بر تقدیر تسلیم ارتداد زندقہ اسکا ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم

پھر نوبت کے دن اس مشغولی سے باز رہے مخلصین نے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درس کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اسمین غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا
تھا پھر عالم قدس کیطرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھپر منکشف ہو تو حقیقت مجھپر کشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ مین محتمل ہو گیا لہذا مین اس کتاب سے باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہو کہ شیخ کی بعض کتب مین اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہین جسکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے
ہین حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہو کہ ان کلمات کا جو ظاہر مطلب موہم ہو وہ مراد شیخ نہین بلکہ مراد شیخ وہ امور ہین جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہین انکی
اصطلاح ٹھہر گئی ہو کہ ان امور کے معتبر الفاظ موہمہ سے کیجاتے تاکہ نااہل کذاب ان امور کا دعوی نکرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ثم شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی مین توقف
کو تردد نہین لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ انکی بعضی تصانیف مین البتہ جابجا موجود ہین یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطاء کشفی سے معصوم نہین چنانچہ
طبقات مناوی سے بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل مین اختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بناے کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہو ناواقف اصطلاح انکو مخالف
شریعت سمجھتا ہو اور واقع مین مخالف نہین یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کے کلام مین گمراہی مسلمین کیواسطے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کر دیے ہین چنانچہ
بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو سعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہین چنانچہ انکی تصانیف سے ظاہر ہو جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو
مطالعہ ان کلمات کا جائز نہین علی الخصوص کم علم ناآشناے عرفان کے حق مین انکا دیکھنا سم قاتل ہو اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہین کہ مخالفت شریعت کی کچھ
ضرر نہین شریعت عوام کیواسطے ہو اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہو یہ قول صریح جہالت اور الحاد ہو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف مین فرمایا کہ کل
حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنے جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہو طبقات عارف مناوی مین جو کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہو کہ جو شخص شرائع
انبیا مین سے ایک حکم کا جاہل ہو اسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہین سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہو اور شریعت محمدیہ وغیرہا میں سے ایک حکم اسپر مشکل ہو وہ کاذب ہو حق تعالی ہمکو اور
مسلمانون کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچاوے آمین۔ وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سؤال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ
بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحی رسوم المعارف فعلا واسما ٭ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف ٭ من علمہ غرقت فیہ خواطرہ ٭ اور البتہ
تعریف کی ہو صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اس سوال مین جو انکے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب مین سو یون کہا ہو کہ الہی مجھکو گویا کر اسمین جسمین تیری رضامندی ہو جو اعتقاد
کرین لکھتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ مین حق تعالی کی عبادت کرتا ہون وہ یہ ہو کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار
حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارفون کا زندہ کرنے والا تھا بنابر فعل اور اسم کے جبکہ فکر مرد کی نزدیک جاے اسکے دریاے
علم کے کنارے سے تو ڈوب جائین اسمین خطرات اسکے یعنی اسکے فہم سے عاجز ہو عباب لا تکدرہ الدلاء ٭ وسحاب تتقاصی عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع
الطباق وتفرق برکاتہ فتملا الافاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ٭ وما علی اذا قلت معتقدی ٭ دع الجہول یظن
الجہل عدوانا ٭ واللہ واللہ واللہ العظیم ٭ ومن اقامہ حجۃ للہ برہانا ٭ ان الذی قلت بعض من مناقبہ ٭ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا ٭ الی ان قال ومن خواص
کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وہ سیلاب عظیم ہو جسکو ڈول گدلا نہین کرتے اور بادل ہو جس سے ستارے بعید ہوجاتے
ہین یعنی چھپ جاتے ہین ستارون سے مراد انکے زمانے کے اہل عرفان ہین انکی دعا سات آسمانون کو پھاڑتی تھی یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتین انکی منتشر تھین سو آسمان کے
کنارے انسے بھر گئے اور البتہ مین انکی صفت کرتا ہون اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہین اور جو مین نے انکی تعریف لکھی ہو اسکا مین گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر کے
اور میرا گمان غالب یہ ہو کہ مین نے اسکا انصاف نہین کیا یعنے اسکا حق وصف ادا نہین کیا اور کچھ مجھپر حرج نہین جبکہ مین اپنا اعتقاد بیان کرون دور کر اس جاہل کو جو
جہالت کا گمان وہم کرتا ہو سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اسکی قسم ہو جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کرکے قائم کیا ہو کہ مشک جو مین نے انکی تعریف کی ہو وہ
قدر قلیل ہو انکے مناقب و فضائل سے مین نے زیادہ نہین بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید مین نقصان کچھ زیادہ کرون اسواسطے کہ مرد کامل کی دنی فضیلت کا بیان کرنا در حقیقت اسکی تنقیص ہو

کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں منافق زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم دین کو چھپاتا ہے اور منافق
اُسکے مانند ہے اخفا میں اور اُسکا حال یوں معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اُسپر کسیطرح سے آگاہ ہو گیا یا اُسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ
اعتقد تحریمہ اولا ویقتل لکن فی حظر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں یہ ہے کہ کفر ہے ساحر کو سحر کے سیکھنے اور کرنے
سے اسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان کیواسطے اور اُسکی اباحت کا
اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اسوقت میں گیارہ قسم کے مرتد مستثنے ہیں یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوائے گیارہ شخصوں کے یعنی جسکا ارتداد مکرر ہوا
اور جسنے انبیاء علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالے عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق
اور بعضے ضروریات دینی کا منکر باطن میں ثم اعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المرتدۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام
ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جائے اگر توبہ نکرے مگر چند اشخاص مرتدین پر قتل نہیں اگرچہ توبہ نکریں عورت
اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہو جاوے اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جسکا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونوں گواہ گواہی سے
پھر گئے ہوں کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہ صورت ہے کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اُس سے مسموع نہوا
تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا اسواسطے کہ ہنوز اُس سے تصدیق نہیں پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اُسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کافر جب اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو
مقتول نہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم رکھا جائیگا کذا فی الشرنبلالیۃ زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جسکا اسلام ایک مرد
اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہوگا انتہی ثم حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو منکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل و
علی النصرانیۃ قبلت اتفاقا وتمامہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف
یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیوں نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر میں ہے ثم دونوں میں
وجہ فرق یہ ہے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی تو قبول کرنا دونوں کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی
روایت یہ ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اسلام پر اور نصرانیوں کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضیخان نے امام ہی کے قول پر اعتماد
کیا ہے کہ عورتوں کی گواہی پر قتل نہیں اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحاوی عن فتح المفتی ویلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ بیننا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا
اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل میں ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جسکو مرتدہ نے دار الاسلام میں جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر اور مست جبکہ اسلام لایا اور اسیطرح سے لقیط ہے
اسواسطے کہ مسلمان ہونا اُسکا حکمی ہے نہ حقیقی وقیدہ فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستأمن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی
جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور کافر ذمی اور مستامن کا
اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان میں صحیح کہا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مستثنی
چودہ قسم کے مرتد ہیں یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جاے اور توبہ نکرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ اسلام قبول کرے اور
حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ بزور مسلمان کیے جائیں اور جسکا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کریں اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی
سے ثابت ہوا اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور جسکو مرتدہ دار الاسلام میں جنے جبکہ وہ بالغ ہو تو مرتد ہوا اور مست جبکہ
اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل
وبطلان وقف وبینونۃ زوجتہ لو فیما یقبل والا قتل کالردۃ بسبہ علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رأیت من یغلط فی ہذا المحل فاقرہ المصنف وحینئذ

تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اُسکا وارث ہوگا اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہی پھر طلاق
اُس سے کیونکر واقع ہوگی اُسکا جواب یہ ہی کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہین اور کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ مبائنہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی
ہی کذا فی البحر ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہی جو ملت پر معتمد ہی یعنے
جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہی اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث ہم نکاح مرتد کا باطل ہی خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا
مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہی اور امہال اُسکا تامل کیواسطے ہی اور نکاح اُس سے باز رکھیگا اور باطل ادائے شہادت ہی نہ تحمل اسکا اور ارث باطل ہی یعنے
مرتد کسیکا وارث نہین لیکن اگر وہ مرگیا تو اُسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساواۃ وہو المفاوضۃ اور وہ
تصرف اسکا بالاتفاق موقوف ہی جو مساوات دینی پر معتمد ہی اور وہ شرکت مفاوضہ ہی یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو باطل
ہوگی او ولایۃ متعدیۃ وہو التصرف علی ولدہ الصغیر یا موقوف رہیگا اُسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہی اور وہ تصرف ہی اپنے ولد صغیر پر ویتوقف
منہ عند الامام وینفذ عندہما کل ما کان مبادلۃ مال بمال او عقد تبرع کالمبایعۃ والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابۃ والہبۃ والرہن والاجارۃ
والصلح عن اقرار وقبض الدین لانہ مبادلۃ حکمیۃ والوصیۃ اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہی
ساتھ مال کے یا عقد تبرع ہی چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبضہ
کرنا مبادلہ حکمیہ ہی اور وصیت کرنا ہم قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ ادائے دین بالمثل ہوتا ہی تو قابض دین کا اُس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہی جو مدیون کے ذمے پر
ثابت ہی وبقی امانۃ وعقلہ ولا شک فی بطلانہا اور باقی رہا اُسکے امان دینے اور دیت کا حکم اور شک نہین اُنکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان
نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہی اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اُسکی دیت باطل ہی واما ایداعہ واستیداعہ والتقاطہ واللقطۃ
فینبغی عدم جوازہا نہر اور مرتد کی ایداع و استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہی کذا فی النہر ان اسلم نفذ وان ہلک بموت او قتل ولحق بدار الحرب
وحکم بلحاقہ بطل ذلک کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور اُسکے
الحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہوجائینگے فان جاء مسلما قبلہ ای قبل الحکم فکانہ لم یرتد وکما لو عاد بعد الموت الحقیقی زیلعی پھر اگر مرتد
دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہوجاے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال
وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی ہم جب اُسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجاے عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اُسکا آزاد نہوگا اور اُسکا
دین موجل غیر موجل نہوگا اور اُسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اُسکو ملکیت اُسکی عود کریگی بلا حکم قاضی و رضاے وارث اور اگر وارث نے اُسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا
لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وان جاء مسلمان ومالہ مع وارثہ اخذہ بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانہ فیء نہر اور اگر
دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حالانکہ مال اُسکا وارث کے پاس موجود ہی تو اُسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اُسکا بیت المال
مین ہی تو اُسکو نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی کذا فی النہر ہم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہی جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے کسب اسلام
کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہو تو اُسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان ہلک مالہ وازالہ الوارث عن ملکہ
لا یاخذہ ولو قائما لصحۃ القضاء اور اگر اُسکا مال ہلاک ہوگیا یا اُسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کردیا تو اُسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے
حکم قاضی کے حق وارث مین ولہ ولاء مدبرہ وام ولدہ اور اسی کے واسطے ہی اُسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومکاتبہ ان لم یؤد وان عجز عاد رقیقا لہ بدائع اور مرتد کو
مکاتب اُسیکا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادائے بدل کتابت سے تو پھر اُسکا مملوک ہوجائیگا ۔ کذا فی البدائع

ولیقضی ما ترک من عبادة فی الاسلام لان ترک الصلوٰة والصیام معصیة والمعصیة تبقی بعد الردة اور جس عبادت کو حالت اسلام میں ترک کیا ہے
اسکو بعد مسلمان ہونے کے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوٰۃ اور صیام معصیت ہے اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی فتاوی قاضیخان ولا یقضی ما ادی منها قبل
اور جو عبادت کہ اسلام میں ادا کی وہ باطل ہو گئی تاکہ دوبارہ ادا کرے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانه بالردة صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وهو غنی فعلیه الحج فقط
اور قضا نکی جاویگی عبادتیں سوائے حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کی برابر ہو گیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اسپر فقط حج واجب ہے
مع قضاء حج سے اعادہ حج کا مراد ہے اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے اور اعادہ حج کا حکم منسوخ ہے اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھ کر مرتد ہو گیا اور
آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اسکا وقت ہنوز باقی ہے یا مزید وقت حج کے لو اسلم اصاب مالا او شیئا یجب به القصاص او
حد السرقة یعنی المال المسروق الا الحد خانیة والاصل انه یواخذ بحق العبد والا فیه التفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا کسی کو قتل کیا جس سے قصاص واجب ہے
یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیہ اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ مرتد حق العبد میں ماخوذ ہو گا اور غیر حق العبد میں تفصیل ہے
خانیہ میں ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہ ہو گا اور اگر مرتد امام کی قید میں
محبوس ہے اور اسکا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر میں ماخوذ نہ ہو گا اور حد زنا اور سرقہ میں ماخوذ ہو گا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہیں اور اسکا مرتکب ہوا پھر
مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اسپر مواخذہ نہیں کذا فی المنح او الدیة لو ارتد واصاب ذلک مرتدا فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء
مسلما یواخذ بهذا کله یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام میں پھر وہ دار الحرب میں جا کر
اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام میں آیا مسلمان ہو کر تو ان سب چیزوں کا اس سے مواخذہ ہو گا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور
دیت کا ولو اصابه بعد ما لحق محاربا فاسلم لا یواخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یواخذ بعد الاسلام بما کان اصابه حال کونه محاربا للناس اور اگر مرتکب ہوا
امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ میں سے کسی چیز کا مواخذہ اس سے نہ ہو گا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کا حکم
ہو گیا اور حربی ماخوذ نہیں ہوتا بعد اسلام کے ان افعال میں جسکا مرتکب ہوا بوقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج باخر
بعد العدة استحسانا کما فی الاخبار من ثقة بالموت او التطلیق ثلثا وکذا لو کان غیر ثقة واتاها بکتاب طلاقها واکبر رأيها انه حق لا بأس بان تعتد وتتزوج مبسوط عورت
کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانے کی تو اسکو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے مرد
معتمد کی خبر کہنے میں زوج کی موت کی یا اسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر خبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اسکے طلاق کا خط دے زوج کیطرف سے اور عورت
کو ظن غالب ہو جاوے اسکے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ عدت میں بیٹھے اور بعد اسکے نکاح کرے کذا فی المبسوط والمرتدة ولو صغيرة او خنثى تحبس
ابدا ولا تجالس ولا تواکل حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتد اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس نہ بٹھائی جاوے
اور ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کیجاویگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہے جو کہ
اسکا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ میں یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اسکو قتل کرو ہماری دلیل حدیث ہے جسمیں
قتل نساء کی نہی وارد ہے اور مرتدہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونوں کو شامل بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور انکے قید کئے اور
بعد اسلام قبول کرلینے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی المنح وان قتلها احد لا یضمن شیئا ولو امة فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن
نہ ہوگا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول اصح میں اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیہ وتحبس عند مولاها
لخدمته سوی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح وقیل لا تحبس الا بطلبه اور مرتدہ لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس کیجاوے اسکی خدمت کیلئے سوا جماع کے

خواہ اُسکے حبس کرنے کا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہو اور اُسکی ضرب کا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنے کے دونون حقون مین یعنی حق خدا و حق مولی و لیس

للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما القصد السیٔ لا باس بہ وتکون قنۃ للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فیٔ للمسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ لو مصرفا اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑکر غیر سے اسیکا فتوی ہی اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ مرتدہ

لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اُسکے بُرے قصد کے استیصال کے واسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور رہوگی

مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلا کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہی کہ وہ غنیمت ہی سب مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اُسکو امام سے

خرید کرلے یا امام اُسکو بخشدے اگر مصرف ہو غنیمت کا مگر زوجہ کا بُرا قصد یہ کہ مرتد ہوکر اپنے زوج سے بائن ہوجاوے اور امام سے اسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو

نہین تو زوج استیلا سے مالک ہوگا وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہی تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی واکسابہا مطلقا

لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا

خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اُسکے وارثون کیواسطے ہی اور اُسکا زوج مسلم اُسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا مین

کہتا ہون اور زواہر مین ہی کہ زوج اُسکا وارث نہوگا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہین ہوتی تو اسکو تامل کرلے ح حلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا سو اُسکا

مفہوم اسکے ماقبل مین پایا لینے قولہ لو مریضۃ ہی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہی وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہی

بالاتفاق کذا فی الخانیۃ ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر ایرثہ فی امتہ المسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ المسلم یرث المرتد

ان مات المرتد او لحق بدار الحرب مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مرتد نے تو ولد اُسکا بیٹا آزاد ہی اُسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان

لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اُسکو چھ مہینے سے کمتر مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی مان کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا

وارث ہوتا ہی اگر مرتد مرجاوے یا دار الحرب مین جاملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصفۃ لعلوقہ من ماء المرتد

فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد اور یہی حکم ہی اُسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اُسکا وارث

ہوگا مگر اُسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اُسکو جنے چھ مہینے سے زیادہ مین ابتدائے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا بسبب

اُسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا

یعنے ولد تابع ہوتا ہی والدین مین سے اُسکا جسکا بہتر دین ہی سو یہان مان ہی کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہی تو ولد پر بھی جبر ثابت

تو ظاہر حال اُسکا اسلام پر دال ہی لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ مان کا پھر جبتک وہ مرتد رہا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بمالہ ای مع مالہ

ظہر علیہ فہو ای مالہ فیٔ لا نفسہ لان المرتد لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا پھر غلبہ حاصل ہوا تو اُسکا مال غنیمت ہی نہ اُسکی ذات

اسواسطے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا فان رجع ای عاد بعد الحکم بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وہو الاوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ

باللحاق انتقل لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکم بامرانہ لہ قبل قسمتہ بلا شیٔ وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ پھر اگر مرتد دار الاسلام مین

پھر آیا یعنے بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اُسکے الحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی وجہ قوی ہی کذا فی الفتح پھر دوسرے بار

پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور پھر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اُسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اُسکا اُسکے وارث کیواسطے منتقل

ہوگیا تو مدت دراز سے اُسکا وارث ہوچکا اور حکم اُسکا گذر گیا کہ وہ مال اُسکے وارث کا ہی قبل اُسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاویگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال

مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اُسکو لیگا تو مثلی دیکر لیگا وان قضی لعبدہ شخص مرتد لحق بدار الحرب لابنہ فکاتبہ الابن فجاء المرتد مسلما فبدلہ

تلک الدار فانہ لا یسترق ویرث اباہ لانہ مسلم ولو لم تحبل ولدتہ حتی سبیت تحبل ولدتہ فی دار الاسلام فھو مسلم تبعا لابیہ مرقوق تبعا لامہ فلا یرث اباہ لرقہ بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑکر پھر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جاملی پھر وہان لڑکا جنی پھر وہان کے لیکن پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب مین نہ جنی یہانتک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام مین تو وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور وہ مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع وما ذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی ولا خلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جبکہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہیں اسکے مخلد فی النار ہونے مین بسبب نہ معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنے اختلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہے نہ اخروی مین کاسلامہ فانہ یصح اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین تفریع علی الثانی ویجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اسکے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر ماں باپ کا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کیجائیگی مار کر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز وھو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیۃ وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ ویمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قالہ الطرطوسی فی النفع الوسائل قائلا ولم ار من قدرہ بالسن قلت وقد رایتہ نقلہ اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل باشعور سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ مین قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے کتاب النفع الوسائل مین یون کہکر کہ مین نے اس فقیہ کو نہین معلوم کیا جسنے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کرچکا اسکی نقل کو مجتبی اور سراجیہ سے ثم حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ ہے جو کلمہ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور یہ خلاف مشہور ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہین سمجھتا خصوصاً اس زمانے مین کذا فی الطحطاوی ویؤیدہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وہو ابن سبع وکان یفتخر بہ حتی قال سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت اوان حلمی وسبقتکم الی الاسلام قہرا بصارم ہمتی وسنان عزمی اور تقدیر بالسن کی یہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر انکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہانتک کہ فرمایا صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر مین تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن مین جبکہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور جلایا مین نے تمکو اسلام کیطرف زبردستی اپنی ہمت کی تلوار اور اپنے عزم کی برچھی سے ثم صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کیوقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہ ہے کہ صبیان مین علی مرتضی پہلے مسلمان ہوے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نسا مین خدیجۃ الکبری اور موالی مین زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا اور نسطورا اہل فترت سے ہین یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مومن اور مصدق تھے اور یہ تصدیق انکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن یہ لوگ اہل اسلام مین داخل نہین اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین اسواسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورۂ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الشامی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع عرضا قبل البلوغ ظاہر کلامہم نعم اتفاقا وفی التحریر المختار عند الماتریدی انہ مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے قبل بلوغ کے ظاہر کلام علما یہ ہے کہ ہان فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر مین ہے کہ ابو المنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی عاقل ادائے ایمان کا مخاطب ہے بالغ کے مانند یہانتک کہ اگر مرجائیگا بعد اسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا کذا فی النہر الفائق وفی شرح الوہبانیۃ یدرونہ ونسیان کفر بعضہم

نبینا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہیں
ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہیں اور انکا حکم آتا ہے
اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور معصیت کے
جو موجب قتال ہے امام کا انکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں اصحاب
ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو اور انکا حکم مانند حکم باغیوں کے ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر میں کی ہے حتم فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین
کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہیں اور بعضے محدثین ان کے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج میں اور
یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہو
اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہے ہاں یا البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہوئی ہے لیکن
تکفیر ان فقہا کے کلام میں ہے اور نہیں جو مجتہدین ہیں اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف
ہے انتہی حلبی نے کہا کہ یہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر ان رفضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں اور حالانکہ یہ صریح کفر ہے حلبی نے کہا
اسکا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنیٰ ہے اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل
وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے کہ انکا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف
مستحل بلا تاویل کے کہ اسکی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ
حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام دو چیز سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہو جاوے اسکی رعیت میں اسکے غالب
ہونے اور دبدبہ سے ہم امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط
نہیں بلکہ جماعۃ علما یا جماعہ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی ہے کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم
لا یصیر اماما سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا انمیں بسبب اسکے عاجز ہونے کے اسکے مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار
اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جبکہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہو چکا پھر اسنے
ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہوا سواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جائیگا تو معزول کرنا مفید
نہوگا اور اگر اسکے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے
فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جبکہ
جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اسکے اس نائب کی اطاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہو گئے ایک
شہر پر تو امام انکو اپنی اطاعت کیطرف بلاوے اور انکے شبہے کو حل کرے بنا بر استحباب کے نہ بنا بر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی لتفرق جمعہم
اذ الحکم یدار علی دلیلہ ہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیوں نے ایک مکان پکڑا اسمیں مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال انکا پہلے پہل یہاں تک کہ انکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع انکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا انکا قتال حلال ہوا
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکریں اس قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تاوقتیکہ وہ شروع
نکریں کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جبکہ امام نے انکے قتال کیطرف بلایا

انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج م جناب مرتضوی نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے لیکن یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت
نہیں اور انکی ذریت بندی نہیں کذا فی المنح ولو قال الباغی تبت والقی السلاح امن ای کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح
کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ لقتال البغیۃ فتمنی التقاء کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار
اپنے ہاتھ سے ڈال دیے تو عادل اسکے قتال سے باز رہے اور اگر اسنے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینک
تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اسکی لڑائی کا
سو جبکہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتلہ باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شئی فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک
باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اُنپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اسکے قتل میں کوئی چیز نہیں قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اُسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر
جب قتل مباح ہوا تو اسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں وقتلانا شہداء ولا نصلی علی البغاۃ بل یکفنون ویدفنون بدائع اور ہمارے یعنے اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو انپر
نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بیدون غسل دفن کیے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے بلکہ کفن پہنائے جائیں اور دفن کیے جائیں کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم
الی الآفاق ولو کان رؤس اہل الحرب لانہا مثلۃ وجوزہ بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح ومر فی الجہاد اور مکروہ ہے انکے سروں کو اطراف عالم میں پھرانا
اور یہی حکم کفار کے سروں کو نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مثلہ ہے اور اسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اسمیں انکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا
جہاد میں ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ ای المصر احکامہم وان جری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی غالب
ہوگئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر
باغیوں کے احکام نہ جاری ہوتے ہوں اور اگر انکے احکام جاری ہوتے ہوں تو قصاص نہوگا بسبب منقطع ہوجانے امام کی حکومت کے انپر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا
فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے
کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں وبالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے بالعکس یعنے باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا
اسکے قتل کے وقت کہ میں باطل پر ہوں تو اسکا وارث نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے باغی اسواسطے وارث نہوگا کہ اسنے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل
صحیح سے جبکہ اسکے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام واصر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع تبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں
حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوی سے رجوع کریگا تو اسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا
ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا
امان لیکر پھر اسکو عادل نے عمدا قتل کیا تو اسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوگی نہ قصاص
اسواسطے کہ اسکی اباحت دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے
اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ و وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو
مکروہ تحریمی کہنا بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما تتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل
البغی لعدم تفرغہم لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے جیسا کہ لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب انکے
نہ فراغت پانے کے ہتھیار بنانے کو اسواسطے بسبب انکے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا نہر
میں کہتا ہوں اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو چنانچہ ہتھیار اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ نہ قائم ہو چنانچہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے

زبردستی لیا اور خصومت کی اس سے ملتقط اول نے تو بھی کہ پھیر دیا جائیگا اگر اس نے بخوشی دیا ہوا اسواسطے کہ اسنے اپنا حق آپ باطل کر دیا و ہذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد و ترجح احدہما کما لو وجدہ مسلم وکافر فتنازعا قضی بہ للمسلم لانہ انفع للقیط خانیۃ ولو استویا فالرای فیہ للقاضی بحر بحثا اور یہ جو ملتقط سے زبردستی نہ لینا اس صورت میں ہے جبکہ ملتقط ایک ساہی ہوا اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیۃ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام یا کفر میں تو تعیین قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر بحثا ویثبت نسبہ من واحد بمجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینۃ خانیۃ اور اگر دو ملتقط نے پایا اور ایک نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو اس کا نسب ایک ملتقط سے ثابت ہو جائیگا بمجرد اسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر مردہ ہو گا تو نسب بحجت ثابت ہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیۃ ووجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کیواسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بالضرورت ثبوت نسب اور بہت چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں نہ قصدا کذا فی الحموی ومن اثنین کما فی تعددین کرلدامۃ مشترکۃ اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو برابر شخصوں کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص برابر ہوں جنمیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا

وعبارۃ الملتقی وعاء اکثر من اثنین فعن الامام انہ یثبت الی خمسۃ ظاہرۃ فی عدم قبول دعوی الزائد ولا یشترط اتحاد الامام نہر لکن فی القہستانی من النظم تقیید بخوتہ من الاکثر فیحرر اور عبارت ملتقی کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہ ہوا اور شرط نہیں اتحاد مال کا دعوی مذکور میں کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو مرد سے اکثر میں نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت مینہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور لائق اعتماد کے صریح ہے نہ غیر صریح ولو ادعتہ امرأۃ واحدۃ ولہا زوج فان صدقہا زوجہا او شہدت لہا القابلۃ او قامت بینۃ ولو رجلا وامرأتین علی الولادۃ صحت دعوتہا والا لا لما فیہ من تحمیل النسب علی الغیر اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اسکی تصدیق یا دائی جنائی نے اسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اسکی تصدیق نہ کی تو دعوے نسب کا صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دعوی میں شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر فان لم یکن لہا زوج فلا بد من شہادۃ رجلین اور اگر عورت بدخیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں ولو ادعتہ امرأتان واقامت احدہما البینۃ فہی اولی بہ وان اقامتا جمیعا فہو ابنہما اختلافا لہما اکمل من الخانیۃ اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ اسکے ساتھ لائق تر ہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک وہ کسیکا بیٹا نہیں سب مسائل مذکورہ خانیہ سے منقول ہیں وان ادعاہ خارجان ووصف احدہما علامۃ بہ ای بجسدہ لا ثوبہ ووافق فہو احق اذا لم یات صاحبہا

اقوی منہا کبینۃ الآخر وحریتہ وسلامتہ واسلامہ وسبقہ استوبیا و فان ارخا فان استبقہ فبینہا اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اسمیں کوئی نشانی بیان کی یعنی اسکے بدن میں نہ کپڑے میں تل یا چوڑی بتائے اور اسکا نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اسکی نہو چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اسکا آزاد ہونا یا اسکی سبقت قبض یا مسلمان ہونا اسکا یا اسکی اتنی عمر ہونا کہ اسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ ذکر کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بیان یا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گذرانے یا کہ دوسرا آزاد ہے اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم ہے اور صاحب علامت کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعی احدہما انہ ابنہ والآخر انہ ابنتہ فاذا ہو خنثی فلو مشکلا قضی لہما والا فلمن صدق علی انہ ابنہ اور اگر ایک نے دعوی کیا کہ لقیط اسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اسکی بیٹی ہے پھر اسکو جو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے اور اگر خنثی

اگر اُسنے یہ کیا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر ختنہ کرنے والے نے جانا کہ وہ ملتقط ہی تو ختان ضامن ہوگا کذا فی الذخیرۃ ولہ نقلہ حیث شاء ولو
منہ من مصر الی قریۃ بحر اور ملتقط کو جائز ہی اُسکا لیجانا جہاں چاہے اور لائق ہی اُسکا روکنا شہر کے لیجانے سے گانون کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گانون مین اُسکی
خو بگڑ جائیگی ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح و بیع وکذا اجارۃ فی الاصح لانہ الولایۃ علیہ فی مالہ ونفسہ للسلطان بحدیث السلطان ولی من لا ولی لہ اور لقیط پر نکاح اور
بیع ملتقط کی نافذ نہین اور اسیطرح اُسکا اجارہ نافذ نہین قول اصح مین سو اسواسطے کہ لقیط پر حکومت اُسکے مال اور جان مین سلطان کیواسطے ہی بسبب اِس حدیث کے کہ بادشاہ
اُسکا ولی ہی جسکا کوئی ولی نہین شروع مسائل ملحقہ شارح نے کہے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وہب وتصدق وسلم ثم اقر انہ عبد لزید لا یصدق فی ابطال شیٔ
من ذلک لانہ متہم وتمامہ فی الخانیۃ اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کرادیا پھر
اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال مین سو اسواسطے کہ وہ اِس اقرار مین متہم ہی اور پورا بیان اُسکا خانیہ مین ہی و مجہول النسب کلقیط
اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اطلاق اِسپر دلالت کرتا ہی کہ لقیط کے جمیع احکام مجہول النسب مین جاری ہین واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقطہ

یہ کتاب ہی لقطہ کے احکام مین ہی بالفتح ویسکن اسم وضع للمال الملتقط یعنی لقطہ بضم لام وفتح قاف ہی اور سکون قاف بھی جائز ہی یہ اسم مال ملتقط کیواسطے موضوع ہی کذا فی
شرح العینی وشرعاً مال یوجد ضائعاً ابن کمال اور اصطلاح شرع مین لقطہ وہ مال ہی جو ضائع پایا جاوے یعنے مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو وفی التاتارخانیۃ عن المضمرات مال
یوجد ولا یعرف مالکہ ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ مین مضمرات سے تعریف لقطہ یون ہی کہ جو مال پایا جاوے اور اُسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح نہو حربی کے مال کے مانند
وفی المحیط رفع شیٔ ضائع للحفظ علی الغیر لا التملیک و محیط مین ہی کہ لقطہ عبارت ہی چیز ضائع کے اُٹھا لینے سے حفاظت کیواسطے غیر شخص پر نہ واسطے تملیک کے ھم لقطۃ شیٔ
مرفوع ہی نہ رفع تو یہان تاء فیہ معنی مرفوع ہی اور بہتر یہ تھا کہ تملیک کے مقام پر تملک ہوتا کذا فی الطحطاوی وہذا یعم ما علم مالکہ کالواقع من السکران وفیہ انہ امانۃ لا لقطۃ لانہ لا یعرف
بل یدفع لمالکہ اور یہ تعریف محیط کی اُس مال کو بھی شامل ہی جسکا مالک معلوم ہو جیسا کہ گری چیز مست سے اور اِس تعمیم مین خلل ہی کہ مست کی گری چیز امانت ہی لقطہ نہین اسواسطے
کہ وہ پہچنوائی نہین جاتی بلکہ اُسکے مالک کو دیجائیگی ندب رفعہا لصاحبہا ان امن علی نفسہ تعریفہا والا فالترک اولی افتادہ چیز کا اُٹھا لینا اُسکے مالک کیواسطے افضل ہی
اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اُسکی تعریف کرنے کا اور اگر اعتماد نہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور عدم تعریف مین تو اُسکا ترک بہتر ہی وفی البدائع وان اخذہا لنفسہ حرم لانہا
کالغصب اور بدائع مین ہی اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہی اسواسطے کہ وہ غصب کرنے کے برابر ہی ووجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعہا کما مر
لان لمال المسلم حرمۃ کما لنفسہ فلو ترکہا حتی ضاعت اثم وہل یضمن ظاہر کلام النہر لا وظاہر کلام المصنف نعم لما فی الصیرفیۃ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل قال فی البدائع الصحیح
انہ یضمن انتہی اور واجب ہی اُسکا اُٹھا لینا یعنے فرض ہی کذا فی الفتح وغیرہ اُسکے ضائع ہونے کے خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط مین مذکور ہوچکا اسواسطے کہ مسلمان کے مال
کیواسطے حرمت ہی جیسے اُسکی جان کی حرمت ہی سو اگر اُسنے چھوڑا یہانتک کہ وہ مال ضائع ہوگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اُسپر ضمان لازم آویگا یا نہین ظاہر کلام نہر الفائق
سے یہ ہی کہ ضمان نہین اور ظاہر کلام مصنف کا اُسکی شرح مین یہ ہی کہ ہان اُسپر ضمان ہی اسواسطے کہ صیرفیہ مین ہی کہ ایک گدھا کسی انسان کے گیہون کھاتا ہی سو اُسنے اُسکو نہ روکا
یہانتک کہ وہ کھا گیا بدائع مین کہا قول صحیح یہ ہی کہ وہ ضمان دیگا انتہی ہم معتمد علیہ نہر الفائق کا قول ہی یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آیندہ روایت اُسکی موید ہی
اور مسئلہ حمار مین اتلاف مشاہد اور محقق ہی بخلاف ترک لقطہ کہ یہان تلف غیر مشاہد اور غیر محقق ہی اسواسطے کہ ممکن ہی کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ مین آوے جو اُس سے زیادہ تر امین ہی
کذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغیرہ لو رفعہا ثم ردہا الی مکانہا لم یضمن فی ظاہر الروایۃ اور فتح القدیر وغیرہ مین ہی کہ اگر لقطہ اُٹھایا پھر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین
ہم اور مقابل ظاہر الروایۃ کے قول بالضمان ہی وصح التقاطہ صبی وعبد لا مجنون ومدہوش ومعتوہ وسکران لعدم الحفظ منہم اور صحیح ہی لقطہ اُٹھانا صغیر اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور
غافل اور مست کا بسبب نہونے حفاظت کے اُن لوگون سے ثم جب صغیر اور غلام لقطہ اُٹھائیگا تو تعریف ولی اور مولی پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فان اشہد علیہ بانہ اخذہ لیردہ

غلام کے پھیر لانے والے کیواسطے چالیس درم محنتانہ ہی اگرچہ شرط نکی ہو مولی نے محنتانہ کی بنابر استحسان کے پھر جب محنتانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہی اگر
قیاس ہی کہ بدون شرط محنتانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہی اصل محنتانہ پر اگرچہ اسکی مقدار مین اختلاف ہی لہذا مدت سفر مین چالیس درم مقرر ہوے اور کمتر مین کمتر
تا جمیع روایات مجتمع ہو جاوین کذا فی الطحاوی عن الحموی لو رد امته ولها ولد لیعقل الاباق فجعلان نهر حجا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اسکا ایک بیٹا ہی جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہی تو دو
محنتانے ہین کذا فی النهر حجا وان لم یعد لها عند الثانی لثبوته بالنص فلذا اعول علیه ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہی اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک
ثابت ہونے چالیس درم کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسیواسطے متون فقہ کے مصنفون نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتبار کیا ہی الا ان شهد انه اخذه لیرده والا لا شیٔ له محنتانہ لازم ہی
اگر پھیرنے لانے والے نے اسپر گواہ کیا ہو کہ اسکو گرفتار کیا ہی پہونچا دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہین کیا تو اسکے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہی کہ اسنے اپنے واسطے گرفتار کیا
ولراده من اقل منها القسطه وقیل یرضخ له برای الحاکم او یقدر باصطلاحهما به یفتی تاتار خانیه اور اسکے پھیرنے والے کیواسطے کم تر مدت سفر سے محنتانہ ہی چالیس کے حساب سے
اور دوسرا قول یہ ہی کہ اسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر عن التاتار خانیه ولو من المصر
فیرضخ له او بقسطه کما مر اور اگر اسکو اسی شہر سے پھیر لایا جسمین مولی رہتا ہی تو اسکو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے چنانچہ گذر گیا وام ولد ومدبر عبد ماذون
کقن فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہی محنتانہ مین وان مات المولی قبل وصوله ای الآبق وهو مدبر او ام ولد فلا جعل له
لعتقهما بموته اور اگر مولی مر گیا غلام کے پہونچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہی تو پھیر لانے والے کیواسطے محنتانہ نہین بسبب آزاد ہو جانے دونون کے مولی کی موت سے اور آزاد کے
پھیر لانے مین کچھ محنتانہ نہین وان ابق منه بعد الشهادة المتقدم لم یضمن لانه امانة حتی لو استعمله فی حاجته نفسه ثم ابق ضمن ابن ملک عن القنیه اور اگر غلام بھاگ گیا
پھیر لانے والے کے پاس سے بعد اسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہین اسواسطے کہ غلام کے پاس امانت تھا اور اسی سبب سے یہ تقدیر ہی اگر اسنے غلام کو اپنے ذاتی
کام مین لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضامن ہوگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیه وفی الوهبانیه لو انکر المولی اباقه قبل قوله بیمینه ویلزم حر مد الرد قیمته مالم یبین اباقه اور وہبانیہ مین ہی کہ
اگر مولی نے اسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اسکی قیمت لازم ہوگی جبتک وہ اسکا بھاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہی یا مولی کے اقرار سے کذا فی الطحاوی
وضمن لو ابق او مات قبله ای قبل الاشهاد لانه غاصب او ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اسکے قادر ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ
غاصب ہی ولا جعل له فی الوجهین خلافا للثانی فی الثانی لان الاشهاد عنده لیس بشرط فیه وفی اللقطه اور اسکے واسطے محنتانہ نہین دونون صورتون مین یعنی در صورت فرار
بعد الاشهاد اور در صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت مین اسواسطے کہ انکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہین غلام کے محنتانہ مین اور لقطے مین صاحب الطحطاوی نے
کہا کہ اسمین اعتراض ہی اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشهاد کے بھی بھاگ جانے مین محنتانہ واجب نہین تو ترک اشہاد مین بطریق اولی واجب نہوگا بلکہ انکے نزدیک محنتانہ بدون
پہونچا دینے کے واجب نہین ہان انکے نزدیک اشہاد شرط نہین تو بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہان سے حذف کرتا اور ان اخذه لیرده کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہی کہ خلافا
للثانی وضمن قبله کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ قسم ثانی ہی وان ابق منه کی ولا جعل له ومکاتب لحریته یدا اور محنتانہ نہین مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اسکے آزاد ہونے
کے تصرف کی راہ سے وجعل عبد الرهن علی المرتهن لو قیمته مساویة للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیه بقدر دینه والباقی علی الراهن لان حقه بالقدر
المضمون منه اور محنتانہ رہن کیے غلام کا مرتہن پر ہی اگر اسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہی بقدر اسکے دین کے اور باقی محنتانہ راہن
پر ہی اسواسطے کہ اسکا حق اس سے بقدر ضمان کے ہی اور محنتانہ بہر صورت مرتہن پر ہی خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہین ہو جاتا کذا فی الفتح
والبحر وجعل عبد اوصی برقبته لانسان وبخدمته لآخر علی صاحب الخدمة فی الحال لان المنفعة له فاذا انقضت الخدمة رجع صاحبها علی صاحب
الرقبة او بیع العبد فیه ای فی الجعل اور محنتانہ اس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کیواسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے انسان
کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہی فی الحال اسواسطے کہ منفعت اسی کے واسطے ہی پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاے تو صاحب خدمت اسکی گردن کے مالک سے

اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا حزانۃ المفتیین سے ولا تفسخ اجارتہ اور اسکا اجارہ فسخ نہ کیا جاوے وینصب القاضی من یاخذ حقہ کغلاتہ و دیونہ المقر بہا و یحفظ مالہ و یقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اُسکو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اُسکے وہ دیون جنکے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اُسکے مال کی اور قائم رہے اُسپر اسطرح کہ مثلاً کھیت کا کٹوانا اور خرمنگاہ میں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کرکے مخزن میں رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجۃ نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل مابعد لہذا ترجمہ اسطرح کیا گیا فلو لہ وکیل فلہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم لانہ لعلہ مات ولا یکون وصیا تجنیس سو اگر مفقود کیطرف سے کوئی وکیل ہو تو اُسکو اُسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اُسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید وہ مرگیا ہو اور یہ شخص اُسکا وصی نہیں کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعۃ و شرکۃ فی عقار او رقیق و نحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی وانہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہیں ہو سکتا اُس چیز میں جو مفقود پر دعوی کیا جاوے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ میں اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں اور نہ اُسکا نائب وہ تو قبض مال کا وکیل ہے قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں ہے لیکن اختلاف ہے مالک کے وکیل میں جسکو قبض دین کیواسطے اُسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں تو امام کے نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہیں کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء و تبعہ الکمال الا بتنفیذ قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ نہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اُسکا تابع ہوا کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر عبارۃ فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے اور حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب تو کیونکر اُسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اس سے معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب ہمارا مذہب نہیں علی ما ہو الصواب پھر اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اُسکے نفاذ میں دو روایتیں صحیح ہیں پھر اگر دوسرا قاضی اُسکو نافذ کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اُسکا حکم کریگا تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ اُسکا امام اُسکا معتقد نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف فسادہ فانہ یبیعہ القاضی و یحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اُس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہیں نفقہ میں بیچے نہ اُسکے غیر میں بخلاف اُس چیز کے کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا خوف ہے کہ اُسکو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اُسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا و لم یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر المامورین لیفسخہ نعم اذا بیع بغبن فاحش فلہ فسخہ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات میں یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچ ڈالنے کے مطلقاً اگرچہ اُسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اُسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہیں اُسکی بیع فسخ کرنے کے ہاں جبکہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اُسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے و ینفق علی عرسہ و قریبہ ولادا و ہم اصولہ و فروعہ اور خرچ کیا جاوے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت والوں پر اور وہ اُسکے اصول ہیں یا فروع اور شرط فروع کو اصول کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں مذکور ہوچکا ولا یفرق بینہ و بینہا ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور تفریق نہ کیجاوے درمیان مفقود اور درمیان اُسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے ہو بخلاف امام مالک کے کہ امام مالک کے نزدیک جب آدمی چار برس تک مفقود الخبر ہوگیا تو قاضی اُسمیں اور اُسکی زوجہ میں تفریق کردے پھر وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرلے اسواسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اُس شخص میں جسکو جن اٹھالیگئے تھے ہماری دلیل یہ حدیث مرفوع ہے کہ انہا زوجتہ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اُسی کی زوجہ ہے یہانتک کہ اُسکے پاس خبر پہونچے یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضی نے کہا کہ وہ عورت مبتلا

ہوئی ہو تو اُسکو میراث پہنچنا چاہیے تا وقتیکہ اُسکی موت معلوم نہو یا صدق اسواسطے کہ تحقق کو ثبوت معروف ہر چند اور میت مفقود کی وجہ حیات و موت محتمل ہے
تحقق شک سے زائل نہین ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کی طرف آخر عمر رجوع کیا ہو کذا فی شیخ شادی نے کہا فقیر کہتا ہو کہ اسمین شک
نقل کیا اسکا ترجمہ یہ ہو کہ قول پر فتوی مفقود مین فتوی دینے سے مراد یہ ہو کہ وہ میت کی حق مین غیر وفات ہو کہ حق مین غیر مات

وارث مفقود یستحقو ونما ان یرث المترکۃ فی ہذہ الحیثیۃ ان یقرن اقتداء ومن اشتمل القاضی فی ہذا ابن یحیی کرالمال عن قسمتہ یحیی ینتظر مدۃ میمن لیستحقون
مفقود میت کا بیٹا ہو کسی مین تو وارث ہو گا فرضے سے یاد کہا کہ اگر ایک مرد مر گیا دو بیٹیاں اور ایک بیٹا مفقود چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہو اور مترکہ
مورث کی دو بیٹیوں کے ہاتھ میں ہو اور سب لوگ متفق ہیں ان ابن میت یعنی کسی کو اسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہیں تو نصف دونوں بیٹیوں کو دیجائیگی اور بیٹی کا
ووقف نہیت مال کو اسکے مکان سے جسمین سے یعنی مال کو وارث کی بیٹیون کے ہاتھ سے نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف
قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب اختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہین اُس مال کا جسکی وصیت ہوئی اُسکے واسطے جبکہ وصیت
کرنیوالا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ انتظار کیا جائے اُسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا برظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہو کہ آدمی اپنے سب اقران
وامثال سے زیادہ کثیر زندہ رہتا ہو اور اختیار کیا ہو زیلعی نے تفویض اسکی امام کو اسواسطے یعنی حاکم جس وقت مصلحت دیکھے تو اُسکی موت کا حکم دے مقابل ظاہر مذہب
گیارہ قول ہین ازانجملہ قول تیس سال کی تقدیر ہو بحر الرائق مین کہا تعجب ہو مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے مخالف کیونکر اختیار کرتے ہین حالانکہ مقلدین امام اعظم پر واجب
ظاہر المذہب واجب ہو و طریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب علیہ قیما تقبل علیہ البینۃ نہر اور طریق قبول شہادت کا یہ ہو کہ
جسکے ہاتھ مین مفقود کا مال ہو اُسکو قاضی خصم ٹھہرا دے مفقود کی طرف سے یا قاضی کسی کو اُسکا کارندہ بنا کر اُسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی واقعات المفتیین
لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ مین کہتا ہون اور قدری آفندی کے واقعات المفتیین مین قنیہ سے منقول
ہو کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکی موت امر محتمل ہو تو جب تک اُسکی طرف قضاء قاضی منضم نہوگی حجت نہوگی اھ اور دوسرا قول یہ کہ
کہ بمجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اُسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور اقتصار قدری آفندی کا قول اول پر اُسکی ترجیح کا مفید ہو قدری آفندی کا نام عبد القادر
ہو کذا فی الطحطاوی فان ظہر قبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط یعنی اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصرون کے تو اُسکو وہ حصہ وراثت کا
ملیگا جو اُسکے واسطے انتظار کیا گیا تھا اور یہی حکم ہو اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد یعنی موت کے حکم کے تو ظاہر اوہ اُس
میت کے برابر ہو جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہو جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھ مین باقی ہوگا اُسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہو گیا اُسکا مطالبہ
نہین شیخ شامی نے کہا کہ اُسکی زوجہ اُسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہو کہ اگر مفقود
آیا بعد گذرنے مدت کے تو اُسکی زوجہ کا وہی احق ہو اور اگر اُسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اُسکا اُسپر کچھ اختیار نہین و بعدہ یحکم بموتہ فی حق مالہ یوم علم
ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت وتقسم مالہ بین من یرثہ الآن اور بعد موت اقران کے اُسکی موت کا حکم کیا جائے اُسکے مال کے حق مین جبدن
کہ یہ معلوم ہو یعنی اُسکے اقران کا مرنا تو اُسی دن سے اُسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اُسکا مال تقسیم کیا جائے اُن لوگون کے درمیان مین جو اُسکے اب وارث پائے
گئے اور جو اُسکے وارث قبل مدت کے مر گئے اُنکو حصہ نہ ملیگا گویا مفقود اب مر گیا اور اسیطرح اُسکے ام ولد اور مدبر اب آزاد ہونگے ویحکم بموتہ فی حق مال غیرہ من
حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما تقرر ان الاستصحاب ہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ اور بعد موت اقران حکم کیا جائے
مفقود کی موت کا اُسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اُسکے واسطے انتظار کیا گیا تھا وہ پھیر دیا جاوے اُن لوگون کی طرف جو اپنے مورث
کے وارث تھے اُسکی موت کے نزدیک اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو علم اصول مین کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہو نہ مثبتہ اسیواسطے اُسکی موت کا حکم نہین

اُسکے مال کے حق مین گم ہونے کے وقت سے اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی حیات پر دلالت کرتا ہی اور وہ مقتضی ہی عدم قسمت کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه به اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُسکے دو حصوں مین سے اُسکو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی انتظار کیا جائیگا هم فلا ایک شخص مرگیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑکر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ مین ہی اور سب وارثوں نے فقدان ابن مین اتفاق کیا ہی دونوں بیٹیوں نے میراث طلب کی تو اُنکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اُتنا اُنکا حصہ بہر صورت متیقن ہی اور نصف باقی انتظار کیا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکی خیانت ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل ومحله الفرائض ولذا حذفه القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہی لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہاں حذف کیا ہم یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث ہو جو کسیطرح ساقط ہوتا ہو اور حمل سے متغیر ہوتا ہو تو اسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اُسکے متیقن ہونے کے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اُسکا حصہ ساقط ہوجاتا ہو تو اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہوجاتا ہو تو اُسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکو تغیر نہین اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہین ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہی اور ممکن ہی کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہوجاتا ہی بیٹے کے سبب سے اور جائز ہی کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط مین تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اُسکو کچھ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ انتظار کیا جائیگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی المنح والطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدہما ولہ ان یکاتبہما ویبیعہما قاضی کو درست نہین شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اُنکے غلام کا نکاح کردینا اور اُسکو اختیار ہی اُنکے مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے مین اور اسیطرح اُنکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ الحلیم۔

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہی شرکت کے احکام مین لایخفے مناسبتہا للمفقود من حیث الامانة بل قد تتحقق فی ماله عند موت مورثه پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ گاہے شرکت ثابت ہوجاتی ہی مفقود کے مال مین اُسکے مورث کے مرنے کے وقت ہم مصنف نے کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہی جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہی اور دوسری وجہ یہ کہ گاہے مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہوجاتی ہی چنانچہ اگر مفقود کا مورث مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑکر اور یہ مناسبت انھین دونون مین مخصوص ہی اور پہلی مناسبت عام ہی دونون مین اور آبق اور لقطہ اور لقیط مین اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح ہی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلطة سمی بہا العقد لانہا سببہ شرکت بکسر اول وسکون ثانی بقول معروف لغت مین عبارت ہی خلط سے یعنی دو حصوں کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت کہا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہی عقد کی طحطاوی سمی کہا ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہی اور بعضے نسخون مین لانہا سببہ ہی اور آسین قلب ہی بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہی وشرعا عبارة عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہی عقد بین المتشارکین سے اصل یعنی راس المال اور منفعت مین کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت مین شرکت ہو نہ راس المال مین تو وہ مضاربت ہی اور اگر راس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہی کذا فی الطحطاوی ورکنہا فی شرکة العین اختلاطہما اور رکن شرکت کا شرکة العین مین دونون مالوں کا ملجانا ہی یعنی دونون لوگون مین ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کے مانند خلط ہی یعنی دو مال کا ملنا اور ملانا یکسان ہی حکم مین کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید له اور رکن شرکت کا شرکة العقد مین وہ لفظ ہی جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب اور قبول رکن ہی چنانچہ یون کہنا ایک شریک کا کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرے شریک کا یون کہنا کہ مینے قبول کیا وشرطہ عدم ما یقطعہا کان یشترط الواحد قابلا لا الشرکة

آگاہ کردیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہی جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہی بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہ الا باذنہ

ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو م حلبی نے کہا عدم جواز بیع راجح ہی خلط مالین اور اسکے مابعد کی طرف

دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخران یبطل البیع ایک گھر مشترک ہو دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ

ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہی کہ بیع کو باطل کر ڈالے اسواسطے کہ بائع کا حصہ مبیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو

بائع نے بیچا ہی اُسکے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہوتا و فی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للآخر لم یجز لانہ لا یخلو

ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم و القلع لان

فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہی کہ ایک گھر مشترک ہو دو مردوں میں اُنمیں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو

حال سے خالی نہیں کہ یا اسنے بیع کی ہی بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہی ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہی بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہیں اسواسطے کہ

بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہی سوائے بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں اسواسطے کہ گھر کے گرانے میں اُس

شریک کا ضرر ہی جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا م بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہی چنانچہ عمادیہ میں مصرح ہی اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتھ زمین کے

بیچا تو اُسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں اسواسطے

کہ لوخال ایک عقد کا ہی دوسرے عقد میں و فی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ منہا والاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضرہا القطع جاز الشراء وللمشتری

ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہی کہ درخت مشترک میں ایک قوم میں اُنمیں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے

کاٹنے کا زمانہ پیدا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہی اور مشتری کو کاٹنا درست ہی اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں م طحطاوی

نے کہا قطع مشتری کا بعد تقسیم درست ہی اور یہ حکم اُن اشجار میں ہی جنمیں قطع کرنا مقصود ہوتا ہی یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہی اُنکا

یہ حکم نہیں و فی النوازل باع نصیبہ من شجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغت اوان القطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم تبلغ فسد لتضررہ بہا

اور نوازل میں ہی کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اُسکے قطع کا وقت ہی تو بیع جائز ہی اسلیے کہ مشتری کو ضرر

نہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہونچا تو بیع فاسد ہی بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء بلا ارض علی انہ یترک المشتری البناء

فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہی کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑ رکھے

یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہی کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہوگئے پہلا

مسئلہ فتاوی میں مذکور ہی اور دوسرا واقعات میں و الاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون

وعبد و دابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہی مگر خلط اور اس اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت

احد الشریکین کے حاصل ہو تو اُسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور

جانور مشترک کے اسواسطے کہ اُنمیں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنے فتاوی میں م اختلاط بلا صنعت کی

صورت یہ ہی مثلا کہ تھیلی پھٹکر دراہم ملگئے یا گٹھیا پھٹکر گیہوں یا جو مختلط ہوگئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہی خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں

چنانچہ مسئلہ خلط میں اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ

نافعۃ لمن ابتلی بالافتاء بعض ظاہر یہ ہی کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہی اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ

قابل ہو واسطے وکالت کے ورکنہا ای ماہیتہا الایجاب والقبول ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا۔ رکن اسکا یعنی شرکت العقد
کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہے اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ تو بھی اپنے درم
نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہے ہم جبکہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اپنے دراہم اپنے پاس سے نکالے
تو شرکت منعقد ہوگئی کذا فی البحر وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط ہے ہونا معقود
علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح میں جیسے جنگل کی لکڑیاں لینا ہم معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اسمیں قابلیت وکالت اسواسطے
شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں وہ دونوں میں مشترک واقع ہو تو فاعل کیواسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کیواسطے بطریق وکالت کے
تو یہ بات مباحات میں حاصل نہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیوں اور گھاس اور شکار میں اسواسطے کہ توکیل انمیں صحیح نہیں ہے مباحات کو جو شخص حاصل کریگا وہی بالخصوص
اسکا مالک ہوگا نہ اسکا شریک کذا فی شرح الزیلعی وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح اور شرکۃ العقد
کی دوسری شرط نہونا اسکا جو قاطع ہے شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کیواسطے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ کبھی منفعت سوائے قدر معین کے نہو اور
حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہے ہم مثلا زید اور خالد شریک ہیں تجارت میں اور زید نے ہزار روپئے دیے اور خالد سے کہا کہ مجھکو دو یا چار روپیہ سیکڑہ مشاہرہ دیا کرنا
تو یہ شرط ناجائز ہے اور مفسد شرکت اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہوئی تو خالد منفعت سے بے نصیب رہا مطلق فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری میں البحر سے
منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی یہ شرط ہے کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہے اور یہ شرط ہے کہ فائدہ جزو شائع ہو فی الجملہ نہ معین یعنی شریک نے اپنے واسطے
نصف منفعت ٹھہرا لے یا تہائی سو اگر دس یا سو درم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائیگی انتہی وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ
وعنانا کما سیجیء اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہے ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسموں سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہے چنانچہ آویگا بحر الرائق
میں کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھ قسم کہا ہے اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہے یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ ہے اور ہر ایک دو قسم میں مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہے
اور اسی کو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہے اسکا وہم ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ میں مفاوضہ اور عنان نہیں ہوتی انتہی عالمگیری
میں ذخیرہ سے بھی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہیں اما مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شیء اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہے اور مفاوضہ مشتق ہے تفویض سے اور تفویض
بمعنی مساواۃ ہے یعنے ہر چیز میں برابر ہونا ہم مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہے کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہے اور یہ خلاف مشہور ہے کذا فی شرح الملتقی قاموس
میں کہا کہ مفاوضہ عبارت ہے اشتراک فی کل شیء اور مساوات سے لہذا ہدایہ میں کہا چونکہ یہ شرکت عام جمیع تجارات میں ہے اور تفویض کرتا ہے ہر شریک دوسرے کو امر شرکت کا
علی الاطلاق اسواسطے یہ عقد مسمی بمفاوضہ ہے لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ میں ہر چیز کی مساوات لازم نہیں اسواسطے کہ زیادتی ہر شریک کی دوسرے پر باعتبار زمین اور مکان کے مضر شرکت
نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہے فوض بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہے لہذا اسکو مفاوضہ کہا ان تضمنت
وکالۃ وکفالۃ لتصح الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ ہے اگر وہ وکالت اور ضمانت کو متضمن ہو بسبب صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا ہم یہ
جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہے کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت
بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہیں لیکن ضمنا صحیح ہے چنانچہ مضاربت صحیح ہے باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے عبارت ہے لیکن ضمن عقد
مضاربت وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ اور بشرطیکہ دونوں شریک اس مال میں برابر ہوں جس سے شرکت صحیح ہے ہم صحت شرکت کی قید سے عرض اور عقار خارج ہے تو انکی
زیادتی مضر مفاوضہ نہیں وکذا ربحا کما حققہ الوانی اور اسیطرح منفعت میں دونوں برابر ہوں جیسا کہ وانی نے اسکی تحقیق کی ہے ہم وانی نے حاشیہ درر میں کہا کہ شرکت
مفاوضہ عبارت ہے مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے ولہذا فقہا نے اسکا تعرض نہیں کیا کرخی نے اپنے مختصر میں منجملہ شرائط صحت

اگر مال موروثی جنس شرکت نہیں جیسا کہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدہما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ
لزم الآخر ولو لزمہ باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضمانی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دین
دوسرے شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو اور کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر سے اسکے شریک پر دین لازم نہیں جیسا کہ کفالت بنفس
بینہ وبالاجماع ماخوذ نہیں کذا فی الملتقی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح الشرکۃ فیہ مگر جبکہ شریک نے دین کا اقرار کیا
اس شخص کیواسطے جسکے حق میں اسکی گواہی مقبول نہیں جیسا کہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اسی کو لازم ہوگا بخصوص اسکے شریک کو جیسا کہ مہر اور خلع اور جنایت اور
وہ چیز جسمین شرکت صحیح نہیں ہے زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہیں ہے اسواسطے کہ یہ دیون اس چیز کے بدل
ہیں جسمین شرکت صحیح نہیں تھی یہ لازم نہیں مگر مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدہما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ
البتۃ ولوالجیۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار وعدم بینہ اور اگر مدعی
نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کا قسم دینا جائز ہے اسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اسواسطے
قسم ہوتی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اسپر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وہب لاحدہما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ کما مجی ووصل کیدہ ولعدم
اور ایضا لفوات المساواۃ بقاء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جاویگی اگر ایک شریک نے ہبہ یا وراثت میں وہ چیز پائی جسمین شرکت صحیح ہے منجملہ نقد وغیرہ کے
جیسا کہ اسکا ذکر آویگا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اسکے ہاتھ میں پہنچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسی کی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات
مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ہے اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ میں بقا درحکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ موروث
میں قبضہ ہونا شرط بطلان نہیں بلکہ بسبب میراث نقدین کی دین ہو لا تبطل بالقبض بما لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہیں ہوتی شرکت مفاوضہ اس چیز کے ورثہ
جسمین شرکت صحیح نہیں جیسا کہ اسباب اور زمین وہ اذا بطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جبکہ شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی بسبب اسکے جو مذکور ہو چکا تو شرکت
عنان ہو گئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر عنان ہو گئی بسبب امکان کے اسواسطے کہ مساوات اسمین شرط نہیں کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیہما المال الا بالتقبل
وحدہ بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ ای ذہب وفضۃ لم یضربا ان جری مجری النقود التعامل بہا والا فکعروض اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوائے
نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی کی ڈلی کے جبکہ بجائے نقود معاملات میں چلتی ہوں اور اگر بجائے دراہم اور دنانیر رائج نہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے
شارح نے کہا سوائے نقد وغیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جسمین مال مذکور ہو اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہوگی
تبر بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض ہو المتاع غیر النقدین ویحرک قاموس ان باع کل منہما نصف
عرضہ بنصف عرض الآخر ثم عقدا ہا مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونوں میں سے
اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت مفاوضہ ہو خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہوجانے شرکۃ العقد کے
اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوائے ہے اور بحرکت عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ثم جب ایک نے اپنا نصف اسباب
دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں شریک ہو گئے بشرکت ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال
شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ میں تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی
قید ہے اس واسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض بیع میں تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے
کافی ہے وہذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہی نصف

قیمت کا کیا جا سکتا ہے اسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای بعد بقاء مال الشرکۃ
والا فالشراء لہ خاصۃ لکان الیہ مستدینا علی مال الشرکۃ بلا اذن بحر اور شریک مشتری قیمت بھرے اپنے شریک سے بقدر اسکے حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی
اپنے ذاتی مال سے یعنی با وجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر یا مال شرکت کا نقد باقی نہیں رہا بلکہ بمنزلہ اعیان اور امتعہ کے ہو گیا ہو تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص
ہوگا تا ہو شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کے کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خریدی اور شرکت کا مال نقد موجود ہے تو
شریک سے قیمت بھر لے بقدر اسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترک ہو اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے ادھار خریدی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کیواسطے
مخصوص ہے اسواسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اسنے شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ
بھلاک المالین او احدہما قبل الشراء والھلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیہما بعدہ اور باطل ہو جاتی ہے شرکت دونوں مالوں کے ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے
سے قبل خرید کے اور ہلاکی مالک کے مال پر ہے قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہے بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدہما بمالہ وہلک بعدہ
مال الآخر قبل ان یشتری شیئا فالمشتری بالفتح بینہما شرکۃ عقد علی ما شرطا اور رجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر ایک
شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہو گیا قبل اسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہے دونوں میں شرکت
عقد ہے جب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھر لے اسکے حصہ کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت میں ططاوی نے کہا قیام شرکت
علت ہے یعنی فالمشتری بینہما کی تو اسکا ذکر اسکے متصل مناسب تھا وان ہلک مال احدہما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ بان قالا علی ان
ما اشتراہ کل منہما بمالہ ہذا یکون مشترکا نہر وصدر الشریعۃ فالمشتری مشترک بینہما علی ما شرطا فی اصل المال لا الربح لتعیبہ وربما شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بہا
اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح کر دی عقد شرکت میں اسطرح کہ دونوں نے کہا
کہ ہم شریک ہیں اس شرط پر کہ دونوں میں سے جو شخص اپنے اس مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النہر وصدر الشریعۃ تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہوگی دونوں میں موجب
اسکی شرط کے یہ اشتراک اصل مال میں ہوگا نہ منفعت میں بسبب جاتے رہنے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہے ایک شریک کا مال ہلاک ہونے سے شرکت عقد
باطل ہو گئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہے اور خرید ہوئی تھی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملاک ہو گئی سوا اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب میں التصرف نہیں کر سکتا کذا فی المنح ویرجع
بحصتہ ثمنہ والا ای وان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم ینصا علی الوکالۃ فیہا ابن کمال فہو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنہا من الوکالۃ اور شریک مشتری
اسکی قیمت کا حصہ بھر لے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور تصریح وکالت پر اتفاق نہ کیا ہو کذا شرح ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اسی شخص کی مخصوص
ہوگی جسنے خریدی اسواسطے کہ شرکت جبکہ باطل ہو گئی بسبب ہلاکی مال کے تو جو اسکے ضمن میں وکالت تھی وہ بھی باطل ہو گئی وتفسد باشتراط دراہم من الربح لاحدہما
لقطع الشرکۃ لما مر اور فاسد ہوتی ہے شرکت ایک شریک کیواسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں سے بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم
قاطع شرکت ہے مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درم اول لیکر باقی کو تقسیم کرونگا تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ میں کہ شاید کبھی فائدہ حاصل نہ ہو سوائے
سو درم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کیواسطے مشروط ہو گیا تو یہ شرکت نہ رہی قرض یا بضاعت ہو گئی کذا فی المنح والطحطاوی لالانہ شرط لعدم فسادہا بالشروط
دنا ظاہرہ لبطلان الشرط لا الشرکۃ بحر و پشیمنت شرکت فاسد ہو گئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہے بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے
اور ظاہر اس قول کا یعنی عدم فساد شرکت بالشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف قلت صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال ببطلان
الشرکۃ میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب
اسکا کست کا ہوتا اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہیں اور فقرہ کہے ہیں قول سے کہ شرکت فاسد

اپنی تجویز کے موافق تو اُسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہی سوائے قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے
مال سے شرکت کرنا جائز ہی مگر قرض اور ہبہ درست نہین کذا فی البحر وکذا کل ما کان اتلافا للمال او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت
للاسترباح وتوابعہ وما لیس کذلک لا ینتظمہ عقدہا اور یہی حکم قرض کے مانند ہی جسمین مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بلا عوض کے اسواسطے کہ شرکت مقرر ہو واسطے
طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہین اُسکو عقد شرکت منتظم نہین وصح بیع شریک ومفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ ونفذ علی
المفاوضۃ اجماعا اور صحیح ہی شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اُسکا بیٹا اور باپ اور یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی
بالاجماع لا یصح اقرارہ بدین فلا ینفذ علی المفاوضۃ عندہ بل انما یصح نہین اُسکا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ
یعنی اگر شریک مفاوض نے مثلاً اقرار کیا کہ مین نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہی تو یہ اقرار غیر صحیح شرکت مین جاری نہوگا وفی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ لم تجز
فی حصۃ شریکہ اور خلاصہ مین ہی اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہین اُسکے شریک کے حصہ مین یعنی اگر ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہو سواسنے
اقرار کیا کہ یہ لونڈی فلانے شخص کی ہی تو یہ اقرار اُسکے شریک کے نصیب مین جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان ولو باع احدہما لیس للآخر اقالتہ ولا الخصومۃ فیما
باعہ او ادانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اُسکی قیمت لینا جائز نہین اور نہ اُسکی بیع اور اذانت مین خصومت جائز ہی یعنے جس مال کو شریک نے
بطریق دین یا ثمن شریک ثانی خصومت نہین کرسکتا وہو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکہ ولو
ادعاہ بعد موتہ کما فی البحر مستدلا بما فی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استئنافہ ان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی فیحفظ
ہذا الضابطۃ اور وہ یعنی شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی امانت دار ہو مال مین تو اُسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ مقدار منفعت اور نقصان اور
راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کے دینے مین اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق مین ہی وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص
نے حکایت کی اُس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہین اگر اُسمین ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اُسکی تصدیق نہوگی اور اگر اُس حکایت مین نفی ضمان کی ہو اپنی ذات سے
تو اُسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہی کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اُسکا قول مع الیمین معتبر ہوگا
یہ دعوی شریک کی حیات مین ہو یا موت مین اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ مین اسکا مفید ہی اسواسطے کہ اُسنے کہا کہ اگر قبض ودیعت کیواسطے وکیل کیا پھر موکل مرگیا
وکیل نے کہا کہ مین نے قبضہ کیا اُسکی حیات مین اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اُسکے منکر ہین یا وکیل نے کہا کہ مین نے ودیعت موکل کو دی تو اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین
کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونون موضع مین اس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہین مگر وکیل القبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہی
اسکی تصدیق ہوگی اور وکیل القبض دین حاکی ضمان ہی موکل پر تو اُسکی تصدیق نہوگی انتہی ملخصا کذا فی المنح ولا یضمن بالتعدی وہذا حکم الامانات اور ضامن ہوگا شریک بسبب تعدی
اور یہی حکم ہی امانات کا یعنی امانت دار پر ضمان نہین مگر بتعدی وفی الخانیۃ التقیید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ مین ہی کہ مقید کرنا شرکت کا ساتھ
مکان کے صحیح ہی تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال برباد ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی کے وفی الاشباہ نہاہ احدہما
شریکہ عن الخروج وعن بیع النسیئۃ جاز اور اشباہ مین ہی کہ ایک شریک نے نہی کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور اُدھار بیچنے سے تو یہی جائز ہی یعنی اگر اُسکے ضد کریگا اور مال تلف ہوگا
تو ضمان دیگا کما یضمن المشریک عنانا ومفاوضۃ بموتہ مجہلا نصیب صاحبہ علی المذہب والقول بخلافہ غلط کما فی وقف الخانیۃ وسیجی فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن ہوتا ہی
شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنے شریک کے مال کا جو اُسکے پاس ہی حال نہ بیان کیا
تو اُسپر ضمان آوے بنابر مذہب صحیح کے اور قول اُسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہی کما فی وقف الخانیۃ ۔ اور کتاب الودیعۃ مین اُسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے کہ اشباہ کی
کتاب الامانات مین ہی کہ اصل مفاوضہ جب مرگیا اور اپنے بیان نکیا اُس مال کا جو اُسکے پاس ہی تو اُسپر ضمان نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہی فرع مسائل ملحقہ شارح کے فی المحیط

صحیح ہے اور بسبب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی المنح وکل ما تقبلہ احدہما یلزمہما وعلی ہذا الاصل فیطالب کل واحد منہما بالعمل ویطالب کل منہما بالاجرۃ ای
دافعہا الی رب العمل ویبرأ دافعہا الیہ ای الی احدہما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر وہ لازم ہو جائیگا اور بموجب اسی قاعدہ کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور
ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دیکر والحاصل من اجر عمل احدہما بینہما علی الشرط ولو الآخر مریضا او مسافرا
او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ استحق الاجر بزازیۃ اور جو مزدوری ایک شریک کے کام کرنے
حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمداً بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک
کا عمل ہو نہ بالتخصیص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسی کو مزدوری لگاوے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی البزازیہ
واما الوجوہ ہذا رابع وجوہ شرکۃ العقد اور یا شرکۃ الوجوہ سو یہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کے اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ اسواسطے اسکا نام ہوا کہ ادھار خرید کرنا بدون وجاہت
کے نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہے اسی کے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ان عقدا علی بلا مال علی ان یشتریا نوعا او انواعا بوجوہہما
ای بسبب وجاہتہما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینہما اور یا شرکت الوجوہ یہ ہے اگر دونوں شریکوں نے ایجاب قبول کیا بدون مال کے
اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں سو بیع سے جو حاصل ہو اسمیں سے قیمت اسکی دیں جسکو ادھار
خرید کر لیا اور جو باقی رہے لیں اور قیمت کے دونوں میں منقسم ہو ہم شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں اور انکے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں انکی وجاہت ہے سو دونوں
کہیں کہ ہم شریک ہیں اس امر کو ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالیٰ نفع دے وہ ہمارے مابین منقسم ہو بموجب ایسی ایسی شرط کے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع
ویکون کل منہما من التقبل والوجوہ عنانا ومفاوضۃ ایضا بالشرط السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے
ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک بلفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ اعمال کو قبول کریں اور ضامن ہوں اعمال کے
برابر اور نفع اور نقصان میں مساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اور اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ
اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ
ذکر کریں یا اسکے مقتضیات کو تو اثمان اور مبیعات میں وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح
والمحیط واذا اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتتضمن شرکۃ کل من التقبل و
الوجوہ الوکالۃ لما مر اعتبارہا فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالۃ
ایضا اذا کانت مفاوضۃ بشرطہا اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جبکہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اسکی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ شرکت کو
میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہے اور کفالت درصورت مفاوضہ والربح فیہما علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری او مثالثتہ لیکون الربح بقدر الملک
لئلا یؤدی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خریدی کی چیز میں مناصفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے
آدھوں آدھ خریدی کی ہو تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خریدی کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اسکے
نفع کی طرف نوبت نہ پہونچے جسکا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ
مذکور ہو چکا ہم خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خریدی کی چیز کے ہے اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ میں زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے
اور نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خریدی کی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع
شرط کر لیا تو یہ نفع اسکا ہو جسکا ضمان اسپر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی والحصاوی فی الدر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بمال او عمل او تقبل اور در میں ہے کہ نفع

اسکے اوپر گیہوں لادکر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہوا اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہو اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی
خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہو کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتی وتبطل الشرکۃ
ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی اور باطل ہوجاتی ہو شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اسکی موت معلوم
کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہو تو علم اسمین شرط نہین موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت مین وکالت ضرور ہو اور موت سے وکالت باطل ہوجاتی ہو
کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہو اگرچہ موت حقیقی ہو یا حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے لحوق دار الحرب پر حالت ارتداد
مین قاضی کا حکم ہوگیا ہو وتبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فسخ اور شرکت باطل ہوتی ہو شرکت کے انکار سے اور یون کہنے سے کہ مین تیرے ساتھ کام
نہین کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہو ایک شریک کے فسخ کرڈالنے سے اگرچہ
مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتی اگر مال عروض ہوا اور یہی قول مختار ہو کذا فی البزازیۃ بخلاف زیلعی کے کلام کے
ہم زیلعی کے کلام سے نکلتا ہو کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہین ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہو دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے
کہ یہ عزل قصدی ہو نہ حکمی ہم طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہو یعنے فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح وبجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک
للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہو شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہو لیکن
وہ خیرات کردے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیہ ہم ظاہرا شرکت فسخ ہونے کا حکم نہین بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہو
یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل فادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ
وتقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن
دیا پھر دونون نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم اور تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضمان دے اور دونون باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر
شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان مین دونون کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلین اور اگر ایسی شرکت عنان ہو جسمین دونون مال کم وبیش ہون تو زیادہ مال والا مقدار
زیادت کو شریک سے ضمان لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ او لا کالمامور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر
بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی وفیہ لا یشترط العلم خلافا لہما اور اگر دونون شریکون نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا
خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہو یا نہو جیسے ادا زکوۃ اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہو اسواسطے
کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہو اور اسمین علم شرط نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ انکے نزدیک ضمان نہین بصورت عدم علم درصورت تعاقب
ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ اسنے ادا نکیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے سو اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اسپر سے فرض
ساقط ہوگیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اسپر ضمان لازم آیا خواہ اسکو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول
ہوگیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہین ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کردینے سے معزول ہوجاتا ہو اسکو عتاق کا علم ہو
یا نہو کذا فی المنح اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطأہا فہی لہ لا للشرکۃ بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطء الہبۃ اذ لا طریق لحلہ
الا بہا لحرمۃ وطء المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ وقالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی دوسرے شریک کے صریح اذن سے
تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خریدی کہ تا اس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اسی کی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت مملوک مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے
واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہو اسواسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہین سوا ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اس

قبضِ مال کی شرط کی کچھ حاجت نہیں خبر واکرا فباعوا ثمرتہ دفعوہ لاحدھم لیحفظہ فدسہ فی التراب لم یجدہ حلف فقط جب لوگون نے انگور کا باغ خرید کیا پھر اُسکا پھل بیچا اور اُسکی قیمت اپس مین سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اُسنے مال کو مٹی مین گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اُس سے فقط قسم لیجائیگی یعنے ضمان اسپر نہیں کہ وہ امین ہی ودفع لآخر الا قرضہ لنصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری متعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یصبر لنفسہ اخذ المتاع بالقیمۃ الوقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا النصف اُسکو قرض دیا اور کل مال مین شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی تو اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نکرے تو اسباب کو لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب قیمت سے لے نہ خرید کے موجب منہما متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت فاکتری لہا حاملا دابۃ لغیبۃ الآخر خوفا من ہلاک المتاع ولنقصہ یرجع بحصتہ قنیۃ دو شخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ مین وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت مین دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اُسکے حصہ کے کرایہ پھیرلے کذا فی القنیۃ دابۃ مشترکۃ قال البیطارون لا بد من کیہا فکواہا احدھم لم یضمن اور ایک جانور مشترک بیمار ہو سالوتریون نے کہا کہ اُسکا داغنا ضرور ہی سو داغ دلایا اُسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت مین پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر ضمان نہیں کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدھما وخربت ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو مین مشترک ہی اُسمین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اُسکی سکونت کے سبب سے منہدم ہوگیا تو ساکن پر ضمان ہی ہم مشترک گھر غیر مقسوم مین شریک کو بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرنا جائز ہی جیسے چاہے رہے اور مقسوم مین سوائے اپنے حصہ کے سکونت جائز نہین کذا فی الطحطاوی طاحونۃ مشترکۃ قال احدھما لصاحبہ عمرہا فقال ہذہ العمارۃ تکفینی الا ارضی لعمارتک فعمر لم یرجع جواہر الفتاوی پنچکی مشترک ہو دو مین سو ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے شریک سے کہ اُسکی مرمت تعمیر کر سو اُسنے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہی مین تیری عمارت سے راضی نہین سو اُسنے اُسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہین لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوی ہم طاحون مشترک سے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہی وفی السراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدھما فی عمارتہا فلیس لمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ مین ہی مشترک پنچکی کی عمارت مین ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہین یعنی شریک سے اُسکے حصہ کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہی یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت والضابط ان کل من اجبران فعل مع شریکہ اذا فعلہ احدھما بلا اذن فہو متطوع والا لا شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہو سکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہی اور اگر اُس کام مین شریک پر جبر نہین تو فاعل محسن نہین ہم در صورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کر سکتا ہی تا قاضی بزبردستی شریک ثانی سے وہ کام کراوے پھر باوجود اسکے جبکہ اُسنے نالش نکی تو وہ تعمیر وغیرہ مین مضطر نہ ٹھہرا محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعوی نہین کر سکتا اور در صورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کیونکہ وہ اپنے مال بچانے کے واسطے مضطر ہی تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کریگا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہی سوائے مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہرا جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہی اسواسطے کہ قاعدہ مذکورہ کے اور نظائر کے موافق ہی اور سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وعند تعذر قسمۃ ککری نہر ومرمۃ قناۃ وبیر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فانکان لحائط یحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم کحمام وخان وطاحون تمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہین ہوتی مگر تین صورت مین وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی صورت مین چنانچہ اصلاح نہر اور سکار یز اور کنوین اور رہٹ اور معیب کشتی کی مرمت اور اُس دیوار کی مرمت جسکی نیاد منقسم نہین ہوسکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے مین پردہ کر سکتا ہو تو اُسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر نکیا جاویگا اور اگر دونون شریکون مین آڑ اور پردہ نہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیواسطے جبر ہوگا اور اسیطرح کا حکم علی التفصیل ہر ایک اُس چیز مین ہی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ حمام اور خانقاہ اور پنچکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ مین ہی ہم خانیہ مین ہی کہ ایک دیوار مشترک ہی دو صغیرون کے دو گھرون کے درمیان مین اور اُس دیوار پر چھتون وغیرہ کا بوجھ ہی کہ خوف ہی سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہی سو ایک وصی نے

دیا اسکی مرمت شروع کی اور دوسرا دعوی کرتا ہے اسکو نہیں مانتا تو دعوی دونون مین کرینگے کہ ہم نے اسکو بنایا ہے اگر ذکر کے مرمت مین دونون کا خرچ معلوم کرے تو ہر ایک حق کے موافق دیوے اور
بیچ میں نصف لینے مین جبر کیجیو اور دوسرا مکان منہدم ہو کر مشکل ہو گیا تو اسکی تعمیر مین جبر نہین ہے کہ دونون شریک تقسیم کر لین اور اگر عمارت قدیم ہو اور کچھ منہدم ہو تو جو خرچ کہ مرمت
کرانا ہو تو جبر ہے عمارت جنس بنیت اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ لے سکتا ہے ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی منتخب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع الی شریکہ
نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز وبعدہ جاز وان ارادا قلعہ یقاسمہ فیقلع من نصیبہ ویضمن الزارع نقصان الارض بالقلع والصواب لنقصان الزرع اور
مجتبی کی کتاب الغصب مین ہے کہ کھیت کی بلا اذن شریک کے سوئے کسی شریک نے اسکو آدھا بیج دیا کہ کھیتی دونون مین مشترک ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہین
ہوا سلئے کہ وہ بیج ہلاک معدوم ہے اور بعد کھیت جمنے کے جائز ہے اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت کی بانٹنے کا ارادہ کیا تو اسکو باہم تقسیم کرکے پھر اسکو اکھاڑ ڈالے اپنے حصہ
ست اور زراعت کرنے والا نقصان زمین کا ضامن ہے جو نقصان کہ اکھاڑنے سے ہوا اور ٹھیک یہ ہے کہ نقصان زراعت کا ضامن ہے طحطاوی نے کہا قول شارح کذا فی المجتبی
کہ عبارت مجتبی اللفظ بالقلع منتہی ہو گئی مناسخہ مجتبی کے نسخ معتمدہ مین ایسے ہی پایا ہے اور تصویب شارح کی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ واجب یہی تھا کہ جسنے بلا اذن شریک کے
کھیتی کی اسی طرح اور فی قسمۃ الاشباہ المشترکۃ اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا جبر والا قسم الآبی ثم اجرہ لیرجع وتمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المحبیۃ اور اشباہ کی کتاب القسمۃ
مین ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہو جاوے اور ایک شریک اسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین اور اسکی تقسیم کیجاوے یعنی دوسرے
شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم کے نہ ہو تو دوسرا شریک اسکو بناوے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اسکو کرایہ دے تا نصف خرچ حاصل کرے اور پورا اسکا بیان منظومہ محبیہ کی
کتاب الشرکۃ مین ہے وفیہا ۵ باع شریک مقسما لآخر ۔ ولو بلا اذن شریک فاظہر ۔ فیما عدا خلط والاختلاط ۔ جوز ذاک البیع والتعاطی ۔ اور منظومہ محبیہ مین ہے اگر ایک شریک نے
اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک حاضر کے بیع کی ہو سوائے صورت خلط اور اختلاط کے تو یہ بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی ہم یہ مسئلہ شرکۃ الملک کا ہے جو اول
باب مین مذکور ہو چکا ۵ ثم الشریک ہہنا لو باعا ۔ حصتہ من فرس ما ہاما ۔ فذاک منہ الاجنبی وہلکا ۔ وکان ذا بغیر اذن الشرکا ۔ فان یشاء ضمنوا الشریک ۔ او من اشتری
منہ علی ما قدروا ۔ پھر یہان شریک اگر اپنا حصہ گھوڑے مین سے بیچے اور شخص اجنبی اس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہو جاوے اور یہ بیع بغیر اذن شریکون کے ہوئی ہو
تو بموجب روایت فقہا کے شریکون کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لین یا اس سے جس سے اسنے خرید کیا ہم درصورت اذن شریک کا تضمین نہین اور شریک پر ضمان اس صورت
مین ہے جب اسنے گھوڑا مشتری کو تسلیم کر دیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وان یکن کل شریک اجرا ۔ حصتہ
حمام لمن آخرا ۔ وکان شخص منہما قد اذنا ۔ لذاک فی التعمیر او بالبنا ۔ فلا رجوع صاح للمستاجر ۔ فی ذا البنا علی الشریک الآخر ۔ اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام
دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونون شریکون مین سے اس مستاجر کو اسکی تعمیر اور بنانے کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہین اس تعمیر کا خرچ مانگنا
دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی ہم حلبی نے کہا شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہان لکھی ہے قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الآذن لکن یرجع الکلام بعدہ
فلیراجع یعنے مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہے کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اس سے لیگا یا بقدر اسکے تو اسکو کتب فقہ
مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہی عبارت بعضے نسخ درمختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر مین اسکے لفظ منہ ہے تو یہ قرینہ ہے کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے اسواسطے کہ عادت
مصنفین یہ ہے کہ حاشیہ کے اختتام کے بعد منہ لکھتے ہین ۵ لو واحد من الشریکین سکن ۔ فی الدار مدۃ تو سفت الزمن ۔ فلیس للشریک ان یطالبہ ۔ باجرۃ السکنی ولا مطالبہ
بان یسکن مثل الاول ۔ لکن ان کان فی المستقبل ۔ یطالب ان یہائی شریکا ۔ یجاب فافہم ودع التشکیکا ۔ دو شریکون مین سے ایک شریک رہا گھر مین ایک مدت تک
جو گذشتہ زمانہ ہے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اسکا اسکو مطالبہ ہے کہ یہ بھی رہے زمان اول کے برابر لیکن اگر زمان مستقبل مین شریک سے
مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جاوے اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو ہم اب چند مسائل شرکت فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اور بیٹے نے
ایک حرفت سے مال حاصل کیا اور بیٹے انکے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اسکی عیال مین ہو اسلئے کہ بیٹا معین ہے باپ کا اور اسیطرح اگر زوجین کے پاس مال نہ ہو

دونوں نے دینی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اسکی معین اور مددگار رہوگی ہاں اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ ہوگا تو اُسکی مالک وہی ہوگی دو شخصوں کا ہو دین کہ ایک شخص پر واجب ہوگا سبب واحد سے حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونوں میں مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین میں سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو اسمیں مشارکت پہنچتا ہو اور جو دین دو شخصوں کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہیں تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اسمیں شریک نہیں ہو سکتا ایک اونٹ دو میں مشترک ہو پھر ایک شریک اُسپر کچھ بوجھ لادکر سفر سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ میں گر پڑا سو شریک نے اُسکو حلال کر ڈالا تو اگر اُسکی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نہ تھی تو ضامن نہیں اور اگر غیر شریک اُسکو حلال کریگا تو بہر صورت اُسپر ضمان ہے امید ہو یا نہو یہی قول اصح ہے اور یہی حکم ہے گلہ سے بکری چرانے والے کا کہ درصورت قطع امید حیات اُسکے ذبح کرنے میں ضمان نہیں اور غیر شخص کے ذبح میں ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکوں میں مشترک ہیں سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ کچھ مضائقہ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا اختیار ہے اور دلیل اسکی یہ ہو کہ شریک کو اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت میں جائز ہے ایک گھر میں دو شریک رہتے ہیں تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اُسکو روک نہیں سکتا ہے اسلئے کہ وہ اپنے حق میں متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ میں تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اُسیکا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو ہزار درم قرض دو کہ میں تجارت کروں نافع میں ہم اور تم شریک ہیں پھر اسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم ٭

کتاب الوقف

یہ کتاب ہے وقف کے احکام میں ہم محاسن وقف کے ظاہر ہیں کہ اسمیں انتفاع طبقات محبوبین ہے[1] منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کی ادامت ہے کہ بعد موت کے بھی اسکا ثواب جاری ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست میں اہل جاہلیت میں وقف نہ تھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ میں وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کے اوقاف اب تک باقی ہیں اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہیں کذا فی الاختیار

مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال میں غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہے کہ وہ مالک کی ملک شرکت میں باقی ہے نہ وقف میں ہم کہتے ہیں اگر ادخال شرکت میں ملحوظ ہو کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع میں داخل ہے لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف میں لازم نہیں مگر جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کے مانند یوں کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونوں سے اُس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت میں اصل مال صاحب مال کی ملک میں رہتا ہے اور وقف میں اکثر کے نزدیک اسکی ملک سے نکلجاتا ہے تو خوبتر اصح ہے کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ الحبس وقف لغت میں بمعنی حبس ہے یعنی بند کرنا اور روکنا اور ولہذا موقف الحساب اُس مقام کو کہتے ہیں جہاں لوگ قیامت میں حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اسلئے اسکی جمع اوقاف ہے وشرعا حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع میں وقف عبارت ہے حبس کرنے عین سے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو تم یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ بتصریح قہستانی امام کے نزدیک عین مملوک ہے وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملہ جواب ہے تعقیب کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے او صرف منفعتہا الی من احب یعنی اسکی منفعت کا صرف کرنا جسپر چاہے اسواسطے کہ اغنیا پر بغیر قصد قربت وقف صحیح ہے بشرطیکہ اُسکے آخر میں قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنے سے تعریف جامع ہوجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے اور محیط کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ قربت نہیں بخلاف اسکے کہ اگر اُسکے آخر میں محتاجین کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی والاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور قول اصح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہیں مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے و عندہما ہو حبسہا علی

[1] یعنی وہ لوگ [illegible]

وحکمہ ثواب اللہ تعالیٰ وصرف منفعتہا علی من احب وتبقی العین علی ملکہ فیجوز الرجوع عنہ وعلیہ الفتویٰ یعنی کذا فی ابن الشحنۃ اور صاحبین کے نزدیک
وقف عبارت ہے زمین کے حبس کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر اور اسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ وہ فقیر غنی ہو پس جب وقف کی
ملک سے خارج ہو تو وقف لازم ہوگیا تو واقف کو اسکا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں اور وارث اسکو وراثت میں نہ پاوینگے اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے کذا صحح
ابن کمال و ابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرۃ بالثواب یعنی سبب وقف کا ارادہ کرنا محبوب کی اور پسندیدہ جانی کا دنیا میں دوستوں
سے اور آخرت میں ثواب کا نفس کی خواہش سے یعنی بالنیۃ من اہلہ لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل نیت کا ہے یعنی
مسلم عاقل بالغ ہو اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف نیت عبادت نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا اصل وقف سے نہ ہوگا
واجبا بالنذر فیتصدق بہا او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز دفع الزکوۃ لہ جاز فی الحکم ویبقی النذر وبہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے
یا اسکی قیمت کو اور اگر اسکو وقف کیا اُسپر جسکو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی ام صفت وقف
کی یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو ولہٰذا کافر آدمی سے وقف صحیح ہے اور اسکو کچھ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت
ہوتا ہے مسلم سے اور وقف فرض منذور ہے چنانچہ یوں کہا کہ اگر میرا والد آوے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافروں پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنیوالا اپنے اصول و فروع پر وقف
کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہو گی کذا فی البحر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اسکو تصدق کرے یا اسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا جبکہ صیغہ وقف
کا نذر ہو حالانکہ دونوں کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہوچکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونے کا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف یا قائل کے پوچھنے سے
وقف ثابت ہو تو وقف ہے اور وہ اگر کہے کہ میں نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اسکو تصدق کرے یا اسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً
وحکمہ مر فی تعریفہ اور حکم وقف کا گذر گیا اسکی تعریف میں ہم حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں مذکور ہے وہ اسکا تصدق ہے منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال
متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہے جسکا مالک ہو وقت وقف کرنیکے وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں
ورکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط قال الشہید ونحن
نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یوں کہنا کہ یہ زمین خدا
کے واسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہ زمین یا یہ باغ موقوف ہے بلا ذکر
صاحبین ورباط قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتویٰ دیتے ہیں بسبب عرف کے ہم الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع الشرائط لکھے بلا لفظ تو وقف
صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح الملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جبتک اسکو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدوں کو اسکے مضمون پر گواہ کرے
انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ مجرد نفس وقف بلا ذکر دوام و جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علما نے محمد رح کے قول پر فتویٰ دیا اشتراط تسلیم میں کذا فی
الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا وقف صحیح
نہیں وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو تو مسلم یا ذمی کا وقف نصاریٰ یا یہود کے معبد اور فقراے اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی
پر وقف کرنے میں قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایک طرح کی قربت ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا الا بکائن شرط وقف کی
یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا
میرے قرابت والوں پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور صحیح وقف زمین باستثناء اشجار صحیح نہیں بسبب عدم
تعیین وقف اور اگر بولا کہ اگر میرے بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ جگہ میرا ملک ہو پھر فنا ہو

اگر وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق تحقیقی شرط موجود پر ہے ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہے کہ مضاف نہ ہو اور موقت
نہو اور خیار شرط نہو وہم اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہے کل یا پرسون چلپی نے کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہے اسواسطے کہ بحر اور نہر مین جامع
الفصولین سے صحت اضافت منقول ہے ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اُسکے بیع کو اور اسکی قیمت
صرف کرنے کو اپنی حاجت مین مذکور نہ کرے اور اگر مذکور کریگا یعنی اسطرح کہ یہ زمین وقف ہے لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچکر مین اسکی قیمت صرف کرونگا تو وقف
اُسکا باطل ہے کذا فی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مرگیا یا مسلم بعد وقف
کرنے کے مرتد ہو گیا تو اُسکا وقف باطل ہے ہم وقف مرتد میراث ہوجائیگا خواہ وہ مقتول ہوا ہے ارتداد پر یا مرجاے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح
ہے اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی کذا فی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہین ہے وقف کرنا مسلم یا ذمی کا
معبد نصاریٰ پر یا حربی پر اور بعضون نے کہا یا مجوسی پر ہم معبد نصاریٰ سے جمیع معابد کفار مراد ہین معابد کفار کا وقف عہد اسلام مین باطل ہے اور اگر زمانہ جاہلیت
مین یعنے حربی ہونیکے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ بعد ذمی ہونیکے اُس سے تعرض نہین اور قول معتمد یہ ہے کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہے کذا فی البحر وجاز علی ذمی لانہ قربۃ
حتی لو قال علی من اسلم من ولدہ او دخل فی غیر النصرانیۃ فلاشی لہ لزمہ شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہے لہذا اُسکو صدقہ اور نذر
اور کفار دینا جائز ہے یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اسکی اولاد سے مسلمان ہوجائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف انتقال کرے
تو اُسکو محاصل وقف سے کچھ حصہ نہین تو اسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات مین اختیار ہے کذا نص الخصاف و الملک یزول
عن الموقوف باربعۃ امور باقرار مسجد کما سیجئی او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی معزیا للفتح المولی من قبل السلطان
لا المحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہے موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کردینے سے چنانچہ عنقریب اسکا بیان آویگا یا اُس قاضی کے حکم
کردینے سے جو بادشاہ کیطرف سے مقرر ہے نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین مین مختلف فیہ ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ وقف متولی
کو وقف تسلیم کردے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب مین وقف نہین کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے ثم مصنف نے لزوم
وقف زوال ملک کر تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہے اسواسطے کہ صحت وقف مین اختلاف نہین خلاف تو
لزوم وقف مین ہے سو امام کے نزدیک لازم نہین اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اُسمین بیع اور وراثت نہین اور ترجیح دلیل سے ہے اور خصاف نے صاحبین کے مذہب کے واسطے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اُسکے نواح
مین اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتویٰ دیا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتویٰ دیا ہے علاوہ اسکے فقہا نے
تصریح کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اُسکا حکم نافذ نہین ہوتا اور ہمارے زمانہ مین قاضی رشوت سے خالی نہین اسوقت مین لزوم وقف نہین ہوسکتا اگر صاحبین کے قول پر کذا
فی الصحاح الشرنبلالیۃ ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور آگے آویگا کہ گواہی مقبول ہے بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق تعالیٰ کا حق ہے اور حقوق اللہ
مین قضا بالشہادۃ بلا دعوی صحیح ہے کذا فی المحیط ثم حل القضاء بالوقف رضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر لا تسمع افتی ابو السعود مفتی الروم بالاول
وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحران المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ البدریۃ وبہ افتی المصنف پھر کیا قضا
بالوقف حکم ہے سب پر کہ اُسمین دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہین یا سب لوگون پر حکم نہین کہ دعوی مذکور مسموع ہو ابو السعود مفتی
روم نے قول اول یعنی عدم کا فتویٰ دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ مین یقین کیا اور اسی کی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلون سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح مین اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہے اور اسکی فواکہ بدریہ مین تصحیح کی ہے اور اسی کا فتویٰ

مصنف

بمعنی نفت سے ردیا جو او بالموت اذا علق بہ بموتہ کالوصیۃ تنفذ وقفت داری بعد موتی کذا فی الفتح انہ کالوصیۃ فیلزم من الثلث بالموت و قبلہ لا یزول ملکہ ولو
انہ تقسیم بالثلثین یا مثلاً کل یعنی جو واقف کے موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے جیسے کہ جب میں مرجاؤں تو اپنے گھر کو میں نے پر وقف
کیا تو صحیح یہ ہے کہ واقف وصیت کے مانند لازم ہوتا ہے ثلث مال سے بسبب تقسیم ایسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو اور اسکے وارثوں
نے اسکو جائز نہ رکھا ہو لیکن ثلث تقسیم ہوگا وارثون پر دو ثلث کے مانند ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت میں اپنے بیٹوں پر وقف کیا اور انکے
بعد انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتک انکی نسل باقی رہے بعد اسکے محتاجون کیواسطے پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیاں اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن نے
وقف کرنے سے راضی نہیں اور میت کا کچھ مال نہیں سوا اس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث میں اور دو ثلث میں تو دو ثلث وارثوں میں بقدر انکے سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث
وقف رہیگا تو اسکا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثون پر تقسیم ہوا کریگا بقدر انکے حصوں کے جبتک وارث زندہ رہینگے یعنی بیٹیوں پر پھر انکی اولاد اور اولاد کی اولاد پر واقفہ کی شرط کے
مانند اور وارثون کا اسمین حق نہیں یعنی اسکی بہن کا یا اسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہے (قال ارضی ہذہ موقوفۃ علی ابنی فلان فان مات فعلی ولدہ وولد ولدہ ونسلہ
ولم تجز الورثۃ فہی ارث بین کل الورثۃ ما دام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلہا للنسل انتہی) یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین وقف ہے میرے فلانے ولد پر پھر جب مر
تو اسکے ولد پر اور میری نسل پر اور وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہے سب وارثوں میں جبتک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا پھر جبکہ وہ مریگا تو تمام زمین نسل کیواسطے ہے
انتہی اگرچہ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہیں سو اسواسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہو چکا کہ دو ثلث ملک ہیں اور ایک ثلث وقف ہے اور اسکا محصول وارثون پر تقسیم ہوگا
جبتک وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول یندفع سے دیا (ویندفع بان مراد البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل فی عبارتہ فاعتبر الارث بالنظر للغلۃ والوصیۃ وان
ردوا بالنظر للغیر وان لم تنفذ للورثۃ لانہا لم تتمحض لہم لغیرہ وبعدہ فافہم) تو بزازیہ کا یہ قول کہ ثلث وقف کا ارث ہے محصول ہے ارث حکمی ہے یعنی جو وقف ہونیکے تا حیات موقوف
علیہ مانند میراث کے تقسیم ہوگا تو اب کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت میں تو فقہاء نے وارث کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثون نے اسکو جائز
نہ رکھا بنظر غیر کے کہ وصیت جاری ہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت یہاں محض وارث کیواسطے نہیں کی جو جائز نہ ہو بلکہ غیر وارث کیواسطے نافذ ہوتی ہے بعد وارث کے تو سمجھو
یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہ تھی لہذا اسمین دونوں اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت
لازم ہو جائے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہیں اسواسطے کہ عبارت بزازیہ اسمین صریح ہے کہ تمام زمین میراث ہے جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہے اور اسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہو جائیگی
اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہو سکتا ہے لیکن بنظر نسل نہیں ہو سکتا اسلیئے کہ نسل کے واسطے ثلث ہے سب میں (وتعود وقفتہا فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندہم لکن عند الامام
ما دام حیا ہو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ الوفاء ولہ الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث) یا مالک زمین کی یوں کہنے سے کہ میں نے اسکو وقف کیا اپنی زندگی میں اور بعد وفات
اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہے امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جبتک وہ زندہ ہے تو وہ تصدق محصول کی نذر ہے تو اسپر وفا نذر لازم ہے اور اسکو اس سے رجوع کرنا بھی
جائز ہے اور اگر اسنے رجوع نہ کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے ثم جواز بمعنی مذکور صاحبین کے نزدیک ثابت نافی لزوم نہیں (قلت ففی ہذین الامرین لہ الرجوع ما دام حیا غنیا او
بامر قاضی او غیرہ شرنبلالیۃ فقول الدرر ونحوہ تفتقر لفسخہ القاضی او غیر مسجل منظور فیہ) میں کہتا ہوں تو ان دونوں امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بقید حیات وبعد ممات میں واقف
کو رجوع کرنا جائز ہے جبتک کہ وہ زندہ ہو مالدار ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوا اسکے کذا فی شرنبلالیہ تو درر غرر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اسکا
فسخ کر دے اگر وقف پر قاضی کی سجل ہو گئی ہو منظور فیہ ہے یعنی مسلم نہیں ہے اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہیں بلکہ واقف خود فسخ میں مختار ہے اور قید فقر کی بھی کچھ
احتیاج نہیں اور بموجب قول مفتی بہ کے واقف کچھ تصرف نہیں کر سکتا ہو مفتی کو بھی فسخ کا فتوی دینا جائز نہیں سواسطے کہ بحر الرائق میں ہے امام کے قول پر کسیکو فتوی نہیں دیا
کذا فی الطحطاوی (ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وبتسلیمہ ایاہ ابن کمال) اور وقف
تمام نہیں ہوتا یہاں تک کہ مقبوض ہو مصنف نے یوں نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اسکے لائق ہوتی ہے تو مسجد میں

تسلیم جدا کردینے سے ہوتی ہی اور غیر مسجد مین متولی مقرر کرنے اور اُسکو تسلیم کردینے سے ہوتی ہی کذا صحح ابن کمال **ویفرز** فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف تمام نہین ہوتا یہانتک کہ جدا کردیا جاے تو جائز نہین وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے ہم وقف کا جدا کردینا قسمت کرکے مبنی ہی اشتراط قبض پر سو امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہی تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہین رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہین شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور اختلاف ہی محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہی سواے مسجد اور مقبرہ کے کہ اسکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہین بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہی اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہی اور خلاصہ اور بزازیہ اور ولو الجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان مین کہا کہ مشائخ امام محمد کے قول پر فتوی ہی کذا فی البحر **ویجعل آخرہ لجھۃ قربۃ لاتنقطع ہذا بیان شرائطہ الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق** اور آخر وقف کا مقرر کیا جاے اُس جہت قربت کیواسطے جو منقطع نہو یعنی انجام کار وقف موبد دائمی ہو مساکین پر یہ یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہی وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر اسواسطے کہ وقف مانند صدقہ ہی اور ابو یوسف نے اُسکو اعتاق کے مانند قرار دیا ہی ہم ابو یوسف سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ کہ تابید وقف مین ضرور ہی لیکن ذکر دوام شرط نہین اور یہی قول صحیح ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ دوام شرط نہین ہی امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہی کذا فی الہدایۃ المنح طحطاوی نے کہا مصنف کا ذکر بیان مناسب نہین اسواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہین ہی تاکہ قضا سے پھر بیان شرائط مین محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی لزوم وقف مین بلا قضا **واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل فی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف** در محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہی اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہی وقف کی ترغیب کیواسطے اور درر غرر اور شرح وقایہ مین ہی کہ اسی کا فتوی ہی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی **واذا وقتہ بشہر او سنۃ بطل اتفاقا درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت جزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقا فتنبہ واقرہ الشرنبلالی** اور جب وقف مین مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہی بالاتفاق کذا فی الدرر اور بموجب بطلان موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اُسکی موت کے بعد وقف کے وارثون کی طرف عود کریگا اسی پر فتوی ہی کذا فی الفتح مین کہتا ہون خانیہ مین یقین کیا ہی صحت وقف موقت کا مطلقا تو خبردار ہو جا اور ثابت رکھا ہی اسکو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی المعین بطلان وقف موقت پر مبنی نہین ہو سکتا جبتک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ یہ مسئلہ اسپر مبنی ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید صراحۃ شرط نہین تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث ہوگا اور خانیہ مین ہی کہ ایک مرد نے اپنے گھر کو ایک دن یا ایک مہینہ یا وقت معین وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہی اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اسکا قول یعنی عدم زیادت اس تفصیل کا مشیر ہی جسکو ہلال نے بیان کیا ہی کہ اگر واقف یہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہی اور اگر یہ شرط نہین تو صحیح ہی تو خانیہ کی عبارت مین اطلاق نہین جسکو شارح نے بیان کیا ہی مگر یہ کہ اطلاق وقت دار رکھے اور توفیق عبارت کی یون ممکن ہی کہ بطلان وقف موقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہی کہ اُنکے نزدیک تابید لفظی شرط ہی اور صحت موقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی اس روایت پر محمول جس مین مطلقا اشتراط تابید نہین اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اس قول صحیح پر محمول ہی جسمین تابید معنوی ضرور ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن شرط کما فی التدبیر** جب وقف باجماع شرائط تمام ہو تو مملوک نہین ہوتا اور تملیک نہین کیا جاتا اور [illegible] عاریت اور رہن [illegible] وقف کرنیوالے کا رہن کا کرنا باطل ہی چنانچہ کتاب التدبیر مین مذکور ہو چکا **ولو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او لصغیر لزم اجر المثل** [illegible] اگر وقف [illegible] مشتری یا مرتہن [illegible] صغیر کا مملوک [illegible] کذا فی القنیۃ **ولا یقسم بل یتہایون الا عندہما فیقسم المشاع وبہ افتی** قاری الہدایۃ [illegible] وقف [illegible] مستحقین مین [illegible] استحقاق [illegible] فائدہ لین مگر صاحبین کے نزدیک غیر مقسوم قسمت ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ وغیرہ [illegible] اقامت [illegible] قاری الہدایہ [illegible] صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہی جبکہ قسمت ہو درمیان وقف و [illegible] شریک [illegible] یا دوسرے واقف یا اسکے ناظر کے [illegible] اسکی وقف کی مختلف ہو کذا صحح قاری الہدایہ یعنی قاضی نے جبکہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی قضا نافذ ہوگئی [illegible] متفق علیہ ہوگئی سوا اگر بعضے شرکا طالب قسمت ہون تو امام کے نزدیک قسمت نہو گی بلکہ نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح [illegible]

قسمت کی تو جائز نہین ہے کیونکہ وقف کا مصرف تقدیری ہو وقت نصف تھا لکن لما انقضی تقسیم منع دواتفت صدر الشریعۃ وابن الکمال وبعد موتہ لورثتہ ذلک

فیقاضی الوقف من المالک لم یعد بہ افتی قاری الہدایۃ واعتمدہ فی النظم تہ الحبیب اور اگر واقف نے اُس زمین کا نصف وقف کیا جسکی ملک کا وہ مالک ہو تو قاضی کو

سکو تقسیم کرانا درست ہو بوجہ واقف کے کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اسکے وارثون کو تقسیم جائز ہو تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کردے

اور وارثون کو نصف ملک کا بیچ کرنا جائز ہو اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے شرح محبیہ مین م النفع المسائل مین مذکور ہو کہ جمع مین الوقف

والملک کی قسمت قاضی کو جائز نہین مگر جبر کا کی تراضی سے کذا فی المنح لا الموقوف علیہم ای تقسیم الوقف بین مستحقیہ اجماعا درر وکافی وخلاصۃ وغیرہا لان حقہم لیس فی العین

او بہ جزم ابن نجیم فی فتاواہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ بذا ہو المذہب لبعضہم جوزہ کذا نہ جبکہ بابین موقوف علیہم کے قسمت ہو تو وقف تقسیم ہوگا ما بین مستحقین کے باجماع

امام و صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصۃ وغیرہا اسواسطے کہ مستحقین کا حق عین وقف مین نہین بلکہ اسکے محاصل مین ہو اور اسی کا یقین کیا ہو ابن نجیم نے اپنے فتاوی

مین اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہو کہ یہی مذہب ہو اور بعضے علما نے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہو مگر یہ قول غیر معتبر ہو کہ مخالف اجماع ہو کذا فی الطحطاوی فلو سکن

بعضہم لم یجد الآخر موضعا یکفیہ فلیس لہ اجرۃ ولا لہ ان یقول انا استعمل بقدر ما استعملتہ لان المہایاۃ انما تکون بعد الخصومۃ قنیۃ اور اگر بعض مستحقین نے وقف مین سکونت کی

اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اسکو کافی ہو تو اسکو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہین اور نہ اسکو یون کہنا جائز ہو کہ مکان وقف کو مین استعمال کرونگا جسقدر تو نے

استعمال کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہین ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیۃ م طحطاوی نے کتاب خصاف کی عبارت سے شارح نے قنیہ کیطرف نسبت کی

نعم لو سکنہ کلہ احدہم بالغلبۃ بلا اذن الآخر لزمہ اجر حصتہ شریکہ ولو وقفا علی سکناہما بخلاف الملک المشترک ومعد للاجارۃ قنیۃ ہان اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال

کیا بزبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر حصہ شریک کے اجرت لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونون کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اسمین شریک

پر اجرت لازم نہین اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیۃ قلت لو بعضہ ملک وبعضہ وقف یاتی فی الغصب مین کہتا ہون اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو تو غصب مین

آویگا ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ اور زائل

ہوتی ہو ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطہ فعل کے یعنی علیحدہ کردینے سے یا اُس قول سے کہ مین نے اس مکان کو مسجد کردیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اسمین

جماعت سے نماز پڑھنا شرط کیا ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہو اور خانیہ مین اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہو م مسجد مخالف ہو مطلق وقف سے سب کے

نزدیک تو امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اسکے واسطے شرط نہین اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہین اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اسمین شرط نہین مسجد کیواسطے

عمارت بنانا شرط نہین سو اسواسطے کہ خانیہ مین ہو کہ ایک شخص کی زمین میدان ہو اسمین کچھ عمارت نہین اور اُسنے لوگون کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہمیشہ یا دوام کا لفظ ذکر نہ کیا

لیکن نیت دوام کی کی پھر وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہوگیا اسمین میراث نہین کذا فی النہر جسنے مسجد بنائی تو اسکی ملک جود ہی جبتک مسجد کو اسکی راہ کے ساتھ اپنی ملک سے جدا

نکرے اسواسطے کہ وہ خالص للہ تعالے کیواسطے نہین ہوتی پھر جدا کردینے کے بعد اگر اپنے گھر کے درمیان مین مسجد بناوے اور لوگون کو دخول درنماز کا اذن دے اگر اسکی راہ بھی شرط کی ہو تو سب کے

نزدیک مسجد ہوگئی والا امام کے نزدیک مسجد نہین و صاحبین کے نزدیک مسجد ہوگئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہوجاویگی بلا شرط اور نماز اسواسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک

تسلیم ضرور ہو اور مسجد مین جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہو بنا بر صحیح روایت کے امام سے اور اسکے ساتھ اذان و اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہو تو اگر نماز سری بلا اذان و اقامت ہوئی تو امام

اور محمد کے نزدیک مسجد نہ ثابت ہوگی اور اگر ایک شخص کو امام اور مؤذن مقرر کیا تو اسکے تنہا نماز سے مسجد ہوگی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی

العالمگیریۃ ملخصا اور چونکہ وقف و قضا مین ابو یوسف کا قول ارجح ہو لہذا مشنیف نے اسکو مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کے مانند یعنی مجرد قول مسجد ہوجاتی ہو کذا فی الطحطاوی فرع

مسئلۃ لمحمد شارح کا ارادہ اہل المحلۃ نقض المسجد وبناءہ احکم من الاول ان کان الباني من اہل المحلۃ لہم ذلک والا بزازیۃ اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اسکے بنانا اسکا محکم تر اول

سے تو اگر دوسرا بنانیوالا منجملہ اہل محلہ ہو تو جائز ہو اور نہین تو نہین جائز کذا فی البزازیۃ واذا جعل تحتہ سردابا المصالحہ ای المسجد جاز کمسجد المقدس ولو جعل لغیرہا

او جعل فوقه بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وعزله عن ملکه لا یکون مسجدا وله بیعه ویورث عنه خلافا لهما اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کے واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور اسکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہوگی اور اسکو اسکی بیع جائز ہے اور اسکے بعد اسکا وارث پاویگا بخلاف صاحبین کے مذہب کے امام کا قول ظاہر مذہب ہے اسواسطے کہ اسمین حق بندہ کا باقی رہا جب حق بندہ مسجد کے اعلی یا اسفل جانب مین باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوگی کذا فی الطحطاوی وعن البحر کما لو جعل وسط داره مسجدا واذن للصلاة فیه حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنائی اور اسمین نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہوگی مگر جبکہ مسجد کیواسطے راہ بھی ٹھہرا دے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ مختصہ شارح ولو بنی

فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیة اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر اس مکان کا مسجد ہونا پورا ہوگیا یعنی فقط قول سے جیسے فتوی ہے یا اسمین نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر کہیگا کہ مین نے اسکی نیت کی تھی تو اسکی تصدیق نہوگی کذا فی التاتارخانیہ پھر جب واقف کو یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جاوے کذا فی البزازیہ ہم کرایہ لینا ہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ مین صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کیواسطے جائز رکھا ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہوگیا اور اسکی کچھ حاجت نہ رہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہیگی امام اور ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتوی ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اسکی ملکیت واقف اور اسکے وارثون کیطرف عود نہ کریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد ہے علی الدوام کوئی اسمین نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذا فی المنح والحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثته عند محمد اور مسجد منہدم عود کریگی طرف ملک کے یعنی بانی یا اسکی وارثون کو اسکی ملک عائد ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابو یوسف سے دوسری روایت ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اسکا شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اسکی دوسری مسجد مین صرف ہوگی اور یہ روایت [illegible] حاوی کے مخالف ہے کذا فی المنح ومثله فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحصیره مع الاستغناء عنهما اور خلاف مذکور ہے منہدم کے ہے مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیان جب انکی حاجت نہ رہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک واقف کی مملوک ہو جاویگی وکذا الرباط والبیر اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبیر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیه تفریع علی قولهما اور اسیطرح مسافرخانہ اور کنوان جب لائق انتفاع کے نہ رہے تو صرف کیا جاوے وقف مسجد اور مسافرخانہ اور کنوین اور حوض کا اس مسجد اور مسافرخانہ اور کنوین اور حوض کے جو اس سے قریب تر ہے یہ تفریع ہے شیخین کے قول پر کذا فی الدرر ہم عبارت مین لف و نشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کیطرف اور وقف مسافرخانہ اقرب مسافرخانہ کیطرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کیطرف صرف ہو

وفیها وقف ضیعته علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لوصیه اعط من غلتها فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل فلو قبله صحت قلت لکن سیجیء معزیا للفتاوی مؤید زاده ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا اور درر مین ہے کہ ایک شخص نے زمین فقرا پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اسنے اپنے وصی سے کہا کہ اس زمین کے محصول سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو یہ صحیح نہیں بسبب خارج ہو جانے موقوف کے واقف کی ملک سے قاضی کے حکم مسجل سے اگر قبل حکم کے وصیت کریگا تو صحیح ہوگا مین کہتا ہون لیکن آگے آویگا فتاوی مؤید زادہ سے منقول ہو کر واقف کو شروط وقف مین رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہوگیا ہو پس مسئلہ اک ہے عدم صحت پر طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ شارح نے اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الآخر علیه لانهما حینئذ کشیء واحد واقف اور جہت متحد ہے اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ یا سالیانہ کم ہوگیا بسبب ویران ہو جانے وقف احد الوقفین کے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے ادھر صرف کرے اسواسطے کہ دونون مثل ایک مصرف کے مانند مین جو مصنف نے اپنی شرح مین اتحاد واقف و جہت کی اسطرح مثال دی کہ ایک شخص نے

نعش پر ڈالے جاویں علامہ نوح نے کہا کہ وقف کتب کا مطلقاً جائز ہے اگرچہ صرف و نحو بلاغت کی کتابیں ہوں وقف میں قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو نہ منقول کا اسواسطے کہ شرط
یعنے ہمیشگی وقف میں شرط ہے سو منقول میں حاصل نہیں والحق فی البحر السفینۃ بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو اسباب سے عدم جواز وقف میں یعنی بسبب عدم عرف کے علمی
نے کہا ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف رائج ہو گیا ہے اسواسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین کے اناج پہونچانے کیواسطے وقف ہیں فی البزازیۃ جاز وقف الاکسیۃ علی الفقراء فیدفع الیہم
شتاء ثم یردونہا بعدہ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز ہے وقف کملوں کا فقیروں پر سو انکو دیئے جاویں جاڑے میں پھر انکو وہ پھیر دیں بعد اسکے م یہ وقف عدم جواز وقف متاع سے مستثنی ہے
فی الدرر وقف مصحفا علی اہل مسجد لقراءۃ القرآن ان یحصون جاز اور درر میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کیواسطے اگر وہ مسجد شماری لوگ ہوں تو جائز ہے م
ظاہرہ تقییدہ احصاء دلالت کرتی ہے کہ درجات عدم احصاء وقف جائز نہو لیکن ملتقی اور اسکی شرح میں احصار اہل مسجد شرط نہیں وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یکون محصورا علی ہذا
المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اسمیں پڑھا جاویگا اور محصور نہوگا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر قنیہ میں ہے کہ ایک مسجد معین کا مصحف تو وقف دوسرے
اہل محلہ کو دینا جائز نہیں بحر عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا للانتفاع بہا والفقہاء بذلک مبتلون فان وقفہا علی مستحق وقفہ لم یجز نقلہا وان علی طلبۃ العلم وجعل مقرہا فی
خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نہر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا انکے مکانات سے فائدہ لینے کیواسطے اور فقہا اسمیں مبتلا ہیں اگر وقف
نے کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں ہے اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور ٹھکانا کتب کا اپنے
اس خزانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر م سبب دو اختلاف ہے ان دونوں عبارتوں کا جو سابق مذکور ہو چکیں کہ ایک کی رو سے جواز نقل
معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز طحطاوی نے کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف میں عمل باصلح لازم ہے اسکا مقتضی ہے کہ نقل کتب فقہیہ جائز ہو کہ نفع جاوے دن کا بعد نقل کے متعسر
ہو جاتا ہے خصوصاً زیادہ مدت گذرنے سے یا واقف کے موت سے اسکے وارث اسکی ملک کے مدعی اکثر ہو جاتے ہیں واللہ اعلم ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ماہو اقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ
یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح وتمامہ فی البحر اور وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجاوے بعد اسکے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک ہے جیسے مسجد
کا امام اور مدرسہ کا مدرس انکو دینا چاہیے بقدر انکی کفایت کے پھر چراغ بتی اور فرشوں کی اصلاح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی موذن و ناظر اور تیل اور چٹائیاں اور وضو کا پانی اور
بوریا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتداء عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر اسیقدر مستحق ہے جس صفت پر
واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیواروں کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہیں مگر واقف نے ایسا ہی کیا ہو وان لم
یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو بسبب اسکے ثابت ہونیکے بنا بر اقتضا کے یعنی اسواسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف
ہوا کریں اور ہمیشگی نہیں ہو سکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی باقتضا ثابت ہوئی کذا فی الفتح وتقطع الجہات للعمارۃ ان لم یخف ضرر بین فتح فان خیف کامام وخطیب وفراش
قدموا فیعطی المشروط لہم اما الناظر والکاتب والجابی فان عملوا زمن العمارۃ فلہم اجرۃ عملہم لا المشروط بحر قال فی النہر وہو الحق خلافا للاشباہ اور قطع کیے جاوینگے سب مصارف
مستحقین کے بنظر کام عمارت میں اگر صریح ضرر کا خوف نہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر صریح کا خوف ہو جیسا کہ امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی سو انکو انکا مشروط دیا جائیگا اور
ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنے کام کریں تو انکو اپنے عمل کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلافا للاشباہ م اشباہ
میں کہا کہ انکو بقدر کفایت دیا جائیگا وفیہا عن الذخیرۃ وصرف الناظر لہم مع الحاجۃ الی التعمیر ضمن ہل یرجع علیہم الظاہر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو اسپر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر الحکم یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب
اسکی تعدی کے دینے سے ولو قطع للعمارۃ یسقط راسا اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہیں ہوتا اسلیے کہ ہنگام
عمارت میں انکا کچھ حق نہیں تو اگر سال آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل رہیگی تو انکو بعوض سال گذشتہ ملیگی کذا فی الاشباہ وفیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارۃ ثم
الفاضل للفقراء او للمستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارۃ کل سنۃ وان لم یحتجہ الآن لجواز ان یحدث حدث ولا غلۃ بخلاف ما اذا لم یشترطہ فلیحفظ الفرق بین الشرط وعدمہ اور اشباہ میں ہے کہ

بغیر کو کرایہ پر دے اور اسکے کرایہ سے اسکی مرمت کرے واقف کی عمارت کے مانند اور زیادہ عمارت نکرے اگر اسکی رضامندی سے جسکے واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور یا گر نیواسطے پر
زبردستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہے اسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم رد بالعد التعمیر الی من لہ السکنی رعایۃ للحقین بحر حاکم گھر
گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دے اسکو جسکے واسطے سکونت ہے برعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق واقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن ہے اسواسطے کہ اگر تعمیر نہوتی تو سکونت بالکل
فوت ہوجاتی فلا عمارۃ علی من لہ الاستغلال لانہ لا سکنی لہ فلو سکن ہل تلزمہ الاجارۃ الظاہر لا لعدم الفائدۃ تو گھر کی عمارت اس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہے
اسواسطے کہ اسکے لیے سکونت نہیں اگر وہ شخص گھر مین سکونت کرے کیا کرایہ اسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہ ہے کہ اسپر واجب نہیں بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اسپر لازم ہو تو آخر کرایہ
بھی اسکو ملیگا پھر لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا اذا احتیج للعمارۃ فیاخذہا المتولی لیعمرہا دونہا المتولی یعنی ان یجبرہ القاضی علی عمارتہا بما علیہ من الاجر فان لم نفعل نصب متولیا
لیعمر بالکر اسوقت کرایہ اسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی اس سے کرایہ لے تا گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اسپر زبردستی کرے
عمارت کیواسطے اس کرایہ سے جو اسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نکرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتہا لہ ومؤنتہا علیہ صحا
وہل یجبر علی عمارتہا الظاہر لا نہر اور اگر واقف نے آمدنی گھر کی ایک شخص کیواسطے شرط کی اور اسکا خرچ بھی اسپر شرط کیا تو یہ دونوں شرطین صحیح ہیں اور کیا اس شخص پر عمارت کیواسطے
زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ اسپر جبر نہیں کذا فی النہر وفی الفتح ولو لم یجد القاضی من یستاجرہا لم ار وخطر لی انہ یخبرہ بین ان یعمرہا او یردہا لورثۃ الواقف قلت ولو
کان ہو الوارث لم ارہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ یا لبیعہ ویستبدل ادیر دثمنہ للوارث والفقراء اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر قاضی اسکو نپاوے جو اس گھر کو کرایہ سے مین نے
اسکو نہیں دیکھا اور میرے دل مین یہ آتا ہے کہ جسکے واسطے سکنے وقف ہے اسکو قاضی اختیار دے یا اسکی تعمیر کرے یا اسکو واقف کے وارثون کو پھیر دے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون
کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو مین نے اسکو نہیں دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین وہ مضمون ہے جو مفید ہے اسکے استبدال کا یا اسکی قیمت پھیر دینے کا وارث کو یا فقیرون کو
م بحر الرائق مین بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہو جاوے اور لائق انتفاع نرہے تو اسکا استبدال جاہیے خواہ
زمین ہو خواہ گھر وغیرہ مین منتقی سے منقول ہے کہ ہشام نے کہا کہ مین نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہو جاوے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہے کہ
اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ جائز نہین سوائے قاضی کے اور وقف کا خود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اسکے وارث کی طرف سوہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف
ہے حاصل یہ ہے کہ موقوف علیہ السکنی جب تعمیر سے انکار کرے اور قاضی مستاجر کو نپاوے تو اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت سے وہ زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہو انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر
موقوف علیہ السکنی وارث ہو اسکو مین نے نہین دیکھا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ اسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں ارشاد اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر
ہوگیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا تردد کرتا ہے باوجود کلام بحر الرائق کے دیکھنے کے علی الخصوص صاحب نہر الفائق نے بھی اسکو ثابت رکھا ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاوی
نقضہ وثمنہ ان تعذر اعادۃ عینہ الی عمارتہ ان احتاج والا حفظہ لیحتاج الا اذا خیف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ لیحتاج حاوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الحاوی وقف کے
منقوض کو یعنی مکان کی شکستہ لکڑی اور پتھر اور اینٹ کو یا اسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اسکی عمارت کیطرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہیں تو اسکو محفوظ رکھے حاجت کے وقت
کیواسطے مگر جب اسکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کیواسطے م بحر الرائق مین تو بیع منقوض کی دو جگہ ہے در صورت تعذر اعادہ اور در صورت خوف
ہلاک ولا یقسم النقض ولا ثمنہ بین مستحقی الوقف لان حقہم فی المنافع لا فی العین ولا یقسیم نہوگا وقف کا منقوض یا اسکی قیمت مستحقین وقف کے درمیان میں اسواسطے کہ انکا حق منافع وقف میں ہے
نہ عین وقف میں یعنی اسواسطے کہ عین مین حق مالک ہے یا حق اللہ تعالی علی اختلاف القولین رہین سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کی پرانی چٹائیون کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اسیطرح باقی
رہین رمضان کی بتیان موم کی اور تیل امام اور موذن کو لینا جائز نہین بلا اذن مالک کے اور اگر اسکے دہان رواج ہو کہ امام اور موذن بلا اذن صریح لیتے ہون تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی جعل شیء
ای جعل الباقی شیئا من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز لانہما للمسلمین کعکسہ ای کجواز عکسہ ہو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اہل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیہ حتی
الکافر الا الجنب والحائض والدواب زیلعی بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد مین کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جبکہ راہ چلنے والون کو مضرت نہو تو جائز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونون مسلمین کیواسطے ہین

بثالثۃ لانہ حکم ثبت بشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اسکی قیمت سے دوسری زمین جب چاہے پھر جب یہ کر چکا تو دوسری زمین
پہلی زمین کے مانند ہوگی اسکی شرطوں میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر نہ کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب
شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں فی اما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کیواسطے ہو کوئی اسکا مالک نہیں سوا قاضی کے کذا فی الدرر
اور بحر الرائق میں استبدال قاضی کیواسطے شرط کیا ہے نکلجانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا بدل کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم وعمل اسوقت شارح نے بحر الرائق
کی پانچ شرطوں سے دو شرطوں کو ذکر نہ کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا ... کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہونا قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا بوجہ اس حدیث مرفوع کے
جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی نار میں ہیں اور ایک جنت میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت
کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ دونوں نار میں ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النہر ان المستبدل قاضی الجنۃ فالنفس بہ مطمئنۃ فلا یخشی ضیاعہ ولو بالدراہم والدنانیر کذا ذکرہ
وہی احدی المسائل السبع التی یخالف فیہا شرط الواقف کما بسطہ فی الاشباہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دلکو اطمینان ہے تو اسکے ضائع ہونیکا
خوف نہیں اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور اسیطرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جنمیں شرط واقف
کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اسکو اشباہ میں مشرح بیان کیا ہے علم اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے واجب العمل ہونے میں مگر چند مسائل میں ا شرط کی واقف نے ناظر
کے نہ معزول ہونیکی تو نالائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے ۲ شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایکسال کے اجارہ میں رغبت نہیں
کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے نہ ناظر کو ۳ واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر اسواسطے
قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی ۴ شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں پر صدقہ ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد
مذکور کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے ۵ شرط کی کہ مستحقین کو آتی روٹی اور اتنا گوشت ہر روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کو
طلب عین یا قیمت لینا جائز ہے ۶ قاضی کو جائز ہے کہ امام کے مشروط کو زیادہ کرے اگر امام کو اسقدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو ۷ واقف نے عدم استبدال کی شرط
کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو اسکے حق میں انتہی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواہرہ ثامنۃ وہی زاد القیم لو الواقف ورای الحاکم ضم مشارف جاز کالوصی وغیرہا الانفع
المسائل اور ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مسمی بہ زواہر میں آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہو پس وقف میں حاکم نے اسکے ساتھ
مشرف کے ملانے کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اسکی نسبت انفع المسائل کیطرف کی ہم مشرف بضم اول وسکون ثانی وہ ہے جسکو حفاظت کا امر ہو
نہ کسی اور کام کا اور مشارف بھی بمعنی مشرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نواں مسئلہ یہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جاوے اور حالانکہ اجرت مثل
اس سے زیادہ ہے سراج حانوتی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا لا یجوز استبدال العامر الا فی
اربع اور اشباہ میں ہے کہ وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں ہم اشباہ میں چاروں صورتیں یوں مذکور ہیں ا واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو ۲ غاصب نے اسکو غصب کیا
اور اسپر اتنا پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی تو متولی اس سے ضمان لیکر دوسری زمین اسکے عوض خرید کرے ۳ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے
قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے ۴ اگر کوئی شخص عمدہ زمین کثیر المحصول وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے
قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی السنۃ احدی وخمسین وتسعمائۃ ورد الامر الشریف بمنع استبدالہ وامران یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعۃ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں
لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نوسو اکاون سال میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا ہے اور حکم ہوگیا کہ استبدال باذن سلطان ہوا کرے
یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعۃ ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ شارح اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا

ہو ادا کرے دین میں پورا ہی تو وقف معتبر نہوگا یعنے اگر دین ادا نہوگا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجائے تو اُس سے دین ادا ہو اور وقف باطل نہو تو تامل کرنا چاہیے
ہم طحطاوی نے کہا کہ بموجب امر شارح کے ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہین اسواسطے کہ شرنبلالی نے وہبانیہ مین کہا آمدنی کیواسطے مہلت دینا یہ علما کی بحث ہے
روایت نہین جسکو بطور نقل ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عمن وقف علی اولادہ وہو مستغرق بالدیون ہل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ ممنوعون من الحکم
وتسجیل الوقف بقدر ما شغل بالدین انتہی قلت فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات مین سوال ہوا اُس شخص کا جسنے اولاد پر وقف کیا اور وہ ادائے دین مین پھنسا گا کیا
یہ وقف صحیح ہی تو جواب دیا کہ صحیح نہین اور لازم نہین اور قاضیون کو منع ہی اسکا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہی دین سے انتہی جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم یہ منع سلطان روم کی جانب سے ہی جیسے بعد ہندرہ سال کے استماع دعوی منع ہی کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیہ
الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز لغنی بلا تعمیم او تنصیص فیدخل الاغنیاء
تبعا للفقراء قنیہ وقف تین طور پر ہی یا فقیرون کیواسطے ہی یا مالدارون کیواسطے یا بعد اُسکے فقیرون کیواسطے یا اُسمین دونون فریق برابر ہین چنانچہ مسافر خانہ اور خانقاہ اور قبرستان
آبدار خانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکے مانند اور چیزین جیسے مسجدین اور پنچکیان اور طاس کہ ان چیزون کے وقف مین فقیر اور غنی برابر ہین اسواسطے کہ انکی طرف سب کی حاجت ہی
بخلاف ادویہ یعنی جو دوا کہ دار الشفا مین وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہین بلا تعمیم یا تنصیص کے تو در صورت تعمیم اغنیا بھی اُسمین فقیرون کے پیرو ہوکر داخل ہونگے کذا فی القنیہ ہم تعمیم کی
یہ صورت ہی کہ واقف کہے کہ دوائین سب بیمارون کیواسطے وقف ہین اور تنصیص یہ کہ واقف اغنیا کو کھولکر مذکور کردے تو اغنیا اسمین بالقصد داخل ہین اور تعمیم مین بالتبع فرع مسئلہ ملحقہ
شارح کا اقر بوقف صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ وورثتہ یعلم خلافہ جاز الوقف ولا تسمع دعوی وارثہ قضار ورر اقرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور اسکا کہ اُسنے اسکو اپنے ہاتھ سے خارج کردیا اور
واقف کا وارث اُسکے خلاف جانتا ہی یعنی یہ جانتا ہی کہ مورث نے وقف نہین کیا تو وقف جائز ہی اور اُسکے وارث کا دعوی مسموع نہین در القضا مین کذا فی الدرر وفی الوہبانیہ سے
ویبطل وقفات امرء بارتدادہ فیجعل ان ترتد ومنہ للوقف جدر اور وہبانیہ مین ہی کہ باطل ہوجاتے ہین اوقاف مرد کے اُسکے مرتد ہوجانے سے تو حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہونگے

فصل

یہ فصل ہی شرط واقف کی مراعات مین یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لانہ لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجاے یعنے واجب الرعایت ہی واقف
کی شرط اجارہ وقف مین تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ ندے بلکہ قاضی اسکو شرط سے زیادہ کرسکتا ہی اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہی فقیر اور غائب اور میت کیواسطے
ہم مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایکسال سے اجارہ ندے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہین کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیرون کے حق مین نافع تر ہی تو متولی
اور چند سال کا اجارہ نہین کرسکتا بلکہ قاضی سے حال عرض کرے تاکہ وہ مدت اجارہ زیادہ کردے کذا فی البحر فلو اہمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ للقیم وقیل تقید بسنۃ
مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وہذا مما یختلف زمانا وموضعا پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضون
نے کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضون نے کہا کہ ایکسال کو مقید ہوگی ہر صورت مین اور اسپر یعنی سال کی مدت پر فتوی ہی گھر کے اجارہ
اور تین سال پر فتوی ہی زمین کے اجارہ مین مگر جبکہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہی باعتبار زمان اور مکان کے ہم زیادتی مدت اجارہ کو
اسلیے وقف مین جائز نہوگی کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اُسکی ملک کا اُسکو وہم ہوگا وفی البزازیۃ لو احتیج لذلک
یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ
قدری آفندی وتبعہ فی الاشباہ اور بزازیہ مین ہی کہ اگر اُسکی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال
کا منعقد ہی اور عقد ثانی لازم نہین اسواسطے کہ وہ مضاف ہی مین کہتا ہون لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہی اگرچہ بہ چند عقود ہو چنانچہ
اسکو کرمانی نے انیسوین باب مین ذکر کیا ہی اور قدری آفندی نے اسکو قائم رکھا ہی اور کتاب الاجارہ مین آئیگا ہم شارح نے استدراک سے آگاہ کردیا بزازیہ کی روایت

اختلف العلماء فیہ حاوی القدسی متی قضی بقیمۃ شری بہا عقارا اخر فیکون وقفا بدل الاول اور ایسا ہی فتوی ہے ہر ایک اس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہے جسمین علما کا اختلاف ہے
انتہی حاوی القدسی اور جبکہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو اس خرچ سے دوسری زمین خرید کرے تو یہ زمین وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اسکا وقف ہونا ملفوظ وقف پر موقوف
نہیں کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت ہے مثلاً اگر ایک قول ہے کہ استبدال وقف در صورت قلت محصول جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں مگر در صورت فقدان محصول مطلقاً تو عدم
جواز پر فتوی دیا جائیگا کہ یہ وقف کو نافع ہے بسبب باقی رہنے اسکی ذات کے اور احتمال تلف ہو جانے اسکی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی اربعۃ عشر منہا الوقف
علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وہو حق اللہ تعالی اور جسمیں گواہی بغیر دعوی مقبول ہے تحصیل ثواب کے واسطے بدون دعوی کے وہ چودہ مقام ہیں انمیں سے ایک وقف ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے
کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہے محصول کا اور تصدق حق اللہ ہے تو اسکی گواہی میں دعوی مدعی کی کچھ حاجت نہیں ہے چودہ مقامات مذکورہ میں وقف طلاق تعلیق طلاق لونڈی کا
آزاد ہونا اسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا ظہار حرمت مصاہرت اپنے مولی کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وبقی لو الوقف علی معینین
ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقا وفی شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن ہذا التفصیل ہو المختار وفی التاتارخانیۃ ان ہو حق اللہ تقبل والا لا الا بالدعوی فلیحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر
وقف معین لوگون پر ہوگیا انمیں گواہی بلا دعوی مقبول ہے یا نہیں تو خانیہ میں کہا لائق یہ ہے کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہے اور یہ تفصیل ہی مختار ہے
اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہے اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول نہیں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہے کہ
غیر معین پر مقبول ہے نہ معین پر قلت لکن بحث فیہ ابن الشحنۃ ... میں کہتا ہوں لیکن بحث کی ہے اسمین یعنی اطلاق قبول شہادت ... ابن الشحنہ نے ہم ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور
لابدی ہے اسواسطے کہ جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اس نے وقف کی ہے قوم معین مستحق پر تو انمیں دعوی ... اسکے استحقاق اور احتمال سے اگرچہ آخر کار
اسکے فقرا مستحق ہون بخلاف اس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد پر وقف برقرار ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ... اطلاق کی طرف جو کلام اس سے مستفاد ہے نہ تفصیل
کی طرف طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اسکے مخالف ہونیکا وہم ہے ووفق المصنف بقولہا مطلقا لثبوت اصل الوقف بقبولہ للفقرا ... دعوی لثبوت الاستحقاق لما فی
الخانیۃ لو کان ثمہ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شی من الغلۃ وتصرف کلہا للفقرا اور مصنف نے اپنی شرح میں اختلاف مذکور ... مقبول ہے گواہی مطلقاً واسطے
ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اسکے فقیر ہیں اور اسواسطے مشروط ہے دعوی کیواسطے ثابت ہونے استحقاق کیواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر وہان مستحق ہو اور دعوی نکرے تو اسکو
کچھ غلہ نہ دیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجون پر صرف کیا جائیگا ... تحقیق مذکور سے ہے کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں دعوی کا مطلقاً اگرچہ مستحق بدون دعوی کے غلہ نہ پاویگا اور ثبوت
استحقاق شخص معین بلا شبہہ دعوی پر موقوف ہے تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہوگیا کذا فی المنح قلت مفادہ انہ لو ادعی المستحق مع انہا لا تسمع منہ علی
المفتی بہ بلا تولیۃ کما قدمنا میں کہتا ہوں قول مذکور سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنا بر قول مفتی کے
بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر ہم حلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہے کہ در صورت غصب منہ لی مدعی ہوگا نہ مستحق بلا تولیت اور اگر مستحق وقف میں اپنے استحقاق کا دعوی کریگا
تو بلا شبہہ صحیح ہے محتاج تدبر نہیں وفی الاشباہ لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر ولیس لنا مدع حسبۃ الا فی دعوی الموقوف علیہ اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض والمفتی بہ لا الا بتولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ
قال الحلبی اولی انتہی وقد مر فتنبہ اور اشباہ میں ہے کہ ہم حنفیون کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام میں ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہیں مگر موقوف علیہ اصل وقف
کے دعوی میں کہ اسکا دعوی مسموع ہے بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ میں مسموع نہیں مگر تولیت پھر دعوی اسکا مسموع نہوا تو حلبی اس سے بہتر ہے انتہی کلام الاشباہ اور البتہ
مذکور ہو چکا سو آگاہ ہو جا ہم جو مذکور ہوا سو موقوف علیہ کا دعوی غاصب پر ہے اور یہاں اصل وقف کا دعوی ہے تو دونون کی مغایرت میں شک نہیں ویشترط فی دعوی
الوقف بیان الواقف ولو الوقف قدیما فی الصحیح بزازیۃ لئلا یکون اثباتا للمجہول وفی العمادیۃ تقبل اور شرط ہے دعوی وقف میں بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول
صحیح میں کذا فی البزازیہ تا اثبات مجہول کیواسطے نہو اور عمادیہ میں ہے کہ مقبول ہے بلا بیان واقف اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں اور چونکہ وقف میں ابو یوسف کے
قول پر فتوی ہے تو یہان بھی انھیں کے قول پر فتوی ہوا کذا فی المنح وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان

شرح وہبانیہ میں ذکر کیا کہ اور وقف میں مستحقین کی شہادت پر گواہی دینا یہ لفظ الشہادۃ بعد خیرہ ادر مقبول ہے وقف میں گواہی پر گواہی دینا اور گواہی جو تولیت کی مراد
کے ساتھ مقبول ہے جیسا کہ اوپر ہے اصل وقف کے ثبات کے واسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کر دین قول مختار میں اور کذا فی معین الحکام اور جو مشہور ہے تو اشتہار
ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المضمرات اور عامہ ثبات وقف کے لیے جیسی شہادت بالتسامع جائز ہے چنانچہ اگر گواہوں نے اپنی سماعت کی تصریح کر دی تو گواہی قبول کی جائے گی کذا فی البحر
من ... التفصیل بالشہرۃ واثبات شرائطہ فی الصحیح ... مقبول میں شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کے واسطے قول اصح میں کذا فی الدرر وغیرہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی
الفتاویٰ الخیریہ ... کہا شہادت بالشہرۃ یہ کہ وہ دعویٰ کرے کہ اس میں کل وقت ... امر معروف و مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دین شہادت بالتسامع یہ کہ شاہد
نے کہا کہ ہم نے یہی سنا ہے سبب تسامع کے کذا فی الخلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے زمانہ بعد
زمانہ ... شرائط اسکے اور جس سے صحت وقف کی تحقیق ہو اور موقوف علیہ موجود اصل وقف سے ہے اور جو موقوف ہے اصل وقف نہیں ہے اسکی شرائط میں ہے کذا فی المنح لکن فی

المجتبیٰ المختار قبولہا علی شرائطہ ایضا واعتمدہ فی المعراج واقرہ الشرنبلالی وقواہ فی فتح القدیر بسلک تثبت ثبوت المجد بشرائطہ ومصارفہ ما کان بعلیۃ دوا بین القضاۃ انتہی
جو اوپر ہے وہ مذہب اور ہے اتم بحر لیکن مجتبیٰ میں کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت
رکھا ہے اور فتح القدیر میں اسکو قوی رکھا فقہا نے ایسی ل سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور اسکے شرائط اور مصارف مجہول ہوں اس میں سیرت پر عمل کیا جائیگا جو قاضیوں کے
دفاتر میں ہے انتہی درجواب اسکا یہ ہے کہ یہ سبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام ہے کذا فی البحر خلاصہ تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ در صورت مذکورہ جب دفاتر قضاۃ پر عمل ہو اور یہی مطلب
ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق میں یہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط اسکے مجہول تھے اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہون یا نہون علاوہ اسکے
کلام فتح القدیر کا اس وقف میں ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوائے دفتر کے اسکا حال معلوم نہو اور یہاں گفتگو اس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے و بیان
المصرف کقولہم علی مسجد کذا من اصلہ لتوقف صحۃ الوقف علیہ فتقبل بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یون کہنا شاہدون کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے
اصل وقف میں بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر تو مصرف میں شہادت بالتسامع مقبول ہے و بعض مستحقیہ وکذا البعض لورثۃ ولا ثالث لہما کما فی الاشباہ قلت

و کی انفصاح ... الدیون ... کما سیجی فتامل وقالوا تقبل بینۃ الافلاس لغیبۃ المدعی وکذا اعتراض بعض الاولیاء المتساوین تیبت الاعتراض الکل کما وکذا الامان
والقود ولایۃ لمطالبۃ بازالۃ الضرر العام عن طریق المسلمین والتتبع یقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجائے کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث اور ان دونا کا تیسرا نہین یعنی سوائے
مستحق اور وارث کے ایک شخص بجائے کل اشخاص نہین ہو سکتا کذا فی الاشباہ میں کہتا ہون اسیطرح حکم ہے اگر مفلسی مدیون کی ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ آ دیگا تو اسکو
تامل کر اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت میں مقبول ہیں اور یہی حکم ہے بعض اولیاء متساوین کا کہ اعتراض نکلیگا حق ہر ایک کو پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص
اور ولایت مطالبہ کا ضرر عام دفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی ہم یہ رد ہے صاحب اشباہ کا کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے ثم لا ینتصب احد
الورثۃ خصما عن الکل فی دعوی دین لا عین مالم یکن بیدہ فلیحفظ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثون کیطرف سے اگر دین کے دعویٰ میں خصومت ہو
نہ عین کے دعوی میں تاوقتیکہ وہ مدعی علیہ کے ہاتھ میں نہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ینتصب خصما عن الکل ای اذا کان وقف بین جماعۃ ووافقہ واحد فلو لاحد منہم او وکیلہ
الدعوی علی واحد منہم او وکیلہ یعنی لبعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سب کیطرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان میں اور اسکا وقف کرنیوالا ایک ہی
ہو تو انمین سے ایک مستحق یا اسکے وکیل کو دعویٰ کرنا انمین سے دوسرے شخص پر یا اسکے وکیل پر جائز ہے وقیل لا ینتصب فلا یصح القضاء الا بقدر ما فی ید الحاضرین اور دوسرا
قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سب کیطرف سے خصومت نہین کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہین مگر اسیقدر جو حاضرین کے ہاتھ میں ہے قائل اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے وہذا اذا
انتصاب بعضہم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وتمامہ فی الوہبانیہ اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اسوقت ہے جب اصل وقف ثابت ہو اور
اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کر سکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل

الموقوفة ویجوز بیعها فی الاصح لان للزومہ کلاما کثیرا ولم یوجد ہہنا متولی وقف نے مالِ وقف سے ایک گھر خرید کیا واقف کرنیکے واسطے تو یہ گھر منازل موقوفہ سابقہ کے ساتھ نہ ملایا

جاسے اور اسکی بیع جائز ہے قول اصح میں اسواسطے کہ اسکے لزوم وقف میں بہت سا کلام ہے اور یہاں وہ موجود نہیں مات المؤذن والامام ولم یستوفیا وظیفتہما من الوقف سقط

لانہ کالصلۃ کالقاضی وقیل لایسقط لانہ کالاجرۃ کذا فی الدرر قبیل باب المرتد وغیرہا قال المصنف ثمہ وظاہرہ ترجیح الاول لحکایۃ الثانی بقیل قلت قد جزم فی البغیۃ تلخیص القنیۃ

بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباہ ومنحۃ النہر مرگیا مؤذن اور امام اور حالانکہ دونوں نے اپنا وظیفہ یعنی ماہانہ یا سالانہ وقف سے نہیں پایا تو ساقط ہوگیا

مثل قاضی کے اسواسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کے ہے کہ بدون قبض مملوک نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اسلیے کہ وہ اجرت کے مانند ہے کذا فی الدرر قبیل

باب المرتد وغیرہا مصنف نے اپنی شرح میں یہیں کہا اور ظاہر درر ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی سقوط کا بسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل میں کہتا ہوں کہ بغیۃ تلخیص القنیہ میں البتہ

یقین کیا ہے اسکا کہ امام اور مؤذن کا وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومنحۃ النہر دو علی الامام دار وقف فلم یستوف الاجرۃ حتی مات ان اجرہا المتولی سقطوا وان

اجرہا الامام لا عمادیہ اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو سواسنے کرایہ اس گھر کا پورا نہ پایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہوگیا اور اگر اسکو امام نے

کرایہ پر دیا تو ساقط نہوگا کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اسکی قبض کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلۃ وقت الادراک وذہب قبل تمام السنۃ لایسترد منہ غلۃ باقی السنۃ

قصارکالجزیۃ وموت القاضی قبل الحول وبحل للامام غلۃ باقی السنۃ لو فقیرا وکذا الحکم فی طلبۃ العلم فی المدارس در امام نے غلہ لیا پختگی زراعت کے وقت اور اس مسجد سے چلا گیا قبل تمام

ہونے سال کے تو اس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائیگا تو وہ ہوگیا جزیہ اور موت قاضی کے مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم

ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدرر یعنی اگر طالب العلم غلہ سال بھر کا مدرسہ سے لیکر چلا جاوے تو استرداد نہیں ہم اگر ذمی اثنائے سال میں مرجائے تو اس سے ایام گذشتہ کا جزیہ

نہ لیا جائیگا اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثنائے سال میں جزیہ پیشگی دے پھر ذمی مسلمان ہوجاوے یا مرجاوے تو وہ یا اسکا وارث استرداد جزیہ نہیں کر سکتا ونظم ابن الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم

المقتضیۃ للعزل منہ ومالیس منہ ان لم یزد علی ثلث شہور فہو یعفی ویغتفر اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزول کو اور منجملہ

نظم مذکور یہ ہے اور جو غیبت ناچاری کی ہے اگر تین مہینہ سے زیادہ نہو تو وہ معاف اور مغفور ہے وقد اطبقوا لایاخذ السہم مطلقا لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر اور البتہ علما

نے اتفاق کیا ہے کہ درصورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع میں مسافر کیواسطے ہے حصہ نہ لے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت ہذا کلہ فی سکان

المدرسۃ وفی غیر فرض الحج وصلۃ الرحم اما فیہما فلا یستحق العزل المعلوم کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور سکان مدرسہ میں اور فرض حج اور صلہ رحم کے

سوا میں ہے اور ان دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں تو مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وفی المنظومۃ المحبیۃ لاتجز استنابۃ الفقیہ لا ولا

المدرس لعذر حصلا کذاک حکم سائر الارباب اذ لم یکن عذر فذا من باب اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا فقیہ اور نہ مدرس کا بسبب عذر کے حاصل ہوا یہی حکم ہے

باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہوگی والمتولی لو اجر الوقف اجرا لکنہ فی صکہ ما ذکرا من ای جہۃ تولی الوقفا ماجوزوا ذلک حیث

یلغی اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن اُسنے وثیقہ اجارہ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کس وجہ سے متولی ہوا ہے وقف کا واقف کیطرف سے یا قاضی کیجانب سے تو

فقہانے یہ اجارہ دینا جائز نہیں رکھا جہاں کہیں ہو وشبہ الوصی اذا تختلف احکامہا فی ما علی ما یعرف بحسب التقلید والنقص قس فی کل التصرف کیلا یلتبس اور مانند متولی

کے وصی ہے اسواسطے کہ متولی اور وصی دونوں کا حکم بنابر مشہور کے مختلف ہے بحسب تقلید اور نقص کے سو قیاس کرلے اجارہ دینے پر جمیع تصرفات کو اسواسطے فقہانے اجازت نہ دی تاکہ احکام میں

اشتباہ نہو شرح جامع الفصولین میں ہے کہ ایجار متولی اور وصی بلا تصریح وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہیں اسواسطے کہ باپ کے وصی اور دادا کے وصی اور ان کے وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے

احکام مختلف ہیں قلت لکن للسیوطی رسالۃ سماہا الضبابۃ فی جواز الاستنابۃ ونقل الاجماع علی ذلک فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام انہوں نے ضبابۃ فی جواز

الاستنابۃ رکھا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولایۃ نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ لقیامہ مقامہ ولایت قائم کرنی متولی کی واقف کیطرف

ہے پھر اسکے وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام اسکے ولو جعلہ علی امر الوقف فقط کان وصیا فی کل شیء خلافا للثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل الآخر وصیا کانا ناظرین

فالم یجعل ناظرا فیمات الواقف ثم وجد کتابا وقف فی کل اسم قبول تاریخ اثنانی متاخر تشترکہ ہے اور اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا اور دوسرے کو جمیع امور میں وصی ہو تو کیا حکم ہے
ہو یوصف کے اور اگر واقف نے بعد کو نظارت ایک کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونوں نظر ہونگے تا وقتیکہ تخصیص و تعیین اسکا اسعاف میں ہے تو اگر وقف کے دو قبالے پائے گئے
دیکھے گئے میں ایک شخص کا نام ہے اور دوسرے قبالہ کی تاریخ متاخر ہے تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہیں کذا فی البحر فرع مسئلہ مفیدہ شارح کا طالب التولیۃ لا یولی الا مشروطہ نفر اتیمولی فرمنفید
نہ تولیت کی درخواست کرنیوالے کو تولیت نہ دیجائیگی سوائے اس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو چکی ہو اور بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا
بسبب شرط ہوچکے تو وہ اس درخواست سے نقیب شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا جاہب نیت کے اسواسطے تولیت نہ دیجائے کہ حدیث میں نہی ہے کہ ہم اوسکو امانت نہ دینگے
بعد موت الواقف لم یوص الاحد فولایۃ النصب القاضی اذ ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ کما مر حیث کہ وہ شخص کیا جسکے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور اسنے کسی کے واسطے وصیت نہیں
کی تولیت کی تو نصب کی ولایت قاضی کیواسطے ہے نہ مستحق وقف کیواسطے اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہے مگر اسکی تولیت سے چنانچہ گذر گیا و مادام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف
لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم اور جبتک کوئی شخص تولیت کی لیاقت رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اسواسطے کہ
واقف کا اقارب اشفق یا زیادہ شفیق ہے اور اسکا مقصود یہ ہے کہ وقف کی نسبت اسکے خاندان کی طرف ہی رہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ
بالشرط عاما صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض
تولیت بسبب شرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت مذکور صحیح ہے اور متولی مذکور اسکے معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہ ہوگا مگر جبکہ واقف نے اسکے واسطے متولی کرنا اور
معزول کرنا دونوں مقرر کردیا ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح وصحتہ کو متن سے دور کرتا تا کہ تفصیل آئندہ صحیح ہوتی اسنے صاحب اشباہ کے والا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ صح و
ینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض الی غیرہ کالایصاء اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اسکو
عزل اور تفویض غیر کا اختیار ہو مثل وصیت کرنیکے کذا فی الاشباہ مثلاً باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر یعین بالشرط ثم من بعدہ للحاکم فہل
اذا فوض النظر لغیرہ ثم مات ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم وان فی مرض موتہ لا لان المفوض لہ باق نیابۃ بقیامہ مقام الواقف شرط مرتبا جعل معین ثم من بعدہ الفقراء ففرغ عنہ لغیرہ
ثم مات ہل ینتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھ سے سوال ہوا اس ناظر کا جو معین ہو اشتراط سے پھر بعد اسکے حاکم کو اختیار ہو تو جب کہ ناظر مذکور غیر کو نظارت
سپرد کرے پھر مرجائے کیا اسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو وہاں حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اسنے
اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہ ہوگا جبتک وہ شخص باقی رہیگا جسکو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھ سے سوال ہوا اس وقف
کرنیوالے کا جسنے ترتیب وقف کیا ایک معین کیواسطے پھر بعد اسکے فقیروں کے واسطے سو فرد مستحق اپنا حصہ غیر کو دیدے کر کے کنارہ گیر ہوا پھر مرگیا وظیفہ معاد مر گیا فقیروں کیطرف منتقل
ہوگا میں نے منتقل ہونیکا جواب دیا یعنے بعد موت مستحق مذکور کے وفیہا للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ولم ار حکم عزلہ المدرس والامام الذی ولاہما ولو لم یجعل ناظرا فنصب القاضی لم یملک
الواقف اخراجہ ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف والقاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقاً یعنے خواہ اسنے اپنے واسطے عزل شرط
کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی کا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اس مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین نہیں کیا سو قاضی
نے منصوب کیا تو واقف اسکے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اسکا علم ہو تو عزل صحیح ہے ورنہ نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ امام اور
مؤذن کی معزولی تو صریح ہے بلاشک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور مؤذن بسبب عذر کے چہ مہینہ کام نکریں تو متولی کو انکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز
ہے انتہی لیکن یہ عزل بسبب عذر کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم ادعی انہا المشتری من اخی کم ادعی انی کنت وقفتہا او قال وقف علی لم تسمع دیجاہ المشتری یا زید
گھر بیچا پھر اسکو خالد مشتری نے اور شخص کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ میں نے اس گھر کو وقف کردیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر مجھ پر وقف تھا تو یہ دعوی صحیح نہیں قسم لیجائیگی مشتری سے قسم نہ
کا بیع کرنا قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال میں یہ مذکور تھا شارح نے اسکو ذکر کردیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہے و لو اقام بینۃ اور بینہ قائم کرینگے تو قبول ہوگا

فیبطل البیع ویلزم اجر المثل فیما لا فی الملک لو مستحقہ بحال المعتمد بزازیہ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع باطل
ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں دیعنی اجرت استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا ام وقت میں اجرت مثل لازم ہوجاتی ہے بلا عقد اجارہ بخلاف ملک
مستحق کے اور حجت شرعی سے دو نوشتہ مراد ہے جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی ہو چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں مصرح ہے اور ظاہر بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے
کہ نوشتہ پر عمل کرنا چاہیے بر بیان شرعی اور حالانکہ یہ قاعدہ مذہب کے خلاف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال سے بنا بر اسی معنی کا گواہوں پر اقتصار کیا ہے اور ان
اشباہ کے بعضے محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کے محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الخادمی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن عینہ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں ہے کہ شئی وقف
مذکور کا قیمت لینے کیواسطے کذا فی المنیہ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بحق ثمن ہے اور وقف میں ثمن جائز نہیں ہے یہی حدی المسائل البیع المستثناۃ من قولہم من سعی
فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ وردو یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہے ان مسائل سے جو مستثنی ہیں فقہاء کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اسکے توڑنے
میں جو اسی کی جہت سے پوری ہوئی ہے تو اسکی سعی نامقبول ہے کذا فی تعدا رالاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والالا وہو تفصیل حسن اعتمدہ
المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے ایسے وقف کا دعوی کیا کہ بیع الیسا وقف
ہے جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہوگیا تو دعوی اسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے لیکن آخر کتاب میں قول اول
پر یعنی اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہو کر ہم تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول مفتی بہ حکم باللزوم کی
کچھ حاجت نہیں وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وہو المختار وصوبہ الزیلعی قال وہو احوط اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اسکو تصویب
کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا فی وقف ہو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد لم یجز قلت قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ ثم
للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اس وقف میں
ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدم ذکر کر چکے مقبول ہونا شہادت کا مطلقا واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اسکا
انجام کار فقیروں کے لیے ہے تو اسکو غور کر لے اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ ہاں دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہے اور بیع باطل ہوگی الباني للمسجد اولی من القوم
بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ الباني بنانے والا مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جبکہ قوم نے
امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اسوقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہے اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف راجع ہے صح الوقف قبل
وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیاہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے
زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اسکے کوئی اولاد نہیں یا اس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلۃ
للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیۃ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرسۃ یدرس فیہا المدرس مع طلبۃ فدرس فی غیرہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف
الغلۃ لہ لا للفقراء کما تقع فی الروم اور صرف کیا جائے محصول وقف کا فقیروں پر یہاں تک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جائے کذا فی العمادیہ نہر الفائق
میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اس مدرسہ پر جسمیں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سوا اسے
اسکے بسبب متعذر ہونے درس کے اس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ غلہ مدرس کو دیا جائے نہ فقیروں کو چنانچہ بلاد روم میں رائج ہے ہم تدریس متعذر ہوئی بسبب
منہدم ہوجانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونیکے آبادی سے فروع مہمۃ حدثت للفتوی یہ مسائل ضروریہ فرع ہیں جو فتوی کیواسطے حادث ہوئے ہم شارح علامہ نے آخر کتاب الوقف
میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد لغت کتاب کے تنگنائے ایجاز سے نکلکر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا ارصد الامام ارضا علی
مسائیہ لیصرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا لخراب البلد فتلہا وکیل الامام لمسائیہ ہی ملکت بل البیع اجاب بعض الشافعیۃ بان الارصاد علی

بقدر نصاب کے فقیرون کو دینا فقرا کے وقف سے مگر جبکہ واقف نے اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہین کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم
مرتب کثیر کا فقرا کے وقف سے یعنے محتاج علما کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے فقیرون کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ محتاج عالم کو دینا جائز نہین سو اسواسطے کہ وقف صدقہ
ہی تو مشابہ زکوۃ کے ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف و لا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الوقف باجر مثلہ قنیہ یہ قاضی کو جائز نہین کہ کسی کے واسطے وظیفہ
مقرر کرے وقف مین بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اسکو لینا حلال نہین مگر نظارت وقف بعوض کی اجرۃ مثل کے قاضی کو جائز ہی کذا فی القنیہ ثم
یہ اسوقت ہی جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاے اور ضرورت ثابت کیجاے تو قاضی اسکو مقرر کرے جو اسکی اصلاح کرے اور اسکے واسطے
اجرت مثل معین کر دے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی دے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیہ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام ان کان لا یکفیہ و کان عالما تقیا ثم قال
بعد ورقتین و الخطیب ملحق بالامام بل ہو امام الجمعۃ قلت و اعتمد فی المنظومۃ المحبیہ قاضی کو جائز ہی زیادہ کرنا امام کی وجہ تقرری پر جبکہ اسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو پھر
صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہی بلکہ خطیب وامام الجمعہ ہی مین کہتا ہون اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہی منظومہ محبیہ مین و نقل عن المبسوط ان السلطان
یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری و مزارع یعمل بامرہ و ان غایر شرط الواقف لان اصلہا لبیت المال او منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل
کیا ہی کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرع کی جائز ہی جبکہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی زراعت کی ہو تو اسکے حکم کے موافق عمل کیا جاے اگرچہ واقف کی شرط کے مغائر
ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی ملوک ہی یصح تعلیق التقریر فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف
مین مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہی تو اگر قاضی کہے کہ اگر فلانا شخص مرجاے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو مین نے تجھکو اسمین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہی لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد
شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ و کذا الوصی جائز نہین قاضی کو معزول کرنا متولیہ کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اسپر خیانت ثابت کرین اور اسیطرح وصی
کو معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہین الناظر اذا اجر انسانا فہرب و مال الوقف علیہ فلم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے جب کہ
اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اسپر وقف کا مال ہی تو ناظر پر ضمان نہین بخلاف اسکے کہ جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبر گیری نہ کی یہانتک
کہ وہ ضائع ہو گئی تو اسپر ضمان لازم ہی ہم اور یہی حکم ہی مسجد کے فرش کا جب کہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبر گیری نہ کی
یہانتک کہ دیمک کھا گئی تو اسپر ضمان ہی اگر اسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی الصیرفیہ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف کتعمیر و شراء
بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یتیسر اجارۃ العین و الصرف من اجرتہا و الاستدانۃ القرض او الشراء
نسیئۃ جائز نہین استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جب اسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کے واسطے چنانچہ مرمت کرنا یا زمین وقف کے واسطے
بیج مول لینا تو استدانت جائز ہی دو شرطون سے شرط اول اذن قاضی ہی سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت
کرے دوسری شرط یہ ہی کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہ ہو اور یہان استدانت سے مراد قرض ہی یا ادھار خرید
کرنا ہم حلبی نے کہا صواب یہ ہی کہ شارح بجاے قرض استقراض کہتا اس واسطے کہ قرض عبارت ہی قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے
و ہل للمتولی شراء متاع فوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ و یکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہی خرید کرنا متاع کا اسکی قیمت سے زیادہ کر کے پھر اسکا
بیچنا عمارت کے واسطے اور نفع اور زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہی کہ ہان متولی کو جائز ہی ہم طحطاوی نے کہا منشا اس جواب کا عدم اطلاع حکم
سابقین ہی اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ مین ابو یوسف سے یون منقول ہی کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اسی پر فتوی ہی اقر بارض فی
یدہ غیرہ انہا وقف و کذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر مین ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہی اور قابض نے اسکی تکذیب کی پھر کسی وجہ
سے مقر اس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاوے گی یعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق و ان خالفت کتاب الوقف لکن سوف

اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیروں پر صرف کیا جاے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقرا ظاہر ہوا مثلاً یہ کہ اسکے واقف نے
اُسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک مین پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اُسکے وارث کی ملک مین اگر واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک مین
عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفہ السلطان عاما جاز ولو لجہۃ خاصۃ فظاہر کلامہم لایصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہی اور اگر
جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہی کہ یہ وقف خاص نہین ہم یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے
عام صحیح ہی نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ لو شہد المتولی مع آخر بوقف مکان کذا علی المسجد فظاہر کلامہم
قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہی لا تلزم المحاسبۃ
فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متہما یجبرہ علی التعیین شیأ فشیأ ولا یحبسہ بل یہددہ ولو اتہمہ یحلفہ قنیۃ قلت وقدمنا فی الشرکۃ ان
الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاۃ زماننا لیس الا الوصول لسحت المحصول لازم نہین محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی
کو محاسبہ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت مین مشہور ہی اور اگر متہم بخیانت ہو تو اسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اسکو قید نہ کرے بلکہ اُسکو دھمکا دے
اور اگر اُسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیۃ مین کہتا ہون اور پہلے کتاب الشرکۃ مین مقدم ذکر کیا ہی کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب
دینا بتفصیل لازم نہین اور ہمارے زمانے کے قاضیون کو حساب لینے سے کچھ غرض نہین سواے حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ
بلا یمین لکن افتی المنلا ابو السعود انہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی وقفہ کاولادہ واولاد اولادہ قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام بالجامع والبواب ونحوہما
لا یقبل قولہ کما لو استاجر شخصا للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ ثم ادعی تسلیم الاجرۃ لم یقبل قولہ قال المصنف وہو تفصیل فی غایۃ الحسن فیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ
الاشباہ اگر متولی نے حقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اُسکا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو السعود نے فتوی دیا ہی اسکا کہ اگر متولی نے
دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف دینے سے اپنے وقف مین چنانچہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اُسکا قول مقبول ہی اور اگر اُسنے جامع مسجد کے
امام یا دربان اور مانند اُنکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اُسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کے واسطے بعوض
اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اُسکا قول مقبول نہین مصنف نے اپنے فتاوی مین کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی مین ہی تو اسی پر
عمل کرنا چاہیے اور اِسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ مین اعتماد کیا ہی قلت وسیجی فی العاریۃ معزیا لاخی زادہ لو آجر القیم ثم عزل فقبض الاجرۃ للمنصوب فی
الاصح مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب العاریۃ مین نقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی
منصوب کا حق ہی قول اصح مین اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کے واسطے تھا نہ اپنی ذات کے واسطے وہل یملک المعزول مصادقۃ المستاجر علے
التعمیر قبل نعم قال المصنف والذی ترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہی تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعضون نے کہا ہان مالک ہی مصنف نے کہا اور جو قول
میرے نزدیک ترجیح ہی وہ عدم ملک مصادقت ہی یعنی اگر متولی معزول کہے کہ مین نے مستاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف مجرا دینے کا اذن دیا تھا تو اسمین اختلاف ہی علما کا لیس للمتولی اخذ
زیادۃ علی ما قدر لہ الواقف اصلا جائز نہین متولی کو زیادہ لینا اسپر جو اسکے واسطے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ویجب صرف جمیع
ما یحصل من نماء وعوائد شرعیۃ وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہون اُن سب کا وقف کے مصارف شرعیہ مین صرف کرنا واجب ہی ہم
یہ اُس صورت مین ہی کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہی اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہی کذا فی الطحطاوی ویجب علے
الحاکم امر المرتشی برد الرشوۃ علی الراشی عقب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجی فی الوصایا ومر ایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ
فلیحفظ اور واجب ہی حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ مسایل سابقہ فتاوی مصنف سے

اندر ملے ہیں یہ فتاوی قاضی خان کتاب الوصایا میں ہو گا اور اگر جو ہو جبکہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت لینا جائز ہو تو کیا وہ جائز ہو امام طحاوی نے کہا بعض مشائخ نے وصیت قول کو اختیار کیا ہے ... متولی کو وظیفہ وقف سے دیا جائے اور لینا جائز نہیں ہے اور حنفیہ میں اتفاق ہے کچھ منافات نہیں ہے اس واسطے کہ عدم جواز صورت مقررہ

ردیف واجبی ہو اور جواز اجرت مثل اس صورت میں ہے جبکہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق میں مفصل مذکور ہے اور وقف للفقراء فقراء ابنہ لم یستحق منھا

ولو دینہ للصغیر لا یسمع منہ الا بینۃ علی فقرہ ... بیان جہتہا ما ذا کذا فی ... من جنین الوقف علیہ فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا اپنے قرابت والے محتاجوں پر

تو قرابت کا محتاج مستحق وقف ہو گا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت بہ جہت قرابت کے بیان کے ساتھ ہو جب قاضی کا حکم ہو گا

اسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہو گا وقف کا وقف کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیھا سئل عمن شرط السکنی لزوجتہ فلانۃ بعد وفاتہ ما دامت عزبا فانت وتزوجت

وطلقت ہل ینقطع حقہا بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا لو وقف علی امہات اولادہ الا من تزوج او علی بنی فلان الا من خرج من ہذا البلد فخرج ثم عاد او علی بنی فلان

ممن تعلم العلم فترک بعضہم ثم اشتغل بہ فلا شئ لہ الا ان شرط انہ لو عاد فلہ فلیحفظ خزانۃ المفتین اور فتاوی ابن نجیم میں ہے کہ سوال ہوا اس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان

کی شرط کی اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد بلا نکاح رہے پھر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہو جائیگا

اسکا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہاں نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہو جائیگا میں کہتا ہوں اور یہی حکم ہے اپنی امہات اولاد پر وقف کریگا مگر جو ام ولد کہ نکاح

کرے اسکے واسطے حق سکونت نہیں یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اسپر نہیں جو نکل گیا اس شہر سے سو کوئی انمیں سے شہر سے نکلا پھر لوٹ آیا یا وقف کیا فلانے

کی اولاد پر جو انمیں سے علم حاصل کرے سو انمیں سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اسکے پھر تحصیل علم میں مشغول ہوا تو اسکے واسطے مال وقف سے کچھ نہیں مگر یہ کہ واقف

نے یہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیطرف پھر عود کریگا تو وہ مستحق ہو گا تو اس شرط سے البتہ حقدار ہو گا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانۃ المفتین وفی الوہبانیۃ انتہی

بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فلہ غلۃ الاتی لا الماضی وتسہلکۃ اور وہبانیہ میں ہے قاضی کا حکم جو ناتی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اسکو آیندہ

کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہو گیا ہو یعنی اگر غلہ موجود ہو گا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہیں تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی جنیہ ولہ ولد واحد فلہ النصف

والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور اسکا ایک ہی بیٹا ہے تو اسکو نصف ملیگا اور باقی فقیروں کے واسطے ہے یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہے اور

اقل جمع وقف اور وصیت میں دو ہیں لہذا بالنا منفرد ہو گیا کذا فی الحلبی وعلی ولدہ لہ الکل لانہ مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اسکا ایک ہی بیٹا ہے تو

اسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہو گا للمتولی الاجارۃ لو خیرا متولی کو اجارہ دینا جائز ہے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو اقالۃ اجارۃ الوقف جائزۃ

جبکہ اسنے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی البصیر لیہ ومحل جواز اقالہ اسوقت تک ہے جبتک اجرت کو اسنے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہیں کذا سنی

الاشباہ اجر بعوض معین صح وخصاہ بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہے اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے للمستاجر

غرس الشجر بلا اذن لو لا تضرر اذا لم یحفر بالارض ولیس لہ الحفر الا باذنہ ویاذن لو خیرا للاوقاف مستاجر وقف کو جائز ہے درخت کا بونا بدون اذن متولی کے جبکہ درخت بونا زمین کو ضرر

نہ کرے اور اسکو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہیں مگر اذن سے اور متولی کھودنے کا اذن دے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو والا اذن نہ دے وما بناہ مستاجر او غرسہ فلہ مالم نویہ

الوقف والمتولی بناء وغرسہ للوقف وما لم یشہد انہ لنفسہ قبلہ اور مستاجر جو عمارت بنا دے یا درخت ثمار لگائے وہ اسی کا مملوک ہے جبتک اسنے وقف کیواسطے اسکی نیت

نکی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے جبتک کہ اسنے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اسپر شاہد نہ کیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کے واسطے ہے

ولو اجرلا بنہ لم یجز خلافا لہما کعبدہ اتفاقا وہذا لو باشر بنفسہ فلو القاضی صح کذا الوصی بخلاف الوکیل اور اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہیں امام

کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب متولی نے

بذات خود اجارہ دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہے

بخلاف وکیل کے کہ اسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہین وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ
او لا بزازیۃ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین شافعی مذہب نہ داخل ہوگا جبکہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا
ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث
واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر
مقدم رکھتا ہے حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب حنفی کے نزدیک حدیث مرسل
پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا لایق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہر محل اس مسئلہ کا وہ ہے جب واقف کو تخصیص محدثین
کی نیت نہو والا فلا شک اہل استحقاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور در صورت عدم نیت واقف، گفتگو کا مقام ہے کہ چارون
مذہب والے اہل حدیث ہین بایں معنی کہ اُنکے امامون نے موافق اپنے شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر
مقدم کرنا اسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہی وجاز علی القبور والاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الصحیح اور وقف جائز ہے قبرون اور کفنون پر نہ صوفیون اور
اندھون پر یہی قول صحیح ہے مترجم بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جاے باطل ہے لیکن فتوی محمد کے قول پر ہے کہ قرات عند القبر
مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اسوقت جائز نہین جبکہ وہ طریقہ پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اسوقت مین وقف کرنا اُنپر قربت نہین اور اگر صوفیہ
طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور
محتاج بھی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی المنلا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم
الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنے جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو
دو فرزند اسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونون تولیت مین شریک ہونگے اسی کا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود نے یون استدلال کر کے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل
ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر ہے وفی النہر عن الاسعاف شرط الافضل من اولادہ فاستویا فلاسنہم ولو احدہما اورع والآخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہی جوہرہ اور نہر الفائق
مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اُسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر عمر والے کو ملیگی اور ایک فرزند
زیادہ پرہیزگار ہے اور دوسرا زیادہ تر دانا ہے امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوہرہ مترجم یہ استدراک ہے قول سابق پر تو اشتراک
تولیت اسوقت ہوگا جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو روایت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف
واللہ اعلم وکذا لو شرط للارشد منہم کما فی النفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کے مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی النفع الوسائل یعنے جو شرط
افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ ای ناظرا حسبۃ بل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ افتی الشیخ الاخ انہ ان ضمہ الیہ
لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنے ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا
بالاستقلال جائز ہے یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنے صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا
ناظر اسکی خیانت کے سبب سے ملایا ہو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر مترجم نصب متولی اور ناظر اور وصی
ہر قاضی کو جائز نہین بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی مؤید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور فتاوی
مؤید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف للعمارۃ
الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کے واسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

اگر وقف کیا اولاد ذریت پر بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ و سافلہ مین بدون زیادتی بعض کے بعض پر سوا اس روایت کو نقل کر کے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وقف
کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب اور بعید اسمین داخل ہین اور اولاد بنین اور بنات اسمین برابر ہین آزاد ہون یا مملوک اور مملوک کا حصہ اسکا مولی لیگا - وتنقض القسمة
فی کل سنة ؛ فیقسم الباقی علی من عنده ؛ اور قسمت ٹوٹ جائیگی ہر سال اور باقی منقسم ہوگا اوپر جنکے واسطے معین کیا ہی واقف نے یعنے اگر واقف کی ذریت مین کوئی اور
لڑکا لڑکی پیدا ہو جو سال گذشتہ مین مستحق نہ تھے یا ذریت موجودہ مین سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہی تو باقی مقسوم
ہوگا اور کل وقف ہی تو کل منقسم ہوگا کذا فی الطحطاوی ؛ وولد علی اولاده ثم علی ؛ اولاد اولاده ؛ در جلان ؛ وقفا فقال والیس فی زاید خل ؛ اولاد بنته علی ما نقل ؛ اور اگر
اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علما نے کہا ہی کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی اور ناتن داخل نہین بموجب روایت منقولہ کے ہم یہی ظاہر الروایت ہی اور
واقعات اور بیہ اور ولوالجیہ اور تجنیس اور مزید مین اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ؛ بنی اولادی کذا اقاربی ؛ واخوتی ولفظ آبائی احسب ؛ یشترک الاناث
والذکور فیه وذاک افصح مسطور ؛ بنی اولادی کے لفظ مین اسیطرح اقاربی اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمین اناث اور ذکور مشترک ہین اور یہ قول واضح
اور مسطور ہی ہم یعنے اگر واقف نے کہا وقف علی آبائی یعنی مین نے باپون پر وقف کیا تو اسمین اسکی مان اور باپ اور دادا دادی نانا نانی داخل ہونگے سوا اسکے کہ
جمع مذکر اختلاط کے وقت مؤنث کو بھی شامل ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیه وما یکثر وقوعه ما لو وقف علی ذریته مرتبا وجعل من شرط ان من مات قبل
استحقاقه وله ولد قام مقامه ولو بقی حیا فصل لحظ ابیه لو کان حیا ویشارک الطبقة الاولی اولا افتی السبکی بالمشارکة وخالفه السیوطی وهذه المخالفة واجبة کما
افاده ابن نجیم فی الاشباه من القاعدة التاسعة اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہی یعنی مصر مین وہ یہ ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر
علی الترتیب یعنی طبقة بعد طبقة وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اسکی اولاد مین سے قبل استحقاق کے مرجاے ولد چھوڑ کر تو اسکا ولد اپنے
باپ کے قائم مقام ہو اگر اسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اسکا باپ زندہ رہتا اور یہ ولد استحقاق مین طبقۂ اولی کا شریک ہوگا
یا نہین علامہ سبکی نے شارکت کا فتوی دیا اور سیوطی رح نے اسکی مخالفت کی ہی اور یہ مخالفت واجب ہی چنانچہ اسکو بیان کیا ہی ابن نجیم نے اشباہ کے نوین قاعدہ مین م اشباہ
مین حاصل سوال اور اپنا جواب مختار یون مذکور ہی کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر انکے بعد پر پوتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقة بعد
طبقة وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیہ طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجاے تو اسکا حصہ اسکے ولد کو ملے اور جو مرجاے قبل داخل ہونیکے اس وقف مین اور مستحق ہونے
اسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا پر پوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہی قاہرہ یعنی مصر مین انتہی طحطاوی نے
کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہی بلکہ اشباہ مین عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہی اور یہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزندون
مذکور ہی جو پوتا اپنے باپ کی زندگی مین گیا لکنه ذکر بعده وقفین ان لبعضهم یعبر بین الطبقات بثم وبعضهم بالواو فبالواو یشارک بخلاف ثم فراجعه متاملا مع شرح الوہبانیة فانه
نقل عن السبکی وقفین اخرین یحتاج الیهما ولم یزل العلماء متحیرین فی فهم شروط الواقفین الا من رحم الله لیکن صاحب اشباہ نے دو وقفون کے بعد مذکور کیا ہی کہ بعضے وقف کرنے
والے طبقات اولاد مین بلفظ ثم تعبیر کرتے ہین اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہوگا سو مراجعت
کر اشباہ کیطرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اسنے سبکی سے دو اور صورتین نقل کی ہین جنکی طرف حاجت پڑتی ہی اور ہمیشہ علما حیران رہے ہین شروط
واقفین کے فہم مین مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا ام طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہ اسمین پایا کہ واو کی تعبیر مین قسمت منقوض ہوگی اور ثم مین
منقوض نہوگی اسمین مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہین اور یہ بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہی
سو صحیح نہین بلکہ دونون صورتون مین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اسکو دفع کر دیا ہی اور جو توضیح
اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اسکے حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصا وقد افتیت فیمن وقف علی اولاده الذکور دون الاناث ثم ثبات مستحقه عن الدین

الغلات انما تملک حقیقۃ بالقبض فتورث بالغنی والموت لایبطل ما استحقہ پھر اگر واقف کے صرف مین تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ سے سو غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو مبارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اُسکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوک نہین ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا مالداری اور موت کا مبطل اِس حق کا نہین جسکا وہ مستحق ہوچکا اور غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہون نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہوگیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریہ اور یہان سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو فقیرون کا حق ہے تو چاہیے کہ اِس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیرون کا حق نہین ہوگیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہین ہوتا مگر قبض سے وامامن ولد منہم لدون نصف حول بعد مجئ الغلۃ فلاحظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لاشئ لہ والحمل لاشئ لہ اور وقف مذکور مین جو اہل قرابت مین لڑکا پیدا ہو کم تر چھ مہینے کی مدت مین غلہ آنیکے بعد تو اُسکا حصہ نہین بسبب اُسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلۂ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق نہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہین ہم یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف مین اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قید بصلحائہم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج ان من جاورہ منہم او من سکن مصر تقید الاستحقاق بہ عملا بالشرط اور اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اُسکا مجاور رہے یا جو مصر مین مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اُسکی شرط کے ہم اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامن الاذی قلیل الشر نہ متہتک صاحب ریبت ہو نہ قاذف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف و اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہین کذا فی العالمگیریہ عن الحاوی وتمامہ فی الاسعاف ومن احوجہ حوادث زمانہ الی ما خفی من مسائل الاوقات فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان فی شرح مواہب الرحمن للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنین وعشرین وتسعمائۃ وہو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف مین ہے اور جسکو مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کرین تو اُسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن مین جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا مین نوسو بائیس ہجری مین اور وہی اسعاف کے بھی مصنف ہین ہم یہانتک فروع اوقاف مذکور ہوچکے آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہین واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو مجمل یہان مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی دقت سے نہین بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ مین تابع ہے شارح کا قول الاشباہ اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی واربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہون کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلون مین مانع نہین ہم یعنی جسمین تعدد شہادت کا شرط ہے اسمین اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے دریافت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین مین لفظاً اور معنی فرور ہے اسطرح پر کہ دونون کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اُسکا اعتبار ہے جسپر دونون شاہدون نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہین لیکن صاحبین کے نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جبکہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونون نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجاے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آیندہ کے مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس صورتین مستثنی مذکور ہین قال فی زواہر الجواہر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح المحال علیہ مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاہدین وانا اذکرہا سرداً فاقول الاولی شہد احدہما ان علیہ الف درہم وشہد الآخر انہ اقر بالف درہم تقبل

۱۶- ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اسمین ساکن تھا تو مقبول ہوگی ہم کہتے ہیں سکونت باجارہ یا عاریہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک اسمین اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی خصوصاً جبکہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ ذکرا وقال الآخر انثی تقبل ۱۷- ایک نے گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ طلاق اسکی مطلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ انکر اذن عبدہ فشہد احدہما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ۱۸- مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑوں کی تجارت کے اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہے کذا فی باب المأذون التاسعۃ عشرۃ اختلف شاہدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلاف فی الطلاق ۱۹- اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدوں نے کہ اسنے عربی زبان مین اقرار کیا یا فارسی مین تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار مین اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدہما انہ قال لعبدہ انت حر والآخر انہ قال آزادی تقبل ۲۰- ایک نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی مین کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی مین آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدہما انہا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ۲۱- زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اسنے اس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان طلقتک فعبدی حر فقال احدہما طلقہا الیوم والآخر انہ طلقہا امس تقع الطلاق والعتاق ۲۲- زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دون تو میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اسنے آج کے دن اسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہونگے ہم اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شہد احدہما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والآخر انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بالطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳- ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا ہم اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴- ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان مین غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی مین تو مقبول ہے ہم یعنی شاہد نے عربی فارسی مین گواہی دی اور شاہد نے یہ نہین کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کیونکہ اسمین قول مولی کا عربی فارسی ہونا مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المہر یقضی بالاقل ۲۵- شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر مین تو اقل مہر پر حکم ہوگا ہم طحطاوی نے کہا جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئی مقدار مال مین تو گواہی مقبول نہین مگر نکاح مین مقبول ہے اور مہر مین مہر مثل کیطرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح مین بھی مقبول نہین انتہی تو اقل پر حکم کرنا اسکے منافی ہے السادسۃ والعشرون شہد احدہما انہ وکلہ بخصومۃ مع فلان فی دار سماہ وشہد الآخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ وفی شیء آخر تقبل فی دار اجتمعا علیہ ۲۶- گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے اس گھر مین جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اسی گھر کی خصومت مین اور دوسری چیز کی خصومت مین بھی تو گواہی مقبول ہوگی اس گھر کی وکالت مین جسپر دونون شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ وقفہ فی صحتہ والآخر بانہ وقفہ فی مرضہ قبلا ۲۷- ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اسکو وقف کیا اپنی صحت مین اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسکو اپنے مرض مین وقف کیا تو دونون مقبول ہین ہم طحطاوی نے کہا لیکن اسکی تصریح نہ ہوئی کہ وقف کل مین ہوگا یا ثلث مین اگر اسکا اتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہے جبکہ مال معلوم ہوتا ہے مگر اسکو نقل ثابت کرنا چاہیے الثامنۃ والعشرون لو شہد شاہد انہ اوصی علیہ یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸- اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

اشتباہ میں کیا پھر قبضے کے وقت دوسرے نے کہا ہبہ کے وقت جائز ہو التاسعۃ والعشرون الدعوی مال ... صاحب المحتال علیہ حال بحر ہبہ ... شہد احد ... کفیل عن قریب
بہا المال تقبل ۲۹ - مثلاً زید نے دعوی کیا کہ مال خالد سو ایک اور نے گواہی دی کہ خالد مال علیہ پر آتا ہے دوسرے نے ... اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ سے
مدیون کا ضامن ہوا ہو اسلئے ایسی حالت کے تو گواہی قبول ہو ہم ترجمہ یعنی دائن مدیون دونوں بری ہو جاتے ہیں سو یہاں ترجمہ اول یعنی دائن ہے اور ترجمہ ثانی یعنی مدیون
ہو اور محتال علیہ وہ ہے جو کوئی مال ہوا کرے یعنی آمادہ ہے اور دوسرا قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوی کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے
دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے ذمہ زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی اسکا دین لیکر وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے
گواہی دی کہ خالد ضامن ہے مدیون کا خلاصہ یہ کہ مال خالد پر ہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ بسبیل الحوالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور
یہ صورت شیخ صالح کے کلام میں ہے اور کی گرانکے کہا ہے کہ حکم ضمانت یہ ہونا چاہئے کہ وہ قبول ہو کذا فی الاشباہ الثلثون شہد احد بانہ باعہ کذا الی شہر و شہد الآخر بانہ باعہ
ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰ - ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیۃ والثلثون
شہد احد بانہ باعہ بشرط الخیار ثلثۃ ایام ولم یذکرہ الآخر تقبل فیما ۳۱ - ایک نے گواہی دی کہ اسنے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونوں میں
مقبول ہے الثانیۃ والثلثون شہد احد انہ وکلہ بالخصومۃ فی ہذہ الدار عند قاضی الکوفۃ والآخر عند قاضی البصرۃ جازت شہادتہما ۳۲ - ایک نے گواہی دی کہ مدعی
کو اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے الثالثۃ والثلثون شہد انہ وکلہ بقبضہا
والآخر انہ جریہ تقبل ۳۳ - ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو مسلط کیا تو مقبول ہے ہم تو دو جزء من التجریۃ بمعنی التسلیط کذا
فی الحلبی الرابعۃ والثلثون شہد احد بانہ وکلہ بقبض والآخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل ۳۴ - ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو
قبض کرنے پر مسلط کیا ہم یہ صورت اور صورت سابقہ یکساں ہیں فقط لفظ کا فرق ہے الخامسۃ والثلثون شہد احد بانہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ اوصی لہ بقبضہ فی حیوتہ
تقبل ۳۵ - ایک نے گواہی دی کہ اسکو اسنے اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اسکو اپنی زندگی میں اسکے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے
ہم موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃ وکیل نہیں اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہو جاتی ہے السادسۃ والثلثون شہد احد بانہ وکلہ بطلب دینہ
والآخر بتقاضیہ تقبل ۳۶ - ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو
مقبول ہے السابعۃ والثلثون شہد احد بانہ وکلہ بقبضہ والآخر بطلبہ تقبل ۳۷ - ایک نے گواہی دی کہ اسکو وکیل کیا اسکے قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے
نے کہا اسکے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے الثامنۃ والثلثون شہد احد بانہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ امرہ باخذہ او ارسلہ لیاخذہ تقبل ۳۸ - ایک نے گواہی
دی کہ اسنے اسکو اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اسکو اسکے لینے کا امر کیا یا اسکو بھیجا تا اسکو لے تو مقبول ہے التاسعۃ والثلثون
اختلفا فی زمن اقرارہ فی الوقف تقبل ۳۹ - دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار فی الوقف میں ہم اسمیں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود
اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب ممکن ہونے اعادہ و تکرار کے قول میں اور اگر فعل محض ہو جیسا کہ غصب یا
قول ملحق بفعل ہو جیسا کہ نکاح تو اسمیں اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون اختلفا فی مکان اقرارہ تقبل ۴۰ - شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے
الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ۴۱ - گواہوں نے اختلاف کیا واقف کے وقف کرنے میں اسکی صحت میں یا اسکے مرض
میں ہم یہ مسئلہ ستانویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہو گیا الثانیۃ والاربعون شہد احد بانہ وقف علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء انتہی ۴۲ - ایک
شاہد نے گواہی دی کہ واقف نے وقف کیا زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیروں پر ہوگا انتہی کلام ابن نجیم ... تقبل ... ما ذکرہ المصنف

مسائل منہا لو اختلفا فی تاریخ الرہن بان شہد احدہما انہ رہن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ تسمع عندہما خلافا لمحمد جواہر الفتاوی شیخ صالح نے کہا میں کہتا ہوں اور جو مسائل
مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے مذکور کیئے انمیں سے چند مسائل زیادہ کیے یعنے تیرہ مسئلے از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سو ایک نے گواہی دی
کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمد کے کذا فی الجواہر الفتاوی ومنہا لو اتفق الشاہدان علی
الاقرار وفی احدہما انہ اختلفا فقال احدہما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل ور از انجملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار مالی پر اتفاق کیا اور
مکان میں اختلاف کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب اس مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے حلبی نے کہا یہ مکرر ہے چالیسویں صورت
کے ساتھ طحطاوی نے کہا مگر دونوں میں فرق ہے اسلئے کہ چالیسویں میں نفس کے اقرار میں ہے اور یہاں مال کے اقرار میں علاوہ اسکے وہاں شاہدوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے سو مال کر دالا اسکا
بعد سینتیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہو جائیگا ومنہا لو قال احدہما طلقہا بجانہا کان ذلک بالغداۃ وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل ہما فی الولوالجیہ اور از انجملہ یہ کہ ایک
نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہے یوں کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ
میں مذکور ہیں ومنہا شہدا علی رجل انہ طلق امرأتہ واحدہما یقول انہ عین منکوحتہ بنت فلان الآخر یقول عینہا انی اعلم وشہدا ان المرأۃ التی کانت لہ سوی ابنۃ فلان
قد طلقہا واخرجہا من دارہ قبل ہذا التعلیق قال فخر الدین اذا شہدا علی الطلاق الا انہ عین احدہما المرأۃ وذکر اسمہا ولم یعین الآخر التی ہی فی نکاحہ ولیس فی نکاحہ
غیر امرأۃ واحدۃ تصح الشہادۃ وہی فی جواہر الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اسنے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی
عین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلاً طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ وہ مطلقہ بعینہا نہیں میں مقرر جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید
کی بیٹی کے سوا اسکو اسنے طلاق دی اور اسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اسنے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تعلیق کے یعنے جسمیں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
فخر الدین نے کہا جبکہ دونوں نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اسکا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اس عورت کو جو
اسکے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اسواسطے کہ صاف معلوم ہوگیا کہ مطلقہ زید ہی کی
بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنہا ادعی ملک دارہ فشہد لہ احدہما انہا لہ وقال ملکہ وشہد الآخر انہا کانت ملکہ تقبل قنیۃ المفتی اور از انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک
کا دعوی کیا تو ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ گھر اسی کا ہے یا یوں بولا کہ اسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اسکا مملوک تھا تو مقبول ہے کذا فی القنیۃ المفتی حسب ان
گذشتہ میں اسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بطور سابق اسی کا مملوک رہیگا اسوقت تک کہ ناقل شرعی اسکو نقل کرے ومنہا ادعی الفین والفا وخمسمأۃ فشہد احدہما بالالفین
والآخر بالف وخمسمأۃ قضی لہ بالالف اجماعا منیہ اور از انجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایکہزار اور پانسو
کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی المنیۃ المفتی اسواسطے کہ شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایکہزار اور دو ہزار کی گواہی کے اسواسطے کہ ہزار دو ہزار میں
داخل ہیں صراحۃ اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی ومنہا لو شہدا لہ علی ہذا الرجل الف درہم وشہد احدہما انہ قد قضاہ المطلوب منہا خمسمأتہ
والطالب ینکر ذلک فان شہادتہما علی الالف مقبولۃ ولوالجیہ اور از انجملہ یہ کہ دونوں شاہدوں نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے اس مرد پر ہزار درم ہیں اور
ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ میں سے مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کیے ہیں اور طالب اسکا منکر ہے تو ان دونوں کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعی علیہ کو
چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنہا ادعی جاریۃ فی ید رجل وجاء بشاہدین فشہد احدہما انہا جاریتہ غصبہا منہ وشہد الآخر انہا جاریتہ ولم یقل
غصبہا منہ تقبل الشہادۃ مجمع الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد لایا سو ایک شاہد نے
گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعی علیہ نے اس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اسنے اس سے غصب
کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق کا ساتھ مقید کے مجتمع ہو جاتا ہے ومنہا شہدا بالبیع بقرۃ واختلفا فی لونہا تقبل عنہ خلافا لہما

اپنی کتاب بحرالرائق مین کہا جب ہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہی باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہا فی زواہر الجواہر
مسائل آدر مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر مین چند مسائل زیادہ کئے ہین منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا عند بیع زوجہا لما فی
البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی تقریب الزوجۃ انتہی وصحح قاضی خان انہا تسمع فلیتامل عند الفتوی ازانجملہ ماتن کے اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ
کے بیع کرنے کے وقت سو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہی اسواسطے کہ بزازیہ مین
فتوی ہی عدم سماع دعوی پر قرابت وراور زوجہ مین انتہی مافی البزازیۃ اور قاضی خان نے تصحیح کی ہی کہ دعوی مذکور مسموع ہی تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت یعنی
مفتی کو مناسب ہی کہ تخصیص کو نظر کرے اور جو انکے حق مین احوط ہو اسکا فتوی دے کذا فی الطحطاوی قلت ویزاد مافی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف
المشتری فیہ زرعا وبناء اعزیا للبزازیۃ وہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ وترک آخرہ شارح
کہتا ہی مین کہتا ہون اور زیادہ کیا جاوے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر مین ہی یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کے وقت خرید کے مکان مین باعتبار
زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہی اور اسیطرح تنویر البصائر مین ذکر کیا ہی اسی کی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہی جواہر
زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر آنہنے ابتدائے کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہی اپنے زوج کی بیع کرنے کے وقت اور
آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہی متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہی کہ اگر
عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہانتک کہ وہ جنی تو اسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا مافی المحیط رجل زوج رجلا بغیر امرہ فہناہ القوم
وقبل التہنیۃ فہو رضی لان قبول التہنیۃ دلیل الاجازۃ اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہی جو محیط مین ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا بدون اسکے امر کے سو اسکو قوم
نے مبارکبادی دی اور آسنے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہی نکاح کی سواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہی ہم یہ مسئلہ مبنی ہی
ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت حسن کے جسپر فتوی ہی نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہی ورنہ یہ مسئلہ مستثنیات مین نہوگا ومنہا الوکالۃ
کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت لذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکرہ المولف فی بحرہ من بحث الاولیاء
اور ازانجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہی اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے
کہا کہ مین چاہتا ہون کہ تیرا نکاح کرون اپنی ذات سے سو وہ چپ رہی سواسطے اس نے نکاح کر لیا تو جائز ہی ذکر کیا ہی اسکو مولف نے اپنی کتاب بحرالرائق مین
اولیا کی بحث سے ہم یہان سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہی اور یہ غیر ہی ماتقدم کا کہ وہان وکیل کا سکوت مراد ہی ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی
الشہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاہد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد و
کان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال اسالک ولا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت
قد عدہ فی الاشباہ معزیا للشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد اور ازانجملہ سکوت اہل علم
اور صلاح کا قول کے برابر ہی شاہد کے تعدیل مین چنانچہ بحرالرائق کے کتاب الشہادت مین ہی کہا اور کفایت کرتا ہی سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا
سکوت اسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط مین ہی کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی
اسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا مین تجھ سے پوچھتا ہون تو مجھکو جواب نہین دیتا
تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہین کرتا شارح کہتا ہی مین کہتا ہون سکوت مزکی کو اشباہ مین شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادت
کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہان یہ البتہ ہی کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی مین اسکے اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہی لہذا اسکو

اسکو زندہ میں تقسیم کیا اور لفظ مفقون میں بون عبارت ہے لیکن یکون فی یقینہ و یکون من باب العلم الذی یتعلق بہ ثامن اور زندہ حقی محقق ہی نے کہا میں زندہ ہو خبر ہو
لکھو یہ کی اور قول سے بعد کے خدمت کرنا اول ہے جو مطلب یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ اشباہ میں ہے تو فقط ہی ہے اور مصلحت کی قید لگائے مت زیادہ میں کیونکہ جو لوگ ضائع ہے
ومن سکوتہ الولی عند رؤیۃ الصغیر یصلی الجمعۃ و منہا سکوت حملہ اذا سیأتی تصرف الجمعۃ قراءۃ سورۃ و نکست حلی بہ الرضیع ایضاً بر سکو
بمنزلہ رضا مندی کے ہے کیونکہ اگر غلام نماز جمعہ کیواسطے نکلا سوا سکے مولی نے اسکو دیکھا سو چپ ہو گیا تو نماز کیواسطے نکلنا حلال ہے سوا سکے کہ سکوت
بمنزلہ رضامندی کے ہے چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب الجمعہ میں مذکور ہے ومنہا فی القنیۃ بعد ان رقم لعلامتہ تع عت دو زفت الیہ بلا جہاز ففلہ ان یطالب باب ایہ
من الدنانیر وان کان الجہاز قلیلاً فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم محشلعفی بانہ اذا لم یجہز بما یلیق فلہ استرداد ما بعث والمعتبر ما یتخذ للزوج لا ما یتخذ لہا و
لو سکت بعد الزفاف زماناً یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک ان لم یتخذ لہ شی اور زائد ولحد مسئلہ جو قنیہ میں مذکور ہے بعد علامت قع عت کے
اگرچہ زوجہ زوج کے پاس بھیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا ان دنانیر کا جو اسکے باپ یا چچا کیطرف بھیجے گئے جائز ہے اگر تھوڑا جہیز دیا ہو تو اسکو مطالبہ
کرنا اُس قدر جہیز کا جو انکے عرف میں مبعوث کے ساتھ لائق ہے درست ہے تو اس قت میں یہ فتویٰ ہے کہ جب زوجہ کے ولی نے جہیز مناسب حال نہ دیا تو زوج کو پھیر لینا
اس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہے اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہے نہ وہ جہیز جو زوجہ کیواسطے ہوتا ہے اور اگر زوج نے سکوت کیا
بعد زفاف کے اتنی مدت کہ اُس سے عدم جہیز یا قلت جہیز کی رضامندی معلوم ہو گئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اُس مدت کے جائز نہیں اگرچہ زوج کیواسطے کوئی چیز بنائی
گئی ہو ع قع علامت ہے قاضی عبد الجبار کی اور عت علامت ہے علاء الدین ترجمانی کی یعنی یہ مسئلہ قاضی عبد الجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہے اور بیان مقصود
بالذکر فقط سکوت بعد زفاف ہے حلبی نے فی عرفہم کے بعد ع ضبط کیا ہے اسے تحشیہ وحار مہلہ حالانکہ یہ قنیہ کے رموز سے نہیں کما لا یخفی علی ناظرہا اور نسخ کثیرہ میں محشلعفی ہے کذا فی
الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح میں مفصل مذکور ہو چکا ومنہا اذا ابراہ فسکت صح ولا یحتاج الی القبول ہکذا ذکرہ البرہان فی الاختیارات فی کتاب الاقرار انتہیٰ
یہ کہ جب اُن میں سے دائن نے مدیون کو دین سے بری کر دیا سو مدیون چپ ہو تو ابراء صحیح ہے اور حاجت نہیں قبول کرنے مدیون کی اسیطرح برہان نے اختیارات کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا ہے
ومنہا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن لا یکون رضاً فی احدی الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وبہ یعلم من الاشباہ اول القاعدۃ الحمد للّٰہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب انتہیٰ
سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کے وقت رہن کو مبطل رہن ہوگا اور ایک روایت میں مبطل نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارۃً معلوم ہوتا ہے اشباہ کے
اول قاعدہ سے سب تعریف اسی کو ہے جو غالب اور بخشنے والا ہے اور وہی دانا تر ہے ٹھیک بات کا ہم شیخ صالح مؤلف زواہر نے زوائد کے بعد حمد ربانی ادا کی تالیف
کی توفیق پر بعض علمانے چند مسائل اور زیادہ کیے ہیں ا۔ جسنے اپنا اسباب ایک مرد کے پاس رکھ دیا اور چپ رہا پھر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر ٹھہریگا یعنی
امانت رکھوانے والا۔ ۲۔ جب میت کے دو وصیون میں سے ایک وصی نے جنازہ اٹھانے کیواسطے قبرستان تک دو حمال کرایہ کیے اور دوسرا وصی حاضر اور ساکت ہے یا بعض وارثون
نے کرایہ مقرر کیا اور دونوں وصی انکے سامنے اور وہ ساکت ہین تو جائز ہے اور یہ اجرت جمیع مال سے ہوگی بمنزلہ کفن کے ہم بدعت اور خلاف شرع دیکھکر ساکت رہنا رضامندی
کے مانند ہے بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اسکے روک دینے پر قادر ہو اور اگر قادر نہو تو دل سے مکروہ جانے یعنی درصورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ جانیگا تو بدعت
مین اسکا ثبوت رضامندی مین نہ شمار ہوگا ہم۔ زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات میں ساکت رہا پھر جب مرگیا تو بعض ترکہ خالد نے بیچا یا اسکے دین کا تقاضا
کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہے ان مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ۵۔ زوج اپنے گھر میں روئی لایا اور اسکی زوجہ نے سوت کاتا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے
کپڑا بنا تو زوج اسکی قیمت کا تاوان نہیں لے سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی مین شمار ہوگا ۶۔ زید نے آٹا گوندھا اور خالد نے اسکی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری
کو پچھاڑا اور خالد نے اسکو ذبح کیا تو زید کا سکوت امر کرنیکے مانند ہے باعتبار دلالت حال کے اور خالد اسکا معین ہے نہ اُسکو اجرت ملیگی نہ اُسپر ضمان ہے اس نقل مین
کذا فی الطحطاوی عن البیری ہم تو معلوم ہوا کہ ترین مسائل مین سکوت نطق کے مانند ہے باقی تفصیل اشباہ کے مسائل ۲۳ اور تنویر البصائر کے ۳۰ اور زوائد البحر ہے

اور طحطاوی کے منقول ہے قول الاشباہ لایحلف المنکر فی احدی وثلثین مسئلۃ بیناہا فی الشرح یہ قول ہے اشباہ کا کہ قسم نہ لیجائے منکر سے اکتیس مسئلوں میں ہمنے انکو شرح میں بیان
کیا ہے یعنی بحر الرائق میں قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرحہ المحال علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف
عندہ فی الاشیاء الستۃ وفی الخانیۃ انہ لایستحلف فی احدی وثلثین مسئلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق علیہ فذکرہا سرداً اختصار التستری شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے
جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے اپنی شرح میں جسپر اشباہ میں حوالہ کیا ہے یوں کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اختصار
کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزوں میں اور خانیہ میں ہے کہ منکر سے قسم نہیں لیجاتی اکتیس صورت میں بعضی انمیں مختلف فیہ ہیں اور بعضی متفق علیہ ہیں پھر اسنے
بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کیواسطے نو چیزوں کو ذکر کیا ہے اشیاء تسعۃ ہیں تو یہ وغیرہ میں یوں ذکر کیا ہے کہ تحلیف نہیں ہے اس نکاح میں جس کا انکار کیا زوج
یا زوجہ نے اور اس رجعت میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور اس ایلا میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار میں جسکا دعوی
لونڈی کرتی ہے اور رقیت اور نسب اور ولا میں اسطرح پر کہ مثلاً زید شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہے یا بالعکس اور حدود اور لعان میں حاصل یہ ہے کہ مسائل مذکورہ میں
فتوی ہے عدم تحلیف پر سوا حد کے کذا فی الطحطاوی وفی تزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ وعندہما یستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہیں تزویج بنت میں صغیرہ ہو یا کبیرہ اور
صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ میں ہم تو لہ فی تزویج البنت ینبغی فی تسعیر فی تزویج المولی امتہ خلافا لہما اور مولی کے نکاح کر دینے میں اپنی لونڈی کا بخلاف
صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فائدہ لایحلف اور دائن کے دعوی میں وصیت کر نیکا پھر مدعی علیہ نے اسپر انکار کیا تو قسم لیجائیگی ہم دائن نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعی علیہ کو
ادا کرنے دین کی وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہے تو اسپر قسم نہیں وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوی میں وصی پر ہم بیان
وصیت متحقق ہے لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں اصل وصیت کا انکار ہے وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین یا وصی وکیل پر دعوی کرنے میں دونوں صورتوں میں
وصی کے مانند ہے ہم ایسے دو مسئلے میں ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ فلانے کام کا وکیل ہے اور وہ اصل وکالت کا منکر ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وکالت متحقق ہے لیکن مدعی
کے دعوی کا منکر ہے کما مر فی المسئلتین المذکورتین فیہما اذا کان فی ید رجل شیئ فادعاہ رجلان کل انہ اشتراہ منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الآخر لایحلفہ اور اس صورت میں جبکہ ایک مرد کے ہاتھ
میں ایک چیز ہے سو اسکا دو شخصوں نے دعوی کیا ہر شخص اس چیز کے خرید کرنیکا مدعی علیہ سے دعوی کرتا ہے سو اسنے ایک شخص کے خریدنے کا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنے کا انکار کیا تو
دوسرا شخص اس سے قسم نہ لیگا وکذا لو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لم یحلف للآخر اور اسطرح اگر مدعی علیہ نے دونوں کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کیواسطے اس سے
قسم لی گئی سو اسنے قسم نہ کھائی اور اسپر حاکم کا حکم ہوگیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما لایحلف للآخر اور نیز
اس صورت میں جبکہ دو شخصوں نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اسنے ایک کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجاویگی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رہنہ و
قبضہ فاقر لاحدہما اور اس صورت میں جبکہ دو شخصوں میں سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ نے اس چیز کو رہن کیا ہے اور میں نے اسپر قبضہ کیا ہے سو اسنے ایک مدعی کے رہن و قبض کا
اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او حلف لاحدہما فنکل لایحلف للآخر دعوی الرہن مع القبض میں ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کھائی
تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والآخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع لایحلف للمشتری اور اس صورت میں جبکہ ایک مدعی نے
رہن و تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وکذا ادعی احدہما
الاجارۃ والآخر الشراء فاقر بہا وانکرہ لایحلف لمدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک
مدعی نے اگر اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کے واسطے قسم نہ لیجائیگی اور
اسکے مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونیکا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال ہم خرید کے مدعی سے انتظار کیواسطے
اسوقت کہا جائیگا جبکہ اسنے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہے اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت میں لف و نشر غیر مرتب کیا ہے فیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ

چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہو چکا اور احتمال ہے کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضائے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ میں یوں ہے کہ او ادعی الآمر رضاء یعنی

اگر آمر رضا مامور کا دعوی کرنے یعنی مامور عیب سے راضی ہو گیا غرض اسکی یہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل

ابرأہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقربہ انتہی ۱۲ تیسری قبض دین کے وکیل پر مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اسکو دین چھوڑ دیا اور اسنے وکیل سے قسم

طلب کی تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اسکو اقرار لازم ہو انتہی ما فی الخلاصۃ ہم اقرار لازم ہے یعنی وکیل کو تقاضا کے اقرار یعنی ترک

مخاصمت مدیون کے ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہیں کہ اسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے وزدت علی الواحد والثلثین السابقۃ البائع اذا انکر قیام العیب

للحال لا یحلف عند الامام ولو اقربہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اور اکتیس مسائل سابقہ پر مین نے یہ مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع جب قیام عیب

فی الحال کا انکار کرے تو اس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اسکو لازم ہو چنانچہ مذکور ہو چکا خیار العیب میں دوم صورت اسکی یہ ہے کہ

مشتری نے دعوی کیا مثلاً کہ غلام فرش پر پیشاب کر دیتا ہے اور بائع اسکا منکر ہے تو اسپر قسم نہ آویگی والشاہد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف ولو اقربہ ضمن ما تلف بہا اور بعد

جبکہ رجوع عن الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اس مال کا جو اسکی گواہی سے تلف ہو گیا والسارق اذا انکر لا یستحلف

للقطع ولو اقربہا قطع وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ دستنے

اور چور جب چوری کا انکار کرے تو قطع ید کیواسطے درصورت نکول اس سے قسم نہ لیجائیگی یعنے لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائیگی کذا فی الطحطاوی اور اگر

چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہیں لیجاتی باپ سے صغیر کے مال میں اور نہ وصی سے یتیم کے مال میں اور نہ مسجد اور اوقاف

کے متولی سے یعنے درصورت دعوی خیانت باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہیں مگر جبکہ انپر عقد کا دعوی ہو تو اب انسے قسم لیجائیگی انتہی کلام البحر یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی

پر مال صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی قلت وزدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر البصائر کے

مصنف نے کہا مین کہتا ہوں اور مین نے چند مسائل زیادہ کیے صاحب بحر الرائق کے مذکورات پر الاولی لو ادعی رجل شیئا دارا و استحلفہ فقال المدعی علیہ ہو لابنی الصغیر فلا تحلف

وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فان استحلف فنکل المدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدقہ المدعی کان کما قال وان کذبہ ضمن الوالد

قیمۃ الارض وتوخذ الارض من المدعی وتدفع للصبی وہذا بمنزلۃ مالو اقر الغائب لم یظہر حجودہ ولا تصدیقہ یسقط عنہ الیمین فلذلک ہنا قلت وعلی الاول رجوع ہذہ واسطے

قول المصنف ولا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقربہا للصبی ظہر انہا من مالہ وفیہ تامل بہلا مسئلہ تنویر البصائر کا یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ

سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی فضلی مین ہے کہ اسپر قسم ہے سب کے قول مین پھر جب اس سے قسم

طلب ہوئی سو اسنے قسم نہ کھائی اور جسکا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جائیگی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائیگا اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے

مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا اور اگر اسنے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضمان دیگا مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین

مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اسکے ہے کہ اگر مدعی علیہ نے اس شخص غائب کے واسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب ظاہر نہیں تو مدعی علیہ سے

قسم ساقط نہ ہوگی تو اسیطرح یہان اقرار صغیر مین بھی ساقط نہ ہوگی شارح کہتا ہے مین کہتا ہوں اور قول اول کے بموجب یعنے درصورت عدم یمین رجوع اس مسئلہ کا

مصنف بحر الرائق کے اس قول کیطرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہیں اسواسطے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہے اور اسمین تامل

ہے کہ طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اس صورت مین ہے جب متحقق ہو جائے کہ وہ شئے صغیر ہی کا مال ہے اور یہان صغیر کا مال ہونا ثابت نہین مگر باپ کے اقرار

سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیۃ لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء وقال فی النوازل ولو ان رجلا اشتری

دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقر ان الدار لابنہ الصغیر ولا بینۃ فلا یمین علی المشتری لانہ قد یلزمہ الاقرار لا بینہ فلا یجوز اما اشتراہ الغیرہ بعد ذلک

۔ مجھ پر ہوگیا ایک شخص جو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا اور یہ اقرار کیا کہ گھر اپنے صغیر بیٹے کا ہوا تو شفیع کے پاس گواہ نہیں ہیں کہ خرید پر تو مشتری پر قسم نہیں ہے واسطے
کہ اسکا اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے ہم نہیں لیتے بلکہ مراد یہ ہے اگر قسم مشتری پر لازم ہو اور شاید وہ قسم سے انکار کرے
اور وہ گھر شفیع کو دیا جاوے اور صغیر کی ملک سے نکل جاوے الثانیۃ لو کان فی ید رجل غلام او جاریۃ او ثوب او دار وجحد ان تقدما الی القاضی فاقر بہ لصبی ثم اراد ان یحلف
ان ولی للمدعی ملکا مرسلا او شراء من جہتہ لم یکن لہ ان یحلفہ وان ادعی علیہ الغصب فلہ ان یحلفہ فلو اقر بالغصب یجب علیہ الضمان کذا فی النوازل ۳۔ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا کنیز
یا کپڑا یا گھر ہے اور مدعی نے دعوی کیا سو دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اسنے ایک لڑکے کے واسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اسنے ملک
مرسل یا اسکی خرید کرنیکا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اسپر غصب کا دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا تو
اسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ہم اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اسکے ہاتھ سے نکل گئی اور دوسرے مشتری کو ملی اور اسکا اقرار
دوسرے پر حجت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ دوسرا مشتری قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی ملک مرسل یہ کہ وجہ ملک اسمین بیان نہو یعنی بسبب خرید یا ہبہ یا وراثت
کے مالک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے سولہویں مسئلے سے فقط ملک مرسل کی قید اسمین زیادہ ہے الرابعۃ لو اشتری الاب لابنہ الصغیر دارا ثم اختلف مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول لہ
بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذہب ہم ۔ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہو بلا قسم
کے جیسا کہ اکثر کتب اہل مذہب میں ہے یعنی قسم اسواسطے نہیں کہ باپ چیز غیر کے مال میں قسم نہیں جیسا کہ مذکور ہو چکا انتہی مسئلہ لو ادعی السارق انہ استہلک المسروق ورب المسروق
انہ قائم عندہ فالقول للسارق لا یمین علیہ ۵۔ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول
معتبر ہو اور اسپر قسم نہیں ہم یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استہلک المسروق
بعد ما قطعت یدہ ہل یضمن قال لا ویستوی حکمہ فیما استہلکہ قبل القطع وبعد القطع قیل لہ فان قال السارق قد ہلک وقال صاحب المال لم یستہلک وہو عندک قائم ہل یحلف
قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیہ فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جسنے مال مسروق کو مستہلک
کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکسان ہے استہلاک مال میں قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر انسے سوال ہوا
کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اسکو مستہلک نہیں کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجاویگی کہا ابو القاسم نے واجب یہ ہے کہ
سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ہم طحاوی نے کہا ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکسان ہے السادسۃ اذا وہب الرجل شیئا واراد الرجوع فادعی الموہوب لہ ہلاک
الموہوب فالقول قولہ ولا یمین علیہ کما فی الخانیۃ وغیرہا ۶۔ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا
قول معتبر ہوگا اور اسپر قسم نہیں کما فی الخانیۃ وغیرہا السابعۃ ادعی علیہ انک وصی فلان المیت فانکر لا یحلف ۷۔ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا وصی ہے سو اسنے انکار
کیا تو اس سے قسم نہ لیجاویگی ہم یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھویں مسئلہ کے ساتھ الثامنۃ ادعی علیہ انک وکیل فلان فانکر انہ وکیل فلان لا یحلف وہما فی البزازیۃ ۸۔ مدعی علیہ پر
دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اسنے انکار کیا کہ میں فلانے کا وکیل نہیں تو اس سے قسم نہ لیجاویگی اور یہ دونوں مسئلے بزازیہ میں ہیں ہم یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھویں
مسئلے کے ساتھ مکرر ہے التاسعۃ قال الواہب شرطت العوض وقال الموہوب لہ لم تشترط فالقول لہ بلا یمین ۹۔ واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ بشرط عوض کے کیا اور موہوب لہ نے
کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ میں یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرۃ اشتری العبد شیئا فقال البائع انت محجور فقال
العبد انا ماذون فالقول لہ بلا یمین ۱۰۔ غلام نے کوئی چیز خرید کی سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجھکو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا میں ماذون
فی التجارۃ ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادیۃ عشرۃ اذا اشتری عبد من عبد فقال احدہما انا محجور وقال الآخر انا ماذون فالقول لہ بلا یمین ۔ ۱۱۔
جب کہ ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ میں محجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونوں ماذون فی التجارۃ ہیں تو

قول معتبر اُسکا ہے جو مدعی ہے اذن کا بلا یمین اسواسطے کہ صدور بیع قرینہ ہے اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال برئت منہ فالقول

قولہ بلا یمین کذا لو ادعی رجل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم واراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شیئ یدعی علیہ ۱۲۔ قاضی نے یتیم کا مال بیچا سو مشتری نے

قاضی کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھکو اُس سے بری الذمہ کر دیا ہے تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایک مرد نے اجارہ زمین یتیم کا دعوے

کیا قبل بیچنے قاضی کے اور اُسنے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہے یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہے ہر چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ

عشرۃ لو طالب ابو الزوجۃ زوجہا بالمہر فلہ ذلک صغیرۃ او کبیرۃ بکرا لو اختلفا لاب الزوج فی بکارتہا ولا بینۃ للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم فلہ ذلک عن ابی یوسف

انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل کذلک ہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۳۔ اگر

زوجہ کے باپ نے اُسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اُسکو جائز ہے اگر زوجہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اُسکی بکارت مین اختلاف کیا اور گواہ نہون

زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اُسکی عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یون ہے کہ اُس سے قسم لیجائے اور خصاف نے

ذکر کیا کہ اُس سے قسم نہ لیجائے چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یون دعوی کرے کہ صاحب دین نے اُسکو دین معاف کر دیا ہے اور وکیل اسکا منکر ہو تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی

اسیطرح یہان بھی قسم نہ لیجائیگی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی طلقہا قبل البیع او مات فالقول لہ بلا

یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۱۴۔ خرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اِس

لونڈی کا زوج ہے یعنی اِس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اُسکا زوج میرا غلام ہے سو اُسنے اُسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مرگیا تو بائع کا قول

معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اِس قسم کی تحریر اِس کتاب کے خواص مین سے ہے اسیطرح مذکور ہے شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ مین قلت فی حاشیتہا

للشیخ صالح زاد سبعۃ اخر فنقول شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور شیخ صالح کے حاشیہ اشباہ مین سات مسئلے زیادہ کیے ہین ہم اُنکو بیان کرتے ہین الخامسۃ عشرۃ لو طعن

علیہ فی الشاہد وقال ہو ادعی ہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵۔ اگر مدعا علیہ نے شاہد مین طعن کیا کہ اُسنے اِس گھر کا اپنی ذات کیواسطے

دعوی کیا تھا قبل اِس شہادت کے سو شاہد نے اِسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اِس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ

مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث الکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی ۱۶۔ جب ترکہ جماعت

معین کے دین مین مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہے میت کا لیکن اُس سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ

اسوقت مین اگر اُسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اُس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا ثم انکر

اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال المدیوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷۔ ایک مرد کے دوسرے مرد پر ہزار درم ہین سو اُسنے ہزار کا اقرار کیا

پھر اپنے اقرار کا منکر ہوگیا کیا اُس سے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ مین نے اقرار نہین کیا دبوسی نے کہا کہ ہان قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ نہین اور اِس سے تو نفس حق پر یعنی ہزار

درم ہونے پر قسم لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنۃ عشرۃ دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل غصبتہ لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی القول

لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان ہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونون مختلف ہوے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ مین نے بطور امانت کے

قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجائیگی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہے اسواسطے کہ وہ سبب

ضمان کا معترف ہے یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی کہ دعوی ودیعت سے غرض یہ ہے کہ اُسپر ضمان لازم نہ آوے اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت کے امانت دار پر ضمان نہین

قول قاضی بیان ہے حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعۃ عشرۃ رجل تقدم رجلا للقاضی وقال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک

وارثا غیری ولہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ جمیع ذلک فقال لابن استحلفہ بالعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہا ثم یحلفہ علی ما یدعے

اذ بیمین المدعی وفیہ یستحلف علی العلم اذ الاول قول الامام والثانی قولہما وقال الحموی الصحیح قول الثانی انہ یحلف دو الجیہ ۱۹- ایک مرد نے ایا دیگر کو ایک شخص پر
یہ کہا کہ فلان بن فلان مرگیا اور اسنے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوائے میرے اور اس میت کا اسپر قرضا اور اسکا مال ہے جسکی وہ مدعی علیہ تک اسکے دعوی کا انکار کیا تو مدعی
نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجئے اسکی کہ وہ نہین جانتا کہ مین اسکا بیٹا ہون اور وہ شخص نہین مرگیا تو اب قسم لیجائیگی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اسکی موت کو ثابت
کرے یا مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قسم لیجائیگی علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین
کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اس سے قسم لیجائیگی کذا فی ابو الجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص ابو یوسف کی اسکی مفید ہے کہ محمد انکے ساتھ نہین
ہے اور الی بات اسکے مخالف ہے یعنی وہان حلف لینا دونون صاحبین کیطرف منسوب ہے انتہی ثم اعترض علی المصنف بانہ الصحیح قول الثانی باضافت ہے اور اگر قول کا نقد مع الامام ہو تو مخالف عبارت
ثانی ہے یعنی ابو یوسف اور محمد دونون کا قول ظاہر ہے واللہ اعلم ومنہا العشرون ادعی علیہ انہ ثم قال المدعی علیہ للقاضی انہ قد کان ادعی علی بہذہ الدعوی عند قاضی بلد کذا ثم
خرج منہ عوض یملک فابرأنی عن ہذہ الدعوی فحلفہ انہ لم یبرأنی منہا فان حلف حلفت ما ادعی حتی احلف فیہ الصحیح انہ یستحلف علی عوادہ دو الجیہ اور از انجملہ ۲۰- اگر ایک شخص
پر دعوی کیا ہزار درہم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھپر فلان شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی نے اس معاملہ سے کل بیچا کا تھا سو اسنے مجھکو بری الذمہ کر دیا
تھا اس دعوی سے تو آپ قاضی صاحب اس سے قسم لیجیے کہ اسنے مجھکو اس دعوی سے بری الذمہ نہین کر دیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھائیگا تو مین یہ قسم کھاؤنگا اسکا بعیر کچھ نہین اسمین روایت
ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکے دعوے پر قسم لیجائیگی کذا فی ابو الجیہ یعنی مدعی سے قسم لیجائیگی مدعا علیہ کے دعوی برأت پر اسطرح پر کہ مین نے اسکو دیتے اس دعوی سے بری الذمہ نہین کیا
تھا مدعی کہا اور مجھکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو ہمنے کر دیا ومنہا لو ان جلدا ادعی علی رجل انہ خرق ثوبہ خفیر الثوب مع القاضی ان اراد استحلافہ علی السبب لا یحلف علی
السبب وازانجملہ ۲۱- اگر ایک مرد نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اسکا کپڑا پھاڑا اور دو اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اس سے قسم
نہ لیجائیگی سبب پر یعنی مدعا علیہ سے یون قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ مین نے اسکو نہین پھاڑا اسواسطے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور
اسکو اپنی ملک کی حالت مین پھاڑا پھر اسکو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب مین حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجائیگی فائدہ وقلت بعدہ مع تہما صارت ثمانین وستین
مسئلۃ فلیحفظ فائدہ مین کہتا ہون اور ترجمہ واللہ مسائل سابقہ کے ساتھ ملکر یادون مسئلے ہوئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے جلبی نے کہا یادون نہین بلکہ اکہتر ہین اور خانیہ کے
اور بحر الرائق کے ۲ - اور تنویر البصائر کے سہ ۱ - اور زواہر الجواہر کے ۔ وقد افاد الامام الحلوانی ان الجہالۃ کما تمنع قبول البینۃ تمنع الاستحلاف ایضا الا اذا اتہم القاضی وصی
الیتیم او قیم الوقف ولا یدعی شیئا معلوما فانہ یحلف نظرا للوقف والیتیم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے
مگر جبکہ متہم کرے قاضی یتیم کے وصی کو خواہ وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نہ کرے تو اس سے قسم لیجائیگی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم قولہ الاشباہ القاضی اذا قضی
فی مجتہد فیہ نفذ قضاؤہ الا فی مسائل الخ ای یتنقض فیہا حکم الحاکم یہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اس امر مین جسمین اجتہاد مجتہدین مختلف ہو تو اسکا حکم جاری ہوگا
مگر چند مسائل مین الی آخرہ یعنی چند مسائل مستثنے مین حاکم کا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا علامہ حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا
سوائے اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہین یہانتک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم
کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا اور فتاوی بزازیہ مین شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے خلاف اور حالانکہ صاحبین کا قول اس مسئلہ مین
مرجح نہین تو اسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح نے اشباہ کے مسائل مستثنے کو بسبب کثرت کے نقل کیا انجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنے اگر قاضی مجتہد
اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہ قول مخالف کتاب و سنت کے معتبر نہوگا
علاوہ اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح طور ثابت ہے قال الحموی صنف الشیخ صالح بن محمد بن عبد اللہ حاشیۃ علیہا المسماۃ بزواہر الجواہر فی التنظیر علی الاشباہ والنظائر
وقد ظفرت بمسائل اخر خرجتہا تتمیما للفائدۃ وقسمتہا علی ثلثۃ اقسام الاول ما لم یختلف فیہ مشائخنا والثانی ما اختلفوا فیہ والثالث ما لا نص فیہ عن الامام

واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت فیہ تصانیفہم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبداللہ نے اپنے اشباہ کے حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر النضیر علی الاشباہ والنظائر
ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل اور بڑھائے ہیں سو میں نے انکو بڑھایا ہے تا فائدہ پورا ہو جاوے اور انکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنی امام اور صاحبین مختلف
نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جسمیں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اسمیں مختلف ہیں اور
انکی تصانیف اسمیں متعارض ہیں فمن القسم الاول ما اذا باع دارا وقبضہا المشتری واستحقت منہ وتعذر علی البائع ردہا فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلہا فی المواضع والخطۃ
والاذرع والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض آخر ابطلہ والزمہ برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمہ بقیمۃ ذلک مع الثمن سو قسم اول سے یہ مسئلہ
ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق استرداد ہوا اس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اسکا پھیرنا متعذر رہا اسو
قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اسکے برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں چنانچہ عثمان بتی کا یہ مذہب
ہے پھر اسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کر دے مگر یہ کہ مشتری نے اسمیں عمارت بنائی ہو یا درخت لگایا ہو تو
اسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنہ حاکم قضی ببطلان شفعۃ الشریک ثم رفع لقاض آخر فانہ ینقضہ لمخالفتہ نص الحدیث اور از انجملہ یہ کہ ایک قاضی
نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اسکو باطل کر دے کیونکہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہے ومنہ المحدود فی قذف اذا قضی بشئ بعد
ثبوتہ ثم رفع الحکم لقاض لا یراہ ابطلہ اور از انجملہ یہ کہ جسپر قذف کی حد پڑی جبکہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اسکے ثابت ہونیکے گواہی سے پھر اسکا مرافعہ ہوا اس قاضی کے
پاس جسکا یہ مذہب نہیں ہے تو اسکو باطل کر دے ہم طحطاوی نے کہا اور ایک نسخہ میں بعد توبتہ ہے بتاء مثناۃ فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے کے بعد قاضی
ہو کر حکم کرے ومنہ ما لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یرہ ینقضہ لانہ لیس من اہل الشہادۃ والقضاء فوقہا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر اندھا حکم کرے پھر اسکا مرافعہ دوسرے
قاضی کے پاس ہو جو اسکو جائز نہیں جانتا تو اسکو باطل کر دے اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو شہادت
سے بھی بالاتر ہے ہم یہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے ومنہ اذا حکم بشہادۃ الصبیان ثم رفع لآخر نقضہ لانہ کالمجنون وکذا اداء النائم فی نومہ اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی گواہی سے
حکم کرے پھر اسکا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اسکو باطل کر دے اسواسطے کہ یہ مجنون کی مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جبکہ سوتا آدمی سونے کی حالت میں گواہی ادا کرے اور اسپر
کوئی حکم کرے لازم الابطال ہے ہم اگرچہ بعضوں کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن یہ مخالف ہے نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہے قال اللہ تعالی واستشہدوا شہیدین من
رجالکم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردوں میں سے یعنے مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں حالانکہ اطفال کو رجال نہیں بولتے ومنہ الحکم بشہادۃ النساء
وحدہن فی شجاج الحمام ثم رفع لآخر لا یمضیہ اور از انجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے سر کے زخموں میں حمام کے اندر اور اسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اسکو نہ جاری کرے بلکہ
باطل کر دے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنہ الحکم باجارۃ المدیون فی دینہ لا ینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مدیون کی اجارہ پر اسکے دین میں نافذ نہوگا ومنہ القضاء بخط
شہود اموات لا ینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھکر نافذ نہیں ومنہ القضاء بجواز بیع الدراہم بالدنانیر نسیئۃ اور از انجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے
ادھار یعنی ایک شخص روپئے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنہ القضاء بشہادۃ
اہل الذمۃ فی الاسفار وفی الوصیۃ ثم رفع لمن لا یراہ نقضہ اور از انجملہ حکم کرنا کفار ذمیوں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اس قاضی کے پاس جسکا
یہ مذہب نہیں تو اسکو باطل کر دے ومنہ اذا قضی بشئ فرفع لآخر فنقضہ ولم یبین وجہ النقض امضی نقضہ اور از انجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اسکا
مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ صدور نقض میں اصل یہ ہے
کہ علی وجہ السداد اھ کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا باع رجل من آخر عبدا او امۃ ومضی علی ذلک مدۃ ثم ظہر فیہ عیب لم یقر البائع بہ ولم تقم بہ بینۃ بانہ کان موجودا عندہ
فردہ القاضی علی البائع ثم رفع حکمہ لآخر فانہ یبطل الرد ویعیدہ للمشتری اور از انجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور اسپر

الثالث اذا حکم بالشاہد والیمین فی الاموال ثم رفع لحاکم تری خلافہ نقضہ عند الثانی عن الامام لاختلاف الآثار اور تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہی جب حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات مین پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اُسکے خلاف ہی تو اس حکم کو باطل کرے ابو یوسف کے نزدیک اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعضے آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہین اور بعضے عدم جواز پر موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا اسواسطے کہ قسم ثالث وہ ہی جسمین امام سے روایت ہو حالانکہ اسمین امام سے روایت موجود ہی مگر یہ کہ روایت سے روایت معتبر مراد رکھے ومنہ اذا قضی القاضی بشہادۃ الاب لابنہ او لجدہ ثم رفع لآخر لا یراہ امضاہ عند الثانی ونقضہ عند محمد اور ازانجملہ یہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی پر اُسکے بیٹے یا دادا کے واسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اُسکے مخالف ہی تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری کرے اور محمد کے نزدیک اسکو باطل کرے ومنہ لو تزوج الزانی بابنتہ من الزنی و حکم الحاکم بحل ذلک ثم رفع لمن لا یراہ ابطلہ لانہ مما یستشنعہ الناس ذکرہ فی شرح الطحاوی اور ازانجملہ یہ کہ جب زانی نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اُسکے حلال ہونے کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا اُس حاکم کے پاس جسکا مذہب اُسکے مخالف ہی تو اسکو باطل کردے اسواسطے کہ اسکو لوگ معیوب جانتے ہین ہم لوگون سے اہل فضل مراد ہین اور مناسب یہ تھا کہ اسمین خلاف کو مذکور کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہی ومنہ رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق

ولا وارث لہ ثم قضی القاضی بمیراثہ للمعتق ثم رفع لحاکم آخر نقضہ وجعل مالہ لبیت المال عند ابی یوسف وہو صحیح لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الولاء لمن اعتق ولا

یلزم مولی الموالاۃ لانہ یستحق بالعقد وہو قائم بہما فاستویا کالزوجیۃ فاغتنم ہذہ المقام فانہ من جواہر ہذہ الکتاب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اور ازانجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنے والا مرگیا اور اُسکا کوئی وارث نہین پھر قاضی نے اُسکی میراث غلام آزاد کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کردے اور اسکا مال بیت المال کے واسطے ٹھہرادے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہی بدلیل اس حدیث صحیح کے کہ میراث اُسی شخص کے واسطے ہی جس نے آزاد کیا یعنے غلام آزاد کے واسطے میراث نہین اور مولی العتاقہ پر مولی الموالاۃ کا اعتراض لازم نہین آتا اسواسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہی اور عقد مذکور دونون مین قائم ہی تو دونون میراث پانے مین برابر ہونگے جیسے زوجیت زوجین مین برابر قائم ہی یعنی مطلق ارث مین نہ مقدار مین سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات مین سے ہی اور اللہ تعالی دانا تر ہی ٹھیک بات کا اور اُسی کی طرف مرجع اور مآب ہی مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپس مین عقد محبت منعقد کرین تو اگر کوئی اُنکا وارث نہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اسمین آزاد کرنے والا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہی اور غلام آزاد اسکا وارث نہین ہوتا

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس ایام برکت انجام مین جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو درالمختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جنکا مذہب تمام ہندوستان مین رائج ہی جسکا ترجمہ بزبان اردو مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیۂ مدنی کے اقوال کے ساتھ کیا اور جسکا تکملہ بعد انتقال مولوی صاحب مرحوم افضل العلما جناب مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی نے فرمایا اب بار چہارم مطبع نامی منشی نولکشور بعلو ہمتی جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع موصوف سنہ ۱۸۹۹ء مطابق ۱۳۱۷ھ بہزاران حسن و خوبی طبع ہوکر نفع بخش مسلمین ہوئی

2786

نام کتاب	قیمت
امام حق۔ مشہور مدنی، از شیخ شرف الدین	
بخاری۔	۲ پائی
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا	
احمد اسعد رحمہ اللہ۔	[illegible]
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ	
منتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی	[illegible]
مسالک المتقین۔ مرغوب عامہ	
ولایت از مولوی اسد اللہ خان۔	[illegible]
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از	
مفتی نصیر الدین۔	[illegible]
قدوری۔	۶
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از	
عبد الرحمن جامی۔	۱۵
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی	
محشی مع فرہنگ۔	۹
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ	
مع وصیت نامہ۔	[illegible]
شرح مختصر وقایہ کور میری۔ از مولانا	
جلال الدین محمد قندی۔	[illegible]
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و	
حرمت جانوران۔	دو پائی
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر بیان ارکان	۳ پائی

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ	
بن محمد معروف۔	[illegible]
مبادی الاصول۔ مصنفہ مولانا	
ابو المنصور الحسن بن یوسف۔	[illegible]
برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا	
عبد العلی برجندی حاشیہ شرح کنز	[illegible]
کنز الدقائق۔	
جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از	
شمس محمد قہستانی متداول۔	[illegible]
فتح القدیر۔ بقلم جلی ہدایہ اور بقلم	
مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین	
بن ہمام نہایت مستند و باعظمت	
شرح مشہور و معروف اور آخر میں	
تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد	
بتفصیل ذیل۔ کاغذ سفید گندہ۔	[illegible]
ایضاً کاغذ حنائی۔	[illegible]
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ	
زوائد و فوائد۔ محشی مولانا محمد حسن	
سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات	
میں بتفصیل ذیل۔	
۱۔ جلدین اولین عبادات۔	[illegible]
۲۔ جلدین آخرین معاملات۔	[illegible]
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید	
جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند	
متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ	
پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں	
کاغذ سفید کامل بتفصیل ذیل۔	[illegible]
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح۔	[illegible]
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	[illegible]

نام کتاب	قیمت
فتاوی عالمگیری۔ ہر چہار جلد	
کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید	[illegible]
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از	
امام قاضی حسن بن منصور فرغانی	
مستند مشہور معروف متداول در چہار جلد	[illegible]
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعت	
بن قدم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ از یوسف	
بن جنید چلپی واضح در حل تعقید کلام شرح	
وصحیح کاغذ سفید۔	[illegible]
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	[illegible]
شرح وقایہ خورد۔ مع دائرۂ ہندیہ	
متوسط قلم	[illegible]
ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ از	
یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	[illegible]
اشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف	
مستند متداول۔	[illegible]
ملا مسکین۔ از موت تا وصایا محشی جدید	[illegible]
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔	۸
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق	
مشہور متداول۔	[illegible]
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار	
جلد مستند معروف متداول در دو مجلدین	[illegible]
(۱) جلدین اولین عبادات میں۔	[illegible]
(۲) جلدین آخرین معاملات میں	[illegible]
شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ از	
شیخ محمود بن الیاس کامل یکجائی۔	[illegible]

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول -	۹/
عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -	۶ پائی
قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی متداول	۸/
کتب حدیث اُردو	
مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح ترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہمرہ حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین کاغذ سفید گندہ -	عہ ب
ایضاً - کاغذ حنائی و سفید معمولی -	لعہ/ ب
تحفۃ الاخیار - ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - کاغذ سفید و حنائی -	عہ/ ۱۲
ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید و حنائی -	۸/ ب
ایضاً - جلد دوم کاغذ سفید و حنائی -	۸/ ب
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ - کاغذ سفید و حنائی -	لعہ/ ب
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -	۸/ ب
جامع ترمذی - از امام ابو عیسےٰ رح صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جلد	۸/ ب
قسطلانی شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمیٰ بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ -	۵۰ ب
سنن ابی داؤد - ہمرہ چار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع -	۸/ ب
دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماء متبرکہ و حواصل اسمار حسنے مرتب	۴/
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ -	۴/
عناصر الخیرات - با ترجمہ اُردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ -	۱۱/
کتب تفسیر اُردو	
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمٰن -	۸/ ب
تفسیر مواہب الرحمٰن - پارۂ اول مولفہٗ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ دوم	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ سوم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ چہارم -	عہ/ ب

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمٰن - پارۂ پنجم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ ششم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ ہفتم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ ہشتم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ نہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ دہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ یازدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ دوازدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ سیزدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ چہاردہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ پانزدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ شانزدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ ہفدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ ہشتدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ نوزدہم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بستم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بست و یکم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بست و دوم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بست و سوم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بست و چہارم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بست و پنجم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بست و ششم -	عہ/ ب
ایضاً - پارۂ بست و ہفتم -	عہ/ ب
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -	۲/